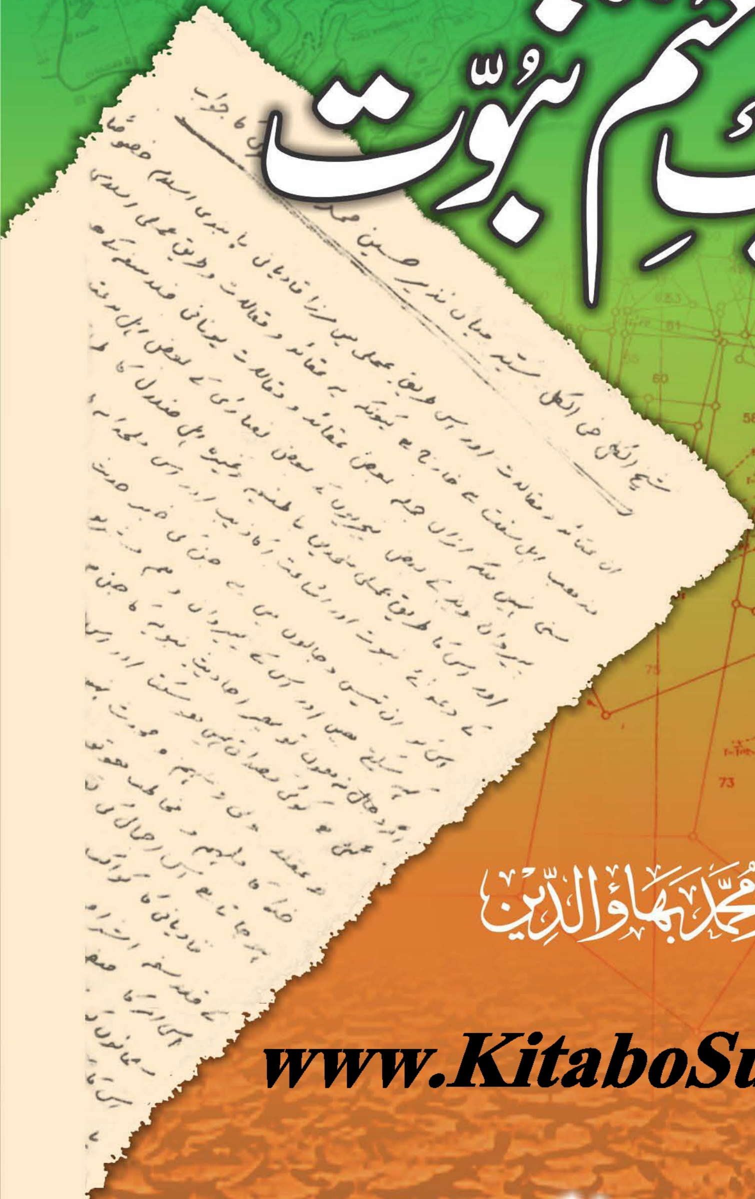
تحریکِ ختمِ نبوّت



ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

ا

انه من سليما ن و انه بسم الله الرحمن الر حيم

تحریک ختم نبوت

حصہ پنجاہ ویکم (۵۱)

قادیانی مشن (۱۴)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ پنجاہ و یکم (۵۱)
قادیانی مشن (۱۴)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۴۳۲
سال اشاعت	۲۰۱۴ء
زیر اہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرست عناوین

فاتحة الکتا ب

الحمد لله و الصلوة و السلام علی سید الا نبیاء ۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد اکاون (اور قادیانی مشن کی چودھویں جلد) قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں ۱۸۔اگست ۱۹۳۹ء تا ۱۴۔ مارچ ۱۹۴۱ء کے دورانیہ کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے دست یاب شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری، مولانا ابو یحی امام خان نوشہروی، حکیم غلام قادر مخدوم پوری، مولوی عبدالوکیل خطیب نواب گنج دہلی، مولوی محمد ابراہیم کمیر پوری، شاہ محمد ہادی عطا سلونی رائے بریلی، حافظ محمد اسحاق ضلع منٹگمری، وغیرھم کی نگارشات بھی نقل کی جارہی ہیں۔ نیز شیخ غلام محمد احمدی لاہوری، پنڈت آتمانند کی بعض تحریریں بھی شامل اشاعت ہیں اور چند بہائی تحریروں کے علاوہ اخبار پیغام صلح لاہور کے متعدد شماروں سے بھی ضروری عبارات نقل کی گئی ہیں۔

کتاب کے آخر میں حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا رسالہ نکات مرزا بھی درج کردیا گیا ہے۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۱ء کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام　　　فقیر بارگاہ صمدی　　**محمد بهاء الدین**

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

مرزا صاحب کی عمر کا الہام

اور انکے اتباع کیلئے باعث ندامت وطغیان

شیخ الاسلام حضرت مولا نا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کہتے ہیں کہ کسی نے جناب جمل (اونٹ) سے کہا آپ کی گردن بڑی ٹیڑھی ہے۔ممدوح نے جواب دیا کہ یاروں کی کون سی کل سیدھی ہے۔

یہی کیفیت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی اور الہاموں کی ہے۔ اور الہامات تو وقتاً فوقتاً ناظرین سنتے رہے ہیں آج ان کی عمر کا الہام اور ان کے اتباع کی پریشانی کا ذکر ناظرین کو سناتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا الہام تھا کہ خدا نے مجھے کہا ہے تیری عمر اسّی (۸۰) سال یا کچھ کم یا زیادہ ہوگی۔اس کی تعیین انہوں نے بہ تفہیم الٰہی ۷۵ سے ۸۵ تک لکھی ہے۔((براہین احمدیہ جلد پنجم)

نوٹ۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ کا حساب قمری مہینوں کا ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی) یعنی شمسی اور موسمی حساب انسانوں کی بدعت ہے (دیکھو ریویو آف ریلی جنز قادیان۔جنوری ۱۹۰۲ء)

پس ضروری ہے کہ ہم اس الہام خداوندی کی بزبان مرزا تحقیق اور تشریح صرف قمری حساب ہی سے کریں۔بلکہ ہر ایک معیاد زمانی کو جو مرزا صاحب قادیانی کے الہام میں درج ہو،قمری حساب ہی سے شمار کیا کریں۔چاہے مرزا سلطان محمد ناکح منکوحہ آسمانی کی میعاد ہو، یا ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کی۔

پس سنئے اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کا انتقال ربیع الاول ۱۳۲۶ھ مطابق مئی ۱۹۰۸ء ہوا۔اس سے ان کی انتہائی عمر کا تو صاف پتہ چل گیا۔

ابتدائے عمر کا اس سے پتہ چلتا ہے جو آپ نے محل استدلال میں بتایا ہے۔

ناظرین جانتے ہیں کہ محل استدلال میں ظن اور تخمین سے کام نہیں لیا جاتا بلکہ یقینیات سے استدلال ہوتا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی چونکہ متکلم تھے اور ان کی جماعت متکلمین (مناظرین) کی جماعت ہے اس لئے ان کو بھی یقینیات سے کام لینا چاہیے، تخمینی اور ظنی باتوں سے نہیں۔ پس سنئیے: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی مسیحیت کے ثبوت میں دلائل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> لطیفہ: چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المأتین ہے ایک یہ بھی منشا ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھو یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا پہلے ہی سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی ہے اور وہ نام یہ ہے۔ غلام احمد قادیانی۔
>
> اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں، بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔
>
> (ازالہ اوہام۔ص ۱۸۵۔۱۸۶ طبع اول)

اس عبارت سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعثت کا سن معلوم ہو گیا۔ اس کے ساتھ یہ فقرہ بھی ملا لیجئے:

> یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا تب خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبہ فتنوں کا چارہ گر ہے اور یہ اس طرف اشارہ تھا کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔ پھر اسی زمانہ میں خدا نے میرا نام عیسیٰ بھی رکھا۔
>
> (تریاق القلوب۔ص ۶۸)

یہ دونوں عبارتیں مل کر اپنا مطلب صاف بتا رہی ہیں کہ جناب مرزا صاحب

قادیانی کی ولادت ١٢٦١ھ کو ہوئی اور انتقال ١٣٢٦ھ کو ہوا۔ حسب قانون شمار دونوں طرف سے سالوں میں سے ایک لیں، تو ٦٥ سال اور اگر دونوں بھی لے لیں تو سن ہجری کے حساب سے ٦٦ سال کی عمر ہوتی ہے۔ یہ حساب ایسا صاف ہے حسب قاعدہ علم کلام محل استدلال میں آیا ہے اور اس کی بنا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کشف پر ہے جو کسی طرح قابل تاویل وتحریف نہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ١٨۔ اگست ١٩٣٩ء مطابق ٢ رجب ١٣٥٨ھ ص ٧۔٨)

عیسائیت اور قادیانیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مسرت انگیز پیش گوئی تھی کہ عیسائیت میری وجہ سے دنیا سے مٹ جائے گی اور اس کی جگہ اسلام قائم ہو جائے گا۔

اس پر بارہا پوچھا گیا کہ عیسائیت دن بدن ترقی کر رہی ہے یہاں تک کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانے میں عیسائیوں کا شمار ہندوستان میں پانچ لاکھ لکھا تھا، مگر گزشتہ مردم شماری (بابت ١٩٣١ء) میں ہندوستان کی مسیحی آبادی ٦٣ لاکھ ہے۔

بایں ہمہ ہمارے جواب میں پیغام صلح لاہور میں ایک طویل مضمون نکلا جس میں کہا ہے:

> ہم مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں عرض کریں گے کہ حضرت ایدہ اللہ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ بالکل صحیح ہے۔ اسلام دنیا کے ہر ایک حصہ میں غالب آ رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے غلبہ اسلام کی جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ حرف بحرف پوری ہو رہی ہے ...۔ اگر مولوی صاحب کمزوری ایمان یا فقدان بصیرت کی وجہ سے اسلام کو غالب آتے نہ دیکھ سکیں تو اس میں کس کا قصور ہے۔ اندھے کو آفتاب کس طرح نظر آ سکتا ہے؟
>
> اسلام کچھ مقدس و اعلی اصولوں اور پاکیزہ عقاید وتعلیمات کے مجموعہ کا نام

ہے کسی خاص قوم جماعت یا جتھے کا نام نہیں ہے۔ اگر یہ اصول اور تعلیمات اور عقائد مقبول ہو رہے ہیں اور دشمنوں اور مخالفوں کا نقطہ نظر اور طرز عمل ان کے متعلق خوش گوار طور پر تبدیل ہو رہا ہے تو پھر ہر ایک انصاف پسند اور حق گو آدمی کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام غالب آ رہا ہے خواہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان جیسے دوسرے لاکھ انکار کرتے رہیں۔

واقعات و حقائق کی روشنی میں جو کوئی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھے گا اسے صاف نظر آ جائے گا اسلام روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ اس کے اصول مقبول ہو رہے ہیں۔ اسلام کا سب سے بڑا دشمن یورپ اور عیسائیت تھی۔ یورپ پر سے عیسائیت کی گرفت بہت بڑی حد تک ڈھیلی ہو چکی ہے اس کے برعکس وہ اسلام کے بہت سے اصولوں کو قبول کر چکا ہے۔ اسلام نے یورپ کی ذہنیت، رجحانات، معاشرت ضابطہ قوانین وغیرہ ہر ایک چیز پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ اسلام قرآن اور حضرت نبی کریم ﷺ کے متعلق اہل یورپ کا نقطہ نظر حیرت انگیز طور پر تبدیل ہو رہا ہے۔ اور یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود کے علم کلام کی بدولت ہوا ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۲۶ جولائی ۱۹۳۹ء مطابق ۸ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۴۴ ص ۵)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: جواب میں ہم اپنی طرف سے کچھ پیش نہیں کرتے بلکہ اسی اخبار پیغام صلح لاہور سے ایک معزز بزرگ (امیر شکیب ارسلان) کے ایک مضمون کو نقل کرتے ہیں جس کو پیغام صلح نے عربی اخبارات سے ترجمہ کر کے نقل کیا ہے۔ لکھا ہے:

اسلام پر مسیحی مبلغوں کی خطرناک یورش

عربی اخبارات نے حال ہی میں امیر شکیب ارسلان کا ایک اہم مضمون شائع کیا ہے جو عیسائیت اور اسلام کی آویزش اور اس کے نتائج سے تعلق رکھتا ہے

مصر اور دوسرے اسلامی ممالک میں اسلام پر یلغار کرنے والے مسیحی مبلغوں

کے خلاف ایک شور مچا ہوا ہے اور ہر زبان ان کی ناروا کارروائیوں اور سازشوں کی شکایت میں مصروف ہے لیکن میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے اپنی عمر میں آج تک کبھی اتنا تعجب نہیں ہوا جتنا پادریوں کے خلاف مسلمانوں کا جوش وخروش دیکھ کر ہو رہا ہے۔

آج سے ۴۰، ۴۵ سال پہلے جب کہ ہم نوعمر تھے اس وقت بھی ہمارے ملکوں میں یہ پادری موجود تھے، اور اپنے تمام موجودہ ناجائز طریقے ہی استعمال کرتے رہتے تھے۔ہم برابر سنا کرتے تھے کہ اتنے مسلمان یہاں عیسائی بنا لئے گئے۔مگر ہمیں پہلے کبھی جوش نہیں آیا۔کیا اب پہلی مرتبہ ان پادریوں کی حرکتیں منظر عام پر آئی ہیں کہ ہم اس طرح دفعتاً مشتعل ہو گئے ہیں۔

صرف ایک اکیلے ملک جاوا میں اب تک ایک لاکھ مسلمان عیسائی بن چکے ہیں اس ملک پر ہالینڈ کا قبضہ ہے اور ہالینڈی پادری غریب مسلمانوں کو پوری آزادی سے شکار کرتے رہے ہیں۔

اسی مغرب کے جزائر میں کارڈینل لافیگرے کے ہاتھ پر ہزارہا مسلمان عیسائیت قبول کر چکے ہیں۔اسی قدر نہیں بلکہ ملک الجزائر میں پورا ایک بربری قبیلہ اور کئی بربری گاؤں اسلام سے نکل کر عیسائیت میں داخل ہو چکے ہیں

ہندوستان میں ہزارہا مسلمان عیسائی بن چکے ہیں اور ان سابق مسلمانوں میں سے پورے دو سو آدمی عیسائیت کے مبلغ بن کر اپنے نئے مذہب کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

عیسائی مبلغ مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں کتنے کامیاب ہو چکے ہیں اور ہماری غفلتیں کس حد تک پہنچ چکی ہیں اس کی تحقیق کے لئے ہمیں کسی محنت و جستجو کی ضرورت نہیں۔خود پادریوں کی سالانہ رپورٹیں یہ تمام جگر خراش واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کرتی رہتی ہیں۔

خدا کی قسم مجھے اس بات پر تعجب نہیں ہے کہ جاوا، الجزائر، ہند، چین، فلپائن وغیرہ میں عیسائی پادری لاکھوں مسلمانوں کو اپنے مذہب میں داخل کر چکے

ہیں، بلکہ اصلی تعجب اس بات پر ہے کہ وہ اب تک کروڑوں مسلمانوں کو مرتد کر دینے میں کیوں کامیاب نہیں ہو گئے حالانکہ وہ اپنی تبلیغی انجمنوں اور اداروں پر سالانہ تیس کروڑ پونڈ تقریباً ساڑھے چار ارب روپیہ صرف کیا کرتے ہیں۔

مسلمان بے حد غریب ہیں اور اپنی غربت کی وجہ سے طرح طرح کے جسمانی امراض کا شکار رہتے ہیں۔ پادریوں کے پاس دولت کے کبھی نہ ختم ہونے والے خزانے ہیں اور عظیم الشان شفا خانے موجود ہیں پھر حیرت ہوتی ہے کہ وہ اتنی کم کامیابی کیوں حاصل کر سکے۔

لاریب اگر محمد رسول اللہ ﷺ کا روحانی قلعہ سب قلعوں سے زیادہ مستحکم نہ ہوتا تو پادری اب تک اسلام کا صفایا کر چکے ہوتے کیونکہ انکے پاس کامیابی کے جملہ وسائل موجود ہیں اور اسلام گہری نیند میں خراٹے لے رہا ہے اور اپنی حفاظت پر کوئی ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کر رہا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی پوری امت کی طرف سے پورا پورا جہاد کیا کیا لیکن اس امت نے اپنے ہادی برحق کے احسان کا بدلہ یہ دیا کہ اس کے دین حنیف سے غافل ہو گئی بزدلی اور غفلت کی راہ اختیار کی۔ ہمت کو پیٹھ دکھائی ۔میدان سے بھاگ نکلی اور طے کر لیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا جی چاہے تو اپنے پروردگار کے ذریعہ اپنے دین کی حفاظت مدافعت اشاعت کریں اور نہ جی چاہے تو چھوڑ دیں ہمیں بھی کوئی پرواہ نہیں۔

لیکن عیسائیوں نے یہ نہیں کیا انہوں نے حضرت مسیح کو اپنے دین کے ساتھ تنہا نہیں چھوڑ دیا بلکہ عیسائی نے اپنا فرض سمجھا کہ دامے درمے سخنے ہر طرح اپنے دین کو ترقی دیتا رہے۔

عیسائی پادری اگر پانچ سو بودھوں کو عیسائی بنالیں ایک ہزار ہندؤوں کو عیسائیت میں داخل کر لیں تو اتنے خوش نہیں ہوتے جتنے ایک مسلمان کو عیسائی بنا کر خوش ہوتے ہیں اور یہ اس لئے کہ عیسائیت کا اصل حریف صرف اسلام ہی ہے اور یہی سبب ہے کہ عیسائی مبلغوں کی سب سے زیادہ

قوتیں اسلام ہی کے خلاف صرف ہو رہی ہیں ہر سال ان کی عام کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں اور ان میں مسلمانوں کو مرتد بنانے کی نئی نئی اسکیمیں بنائی جاتی ہیں مسلمان یہ سب دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے تمام دنیا کے مسلمانوں کی حالت اس بارے میں دو سبب سے افسوس ناک ہو رہی ہے۔ ایک سبب یہ ہے کہ عام طور پر مسلمان نہایت بزدل ہو گئے ہیں خصوصاً یورپین اقوام کے مقابلہ میں۔ یورپین اقوام کی مسلمانوں پر ایسی ہیبت طاری ہوگئی ہے کہ سخت حیرت ہوتی ہے اور اس کا کوئی سبب سمجھ میں نہیں آتا۔

دوسرا سبب مسلمانوں کا بخل ہے۔ وہ اپنی جماعتی ضرورتوں پر ایک پیسہ بھی صرف کرنے کے عادی نہیں رہے ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے تمام کام سخت ابتری میں پڑ گئے ہیں۔ غرضیکہ اس وقت عیسائی مبلغوں کی طرف سے اسلام پر ہر طرف سے جو یلغار ہو رہی ہے اس کی تمام تر ذمہ داری خود مسلمانوں ہی کے سر ہے لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنے آپ ہی کو ملامت کریں

و من رعی غنما فی ارض مسبعة
و نام عنها تولی رعیها الاسد

(پیغام صلح لاہور ۲۳۔ اگست ۱۹۳۳ء)

(یہ مضمون ۱۳، اگست ۱۹۳۳ء کے انقلاب میں بھی شائع ہوا ہے)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں

بتائیے ۱۹۳۳ء تک جو حملات عیسائیوں کی طرف سے ہوئے اور ان کا جو اثر اسلام اور اہل اسلام پر ہوا جس کا اعتراف امیر شکیب ارسلان اور آپ کو بھی ہے، کیا یہی آپ کے اور آپ کے مسیح موعود کی برکت ہے۔

علاوہ اس کے آپ لوگ یہ بھی نہیں سمجھتے یا سمجھ کر مخلوق خدا کو دھوکا دیتے ہیں کہ یورپ کے عیسائی کیوں اپنے مذہب عیسویت کو چھوڑتے جاتے ہیں؟

اس کا باعث یہ ہے کہ یہ فعل ان کی الحاد پسندی کا نتیجہ ہے، نہ اسلام پسندی

کا۔ جس کا بہت سا اثر ہندوستان کی مذہبی دنیا پر بھی ہم دیکھتے ہیں اور آئندہ مزید دیکھنے کا خطرہ ہے چاروں طرف سے یہی آواز آرہی ہے اور آئندہ بھی آتی رہے گی religion is nothing مذہب کوئی چیز نہیں

کیا یہ بھی آپ کے مسیح موعود کی برکت ہے۔ دنیا میں عام طور پر مذہب کی مخالفت ہورہی ہے اگر کوئی کسی بات کو قبول کرتا ہے تو کسی مذہب کی ہدایت کے ماتحت نہیں کرتا بلکہ وہ ریشنلزم rationalism, کے ماتحت اپنی قوت فیصلہ سے عقلی طور پر کرتا ہے ....(اہل حدیث کے اصل شمارے میں یہاں دوتین سطور دیمک خوردہ ہیں اس عبارت پڑھی نہیں جاسکی۔ بہاء)

اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریر وتقریر کی تعریف کرے۔ مگر ان کے دعوی کو صحیح نہ سمجھے اور نہ ان کی تصدیق کرے تو کیا آپ اس کو بھی احمدی قرار دیں گے۔ اس سوال کا جو جواب ہے واقعات کی رو سے آپ کی مزعومہ ترقی اسلام کا وہی جواب ہے۔

واقعات صحیحہ ہمیں رہنمائی کرتے ہیں کہ مذہب کی پابندی اور عزت دنیا سے اٹھتی جارہی ہے آپ کے مسیح موعود کو پیدا ہوئے آج سو سال ہوتے ہیں جو حالت دوسرے مذاہب کی عموماً اور اسلام کی خصوصاً اس وقت تھی آج اس سے بدرجہا کمزور ہے اور دن بدن کمزور ہوتی جارہی ہے۔

مزے کی بات تو یہ ہے کہ قادیانی مجدد نے دعوی تو بہت بڑا کیا تھا مگر واقعہ یہ ہوا کہ خود ان کی امت میں سے ۹۰ فی صد لوگ بقول پیغام صلح اسلام سے دور جا پڑے ہیں۔ پس آپ تعصب اور حمایت باطل چھوڑ کر واقعات پر نظر کریں تو آپ کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ آپ کے مسیح موعود مجدد اعظم (مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) کی پیش گوئی متعلقہ ترقی اسلام بالکل غلط ثابت ہوئی۔ جس پر یہ کہنا بالکل بجا ہے

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵۔ اگست ۱۹۳۹ء مطابق ۹ رجب ۱۳۵۸ھ ص ۵۔۷)

خلافت راشدہ قادیان میں؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

لاہور کے بعض اسلامی اخباروں میں اس بات کا ذکر ہوا ہے کہ مسلمانوں میں خلافت راشدہ جیسا نظام قائم ہونا چاہیے۔ ادھر قادیان سے آواز آئی کہ ہیں! خلافت راشدہ تو ہمارے ہاں موجود ہے پھر اس کو قائم کرنے کے کیا معنی؟ اخبار الفضل قادیان کے الفاظ اس بارے میں قابل دید وشنید ہیں:

> جس طرح نظام خلافت راشدہ خدا تعالی نے قائم کیا تھا اسی طرح اب بھی خدا تعالی ہی ایسا نظام قائم کرسکتا ہے چنانچہ خدا تعالی نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو مبعوث فرمایا اور آپ کے بعد جماعت احمدیہ میں نظام خلافت راشدہ قائم کر دیا ہے۔ اور اس وقت صفحہ عالم پر سوائے اس نظام خلافت کے کوئی اور ایسا نظام نہیں ہے۔ اسی سے وابستگی مسلمانوں کو دین و دنیا میں کامیاب کرسکتی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ خدا تعالی نے نظام خلافت راشدہ کا احیاء فرمایا ہے۔ (الفضل قادیان ۲۳۔ اگست ۱۹۳۹ء ص ۱)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

خلافت راشدہ کے مقابلے میں قادیانی خلافت کو پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے خدائے برحق کے سامنے کسی مصنوعی خدا (عاجز بندے) کو پیش کرنا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کے مباحثہ میں ایسا واقع ہو چکا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے مضمون میں کہا تھا خدا نے زمین وآسمان وغیرہ سب کچھ بنایا، مسیح بھی اگر خدا ہے تو اس نے کیا بنایا؟

اس پر ڈپٹی آتھم (عیسائی مناظر) نے جواب دیا تھا کہ جو کچھ نظر آتا ہے یہ تو مسیح کا بنایا ہوا ہے، خدا کا بنایا ہوا پیش کرو کہ کیا ہے؟

مسیحی مناظر عبداللہ آتھم پادری کے اس جواب پر حاضرین وناظرین نے ایک فرمائشی قہقہہ لگایا تھا۔

یہی کیفیت اخبار الفضل قادیان کے اس جواب کی ہے کہ خلافت راشدہ قادیان میں قائم ہے اس کی طرف رجوع کرو۔

اخبار الفضل قادیان نے غالباً خلافت راشدہ کے معنی سمجھے نہیں اور سمجھنا چاہتے بھی نہیں۔ سنیئے! خلافت راشدہ کے معنی ہیں، حکومت با سیاست شرعیہ۔

جس کا ثبوت خلافت صدیقیہ و فاروقیہ میں ملتا ہے کہ ہر قسم کی سزائیں مجرموں کو دی جاتیں۔ عدالت اپنا کام کرتی اور فوج اپنا کام کرتی۔ کفار معاندین سے جہاد کیا جاتا اور دور دور تک اسلام کا جھنڈا لہراتا جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

برخلاف اس کے قادیان کی خلافت کیا ہے؟ ایک ادنی درجے کے مجسٹریٹ کی طرف سے خلیفہ (مرزا محمود احمد) کے نام سمن آتا ہے، تو آپ کچہری میں پہنچتے ہیں اور گھنٹوں تک کھڑے رہ کر بیان دیتے ہیں۔

(خلیفہ صاحب) انگریزی حکومت کی جنگی خدمت کرتے ہیں۔ آدمی دیتے ہیں روپئہ دیتے ہیں۔ پھر اشارۃً حکومت سے معاوضہ بھی مانگتے ہیں۔ آپ کی سیاست میں اتنا زور ہے کہ آپ کے مدرسے کا ایک ماسٹر آپ پر سنگین الزامات لگاتا ہے اور قادیان ہی میں دندناتا پھرتا ہے۔ جب آپ کا آدمی کسی پر ہاتھ اٹھاتا ہے تو سزا پاتا ہے۔ آپ اس کی حمایت میں مقدمہ لڑتے ہیں۔ ہائیکورٹ سے گزر کر پریوی کونسل لندن تک پہنچتے ہیں، مگر ناکام واپس آتے ہیں۔ آپ کے آدمی کو پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے مگر آپ اس کو نہیں چھڑا سکتے۔ آپ کے خلاف کوئی جج فیصلہ کرے، تو اس کی اپیل ہائیکورٹ تک لے جاتے ہیں اور اپنی زمین کا مالیہ رعایا کے عام افراد کی طرح سرکار انگریزی کو دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر آپ کی چٹھی پر ٹکٹ نہ ہو، تو وہ بھی رعایا کی عام چٹھیوں کی طرح بیرنگ ہو جاتی ہے۔ بلکہ آپ کے مسیح موعود (جن کی خلافت کا فخر آپ کو حاصل ہے) کئی کئی گھنٹے بمقدمہ مولوی کرم الدین عدالت میں کھڑے رہتے مگر پانی پینے کی بھی اجازت نہیں ملتی۔ کیا یہ خلافت راشدہ ہے یا غلامانہ حیثیت۔

یہ بھی خوب کہی کہ قادیانی خلافت جیسا کوئی نظام دنیا میں نہیں ہے؟ ایسا کہنے والا یا تو دنیا کے حالات سے واقف نہیں، یا اپنے ناظرین کو دھوکہ دیتا ہے۔

ہم ساری دنیا کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ ہندوستان کی مثالیں ہمارے

سامنے ہیں۔سب سے بڑا نظام سرآغا خان کا ہے جس کے حکم سے کوئی ماتحت سرتابی نہیں کرسکتا۔ بلکہ جان و مال تک قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔

دوسرے درجہ پر بوہروں کا نظام ہے جس کے سرگروہ ملا طاہر الدین بمبئی میں رہتے ہیں۔

تیسرے درجے پر آپ کے سامنے خاکساری نظام بھی پیدا ہو گیا ہے جو اپنی تعداد آپ کی تعداد سے متجاوز بتاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہر گدی نشین پیر اپنے مریدوں پر حاکمانہ اقتدار رکھتا ہے۔

ہر والی ریاست اپنی رعایا پر مکمل طور پر حکومت کرتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان سب کو چھوڑ کر قادیانی گدی کو خلافت راشدہ کی مثال سمجھا جائے۔

اخبار الفضل کا قادیانی خلافت کو خلافت راشدہ کہنا غالباً شاعرانہ تخیل ہے جس میں معشوق کو سورج سے تشبیہ نہیں بلکہ استعارہ کے رنگ میں ہو بہو سورج بنا دیا جاتا ہے جس کی مثال اس شعر میں ملتی ہے

وہ نہ آئیں شب وعدہ تو تعجب کیا ہے
رات کو کس نے ہے خورشید درخشاں دیکھا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ ستمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۲۳ رجب ۱۳۵۸ھ ص ۷۔۸)

مرزا کی تکذیب اس کے پوتے کے قلم سے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کے اخبار الفضل میں کبھی معجزانہ شکل میں مرزا غلام احمد صاحب کی تردید کافی نکل جاتی ہے و ھم لا یشعرو ن۔ انہیں خبر نہیں ہوتی کہ ہم کیا لکھتے ہیں اور کیا اس کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ تصرف قدرت ہے۔

ایک مضمون مرزا ظفر احمد بیرسٹر نبیرہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی کا اخبار الفضل ۲ ستمبر ۱۹۳۹ء میں نکلا ہے جو بظاہر مرزا صاحب کی تائید کی ہے مگر درحقیقت ان کی سخت تردید ہے۔ مضمون چونکہ قابل دید و شنید ہے اس لئے ہم ضروری حصہ انہی کے

الفاظ میں نقل کرتے ہیں اور بین القوسین حواشی میں اپنا ما فی الضمیر بتاتے ہیں۔

مضمون مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کے لوگوں میں عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً بہت بڑی خرابی اور کمزوری آ گئی ہے۔ نیز دجال کا بڑا زور ہے اس لئے خدا نے اس زمانے میں ایک ایسا نبی مبعوث کیا جو سوائے نبی اسلام ﷺ کے سب انبیاء سے افضل ہے۔ اس نے آ کر دنیا میں بہت بڑی اصلاح کی ۔ یہ ذکر نامہ نگار ہی کے الفاظ میں (مع ہمارے حواشی) سنیئے ۔ و هو هذا ۔

موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی حالت

حضرت نبی کریم ﷺ نے اس زمانہ کی بابت فرمایا ہے کہ اس وقت اسلام کا صرف نام ہی نام باقی رہ جائے گا۔ لوگ قرآن کریم پڑھیں گے مگر ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا۔ اور یہ زمانہ روحانیت کے لحاظ سے تاریک ترین زمانہ ہوگا۔ اس وقت علماء جو عام طور پر راہ دکھانے والے ہوتے ہیں سب مخلوق میں سے ذلیل ترین ہوں گے۔ اور خطرناک طور پر فتنہ پرور۔

مگر جب نبی کریم ﷺ یہ بات بیان فرما رہے تھے، صحابہ کرام بہت غمگین ہوئے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو کیونکہ ایسے تیرہ و تار زمانہ میں ایک فارسی النسل کی بعثت مقدر ہے (آج تک یہ مسئلہ بھی علمائے قادیان سے حل نہ ہو سکا کہ مرزا غلام احمد صاحب کس قوم سے ہیں۔ چینی الاصل ہیں یا فارسی الاصل ۔

نامہ نگار نے فارسی الاصل لکھا ہے اور مرزا صاحب قادیانی نے خود حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۸ میں اپنے آپ کو چینی الاصل لکھا ہے۔ ان دونوں دعووں میں کون سا دعوی سچا ہے۔ ہماری رائے یہ کہ مرزا صاحب قادیانی کے دونوں دعوی شیخ عطار کے کلام کے مصداق ہیں جو یہ ہے:

چوں شتر مرغے شناس ایں نفس را
نے کشد بار و نہ پرّ و بر ہوا
چوں پپر گوئیش گوید اشترم
در نہی بارش بگوید طائرم)

ایسا پہلوان کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائے گا تو اسے زمین پر واپس لے آئے گا۔ سوایسا ہی ہوا۔

دنیا اس قدر تاریک ہوئی کہ اس کی مثال پہلے زمانوں میں نہیں ملتی۔ علماء واقعی بدترین مخلوق بن گئے (قادیان کے یا لاہور کے ؟) اسلام کا نام و نشان نہ رہا۔ اس کی بجائے دنیا پرستی آ گئی۔ اور مسلمانوں کی وہ حالت ہو گئی کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی مات کر گئے۔

غرض مغضوب علیھم بھی بنے اور ضال بھی حتی کہ ہر جگہ ذلیل ہوئے۔ اور انجام کار اپنے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذاہب میں شامل ہونے لگے۔ صرف ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں۔ اور پھر مغربیت کی کچھ ایسی رو آئی کہ رہا سہا اسلام بھی رخصت ہوا۔ اور شرم و حیا کے تمام پردے چاک ہو گئے۔ اب یہ حالت ہے کہ شراب اور سور کھائے بغیر ان میں سے بہتوں کے خیال میں انسان ماڈرن نہیں کہلا سکتا۔ اور جب تک کھلے منہ بے پردہ غیر مردوں سے ان کی عورتیں نہ ملیں وہ تعلیم یافتہ نہیں سمجھے جا سکتے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن کریم، اللہ تعالی، نیز اس کے رسول کی بابت جب تک برے الفاظ نہ استعمال کریں، تب تک یہ لوگ فیشن ایبل نہیں ہو سکتے۔ ان لوگوں کی حالت اس قدر گر گئی ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو رمضان کے آخری عشرہ میں شراب پیتے دیکھا ہے جن کو نجیب الطرفین ہونے کا فخر ہے جب ان لوگوں کی یہ حالت ہے تو عوام کا تو کہنا ہی کیا (جب یہ حالت ہے تو مرزا صاحب نے آ کر کیا اصلاح کی)

قصہ مختصر یہ کہ مسلمانوں کی حالت بد ہی نہیں، بلکہ بدتر ہے۔ زبانیں بہت چلتی ہیں مگر عمل کچھ نہیں (اس کے مقابلے میں مرزا صاحب کا دعوی دیکھئے کہ: میں اس لئے آیا ہوں کہ مسلمانوں کو اصلی معنوں میں متقی بنا دوں الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰۔ بقول مرزا ظفر احمد، مسیح موعود کے آنے کے بعد بھی مسلمان بدتر ہیں۔ کیا ان پر یہ مثل صادق نہ آئے گی کہ: تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا)

ظلمت میں روشنی کی کرن

یہ سب کچھ ازل سے مقدر تھا۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان فتنوں کی خبر دے رکھی تھی ۔ اس لئے ان فتنوں کا ظہور ضروری تھا۔ مگر مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ اس قسم کے حالات کے ساتھ ہی ساتھ نبی کریم ﷺ نے جو بشارت دی تھی کہ مسیح موعود آئے گا وہ بھی پوری ہوئی ۔ اور آج حضرت مسیح موعود (قادیانی) کومبعوث ہوئے ۵۰ سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر ناعاقبت اندیش لوگ ابھی تک سوئے پڑے ہیں ۔

(یہ نقشہ بالکل صحیح ہے اور واقعی رونے کا مقام ہے کہ مسیح موعود آئے اور چلے گئے مگر مسلمان اسی حالت میں رہے بلکہ اس سے بدتر حالت میں مبتلا ہو گئے ،تو کون کہے گا کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے دعاوی میں پاس ہو گئے ۔ اس لئے اگر ہم مرزا صاحب کو ایک بہت بڑی شخصیت کے بادشاہ سے تشبیہ دیں تو بے جانہ ہوگا۔

اقوام یورپ کو گیارھویں صدی میں جب بیت المقدس فتح کرنے کا جنون ہوا تھا تو ان کی افواج کا کمانداز شیر دل رچرڈ شاہ انگلستان بنا تھا جو اس دعوی کے ساتھ گیا تھا کہ ہم صلاح الدین سے بیت المقدس چھین لیں گے مگر تکبر کا برا ہوا، نتیجہ یہ ہوا کہ رچرڈ شکست کھا کر واپس آیا تو اپنی ڈھال سے بیت المقدس کونظروں سے چھپا کر چلتا تھا اور کہتا تھا کہ میں مارے شرم کے ادھر منہ نہیں کرسکتا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی ایک بہادرانہ کام ہے کہ اپنی شکست تسلیم کر لی لیکن مرزا صاحب اوران کے اتباع اس وصف سے بھی محروم ہیں کہ وہ اپنی کمزوری کا اعتراف کریں دعوی اتنا بڑا کہ میں کل دنیا میں ایک مذہب اسلام قائم کرونگا۔ (چشمہ معرفت ص۸۲) ۔ مسلمانوں کو کامل متقی بنادونگا۔ مگر ثبوت یہ ہے کہ آج ان کے نبیرہ صاحب کو اعتراف کرنا پڑا کہ :

آج مسلمانوں کی حالت بد سے بدتر ہوگئی ہے اور ابھی تک سوئے پڑے ہیں ۔ احمدی دوستو! کیا ہمارا یہ کہنا بے جا ہے کہ :

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا۔ نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا)....

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کوقرآن کریم کے ذریعہ وہ روحانی معارف

دیئے گئے جو پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے ۔ سوائے حضرت نبی کریم ﷺ کے ۔ اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے علماء زمانہ کو کھلا چیلنج دیا کہ وہ قرآن کریم کی تفسیر نویسی میں مقابلہ کرلیں مگر کیا کوئی مقابلہ کرسکا (غالباً صاحبزادہ صاحب ان دنوں ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے کہ جب مرزا غلام احمد صاحب کی دعوت پر مقابلے میں تفسیر نویسی کے لئے پیر مہر علی صاحب گولڑوی مرحوم اور یہ خاکسار مع دیگر علمائے اہل حدیث و احناف کے لاہور پہنچے تھے، مگر مرزا صاحب قادیانی باوجود دعوت دینے اور اطلاع پانے کے مقابلے پر نہ آئے ۔ جس پر لوگوں نے یہ شعر پڑھا تھا:

زاہد نہ تاب داشت جمال پری رخان ۔ کنجے گرفت و ترس خدارا بہانہ ساخت)

غرض آپ نے ہر ایک کو مقابلہ میں بلایا مگر کوئی نہ آیا اور آپ نے خدمت اسلام اور خدمت قرآن کے لئے ۷۰ سے زیادہ کتابیں عربی اردو اور فارسی میں لکھیں (ستر سے زیادہ کتابیں تو اسلام کی تائید میں لکھیں اور جو پچاس الماریاں بھرنے والی کتابیں انگریزی حکومت کی تائید میں لکھیں ان کا شمار کیا ہے ۔ یا پچاس الماریاں بھرنے والی یہی کتابیں ہیں ذرا ان دونوں مضامین کے متعلق تصانیف مرزا کی فہرست الگ الگ شائع کر دیجئے ۔ ہمارا دعوی ہے کہ مرزا صاحب کی ایک کتاب بھی خالص اسلام کی تائید میں نہیں ہے ہر ایک میں ان کا اپنا حصہ انگریزوں کی خوش آمد اور علماء کو گالیاں بھری پڑی ہیں بڑی مایہ ناز کتاب براہین احمدیہ ہے اس کو بھی اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو جو کچھ ادھورا بھدورا مضمون ہے اس میں بھی اپنی ہی بڑائی ہے ۔ تفصیل کیلئے دیکھئے ہمارا رسالہ علم کلام مرزا)

اور دوبارہ قرآن کو زندگی بخشی ۔ ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ عیسائی اور آریہ بڑی دیدہ دلیری سے اسلام پر اعتراض کرتے تھے مگر آج وہ دن ہے کہ کسی کو اسلام کے خلاف کچھ کہنے کی جرأت نہیں (اللہ اکبر! کس قدر تعلّیٰ یا زمانے کے حالات سے بے خبری ہے کیا قادیانیوں کی نظر سے مخالفین کی تحریریں نہیں گزریں ۔ شائد اسلئے کہ وہ انکے جواب دہ نہیں ہیں، خاموش رہتے ہیں ۔ آریوں کی طرف سے تاہنوز کتاب رنگیلا رسول قادیان میں نہیں پہنچی؟ عیسائیوں کی طرف سے تازہ کتاب اثبات التثلیث نہیں پہنچی؟ جس میں خود قادیان کے ایک مصنف کی تردید بھی ہے اسکے علاوہ مسیحی اور آریہ اخباروں میں برابر تردیدی مضامین نکل رہے ہیں مگر قادیانی اخباروں کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی)

خلا صہ کلام جتنے الہا مات پیش کئے گئے ہیں اگر ان پر علیحدہ علیحدہ بحث کی جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا اسلئے ان کی ان کی تشریح وتوضیح قارئین کے ذوق سلیم پر چھوڑ دی گئی ہے۔ خلا صہ یہ کہ ان سب الہا مات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا درجہ حضرت رسول مقبول ﷺ کے سوا باقی تمام انبیاء سے بالا ہے۔

(رسول مقبول ﷺ سے کم درجہ بتانا بھی ایک چال ہے تاکہ مسلمان بہت زیادہ بھڑک نہ جائیں ورنہ مرزا صاحب کا قول تو یہ ہے کہ ان کو وہ درجہ حاصل ہوا تھا جو نہ کسی سابق نبی کو حاصل ہوا نہ رسول کریم ﷺ کو حاصل ہوا۔ اس کا ثبوت قادیانی اور لاہوری مرزائیو کان کھول کر سنو۔ تم لوگ تو مرزا صاحب کے ادعائے نبوت پر جنگ زرگری کی طرح بحث کرتے ہو ہم سے پوچھو مرزا صاحب کے دعوی کے مقابلے پر دعوی نبوت کوئی چیز نہیں۔ کیا تم نے پڑھا نہیں یا سمجھا نہیں کہ مرزا صاحب اپنی شان رفیع کن لفظوں میں بتاتے ہیں۔

۱۔ میرا تخت سب تختوں سے اونچا بچھایا گیا۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۸۹)۔ ،

۲۔ ان قد می علی منارة ختم علیها کل رفعة ۔ (خطبہ الہامیہ ص ۳۵۔)

یہ دو حوالے تو آپ کی شان رفیع بشکل رسالت بتانے کو کافی ہیں ایک اور حوالہ سنیئے جو ان سے بھی بڑھ کر ہے۔

۳۔ انّما امر ك ا ذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکو ن ۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵)۔

اے مرزا، تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے تو وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔

اہل قادیان کو طائفہ غالیہ کہنے والے لاہوریوں! ان غالیوں سے تو ہم نہیں پوچھتے آپ لوگوں سے پوچھتے ہیں جو کچھ اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے، کسی نبی نے ایسا دعوی کیا تھا؟ بہاء اللہ ایرانی کو خدائی کا مدعی بتانے والے لاہوری ممبرو! اس قسم کی نص صریح بہاء اللہ نے بھی اپنی نسبت کہی تھی جو مرزا صاحب قادیانی نے اپنے حق میں کہی ہے؟ قرآن مجید دیکھنے سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ ایسے دعوے کا مدعی مصر میں ایک شخص ہوا ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا تمہارے ہاتھ میں ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوؤں کی حیثیت سے کیا رتبہ رکھتے تھے۔ ہم سے کوئی پوچھے تو ہم یہ کہیں گے

نہ شعلہ میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا۔ کوئی بتائے کہ وہ شوخ تندخو کیا ہے)

اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ جس فتنہ کے دور کرنے کے لئے آپکو بھیجا گیا ہے، اس سے بڑا فتنہ پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی خبر پہلے تمام انبیاء دیتے آئے

(یہاں آپ کا اشارہ دجال کی طرف ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہر نبی نے دجال سے ڈرایا، مگر بقول مرزا غلام احمد صاحب وہ دجال موعود پادری اور انگریز ہیں اور ان کا گدھا ریل گاڑی ہے۔ پس مطلع صاف ہے کہ ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا مسیح موعود مرزا نے اپنے مزعومہ دجال موعود کو قتل کر کے فنا کر دیا اور اس کے گدھے کو کم سے کم کسی طویلے میں محبوس کر دیا؟ جہاں تک واقعات کی شہادت ہے کچھ نہیں کیا۔ ہاں کیا تو یہ کہ خود اس پر سوار ہوتے رہے اور ان کے جانشین اب بھی ہوتے ہیں جس ہر کسی اہل دل نے کیا خوب کہا ہے

یہ کیسا خر دجال ہے کہ عیسی بہ جمع خود۔ بصد منت بصد خواہش کرایہ دے کے چڑھتا ہے

مختصر یہ ہے کہ جن خرابیوں کو دور کرنے کے لئے مسیح موعود کو آنا تھا وہ خرابیاں پہلے کی نسبت زیادہ ہیں اور مسیح موعود کو گئے ہوئے تیس سال سے زیادہ گزر گئے جس پر یہ آواز آ رہی ہے:

کیا آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے)۔(الفضل قادیان ۲ستمبر ۱۹۳۹ء)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ستمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۳۰ رجب ۱۳۵۸ھ ص ۶۔۸)

امت محمدیہ اور جماعت احمدیہ میں کونسا اختلاف ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جماعت احمدیہ سے ہماری مراد اتباع مرزا قادیانی ہیں اور وہ دو حصوں میں منقسم ہیں۔ ایک بڑی جماعت (نوے فی صد) قادیانی جماعت ہے، دوسری جماعت (قریباً دس فی صد) لاہوری جماعت ہے۔

پہلی جماعت تو صاف لفظوں میں کہتی ہے کہ عام مسلمانوں سے ہمارا اختلاف اصولی ہے۔ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اپنی کتاب انوار خلافت میں صاف لکھتے ہیں کہ باقی مسلمانوں سے ہمارا اختلاف اصولی رنگ میں ہے۔ وہ اصول یہ ہے

کہ ہم ایک نبی (مرزا قادیانی) کے قائل ہیں اور دوسرے مسلمان اس سے منکر ہیں اس لئے کافر ہیں۔ ہم اس صاف گوئی کی داد دینے کے بعد خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) اور ان کے اتباع سے سوال کرتے ہیں کہ صادق نبی کا انکار اگر کفر ہے تو یہ کفر بلحاظ سلب رسالت ہے یا بلحاظ سلب صلاحیت؟ یعنی کوئی شخص کسی سچے نبی کی نبوت کا انکار کر کے کافر ہو جاتا ہے یا کافر ہونے کے لئے اس کی صلاحیت کا انکار بھی ضروری ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی یہودی حضرت عیسیٰ کو ایک صالح اور پرہیزگار شخص سمجھتا ہے مگر رسول نہیں مانتا، ایسا شخص کافر ہے یا نہیں؟

منطقی اصطلاح میں یوں سمجھئے کہ نبی قضیہ مشروط عامہ کا موضوع ہے ضروریہ کا نہیں ہے۔ مشروط عامہ میں موضوع سے سلبِ وصف کرنا حکم کا ابطال ہے۔

پس اب سوال یہ ہے کہ آپ کے لاہوری برادران جو مرزا غلام احمد صاحب سے اس نبوت کو مسلوب کرتے ہیں جس کو صلب کرنے سے آپ نے عام مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے وہ بھی کافر ہیں یا نہیں؟

صاف فتویٰ دیجئے اور بحکم خداوندی اذا قلتم فا عدلوا و لو کا ن ذا قربی ۔عدل وانصاف سے بات کیجئے۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ اصل بات جس کیلئے ہم نے یہ سرخی قائم کی ہے وہ آگے آتی ہے۔

مولوی محمد علی لاہوری نے اپنی ایک تحریر میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے کہ ہمارا اختلاف عام مسلمانوں سے اصولی نہیں بلکہ فروعی ہے۔ اس ساری تحریر سے مقصود اپنے حق میں مسلمانوں کے تشدد کو نرم کرنا ہے۔ مولوی صاحب کے اس مقصد کو ہم مبارک سمجھتے ہیں مگر ساتھ ہی تصویر کا دوسرا رخ بھی دکھا کر مطلع کو روشن کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے مولوی محمد علی صاحب کے الفاظ ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں جو یہ ہیں؛

گروہ اول یعنی عام مسلمانوں سے خطاب۔

گروہ اول کو تو میں کہتا ہوں کہ اگر ایک کافر لا الہ ا لا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار سے مسلمان ہوسکتا ہے اور آپ لوگ بھی قادیانی جماعت کی طرح کلمہ کے عملاً منسوخ ہونے کے قائل نہیں تو ہم دن رات

اس کلمہ کا اقرار کرتے اور اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور اگر صحیح حدیث کی رو سے جو شخص قبلہ کی طرف منہ کر کے مسلمانوں کی نماز پڑھے اس کے مسلمان ہونے کا عہد اللہ اور رسول نے دیا ہے تو ہماری مسجدیں قبلہ رخ بھی ہیں اور ہماری نماز بھی مسلمانوں کی نماز ہے۔ یہ مشاہدہ کی بات ہے جو چاہے دیکھ لے اور اگر آنحضرت ﷺ پر نبوت کو ختم ماننا مسلمان کے لئے ضروری ہے تو ہم آپ کے بعد نہ قادیانیوں کی طرح نئے نبی کے قائل ہیں اور نہ آپ کی طرح پرانے نبی کے آنے کے قائل ہیں اور صحیح معنی میں نبوت کو آنحضرت ﷺ پر ختم یقین کرتے ہیں۔

(پیغام صلح لاہور ۳۰۔اگست ۱۹۳۹ء ص ۲)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: اگر آپ کا یہ بیان صحیح ہے تو پھر آپ جمہور اہل اسلام (منکرین مرزا قادیانی) کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ اگر یہ عذر کیا جائے کہ وہ لوگ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کافر کہتے ہیں جو درحقیقت کافر نہیں ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مومن کو کافر کہے تو کفر خود اسی پر لوٹ آتا ہے اسی لئے جو لوگ مرزا صاحب قادیانی کی تکفیر کے قائل ہیں مولوی محمد علی لاہوری ان کو قابل امامت نہیں سمجھتے۔

اس کا تحقیقی جواب اہل حدیث میں بارہا دیا گیا ہے۔آج ہم پھر وہی جواب بالاختصار پیش کرتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف اور انکے اتباع اگر دلی توجہ سے سنیں گے تو فائدہ اٹھالیں گے ورنہ خدا کے ہاں جواب دہ ٹھہریں گے۔

حضرت حاطبؓ (جنہوں نے مکہ شریف کی طرف آنحضرت ﷺ کی تیاری کی خبر اہل مکہ کو دی تھی) کا معاملہ جب دربار رسالت میں پیش ہوا،اور حا حضرت طبؓ نے اپنے فعل کا اعتراف بھی کر لیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے اس کے قتل کر دینے کی اجازت چاہی۔ آپ کی اجازت طلبی کے الفاظ بڑے سخت ہیں جو قابل دید وشنید ہیں۔آپؐ نے فرمایا

دعنی اضرب عنق هذا المنافق فانه خان الله و رسوله

(حضور ﷺ! مجھے اس منافق کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے کیونکہ اس نے اللہ و رسول کی خیانت کی ہے)

اس درخواست میں حضرت عمر فاروقؓ نے اس پر منافقت کا حکم لگایا اور منافق اور کافر ایک ہی حیثیت میں ہیں۔ ملاحظہ ہو آیت و ما هم بمؤمنين ۔ جو منافقوں کے حق میں نازل ہوئی۔ دربار رسالت سے درخواست عمری کا جواب ملا:

دعه فانه بدریّ اطلع الله على اهل بدر و قال اعملوا ما شئتم قد غفرت لكم

(اس کو چھوڑ دے یہ بدری ہے۔خدا نے اہل بدر کے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں)

فیصلہ رسالت ، حضرت حاطبؓ کو مومن کامل ثابت کرتا ہے مگر حضرت عمرؓ نے اسکو منافق کہا۔ باوجود اس تضاد کے رسول خدا ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ پر کفر کا حکم نہیں لگایا اور نہ توبہ کرنے کا ارشاد فرمایا کیوں؟ اس لئے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت حاطبؓ کو عناد اور ضد کی وجہ سے کافر نہیں کہا تھا بلکہ از روئے دلیل کہا تھا، گو وہ دلیل دربار رسالت میں مسترد ہوگئی۔

پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی شخص یا گروہ کے حق میں از روئے دلیل کفر کا فتوی دینا (چاہے وہ دلیل واقع میں کمزور بلکہ غلط ہو) حدیث اول کے ماتحت نہیں لا سکتا۔ ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب قادیانی کو کافر کہتے ہیں چونکہ وہ دلیل کے ساتھ کہتے ہیں (خواہ وہ دلیل امت مرزائیہ کے نزدیک کمزور یا مردود ہو) اس لئے حدیث موصوف کے ماتحت کفران پر نہیں لوٹ سکتا۔

فیصلہ: قادیانی لاہوری جماعتوں میں گو اختلاف شدید اور بون بعید ہے مگر خلیفہ نورالدین کی خلافت پر دونوں متفق ہیں اس لئے ہم اس مسئلہ میں جماعت محمدیہ اور جماعت احمدیہ میں اختلاف اصولی ہے یا فروعی، قول فیصل پیش کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ دونوں فریق اس کی تسلیم یا عدم تسلیم سے بذریعہ اپنے جرائد (اخبارات) اطلاع دیں گے۔ حکیم نورالدین بھیروی کا قول ہے:

احمدی غیر احمدی میں ناقص کامل کا فرق نہیں بلکہ بقول مسیح موعود (مرزا) کفر و اسلام کا فرق تھا (نورالدین)۔ (الفضل قادیان ۱۱ مارچ ۱۹۱۴ء ص ۳)

یہ قول جماعت قادیانی کی تائید کرتا ہے وہ تو اسے تسلیم کریں گے اور لاہوری جماعت کی بابت انتظار ہے کہ وہ اس کا جواب کیا دے گی۔

نوٹ۔ واضح رہے کہ اصول حدیث کے ماتحت یہ قول فیصلہ نہیں رہا بلکہ بوجہ روایت بقول مرزا کے مرزائیوں کے حق میں مرفوع حکم میں ہو گیا ہے۔

پس مولوی محمد علی لاہوری آئندہ مسلمانوں کے اختلاف کو معمولی فروعی سمجھتے ہوئے اس فیصلہ خلافت کو بھی سامنے رکھ لیا کریں کیوں ان دونوں کا عقیدہ مرزا صاحب قادیانی اور حکیم نورالدین صاحب کے حق میں یہ ہے

بے چارہ خسرو خستہ را خون ریختن فرمودہ اند
عالم بمنت یک طرف آں شوخ تنہا یک طرف

مولوی محمد علی صاحب آپ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی حمایت میں ہمیشہ یہ کہتے آئے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی چونکہ مومن ہیں اس لئے ان کے مکفرین حدیث مذکور کے ماتحت کفر کے نیچے آتے ہیں۔ پس آئندہ کو آپ ایسا کہنے سے پرہیز کیا کریں یا شیعان لکھنؤ کی طرح امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی تبرا خوانی شروع کر دیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ ستمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۱۴ شعبان ۱۳۵۸ھ ص ۶۔۷)

جماعت احمدیہ میدان جنگ میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد صاحب) نے اعلان کیا ہے کہ میں اور میری جماعت موجودہ جنگ یورپ کے سلسلہ میں حکومت برطانیہ کے حضور میں اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔

ہم اس پیش کش پر خلیفہ کو شاباش کہنے کو تھے کہ اخبار احسان نے فوراً اس پر اعتراض جڑ دیا جس کا مضمون یہ ہے کہ مرزائی جماعت حسب تعلیم مرزا متوفی جہاد بالسیف کو منسوخ سمجھتی ہے پھر وہ اس جنگ میں شریک ہو کر جہاد بالسیف کرنے پر کیوں تیار ہو بیٹھی ہے۔

ہم اس اعتراض کا جواب دینے والے تھے کہ قادیان کے اخبار الفضل نے

اس کا جواب دیا اور بہت صحیح دیا۔

قادیانی جواب کا مضمون یہ ہے کہ جہاد اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں احد الفریقین مسلمان ہوں اس لڑائی میں تو فریقین غیر مسلم ہیں اس لئے اس جنگ کو جہاد کہنا احسان کی غلطی ہے۔

ہمارے خیال میں یہ جواب صحیح ہونے کے باوجود منفی پہلو رکھتا ہے۔ یعنی الفضل قادیان کے نزدیک یہ جنگ جہاد نہیں مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس جنگ کا نام کیا ہے؟

اس سوال کا جواب الفضل نے غالباً اہل حدیث پر چھوڑ دیا ہے اسی لئے اس کو جواب دینے کی جرأت نہیں ہوئی۔ پس سنیئے:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اقوام یورپ کو یاجوج ماجوج کہا کرتے تھے (حمامۃ البشری عربی۔ ص ۱۸)۔

پس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مزعومہ یاجوج ماجوج کی لڑائی میں کسی فریق کے مددگار کی حیثیت مرزا صاحب کے اصول پر ظاہر ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے قادیانیہ (قادیانی ولاہور) اس مسئلہ میں کہ:

یاجوج ماجوج کے مددگار پر کیا فتویٰ صادر ہوسکتا ہے۔ بینوا توجروا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ ستمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۱۴ شعبان ۱۳۵۸ھ ص ۷)

قادیانی اور بہائی: دو اسپہ گاڑی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اسلام کے اندر پرانے زمانے میں بہت سے فرقے پیدا ہوئے جنہوں نے مسائل فرعیہ میں بہت کچھ اختلافات کئے ان میں سے کچھ زندہ رہے اور کچھ مٹ گئے، ایک زمانہ تھا کہ فرقہ معتزلہ نے بڑا عروج حاصل کر کے حکومت اور خلافت پر قبضہ کر لیا اور اپنے مخالف رائے علماء (محدثین وفقہاء) پر بڑے بڑے مظالم توڑے جس کا نتیجہ یہ

ہوا کہ خود بھی ٹوٹ گئے اور ایسے ٹوٹے کہ ان کی شان میں کہا جا سکتا ہے هل ترى لهم من باقية ۔

اسی طرح روافض اور خوارج پیدا ہوئے جنہوں نے بہت کچھ غلو کیا ۔ متاخرین میں سے اس وقت ایسے دو گروہ ہمارے سامنے ہیں جنہوں نے ان امور میں اختلاف کیا جن میں پہلوں نے نہیں کیا تھا ۔ ان گروہوں سے ہماری مراد قادیانی اور بہائی فرقے ہیں۔ ان کا اصولی اختلاف جمہور اہل اسلام سے مسئلہ نبوت میں ہے۔ پھر ان دونوں میں بھی تھوڑا سا اختلاف ہے۔

بہائی لوگ شیخ بہاء اللہ کو پیغمبر صاحب شریعت مستقلہ کہتے ہیں، قادیانی لوگ مرزا قادیانی کو امتی نبی (بے شریعت نبی) مانتے ہیں ۔ لطف یہ ہے کہ یہ دونوں فرقے چونکہ قرآن مجید کے بھی قائل ہیں اس لئے جو وصف (خاتم النبیین) آنحضرت ﷺ کے حق میں قرآن میں آیا ہے اسے دونوں فریق مانتے ہیں مگر مان کر اس کی تاویل جدا جدا کرتے ہیں ۔ قادیانی اس کے معنی جو کچھ کرتے ہیں اس کے متعلق انہوں نے اپنا مافی الضمیر اس شعر میں بتایا ہے جو آنحضر ﷺ کے حق میں لکھا ہے

جو آئے ابتداء میں رونق غار حرا ہو کر
گئے آخر نبی گر اور ختم الانبیاء ہو کر

یعنی بقول ان کے آنحضرت ﷺ کے وصف خاتم النبیین کے معنی ہیں نبی بنانے والا ۔ یعنی آپ کے کامل اتباع سے مسلمان امتی نبی بن جایا کریں گے ۔ چنانچہ بقول ان کے ایسے انبیاء میں سے ایک نبی مرزا صاحب قادیانی بھی ہیں ایسے نبی کے لئے ان کا اصطلاحی لفظ بروزی نبی یا امتی نبی ہے ۔

بہائی گروہ خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں کرتا ۔ وہ اصلی معنی میں آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہر ایک سلسلہ نبوت ایک خاص وقت تک ہوتا ہے۔ اس کے بعد جو پیغمبر آتا ہے وہ پہلے سلسلے کو ختم کر کے نئی شریعت جاری کرتا ہے ۔ چنانچہ وہ لوگ انہی معنی سے شیخ بہاء اللہ کو ایک مستقل پیغمبر مانتے ہیں ۔ اس کے متعلق بہائی میگزین میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کی سرخی یہ ہے:

نئی شریعت اور نئے پیغمبر کی ضرورت ۔

نوٹ: عرصہ دراز تک تو بہائی جماعت شیخ بہاء اللہ کے نبی اور رسول ہونے سے انکار کرتی رہی۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آخر انکا منصب کیا ہے، تو جواب ملتا رہا کہ پیغمبر اور خدا کے درمیان ایک غیر مدرک درجہ ہے جو خدائی سے نیچے ہے اور پیغمبری سے اوپر۔ لیکن جب ہم نے اپنی کتاب (بہاء اللہ اور مرزا) میں اس امر پر کافی روشنی ڈال کر ثابت کر دیا کہ شیخ بہاء اللہ ایرانی کا دعوی نبوت و رسالت کا تھا، تو اس کے بعد کئی ایک بہائی تحریروں میں شیخ بہاء اللہ ایرانی کو پیغمبر کے لقب سے یاد کیا گیا۔ چنانچہ زیر نظر مضمون میں بھی یہ لفظ صراحۃً ملتا ہے۔ امید ہے کہ بہائی گروہ آئندہ شیخ بہاء اللہ ایرانی کے حق میں یہ لفظ استعمال کرنے میں جھجکیں گے نہیں۔ بہر حال مضمون انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

خدا کا دین دو حصوں میں منقسم ہے: ۱۔ اصول۔ ۲۔ فروع۔

اصول روح ہیں فروع جسم۔ روح کبھی نہیں بدلتی جسم تغیر و تبدل حاصل کرتا رہتا ہے۔ دین الٰہی ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے اور ایک ہی رہے گا شریعت کے احکام ہمیشہ بدلتے رہے اور بدلتے رہیں گے۔ حقیقت میں دین ایک ہی ہے دین کے پیمانے مختلف ہیں اقتضائے وقت کے مطابق دین ایک خاص شکل میں نمودار ہوتا ہے پیمانے خواہ کتنے ہی متعدد ہوں لیکن اصل چیز ایک ہی ہے دین ایک انسان کی مانند ہے جو بچپن شباب جوانی اور بڑھاپے کی منزلیں طے کرتا ہے۔ وہ ایک ہی انسان ہوتا ہے روح ایک ہی رہتی ہے جسم تغیرات حاصل کرتا رہتا ہے۔

دین الٰہی ایک علاج ہے۔ نوع انسان کی صحت اور بیماری کبھی کسی درجہ پر ہوتی ہے کبھی کسی درجہ پر۔ علاج کا مقصد صحت و شفا ہے مرض کی حالت کے مطابق علاج و دوا میں تبدیلی لازم و ضروری ہے۔ دین خداوندی کے وہ اصول جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتے اور کبھی منسوخ و موقوف نہیں ہو سکتے، ان میں سے ایک یہ قانون بھی ہے کہ شریعت ہمیشہ وقت و ضرورت کے مطابق منسوخ ہوتی رہے۔ ایک حکم کے بجائے دوسرا حکم دیا جائے۔

اگر احکام منسوخ نہ ہوں تو انسان ترقی کے قدم آگے نہ بڑھا سکے دین

خداوندی ایک زندہ چیز ہے اور ہر زندہ چیز حرکت کرتی ہے ۔ دین الٰہی اگر آج سے ہزار یا دس ہزار سال پہلے کی حالت میں ہی رہے تو وہ ایک مردہ لاش سے زیادہ نہیں انسان ایسی لاش کو زیادہ عرصہ تک کندھے پر لادے ہوئے نہیں پھر سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ فطرت انسانی مجبور ہو کر پرانے دین و مذہب سے منہ پھیر رہی ہے ۔ اب اگر قدرت ایک نیا دین انسان کو نہ دے تو نوع انسانی لامذہب ہو کر رہ جائے گی ۔ پرانے مذاہب کے پرزور حامی بھی اپنے مذہب پر عمل کرنے میں پورے نہیں اترتے کیونکہ ان مذاہب کی روح پرواز کر گئی ہے اور ایک بے جان قالب پڑا ہے ۔ قدامت پرست مذہبی لوگوں کی عقل پر حیرت ہے کہ وہ عالم ہستی کی ہر چیز میں نشو و ارتقاء دیکھتے اور مانتے ہیں اور دین کے بارے میں نشو وارتقا کا انکار کرتے ہیں۔

پرانے مذہب کے ماننے والے دوستوں کو یہ بات نوٹ کر لینی چاہیے کہ اب ان کا وقت ختم ہو چکا ہے قدرت کی جانب سے ہر روز ایسی ہوا چل رہی ہے کہ پرانے مذہب کے باغ سوکھتے جاتے ہیں ۔ان کی عمارت بوسیدہ ہو کر گرتی جاتی ہیں۔اب آنکھ کھول کر دیکھنا چاہیے کہ خدا نے اپنے زندہ اور پایندہ دین کی نئی عمارت کیسے اور کہاں تیار کی ہے ۔ پرانے مذہب کے چمن اجڑنے پر دست قدرت نیاب کہاں وہ باغ لگا یا ہے جو حقیقت پرستوں کے لئے جنت رضوان ہو۔

کیا رب العالمین ہم سے غافل ہو گیا ؟ کیا وہ ہمیں بھول گیا۔کیا ہم اس کی مخلوق نہیں ۔ کیا ہمیں اس کی مدد و رہنمائی کی ضرورت نہیں ؟ مصر و فلسطین میں گمراہی کے وقت حضرت موسیٰ اور پھر حضرت مسیح کو مبعوث فرمایا۔

کیا آج دنیا کی حالت اس وقت کے فلسطین سے ہزاروں لاکھوں درجہ گمراہی میں بدتر نہیں (پھر آج کل کون پیغمبر صاحب شریعت جدیدہ ہے۔ثناء اللہ) عرب میں جب عرب باہم لڑتے تھے اور کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے گئے تھے اس وقت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا آج دنیا کروڑوں گنا

بڑھ کر لڑائی میں مبتلا ہو رہی ہے۔ ہزاروں لاکھوں بت خانے آباد ہیں بلکہ ہر جماعت کے بڑے بڑے لوگ شاندار بت بنے ہوئے ہیں۔ کیا ایسے وقت میں ہادی و رہنما پیغمبر کی ضرورت نہیں۔

آج تمام قومیں اختلافات اور افتراقات میں دست و گریبان ہیں۔ کیا کسی ملانے والے کی حاجت نہیں ہے (پھر وہ کہاں ہے۔ ثناء اللہ امرتسری) تمام جماعتیں ہزاروں قسم کی مشکلات میں مبتلا ہیں جن میں ان کی رہنمائی کے لئے کوئی روشنی ان کے پاس نہیں۔ کیا ایسے وقت میں خدائی روشنی کی ضرورت نہیں۔ سابقہ الہامی کتابیں اپنی تاثیر میں بہت مدھم ہو گئی ہیں۔ پرانی شریعتیں آج کی ضروریات کیلئے کافی نہیں رہیں کیا ان حالات میں نئی کتاب اور نئی شریعت کی ضرورت نہیں۔

تمام مذاہب و اقوام کی کتابیں بشارت دیتی ہیں کہ تاریکی و ضلالت کے وقت روشنی و ہدایت کا ظہور ہوگا۔ کیا ابھی تک یہ ظہور نہیں ہوا۔ سب پیغمبروں نے وعدے دیئے تھے کہ ان حالات اور وقتوں میں موعود ظاہر ہوگا (یہی دعوی مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے اتباع کا ہے۔ کیا اچھا ہو دونوں یک جا بیٹھ کر باہم فیصلہ کر لیں۔ ثناء اللہ) اور نئے سرے سے انسان کو دینی و روحانی تعلیم دے گا۔ کیا یہ وعدے ابھی تک پورے نہیں ہوئے۔ اے تمام سونے والو! بستر غفلت سے سر اٹھاؤ دیکھو آفتاب نکل آیا ہے خدا کی رحمت تمہیں پکار رہی ہے۔ اٹھو اٹھو نئے طلوع کی تجلی دیکھو۔ (بہائی میگزین۔ستمبر ۱۹۳۹ء ص ۱۰۔۱۱)۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی ظلمت رفع کرنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہے اور وہ روشنی شیخ بہاء اللہ کی رسالت ہے۔

اسی طرح قادیان سے ہر روز آواز اٹھتی ہے

آؤ لوگو یہاں تم نور خدا پاؤ گے

اور یہ آواز بھی کھلے لفظوں میں آتی ہے:

خدا نے موجودہ زمانے میں ایک رسول بھیجا اور وہ وہی ہے جو آج سے بہت

عرصہ قبل نہایت خوفناک عذابوں کی خبر دیتا رہا۔(الفضل ۲۷ستمبر ۱۹۳۹ء ص ۷)

ہم ان دونوں آوازوں کی قدر کرتے اگر ان میں واقعی روشنی ہوتی ۔لیکن افسوس ہے کہ یہ دونوں تحریکیں نظر تحقیق میں اس جگنو کی مثل ثابت ہوئیں جس کا ذکر مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے اپنی مسدس میں یوں کیا ہے:

مثال ان کی کوشش کی ہے صاف ایسی
کہ کھائی کہیں بندروں نے جو سردی
ادھر اور ادھر دیر تک آگ ڈھونڈی
نظر روشنی ان کو آئی نہ اس کی
مگر ایک جگنو چمکتا جو دیکھا
پتنگا اسے آگ کا سب نے سمجھا
لیا جا کے تھام اور سب نے اسی دم
کیا گھانس پھونس اس پہ لا کر فراہم
لگے اس کو سلگانے سب مل کے پیہم
نہ کچھ آگ سلگی نہ سردی ہوئی کم
یوں ہی رات ساری انہوں نے گنوائی
مگر اپنی محنت کی راحت نہ پائی

شیخ بہاء اللہ ایرانی کو دنیا سے رخصت ہوئے آج ۴۷ سال ہو گئے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی انتقال کئے آج اکتیس سال گزر گئے ۔ نہ شیخ بہاء اللہ کی روشنی سے دنیا منور ہوئی اور نہ مرزا غلام احمد صاحب کی روشنی سے روشن ہوئی ۔ یہاں تک کہ یہ دونوں گروہ بتصرف قدرت تسلیم کرتے ہیں کہ آج دنیا میں ظلمت ضلالت اختلاف و افتراق وغیرہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہے ۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں تحریکیں دنیا کیلئے نور ثابت نہیں ہوئیں اس لئے اب کوئی اور صاحب نور آنا چاہیے۔

نوٹ: بہائی گروہ سے ہم بارہا پوچھ چکے ہیں کہ اسلام کا کوئی ایسا صریح حکم دکھاؤ جو موجودہ زمانہ سے موافق نہ ہو اور اس کے مقابلہ میں شیخ بہاء اللہ کی تعلیم پیش کرو، تاکہ مقابلہ کرنے میں آسانی ہو۔

اسی طرح قادیانیوں سے ہمارا سوال ہے کہ وہ حسب دعوی اپنے نور کی اشاعت کا نتیجہ بتائیں کہ اس نور نے دنیا کو کہاں تک منور کیا؟ کیا قصبہ قادیان بھی اس نور سے منور ہوا یا نہیں؟ ہم ان کے اس دعوی کو کہ ہماری تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچ گئی ہے را مائن کی کتھا سے زیادہ وقعت نہیں دیتے کیونکہ اس کی حقیقت ہم سے مخفی نہیں۔ خدا بھلا کرے خلیفہ محمود قادیانی کا جس نے ہمیں یہ سنا کر ہماری تسلی کر دی کہ:

مرزا صاحب کے مزعومہ کام کا اربواں حصہ بھی ابھی پورا نہیں ہوا۔

(الفضل قادیان ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

جس پر اہل نظر کو یہ کہنے کا موقع حاصل ہے:

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نا مرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء مطابق ۶ رمضان ۱۳۵۸ھ جلد ۳۶ نمبر ۵۱ ص ۳۔۵)

موجودہ جنگ ہندوستان میں بھی ہوگی

خلیفہ قادیان کا خواب اور اس کی سچی تعبیر

خلیفہ قادیان کا پاگل پن (انگریز کی رائے)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا ایک خواب شائع ہوا ہے جو قابل دید وشنید اور پر لطف ولذیذ ہے۔ ناظرین پہلے اس کا خلاصہ سن لیں۔ پھر تفصیل اسی کے الفاظ میں پڑھیں۔

خلیفہ قادیان نے خواب میں ایک بہت بڑا اژدہا دیکھا جو ایک احمدی کو پکڑنے کے لئے قادیان میں پہنچا مگر وہ احمدی بھاگ کر درخت پر چڑھ گیا۔ پھر وہ اژدہا خلیفہ قادیان کی طرف لپکا اور خلیفہ صاحب ایک ان بنی چار پائی پر چڑھ گئے۔ اس کے بارے میں آپ کے الفاظ یہ ہیں:

میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں میں کھڑا ہوں۔ اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ عظیم الشان بلا جو ایک بہت بڑے اژدہا کی شکل میں ہے دور سے چلی آرہی ہے۔ وہ اژدہا دس بیس گز لمبا ہے اور ایسا موٹا ہے جیسے کوئی بہت بڑا درخت ہو۔ وہ اژدھا بڑھتا چلا آتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ دنیا کے ایک کنارے سے چلا ہے اور درمیان میں جس قدر چیزیں تھیں ان سب کو کھاتا چلا آرہا ہے یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے وہ اژدہا اس جگہ پر پہنچ گیا جہاں ہم ہیں اور میں نے دیکھا کہ باقی لوگوں کو کھاتے کھاتے وہ ایک احمدی کے پیچھے بھی دوڑا۔ اس احمدی کا نام مجھے معلوم ہے مگر میں بتاتا نہیں وہ احمدی آگے آگے ہے اور اژدھا پیچھے پیچھے۔ میں نے جب دیکھا کہ اژدہا ایک احمدی کو کھانے کے لئے دوڑ پڑا ہے تو میں بھی ہاتھ میں سونٹا لے کر اس کے پیچھے بھاگا لیکن خواب میں میں محسوس کرتا ہوں کہ میں اتنی تیزی سے سے دوڑ نہیں سکتا جتنی تیزی سے سانپ دوڑتا ہے چنانچہ وہ اتنی تیزی سے دوڑتا ہے کہ میں اگر ایک قدم چلتا ہوں تو سانپ دس قدم کے فاصلے پر پہنچ جاتا ہے۔ لیکن بہر حال میں دوڑتا چلا گیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا وہ احمدی ایک درخت کے قریب پہنچا اور تیزی سے اس درخت پر چڑھ گیا۔ اس نے خیال کیا کہ اگر میں اس درخت پر چڑھ گیا تو میں اس اژدہا کے حملہ سے بچ جاؤں گا۔ مگر ابھی وہ اس درخت کے نصف میں ہی تھا کہ اژدہا اس کے پاس پہنچ گیا اور سر اٹھا کر اسے نگل گیا۔ اس کے بعد وہ پھر واپس لوٹا اور اس غصہ میں کہ میں اس احمدی کو بچانے کے لئے کیوں اس کے پیچھے دوڑا تھا اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ مگر جب وہ مجھ پر حملہ کرتا ہے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے قریب ہی ایک چارپائی پڑی ہوئی ہے مگر وہ بنی ہوئی نہیں صرف باہیاں وغیرہ ہیں۔ درمیان میں سوت سے اسے بنا نہیں گیا۔ پس جس وقت اژدہا میرے پاس پہنچا میں کود کر اس چارپائی پر کھڑا ہو گیا اور میں نے ایک پیر ایک سرے پر اور دوسرا پیر دوسرے سرے پر رکھ لیا۔ جب اژدھا چارپائی کے قریب پہنچا تو لوگ مجھے

کہنے لگے کہ آپ اس اژدھا کا کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں...
اتنے میں وہ اژدھا میری چارپائی کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی شروع کر دی... میں نے دیکھا کہ دعا کرنے کے نتیجہ میں اس اژدہا کے جوش میں کمی آنی شروع ہوگئی اور آہستہ آہستہ اس کی تیزی کم ہوگئی چنانچہ وہ پہلے تو میری چارپائی کے نیچے گھسا پھر اس کے جوش میں کمی آنی شروع ہوئی پھر وہ خاموشی سے لیٹ گیا۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ ایک ایسی چیز بن گیا ہے جیسے جیلی ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ اژدہا پانی ہوکر بہہ گیا اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھا دعا کا کیسا اثر ہوا...
اس رؤیا کے ماتحت میں سمجھتا ہوں کہ ممکن ہے یہ جنگ ہندوستان کے اندر بھی آجائے خوابیں چونکہ تعبیر طلب ہوتی ہیں اس لئے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی یہی تعبیر ہو۔ اور اگر ایسا ہی ہوا تو یہ امر کوئی بعید نہیں کہ جنگ کے شعلے ہندوستان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیں۔

(الفضل قادیان ۶۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء ص ۵۔۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس خواب کا مضمون صاف ہے مگر تعبیر غلط ہے۔ اس کی صحیح تعبیر بتانے سے پہلے ہم ان انگریزوں کی تردید کرتے ہیں جو خلیفہ کو پاگل کہیں گے۔ ہم ہرگز خلیفہ صاحب کو پاگل نہیں کہہ سکتے اگرچہ خلیفہ صاحب اپنے آپ کو قضیہ مطلقہ عامہ کے ماتحت مراقی کہتے رہے ہیں (ریویو آف ریلیجنز بابت اگست ۱۹۲۶ء) چونکہ خلیفہ قادیان نے اپنے مذکورہ خواب کی نسبت خود لکھا ہے کہ ممکن ہے اس کی کوئی اور تعبیر ہو اس لئے اس خواب کی صحیح تعبیر ہم بتاتے ہیں۔

خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کی تعبیر اس لئے غلط ہے کہ مذکورہ اژدھا سے مراد اگر جنگ ہوتی تو قادیان اور خلیفہ قادیان اور احمدی سے اس کو کوئی خاص تعلق نہ ہوتا کہ ان کے پیچھے بھاگا پھرتا۔

اس لئے صحیح تعبیر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس اژدھا سے مراد مولوی محمد علی لاہوری

ہیں جنہوں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ قصبہ قادیان میں اپنا مرکز تبلیغ قائم کر کے محمودی جماعت کے عقائد کی اصلاح کریں گے اسی لئے وہ اژدھا احمدی جماعت کی تلاش میں پھرتا رہا۔

قادیانی ممبرو! افتو نی فی تعبیری ان کنتم بالتعبیر عالمین

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء۔ ٦ رمضان ۱۳۵۸ھ جلد ۳٦ نمبر ۵۱ ص ۵۔٦)

جنگ یورپ دنیا کے لئے عذاب ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس عنوان کے تحت الفضل قادیان میں ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا گیا ہے جس میں لائق اڈیٹر نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ دنیا میں عذاب چونکہ نبی کی آمد کے بعد آتا ہے اس لئے لازم ہے کہ پہلے کوئی نبی آیا ہو۔ پھر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ نبی، مرزا غلام احمد صاحب متوفی ہیں اس دعوی پر دو آیتیں لکھی ہیں:

و ما کان ربّك مهلك القری حتّی یبعث فی امّها رسولا۔

(القصص:۵۹)

(یعنی خدا کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کسی مرکزی مقام میں اپنا رسول نہ بھیج دے)

لائق اڈیٹر نے اس آیت کو پیش کرتے ہوئے اس کے الفاظ مبارکہ پر غور نہیں کیا بلکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی محبت اور اخلاص کی رو میں اپنی تردید کو تائید سمجھ بیٹھے۔ قرآن کی یہ آیت اگر مرزا قادیانی کی نبوت سے تعلق رکھتی ہو تو ماننا پڑا کہ موضع قادیان پولینڈ کا مرکزی مقام (دارالحکومت) ہے، اسی لئے تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت کا اثر پولینڈ پر بھی پہنچ گیا۔

ہاں ہاں اس کا یہ نتیجہ بھی ماننا پڑے گا کہ قادیان، جرمنی کی توپوں سے برباد بھی ہوگیا۔

اب ایک سوال باقی رہ گیا جس کا جواب دینا (اڈیٹر صاحب) الفضل پر فرض

ہے۔سوال یہ ہے کہ وہ بتائیں کہ پولینڈ کی جو تقسیم روس اور جرمنی کے درمیان ہوئی ہے اس کے بعد قادیان کس کے حصے میں آیا۔ غالباً روس کے حصے میں آیا ہوگا کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب کو الہام ہوا تھا کہ زار روس کا عصا میرے ہاتھ میں دیا گیا۔

اس کی تعبیر یہ ہوسکتی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مرکز روسیوں کے حوالہ کیا جائے گا کیونکہ مرزا صاحب کے الہاموں اور خوابوں کے معنی ایسے ہی ہوا کرتے تھے۔ مثلاً یہ کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔مگر مرے لاہور میں جس پر مرزا غالب مرحوم نے مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی طرف سے یہ شعر لکھا تھا

مارا دیار غیر میں مجھ کو وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بے کسی کی شرم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۵۸ھ ص ۵)

طاعون سے قادیان خصوصاً دار مرزا کی حفاظت کا الہام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

طاعون کے زمانہ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے تین الہام شائع کئے تھے۔ایک یہ کہ قصبہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا۔ دوسرا یہ کہ میرا گھر طاعون سے محفوظ رہے گا۔تیسرا یہ کہ میرے مرید طاعون سے بچائے جائیں گے۔

خدا کی شان یہ تینوں الہام ایسے غلط ثابت ہوئے کہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بھی ان کا غلط ہونا تسلیم کرنا پڑا۔ قادیان میں طاعون آنے کا اعتراف خود مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں کیا ہے۔خدا بھلا کرے خلیفہ قادیان (محمود احمد) کا اور اس راست گوئی کے صلہ میں ان کو صراط مستقیم کی ہدایت نصیب کرے جنہوں نے صاف کہہ دیا کہ:

قادیان میں بھی زور کے ساتھ طاعون پڑی۔

(خطبہ مرزا محمود احمد مندرجہ الفضل ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء۔ص ۳)

باقی رہا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دار کی حفاظت والا الہام، جس کے متعلق خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے بڑی تدلیس وتلبیس سے کام لیا ہے، کیونکہ مرزا صاحب قادیانی کے الہام میں لفظ دار ہے۔ الہام کے الفاظ یہ ہیں:

انی احافظ کل من فی الدار۔

یعنی خدا فرماتا ہے کہ میں دار مرزا میں رہنے والے سب افراد کی جانیں بچاؤں گا۔

دار کے معنی کی تشریح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی کتاب کشتی نوح میں خود کی ہوئی ہے کہ اس دار سے مراد اینٹ اور چونے کا گھر نہیں ہے، بلکہ اس سے حلقہ ارادت مراد ہے۔ یعنی ہر وہ شخص جو دار مرزا سے عقیدت رکھتا ہے یعنی ان کا مرید ہے وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔

نتیجہ صاف ہے کہ دار سے مراد مرزا غلام احمد صاحب کا سکونتی مکان نہیں ہے۔ باوجود اس تشریح وتفصیل کے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) اس کی تلبیس کرتے ہوئے گویا ہوئے ہیں کہ:

> جب طاعون قادیان میں آئی اور شدت سے آئی اور اس محلّہ میں آئی جس میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا سکونتی مکان تھا اور آپ کے اردگرد کے مکانوں میں بہت سی اموات ہوئیں تو آپ کے مکان میں ایک چوہا بھی نہ مرا۔ (خطبہ مذکور)۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں: خلیفہ قادیان نے اس بیان میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الہام کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ وہ بتشریح مرزا صاحب قادیانی افراد احمدیہ کی موت بالطاعون سے مرزا صاحب کی زندگی ہی میں غلط ثابت ہو چکا ہے۔ مگر خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کوشش کرتے ہیں کہ اس مردہ الہام میں جان پڑ جائے شائد انہوں نے حکیمانہ مقولہ لن یصلح العطار ما افسد الدھر نہیں سنا، اسی لئے ایسی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۵۸ھ ص ۵۔۶)

علمائے قادیانیہ سے ایک مذہبی سوال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی جماعت چاہے مرزا صاحب قادیانی کو نبی مانتی، نبی بھی اس درجہ کا کہ اس کے انکار کو دخول جہنم کا موجب قرار دیتی ہے (انوار خلافت) لیکن باوجود ادعائے نبوت مرزا کے اس امر کی بھی قائل ہے کہ احکام شریعت محمدیہ میں مرزا صاحب قادیانی نے کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔ اس لئے ہم علمائے قادیانیہ سے عموماً، ان کے اکبر العلماء مولوی سرور شاہ سے خصوصاً استفسار کرتے ہیں کہ امانت اور قرض میں کیا فرق ہے۔ اور کوئی رقم امانت کے نام سے لے کر اس میں تصرف کرنا خیانت یا غصب ہے یا نہیں؟

بنائے استفسار یہ کہ اخبار الفضل میں کئی دفعہ امانت فنڈ کے عنوان سے مضامین نکلے ہیں۔ چنانچہ ۲۹، اکتوبر ۱۹۳۹ء کے پرچہ میں بھی ایک لیڈر مضمون شائع ہوا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جماعت مرزائیہ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنا زائد روپیہ جو بغرض حفاظت بنکوں یا ڈاک خانوں میں جمع کراتے ہیں، وہ قادیان کے امانت فنڈ میں جمع کرائیں۔ مرکز اس روپیہ کو کاروبار میں لگائے گا۔ مرکز کو اس سے سہولت ہوگی اور سانس لینے کا موقع مل جائے گا۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرکز اس امانتی روپیہ کو بجائے محفوظ رکھنے کے کاروبار پر خرچ کرے گا۔ اس لئے:

ہمارا مذہبی سوال ہے کہ امانت کے نام سے روپیہ طلب کرنا اور پھر اس کو اپنے تصرف میں لانا کیا شرع اسلام کی رو سے جائز ہے، یا دین قادیانی کی رو سے؟

مہربانی کر کے اس مسئلے کا جواب بدلائل شرعیہ دے کر مشکور فرمائیں۔ ایسا نہ ہو کہ پیغام صلح لاہور اس پر کچھ اور اضافہ کر دے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۴ شوال ۱۳۵۸ھ جلد ۳۷ نمبر ۳ ص ۴)

مرزا کی بعثت کے بعد دنیا میں ذہنی انقلاب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دنیا میں کوئی بھی واقعہ ہو، جاپان وچین میں جنگ ہو، کوئٹہ یا بہار میں زلزلہ آئے، پولینڈ میں آفت نازل ہو، یہ سب واقعات رسول قادیان کی تکذیب کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اخبار الفضل کا فرض ہے کہ وہ ان واقعات کو نبوت مرزا قادیانی کے دلائل کی صورت میں پیش کرتا رہے۔

ہمیں کیا غرض کہ کسی کو اس کی ڈیوٹی سے روکیں۔ چنانچہ الفضل ۲۰، اکتوبر ۱۹۳۹ء میں ایک مضمون خاص اس دعوی کے ثبوت میں لکھا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی بعثت کے بعد دنیا میں ایک ذہنی انقلاب یہ ہوا کہ آج کل لوگ اپنے دعوی کو دلیل سے منوانا چاہتے ہیں۔

اس دعوی کے ثبوت میں جرمنی اور برطانیہ وفرانس کی جنگ کا ذکر کیا ہے۔ مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ الفضل اور اس کے اعوان وانصار دنیا کے واقعات سے اتنی چشم پوشی کیوں کرتے ہیں۔ دلیل کا مطالبہ کرنا اور دلیل سے فیصلہ چاہنا تو دنیا میں بہت عرصے سے جاری ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا تھا کہ وہ دلیل کیساتھ فیصلہ کرلے اور فرعون نے اس تجویز کو منظور کرلیا تھا۔ ملاحظہ ہو آیات ذیل:

قال او لو جئتك بشيء مبين ۔ قال فأت به ان كنت من الصادقين ۔ (الشعراء: ۳۰-۳۱)

آج جس دلیل سے فیصلہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ ہمارے سامنے نظر آرہی ہے جس کو انگریزی میں مائٹ از رائٹ Might is Right میں بیان کیا جاتا ہے یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ اگر دلیل سے فیصلہ کرانے پر انسانی طبیعت کا میلان ہوتا تو آج ہمارا امت مرزائیہ سے کوئی جھگڑا ہی نہ رہتا۔ مباحثہ لدھیانہ میں دلیلیں پیش ہوچکیں اور بذریعہ ثالث فیصلہ بھی ہو چکا۔ مگر امت مرزا نے نہ ماننا تھا، نہ مانا۔

اچھا اگر آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں کہ دنیا کا ذہنی انقلاب دلیل طلبی کی صورت میں ہوا ہے تو آپ بنیابت خلیفہ قادیان ہمارے ساتھ مرزا غلام احمد صاحب کے آخری فیصلہ کے متعلق مکرر فیصلہ کرلیں۔ دیکھیں آپ اس تجویز کا کیا جواب دیتے ہیں۔ ہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کی بعثت کے بعد عجیب ذہنی انقلاب ہوا ہے۔ نہ بزرگوں کا ادب ہے نہ حیا وشرم نہ امانت و دیانت۔ ڈاکہ زنی چوری خیانت مجرمانہ وغیرہ افعال قبیحہ اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ مولانا الطاف حسین حالی کی یہ رباعی بالکل سچی معلوم ہوتی ہے

پوچھا جو کل انجام ترقی بشر
یاروں سے کہا پیر مغاں نے ہنس کر
باقی نہ رہے گا کوئی انسان میں عیب
ہو جائیں گے چھل چھلا کے سب سے عیب ہنر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۴ شوال ۱۳۵۸ھ جلد ۳۷ نمبر ۳ ص ۴)

مرزا قادیانی جیسا ناکام کوئی مدعی نہیں رہا

(بجواب الفضل قادیان ۴ نومبر ۱۹۳۹ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم بارہا اس امر کو واضح کر چکے ہیں اور بدلائل قاہرہ ثابت کر چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی اپنے دعوی میں بالکل ناکام رہے۔ ایسے ناکام رہے کہ کوئی پرائمری کا لڑکا جو دس دفعہ فیل ہو، وہ بھی اتنا ناکام نہیں سمجھا جائے گا۔

مگر امت مرزائیہ واقعات سے چشم پوشی کر کے اور مرزا صاحب کے دعاوی کو زاویہ خمول میں ڈال کر ان کی کامیابی کے گیت گاتی چلی جارہی ہے۔ اخبار الفضل کے پرچہ مذکور میں ہمارے اعتراض کے جواب میں بڑے فخر سے لکھا ہے کہ:

اہل حدیث کے فرسودہ اعتراض کا جواب ہم نے بارہا ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ دیا، بلکہ اس سے زیادہ مرتبہ جتنی مرتبہ کہ عیسائیوں نے تثلیث کے متعلق، اور آریوں نے نیوگ کے متعلق مرزا صاحب قادیانی کو دیا۔

جوابات کی کمیت (تعداد) سے کیفیت صحیحہ ثابت نہیں ہوسکتی۔ الفضل قادیان ۴ نومبر ۱۹۳۹ء کے پرچے میں بھی تو جواب دیا ہے جو گنتی میں تو آ جائے گا۔ لیکن اہل نظر کے نزدیک وہ جواب لاجواب ہے۔ آج ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ناکامی کو ایک تاریخی مثال سے تشبیہ دیتے ہیں۔

رچرڈ شیر دل شاہ انگلستان جب افواج قاہرہ لے کر سلطان صلاح الدین کے مقابلہ میں چلا تھا تو کیا دعوی لے کر چلا تھا۔ یہی نا کہ میں بیت المقدس کو فتح کر کے آؤں گا۔

لڑائی میں یقیناً اس نے چند مقامات کو اپنے گھوڑوں سے پامال کیا ہوگا مگر نتیجہ کیا ہوا کہ شکست خوردہ واپسی کے وقت وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نہیں دیکھتا تھا۔

یہ اس کی شرافت کا تقاضا تھا۔ اگر وہ قادیانی لٹریچر سے واقف ہوتا، انگلستان جا کر بہت بڑا جلسہ کرتا اس میں کئی ایک لاؤڈ سپیکر (اگر مہیا ہوتے) لگا کر پرزور تقریر کرتا کہ میں نے بندرگاہ پر اترتے ہی اتنے مربع میل فصل کو روند ڈالا۔ میری فوج نے اتنے باغات اجاڑ دیئے، کھیتوں کو برباد کیا۔ اتنے مویشی ذبح کر دیئے۔ مسلمانوں کے ہزاروں آدمی ہم نے قتل کر دیئے۔

اگر کوئی پوچھتا کہ صاحب! اصل مطلب (بیت المقدس کی فتح) میں آپ کامیاب آئے یا ناکام، تو بڑی سنجیدگی سے کہہ دیتا

شکست و فتح تو قسمت سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

اب ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی سناتے ہیں جس میں ان کو ناکام پاتے ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں جو اپنی وضاحت میں بے مثال ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم

الانبیاء ہیں، اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنی شبہ گزرتا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اس زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ اور اس کی تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسکا نام خاتم الخلفاء ہے۔ پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے۔ اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے

هو الذی ارسل رسو له بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله۔

یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اسلئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔

(چشمہ معرفت۔ص ۸۲۔۸۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: یہ ہے دعوی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا جس کا یہ آخری فقرہ ناظرین سامنے رکھ لیں:

عالم گیر غلبہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔

ناظرین یہ بھی یاد رکھیں کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) تک کے زمانہ تک یہ عالم

گیر غلبہ کیوں موقوف رکھا گیا۔اس کے جواب میں مرزا قادیانی کے مذکورہ بالا الفاظ ملاحظہ ہوں کہ اس لئے کہ شبہ نہ ہو کہ زمانہ نبوت محمدیہ، مسیح موعود سے پہلے ختم ہو گیا۔

بہت خوب ! اس ساری عبارت پر یک جا نظر ڈالنے سے ہر ایک درجے کا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ اپنے وقت میں عالمگیر غلبہ اور دنیا بھر میں وحدت قومی اسلامی پیدا کرنا تھا۔

سوال یہ ہے کہ ایسا ہو گیا ؟ ہو گیا، تو چشم ما روشن دل ما شاد۔

اگر ہو گیا ہوتا، تو آج یورپ میں جنگ بھی نہ ہوتی، روس وغیرہ ممالک میں الحاد اور زندقہ بھی نہ پھیلا ہوتا۔ ہندوستان میں قبر پرستی کا نام ونشان نہ ہوتا، بلکہ قادیان میں آریہ سماج بھی نہ ہوتی۔

اس کے جواب میں کیا ہی بچوں کی سی باتیں کہی جاتی ہیں کہ انبیاء کرام کے زمانے میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔

ہم مانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ انہوں نے کبھی ایسا دعویٰ بھی نہیں کیا کہ ہم دنیا میں وحدت قومی پیدا کرکے جائیں گے۔ وہ تو صرف تبلیغ کرنے آئے تھے اور اعلان فرماتے رہے من شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر

مرزا قادیانی کی امت کے ممبرو! کسی نبی کی تعلیم میں ایسے الفاظ دکھاؤ جیسے مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ ہم نے پیش کئے ہیں پھر یہ جواب دو۔ ورنہ اس عبارت کو جو ہم نے پیش کی ہے اس کتاب سے محو کردو اور اعلان کردو کہ یہ عبارت مرزا صاحب نے کسی حالت میں لکھی تھی جو بطور سکران پر وارد ہوئی تھی۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ہم بھی تمہارا پیچھا چھوڑ دیں گے اور بقول حضرت مجدد الف ثانی یہ کہیں گے :

کلمات شطحیہ آں را پیروی نہ باید کرد

اور مرزا صاحب متوفی کی طرف سے بھی ہم یہ معذرت شائع کردیں گے

بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ نومبر ص ۱۹۳۹ء مطابق ۱۲ شوال ۱۳۵۸ھ جلد ۳۷ نمبر ۴ ص ۶۔۷)

(عیسائیوں نے مولانا امرتسری کی درج بالا قسم کی تحریروں کی تحسین کی تو قادیانیوں کو ناگوار گذرا چنانچہ لکھا:

نورافشاں کی ظلمت فشانی

جس دن سے نورافشان کی زمام ادارت پادری سلطان محمد پال کے ہاتھ میں آئی ہے، اس کا شائد ہی کوئی پرچہ ہوگا جس میں حضرت مسیح موعود پرناواجب طعن وتشنیع اور تمسخر واستہزاء سے کام نہ لیا جاتا ہو۔ جہاں تک مسائل کا تعلق ہے اس بات کا تو کوئی حرج نہیں کہ پادری صاحب مہذبانہ طریق سے دلائل کے ساتھ ان پرنکتہ چینی کریں لیکن ایک غلط خیال کو سامنے رکھ کر مخالفین کی غلط بیانیوں سے فائدہ اٹھا کر تمسخرانہ پیرائے میں ہرزہ سرائی کرنا اور مولوی ثناء اللہ اور دوسرے مخالفین کی تحریریں نقل کرتے چلے جانا کسی سنجیدہ اور معقول انسان کا کام نہیں..

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے بے شک یہ لکھا ہے کہ میں کسر صلیب اور مسلمانوں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوا ہوں، اور ان دونوں کاموں کو اپنی زندگی ہی میں تکمیل تک پہنچانے کی بھی پیش گوئی کی ہے۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے فوت ہو جانے سے پہلے عیسائیت کو دنیا سے نیست و نابود ہو جانا چاہیے تھا، یا تمام مسلمان فرشتہ خصلت بن جانے چاہییں تھے، اور کوئی بری بات ان میں باقی نہ رہنی چاہیے تھی بلکہ جیسا کہ بارہا مرتبہ پیغام صلح کے صفحات میں اس بات کو واضح کیا جا چکا ہے کہ آپ کا کام محض اتنا ہی تھا کہ کسر صلیب کے لئے ایسے بہترین اصول ہمارے ہاتھ میں دے دیتے ،جن سے کام لے کر آپ کے پیرو ہر میدان میں فتح یاب ہوتے جیسا کہ آج دیکھنے میں آ رہا ہے۔ایسا ہی مسلمانوں کی اصلاح سے مقصد صرف اس قدر ہے کہ انہیں وہ راہیں بتا دیتے جن پر چل کر وہ کامیابی کے مدارج کو پہنچ سکتے ہیں، ایک مامور من اللہ کا کام صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ وہ چند راہیں دنیا کو بتا دیتا ہے جو اصل مقصد کی طرف لے جانے والی ہیں اور ایک ایسی جماعت وہ بنا دیتا ہے جو اس کے منشا کے موافق کام کرے اور ان راہوں پر دنیا کو چلانے کی کوشش کرے۔مسیح موعود نے کسر صلیب کے جو اصول ہمیں سمجھائے ،وہ ایسے زبردست ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا مسیحی بھی ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ ...خاکسار بشیر احمد لاہور۔(پیغام صلح ۲۸ جون ۱۹۲۹ء ص ۵)

مرزا صاحب قادیانی کو گذرے ہوئے ایک صدی سے زائد ہوگئی ہے۔ اور ان کی جماعت کو بھی ان کے دیئے ہوئے اصولوں کے مطابق کام کرتے ہوئے اتنا عرصہ ہوگیا،لیکن عیسائیت تاحال اسی طرح دنیا میں پھیلی ہوئی ہے ، صلیب کی پرستش بھی ہورہی ہے۔ ادھر مرزا صاحب اور ان کی جماعت ایک صدی قبل کی طرح آج بھی مسلمانوں میں مبغوض ہے۔

قادیانی تحریف

مولانا ابو یحیٰ امام خان صاحب نوشہرویؒ لکھتے ہیں:

اب تک تو مجھے قادیانیت سے نفرت تھی، مگر شوق مطالعہ کی خیر ہو جس نے آج ہمیں قادیانیت سے نفرت اور بغض کے معاملہ میں حقیقت آشنا بنا دیا۔

قادیانی (ہر دو صنف) قرآن فہمی کے گویا الہامی مدعی ہیں اور اس سلسلہ میں مرزا محمود احمد صاحب تو گویا خلیفہ موعود، بھی ہیں۔ سنا گیا ہے کہ قادیان میں آج کل بھی ایک نبی موجود ہے جس کا نام احمد نور ہے۔

مقصود قادیانی قرآن فہمی کا نمونہ دکھانا تھا، جس میں یہ دونوں طائفے (قادیانی اور لاہوری) حضرت جبریل امین سے فیض یاب ہونے کے دعویدار ہیں۔ قادیانی اخبار الفضل قادیان ۲ مارچ ۱۹۳۹ء میں ایک مضمون قرآن مجید کی بعض ظاہری خصوصیات، کے عنوان سے چھپا ہے۔ اس میں قرآن مجید کی ۱۸ خصوصیت دکھائی گئی ہیں۔ اور یہ دنیا میں قرآن مجید کی پہلی ریسرچ (تحقیقات) ہے جو الفضل قادیان نے بے نقاب کی ہے۔ یعنی

۱۔ سب سے بڑی آیت قرآن مجید کی یا ایھا الذین آمنوا اذا تدا ینتم بدین سے شروع ہوتی ہے اور سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۳۸۳ ہے۔ میرے قرآن میں سترہ سطروں کی ہے۔

بتایئے۔ یہ آج تک کس نے دریافت کیا تھا؟

دوسری ریسرچ سنئے۔ فرماتے ہیں۔

۲۔ سب سے چھوٹی آیت مقطعات کو چھوڑ کر و العصر ہے یا و الحاقه اور و القارعه ہے۔ یہ آیتیں دو الفاظ سے مرکب ہیں۔

خوب! یہ نیا مطالعہ ہے۔ اب تک قرآن مجید کی چھوٹی آیت کسی کو معلوم نہ تھی۔

مگر اس سلسلہ کی سب سے مضبوط کڑی نمبر ۱۴ ہے جس سے قرآن مجید کے متعلق قادیانی مفسر کا یہ جدید انکشاف قابل داد ہے کہ قرآن مجید نے اپنے متعلق، قرآن عربی، ہونے کا جو دعوی کیا تھا وہ بھی مزید ریسرچ کا محتاج تھا۔ ملاحظہ ہو ۔

۱۴۔ یہ کتاب حکیم ب کے حرف سے شروع ہوتی ہے اور س کے حرف پر ختم ہوتی ہے مطلب یہ کہ بس ہے کہ کافی ہے ہمارے لئے اور بس ہے کہ آخری کتاب ہے ۔(الفضل ۲ مارچ ۱۹۳۹ء ص ۵)

غور طلب ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے لے کر اب تک کسی نے یہ ریسرچ نہ کی کہ ، بس ، عربی لفظ ہے، اور کافی کے معنوں میں آتا ہے ۔

اگر میری یہ عرض داشت جناب استاد سید سلیمان ندوی کے سمع عالی تک پہنچ سکے تو زہے نصیب ۔ کہ جناب اپنی تالیف لغات جدیدہ میں لفظ بس بمعنی کافی کا اضافہ فرمالیں اور اس کے مولد یا دخیل ہونے کی تحقیق قادیان شعبہ تالیف وتصنیف سے فرمالیں

برائے کرم اس ریسرچ سے مستشرقین یورپ کو بھی بشارت دیجئے اور صاحب المنجد کو بھی مطلع فرما دیجئے ۔

کاش یہ تمام لوگ باقاعدہ قادیان شعبہ تالیف وتصنیف سے معاملہ رکھیں تا کہ اس قسم کی نئی تحقیقیں ان کے کام آسکیں

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے نوٹ لکھا ہے :

قابل مضمون نگار کو شائد معلوم نہیں کہ ایسے محقق پہلے بھی گزرے ہیں جن کے حق میں کہا گیا ہے :

پس از صد سال ایں معنی محقق شد بخاقانی
کہ بورانیست باذنجان و باذنجان بورانی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ نومبر ص ۱۹۳۹ء مطابق ۱۲ شوال ۱۳۵۸ھ جلد ۳۷ نمبر ۴ ص ۷)

کیا بہاء اللہ ایرانی نبی تھے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج تک تو بہائی تحریرات میں بہاء اللہ ایرانی کی نبوت سے انکار ہوتا رہا۔ یہی سننے میں آتا تھا کہ آپ نبی نہیں بلکہ صاحبِ کتاب ہیں۔ ادھر قادیان سے بھی آواز آتی کہ شیخ بہاء اللہ نے نبوت کا نہیں بلکہ الوہیت کا دعویٰ کیا ہے۔ ایسا کہنے میں ان کی ایک خاص غرض پنہاں ہے۔ اس کے جواب میں بہائی جماعت کی طرف سے کہا جاتا تھا کہ شیخ بہاء اللہ نے نہ الوہیت کا دعویٰ کیا اور نہ نبوت کا بلکہ الوہیت اور نبوت کے درمیان ایک درجہ مجہول الکیفیت ہے جس پر آپ فائز تھے۔

ہم نے اپنے رسالہ بہاء اللہ اور میرزا میں اس مضمون پر مفصل بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ شیخ بہاء اللہ ایرانی مدعی نبوت و رسالت تھے۔ اسکے بعد جتنی تحریرات اہل قلم بہائیوں کی طرف سے نظر سے گزریں ان سب میں شیخ بہاء اللہ کی نسبت نبی یا نبوت کا لفظ صاف پایا جاتا ہے جس سے ہمیں دو فائدے حاصل ہوتے ہیں ایک بہائیوں کے مقابلہ میں دوسرا قادیانیوں کے مقابلہ میں۔ اس کی تفصیل پہلے بھی کئی دفعہ ہو چکی ہے اور آئندہ بھی حسب ضرورت ہوتی رہے گی۔

آج کے مضمون میں ہمارا روئے سخن بہائی میگزین بابت نومبر ۱۹۳۹ء کی طرف ہے۔ اس میں ایک مضمون اس عنوان سے درج ہوا ہے:

نئی کتاب اور نئے پیغمبر کی آمد

اس عنوان کے ماتحت اڈیٹر صاحب بہائی میگزین نے قرآن شریف کی کئی ایک آیات سے نبوت کا اجراء ثابت کرتے ہوئے شیخ بہاء اللہ کو قرآنی شہادت سے نبی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کوشش اسی قسم کی ہے جو قادیانی گروہ کے افراد اپنے نبی (مرزا صاحب قادیانی) کی تعلیم کے ماتحت کیا کرتے ہیں۔ اسی لئے ہم علی وجہ البصیرت کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب متوفی اپنے دعاوی میں شیخ بہاء اللہ سے مستفیض ہیں۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم کا یہ قول رہ رہ کر ہمیں یاد آیا کرتا ہے کہ امام حسین کی شہادت کے بعد ان کے برابر بلکہ ان سے زیادہ مظلوم قرآن شریف ہے جو کوئی چاہتا ہے اس کو اپنے ظلم و ستم کا تختہ مشق بنالیتا ہے یعنی متکلم کے خلاف منشاء اس سے کام لیتا ہے حقیقت میں ایسے لوگ اس آیت کے مصداق ہوتے ہیں

نبذ فریق من الذین اوتوا الکتاب کتاب اللہ وراء ظھورھم

(البقرۃ: ۱۰۱)

اڈیٹر صاحب بہائی نے شیخ بہاء اللہ ایرانی کے دعوی کے اثبات میں قابل توجہ مندرجہ ذیل آیات لکھی ہیں

۱۔ ما یأتیھم من ذکر من الرحمن محدثٍ الا کانوا عنہ معرضین

(الشعراء: ۵)

۲۔ اشرقت الارض بنور ربھا و وضع الکتاب (الزمر: ۶۹)

پہلی آیت آپ نے یہ بتانے کو پیش کی ہے کہ ذکر سے مراد کلام الٰہی ہے جو مختلف اوقات میں نازل ہوتا رہا ہے۔ دوسری آیت اس غرض سے پیش کی ہے کہ نورِ رب سے مراد شیخ بہاء اللہ ایرانی ہیں۔ اس بارے میں آپ کے الفاظ جو قابل دید و شنید ہیں، درج ذیل ہیں:

ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ و ھم یلعبون ۔ لاھیۃ قلوبھم (سورہ انبیاء: ۲۔۳) (کبھی کوئی نیا ذکر پروردگار کی طرف سے لوگوں کے پاس نہیں آتا مگر لوگ اسے سن کر کھیل بناتے ہیں ان کی دل متوجہ نہیں ہوتے)

اس آیت مبارکہ میں صیغہ مضارع میں صاف صاف فرمایا ہے کہ ما یاتیھم من ذکر جس کا ترجمہ قاعدے کے مطابق حال و استقبال دونوں کو حاوی ہے جب کبھی خدا کی جانب سے نیا ذکر آتا ہے اور آئے گا لوگ توجہ سے نہیں سنتے اور نہیں سنیں گے۔ اس میں مستقبل کے پہلو سے عیاں ہو گیا کہ قرآن کے بعد بھی ذکر آئے گا اور لوگ منکر اور غافل رہیں،

(بہائی میگزین بمبئی۔ ص ۷ نومبر ۱۹۳۹ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس اقتباس میں پہلی غلطی تو یہ ہے کہ راقم مضمون نے غور نہیں کیا کہ فعل مضارع زمانہ حال اور استقبال کے معنی میں لفظ مشترک یا حقیقت ومجاز ہے؟ حقیقت ومجاز کا تو قائل کوئی بھی نہیں۔ اگر ہو بھی تو ہمیں مضر نہیں۔ رہا مشترک ہونا تو اس کے لئے یہ قاعدہ ہے کہ ایک ہی کلام کے متعدد معنی ایک ہی دفعہ مراد نہیں لئے جا سکتے بلکہ ایک موقع پر ایک ہی معنی مراد ہوتے ہیں مثلاً لفظ عین سے نہر چشمہ آنکھ اور جاسوس وغیرہ سب معانی اکھٹے مراد نہیں لے سکتے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس مضارع (ما یاتیھم) میں کون سے معنی مراد ہیں۔ بشہادت قرینہ یہاں حال کے معنی مراد ہیں کیونکہ الا کانوا عنہ کا صیغہ ماضی ہونا بتا رہا ہے کہ یہاں مستقبل کے معنی مراد نہیں ہو سکتے مگر ہم تو یہ بھی کہنے کو تیار ہیں کہ مستقبل کے معنی بھی ہمیں مضر نہیں۔

ترجمہ بمعنی حال:

نہیں آتی ہے انکے پاس خدا کی طرف سے کوئی نصیحت مگر وہ اس سے منہ پھیر جاتے ہیں

ترجمہ بمعنی مستقبل:

نہیں آئے گی ان کے پاس خدا کی طرف سے کوئی نئی نصیحت مگر وہ اس سے منہ پھیر جائیں گے

اڈیٹر بہائی میگزین نے ان ہر دو معانی کو پیش کر کے کہا ہے کہ قرآن مجید سے اجرائے نبوت ثابت ہوتا ہے جس کو دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ بقول ان کے قرآن مجید اشارہ کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی سلسلہ نبوت جاری رہے گا

ہم کہتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں دو معانی مراد لینا خلاف قاعدہ ہے اسکے علاوہ مستقبل کے معنی لے کر بھی یہ مضمون ثابت نہیں ہوتا کیونکہ معنی استقبال کی صحت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد تا انتقال ذات رسالت جو زمانہ ہے اس میں ان کی روگردانی ثابت ہو۔ اس سے یہ کیونکر مانا جائے کہ دوام استقبال مراد ہے ملاحظہ ہو آیت ذیل:

سیقول السّفھاء من النّاس ما ولا ھم

بوجہ دخول س کے یقول یقیناً فعل مستقبل کا صیغہ ہے جس کی صحت کے لئے ایک

دفعہ کا قول بھی کافی ہے نہ کہ علی الدوام الی یوم القیامۃ ۔

مذکورہ استدلال دراصل بہائی متکلم کے دعوی کیلئے بمنزل صغری کے ہے اس شکل کا کبری آپ نے آیت کریمہ اشرقت الا ر ض بنور ر بها و وضع الکتاب سے لیا ہے اس سلسلہ میں آپ کے الفاظ بہت ہی لطف انگیز ہیں ۔آپ اس آیت کا ترجمہ مع تشریح یوں کرتے ہیں:

زمین پروردگار کے نور سے روشن ہو جائے گی (نور رب اور بہاء اللہ ایک معنی ہیں) اور کتاب لاکر رکھی جائے گی ۔سورہ انبیاء اور سورہ شعراء کی آیات مذکورہ میں صاف لفظ محد ث فرمایا ہے یعنی یعنی جدید کتاب و پیغمبر کی آمد ہو گی اور شروع مضمون میں جو آیت ہم نے لکھی ہے وہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ قرآن کے بعد کوئی باطل کتاب ہرگز نہیں آئے گی اس طرح خدا نے ہمیں بتا دیا کہ حضرت بہاء اللہ کے ذریعے جو نئی کتاب آئی ہے وہ حقیقت میں خدا کی ہی کتاب ہے اور حضرت بہاء اللہ یقیناً منجانب اللہ مرسل برحق ہیں ۔

(بہائی میگزین ۔ص ۸ ۔ بابت نومبر ۱۹۳۹ء)

ناظرین کرام : غور فرمایئے کہ کسی مدعی نبوت کے دعوے کا اثبات اس طریق سے ہوسکتا ہے جس میں نہ کسی قانون یا ضابطہ ء زبان کی پابندی ہو نہ سیاق عبارت کا لحاظ نہ تحریف کلام سے خوف ، ہم ناظرین کی آگاہی کیلئے یہ آیات پیش کئے دیتے ہیں

اشرقت الار ض بنو رر بها و و ضع الکتاب و جأ یٓ ء بالنبیین و الشهداء و قضی بینهم بالحق و هم لا یظلمو ن۔ و وفّیت کلّ نفس ما عملت و هو اعلم بما یفعلو ن ۔ و سیق الّذین کفروا الی جهنّم زمرا ۔ حتّی اذا جا ء و ها و فتحت ابوا بها و قا ل لهم خز نتها الم یأتکم رسل مّنکم یتلو ن علیکم ء ایا ت ربّکم و ینذ رو نکم لقا ء یو مکم هذا ، قا لوا بلی و لکن حقّت کلمة العذا ب علی الکا فر ین ۔ قیل اد خلوا ابوا ب جهنّم خالدین فیها فبئس مثوی المتکبّر ین ۔ و سیق الّذین اتقوا

ربّهم الی الجنّة زمرا۔ حتّی اذا جا ء و ھا و فتحت ابوا بھا و
قال لھم خز نتھا سلا م علیکم طبتم فا دخلو ھا خا لد ین ۔ و
قالوا الحمد للّٰه الذی صد قنا وعده و او ر ثنا ا لا ر ض نتبوّأ
من الجنّة حیث نشا ء فنعم اجر العا ملین ۔ و تر ی الملا ئکة
حا فّین من حو ل العر ش یسبّحو ن بحمد ر بّھم و قضی
بینھم بالحق و قیل الحمد لله ربّ العا لمین (الز مر: ۶۹-۷۵)

ان آیات میں مختلف مصادر سے پانچ فعل آئے ہیں جو ایک دوسرے سے عطف کا تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے معنی بتانے میں ہمیں بڑی آسانی ہے کیونکہ اڈیٹر صاحب بہائی نے دو فعلوں اشرقت اور و ضع کو مستقبل کے معنی میں لیا ہے پس ساری آیات کا مستقبل کے معنی میں لے کر مفہوم یوں ہوگا:

زمین اپنے پروردگار کے نور سے روشن ہوجائے گی اور اعمال نامہ کی کتاب سب کے سامنے رکھ دی جائے گی اور نبی اور شہید رو برو لائے جائیں گے جس کے بعد الحمدلله رب العالمین کہا جائے گا

حضرات! ہر ایک صاحب خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر بتائے کہ کیا یہ سب واقعات ظہور میں آچکے ہیں۔ مضمون نگار صاحب نے نور اور بہاء اللہ ہم کو ہم معنی کہہ لیا اور کتاب سے مراد بہاء اللہ کی کتاب اقدس لے لی مگر نبیوں اور شہیدوں کا آنا اور بندوں کے درمیان فیصلہ کلی ہونا نا اور منادی کا الحمدللہ کہنا، یہ کام کب ہوئے؟

سب سے بڑی بات جملہ قضی بینھم بالحق قابل غور ہے کیونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن قضائے بالحق کے بعد جزا و سزا کا دور شروع ہو جائے گا، اعمال کا نہیں۔

غور سے پڑھیئے آیات کریمہ جن کے الفاظ یہ ہیں:

و قا ل الشیطان لما قضی الامر انّ الله وعدکم وعدالحق و
وعدّ تکم فا خلفتکم و ما کان لی علیکم من سلطان ا لّا ان
دعو تکم فاستجبتم لی، فلا تلو مو نی ولو موا انفسکم، ماانا
بمصرخکم وما انتم بمصر خی انّی کفرت بما اشرکتمو ن من

قبل انّ الظا لمین لھم عذا ب الیم۔ و ا دخل الذین آ منوا و عملوا الصالحات جنّا ت تجری من تحتھا ا لا نھار خالدین فیھا با ذن ر بھم تحیتھم فیھا سلا م (ابرا ھیم : ۲۲۔۲۳)

ان آیات کا ترجمہ ہی اپنا مطلب بتانے کو کافی ہے جو درج ذیل ہے:

جب امر مذہبی کا فیصلہ ہو جائے گا تو شیطان یہ فیصلہ دیکھ کر بنی نوع انسان کو کہے گا کہ اللہ تعالی نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے غلط وعدے کئے تھے اور میرا تم پر کچھ زور بھی نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تم کو برے کاموں کی طرف لگایا اور تم نے قبول کیا۔ پس تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے نفسوں کو ملامت کرو ۔ نہ میں تمہیں چھڑا سکتا ہوں نہ تم مجھے چھڑا سکتے ہو اور میں تمہارے شرکیہ کاموں سے منکر ہوں۔ ظالموں کے لئے سخت عذاب ہوگا اور ایمان دار اچھے کام کرنے والے باغات میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ رہیں گے اور وہاں ان کا تحفہ باہمی سلام ہوگا۔

یہ آیات صاف بتا رہی ہیں کہ اس فیصلہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نیکوکار جنت میں اور بدکار جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ کیا یہ سب کام پورے ہو چکے ہیں ۔ کیا اہل جنت بحکم آیت کریمہ لا یسمعو ن فیھا لغوا و لا تا ثیما دنیا میں گناہ کی آواز نہیں سنتے ۔ کیا ایسی آواز کہیں سے آتی بھی نہیں۔

بھائی دوستو! آپ کے اور آپ کے ہم نوا قادیانیوں کے ایسے دلائل کے جواب میں مسلمان مجبوراً یہ دعا کرتے ہیں

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ شوال ۱۳۵۸ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۳۹ء جلد ۳۷ نمبر ۵ ص ۳،۵)

مرزا صاحب کا نکاح آسمانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان نے آسمانی نکاح کا قصہ پارینہ پھر چھیڑا ہے۔ ہم سمجھتے تھے کہ امت مرزائیہ اس نکاح کا تصور کر کے بھی شرمندہ ہوتی ہوگی۔ نہ اس لئے کہ یہ نکاح دنیا میں ظہور پذیر نہیں ہوا بلکہ اس اس لئے کہ اس کی تشریحات اعیان احمدیہ نے اتنی مختلف کی ہیں کہ یہ مصرع ان پر صادق آتا ہے

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

سب سے پہلے قادیانی حکیم الامت (خلیفہ نورالدین) نے اس بیمار (مرزا صاحب) کے لئے یہ نسخہ تجویز کیا کہ مرزا صاحب کے آسمانی خسر مرزا احمد بیگ کی بیٹی (محترمہ محمدی بیگم جس سے مرزا صاحب کا آسمان پر نکاح ہوا تھا) سے خاص محمدی بیگم مراد نہیں تھی بلکہ اس سے محترمہ محمدی کی بیٹی یا لڑکی کی لڑکی یا اسکی نواسی یا نواسی کی نواسی قیامت تک مراد ہے ... (دیکھئے تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص۱۳۲)۔ آئندہ زمانے میں قیامت تک دونوں طرف سے جس لڑکی اور لڑکے کا باہم رشتہ ہو جائے تو آسمانی نکاح ثابت ہو جائے گا۔

حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے نسخہ تو عجیب تجویز کیا تھا مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریحات کے خلاف ہونے کی وجہ سے استاد ذوق نے اس پر اظہار ناپسندیدگی کرنے کو یہ شعر لکھا

بیمار عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج
کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا علاج کیا

اس کا دوسرا جواب مفتی محمد صادق صاحب قادیانی نے یہ دیا کہ یہ نکاح مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں فسخ ہو چکا تھا۔ اب اعتراض کیا؟

یہ دو جواب تو قادیانی جماعت کی طرف سے دیئے گئے۔ لاہوری جماعت مرزائیہ نے اپنا جواب ان کے علاوہ دیا ہے۔ ان کے امیر جماعت مولوی محمد علی صاحب تو صاف تسلیم کر لیا کہ نکاح کی بابت پیش گوئی تھی مگر حق یہ ہے کہ نکاح نہیں ہوا۔

لاہوری جماعت میں ایک صاحب بہت بڑے محقق ہی نہیں بلکہ مدقق ہیں۔انہوں کافی سوچ سمجھ کر از خود ایک ایسا جواب دیا ہے جو واقعی ایک مدقق کے شایان شان ہے۔ یہ صاحب چونکہ ڈاکٹر ہیں اور آج کل ڈاکٹری میں تشخیص مرض کا ایک نیا طریقہ جاری ہوا ہے جس کو ایکس رے کہتے ہیں۔اس عمل سے بیمار کے اندرونی اعضا کی تصویر لے لیتے ہیں۔ یہ طریقہ عموماً سل اور دق کے امراض میں زیادہ مستعمل ہے۔ڈاکٹر صاحب نے نکاح مرزا کی اندرونی تصویر یہ دکھائی ہے کہ اس پیشگوئی سے مراد گویا عرفی شرعی نکاح نہیں ہے بلکہ ہماری جماعت جو یورپ میں جا کر تبلیغ اسلام کے ذریعے سے انگریزوں کو محمدی کلمہ گو بناتی ہے اس سے یہی مراد ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جتنے لوگ مسلمان ہوئے ہیں وہ گویا محمدی جماعت میں داخل ہو کر محمدی بیگم بن گئے ہیں۔مرزا احمد بیگ کی لڑکی محمدی بیگم سے مرزا صاحب جو نکاح آسمان پر ہوا تھا اور دنیا میں ظاہر ہونے والا تھا اس سے مراد یہی ہے کہ انگریز مرزائیوں کی تبلیغ سے مسلمان ہو رہے ہیں۔ ہمارے ناظرین یہ توجیہ سن کر جلدی میں یہ نہ کہہ دیں کہ یہ توجیہ تو اس شعر کی مصداق ہے

چہ خوش گفت سعدی در زرادی
الا یا ایها السّاقی ادر کاساً و ناولها

ایسے جلد باز معترضین کو پہلے قادیانی لغات اور اصطلاحات سے واقفیت حاصل کر لینی چاہیے۔ دمشق سے مراد قادیان، خنزیر سے مراد پادری، یاجوج ماجوج سے مراد اقوام یورپ، اور دجال سے مراد انگریز،اور خر دجال سے مراد ریل اور مریم سے مراد مرزا صاحب۔غرض یہ ہے کہ قادیان ایسی بستی ہے جہاں سے یہ آواز آتی ہے

بیا در بزم رنداں تا بہ بینی عالم دیگر
بہشت دیگر و ابلیس دیگر آدم دیگر

ان چار سابقہ جوابات کو الفضل نے کافی نہ جان کر ایک نیا جواب دیا ہے۔ جو پہلے چاروں سے لطیف تر ہے۔اور طلبائے مدارس کیلئے تفریح کا سامان ہے۔اس لئے ہم اس کو اسی کے الفاظ میں قریباً پورا نقل کرتے۔الفضل کا قابل نامہ نگار لکھتا ہے:

' حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کی صداقت کے انہیں لاکھوں نشان نظر آسکتے تھے۔لیکن خداہی سنت کے ماتحت مخالفین نے اس پر عمل نہ کیا۔

احمدیت پر مخالفین کی طرف سے جو سب سے بڑا اعتراض پیش کیا جاتا ہے وہ محمدی بیگم والی پیش گوئی سے متعلق ہے۔ حالانکہ جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے مخالفین اس پیش گوئی پر اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو یہ پیشگوئی بھی حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے۔ اس پیش گوئی پر جتنے بھی اعتراض کئے جاتے ہیں ہماری جماعت کی طرف سے ان کے دنداں شکن جواب دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن میں اب ایک اور رنگ میں اس پیش گوئی کے متعلق بعض باتیں کہنی چاہتا ہوں۔

اس پیشگوئی پر غور کرنے سے قبل مخالفین کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کیا کوئی جھوٹا انسان اس قسم کی پیش گوئی کر سکتا ہے۔ وہ اپنے جھوٹ سے دنیا کو تو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو تو خوب جانتا ہے کہ میں دعوی نبوت میں جھوٹا ہوں۔ اور جھوٹا مدعی نبوت کبھی اس قسم کی پیش گوئی کرنے کی جرائت نہیں کر سکتا جس کا پورا ہونا اس کے اپنے اختیار میں نہ ہو...

خدا تعالی کے انبیاء جن کو وہ دنیا کی ہدائت اور رہنمائی کیلئے مبعوث کرتا ہے وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ان کو جو کچھ خدا تعالی کہے اس کو وہ دنیا تک پہنچا دیتے ہیں۔ وہ اس پیغام میں ایک شوشہ تک نہ گھٹا سکتے ہیں اور نہ بڑھا سکتے ہیں۔ خدا تعالی کی طرف سے جن مبشرات و منذرات کی ان کو خبر ملے وہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں خواہ ظاہری نگاہ میں وہ باتیں پوری ہونے والی ہوں یا نہ ہونے والی ہوں۔

پس اس مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے عقلی طور ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ جھوٹا مدعی نبوت اپنے ہر قول اور فعل اور تحریر و تقریر میں اعتراض کے پہلو سے بچتا دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ اسکی ساری کاروائی میں اسکی اپنی عقل اور سکیم کا دخل ہوتا ہے۔ لیکن ایک سچا اور خدا کا مقرر کردہ نبی اس قسم کی ظاہری پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ وہی کہتا ہے جس کا خدا اسے حکم دے اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر اس پیشگوئی پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) خدا تعالی کے برگزیدہ نبی تھے۔

آپ نے وہی کچھ فرمایا جو ارشاد باری تھا۔لوگوں کے ہنسی مذاق کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی ۔ اگر کوئی جھوٹا مدعی نبوت ہوتا تو ایسی پیشگوئی ہر گز نہ کرتا جس کا پورا ہونا اس کے اختیار میں نہیں تھا ۔ پس اس امر سے یقینی طور پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) راست باز انبیاء کے زمرہ میں شامل ہیں' (بدر سلطان مجاہد تحریک جدید)

(الفضل قادیان ۱۹۔نومبر ۱۹۳۹ص ۵)

(مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں) ہمارے ناظرین خواہ کسی مذہب ومشرب کے ہوں للہ ہمیں اطلاع دیں کہ اس سارے مضمون میں فاضل نامہ نگار نے جواب دیا ہے یا جواب سے جواب ہے ۔عرب کا ایک شاعر اپنے محبوب سے پوچھتا ہے کہ تو مجھے کس جرم پر ستاتا ہے۔اس کا محبوب نہائت معقول جواب دیتا ہے

وجودك ذنب لا يقاس به ذنب

(یعنی تیری ہستی ہی گناہ ہے۔اس کے برابر کوئی گناہ نہیں)

اس جواب کو معیار بنا کر دیکھا جائے تو مضمون نگار کا جواب صحیح ہوسکتا ہے لیکن اگر علم مناظرہ کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو یہ جواب اس شعر کا مصداق ہے

غالب تمہیں کہو کہ ملا ہے جواب کیا
مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

کیوں صاحب! جماعت احمدیہ کی طرف سے جو دندان شکن جواب دیئے گئے وہ ایسے ہی دنداں شکن تھے؟ ہمارے خیال میں وہ جوابات اگر ایسے معقول نہ تھے تو اس سے کم بھی نہ تھے۔سارے جواب کی روح رواں یہ فقرہ ہے کہ جھوٹے نبی ایسی پیشگوئی کرنے کا حوصلہ نہیں کر سکتے ۔ اس کا نتیجہ اس کے دل میں یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نے ایسی پیشگوئی کی ہے جو جھوٹے نہیں کر سکتے لہذا آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں ۔ ہماری دریا دلی دیکھئے کہ ہم آپ کی دلیل کے کسی مقدمہ پر منع وارد نہیں کرتے بلکہ نقیض بھی نہیں کرتے ۔ ہاں اتنا کہنے کی اجازت چاہتے ہیں (اگر آپ لوگ توجہ کریں) کہ ایسی پیشگوئی کر دینا ہی اگر سچائی کی دلیل ہے تو اس کے ظہور کے انتظار کی کیا ضرورت تھی ۔کیونکہ مرزا صاحب متوفی نے گورداسپور کی عدالت ججی میں بضمن شہادت یہ کہا تھا کہ

جس روز یہ پیش گوئی پوری ہوگی آج جو لوگ مجھ پر ہنستے ہیں اس روز اپنے حال پر روئیں گے۔ جو بات آج نامہ نگار نے کہی ہے کہ نفس پیشگوئی کر دینا ہی دلیل صداقت ہے۔ یہی کہہ دیتے، پھر کیوں کتاب شھادۃ القرآن میں مسلمانوں کو اس پیشگوئی کے انجام کا انتظار کرنے کا حکم دیا۔ حالانکہ بقول نامہ نگار مذکورہ خرق عادت پیشگوئی کر دینا ہی مدعی کی صداقت کا نشان ہے۔

قرآن مجید اصولاً نامہ نگار کے خیال کی تردید کرتا ہے جہاں ذکر ہے کہ کفار قرآن مجید کی خبروں کو غلط کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا

و لتعلمنّ نبا ءہ بعد حین ۔(ص : ۸۸)

یعنی تم لوگ تھوڑے عرصے کے بعد اسکی خبروں کو صحیح پاؤ گے۔

نامہ نگار مذکور کی طرح یہ نہیں کہا کہ پیشگوئی کی انتہا دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ نفس پیشگوئی ہی کافی ہے۔

قادیانی جماعت اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتی کیونکہ اس پیش گوئی نے ان کے دماغوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ اس لئے ان کی مختلف حالتوں پر یہ آیت خوب چسپاں ہوتی ہے

انّکم لفی قول مختلف یوفك عنه من افك

ہم اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ قادیانی جماعت باتیں بنانے میں بڑی ہشیار ہے۔ مگر مرزا قادیانی کی محبت نے ان کو مرزا غالب کے اس شعر کا مصداق بنا دیا ہے۔

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۱۹ شوال ۱۳۵۸ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۳۹ء جلد ۳۷ نمبر ۵ ص ۵۔۶)

ہمارا سوال ہے یا ہمالہ پہاڑ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۳۹ء میں قادیانی جماعت

سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ کے دونوں گروہ جب اس مسئلہ میں اختلاف رکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نبی تھے یا نہیں تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو شخص مرزا صاحب کی نبوت کا منکر ہے وہ کافر ہے (مقولہ خلیفہ قادیان) اور دوسری طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ خلیفہ دجال ہے (مقولہ محمد علی) اس بنا پر ہم نے سوال کیا تھا کہ حسب فتوی خلیفہ قادیان مولوی محمد علی جو نبوت مرزا کی نفی کرتے ہیں کافر ہے یا نہیں؟

قادیانی گروہ جو مرزا صاحب کی نبوت کا مدعی ہے حسب قول محمد علی صاحب دجاجلہ ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں دونوں گروہوں کے آرگن الفضل اور پیغام تو خاموش رہے البتہ قادیانی فاروق میاں درمیان میں آکودے جو خاص ایسے ہی مشکل وقت کے لئے رکھے ہوئے ہیں آپ نے اسکا جواب کیا ہی لطیف دیا ہے کہ مولوی محمد علی اور ان کے اتباع مرزا صاحب کی نبوت کا سلب کلی نہیں کرتے بلکہ تاویلاً انکار کرتے ہیں (کیا خوب) فریقین کے اخبارات شہادت دیتے ہیں کہ ان ہر دو فریق میں بنائے اختلاف نبوت مرزا ہی ہے کیا آپ لوگوں کو یاد نہیں کہ پچھلے دنوں جو مباحثے کا چیلنج دیا جاتا تھا اس کا مبحث اہل قادیان کی طرف سے یہی نبوت مرزا کو پیش کیا جاتا تھا آج اسے کیوں چھپایا جاتا ہے۔

قادیانی ممبرو! اس سوال کے بوجھ سے تم کسی طرح نہیں بچ سکتے کیونکہ یہ سوال اہل حدیث کا ہے جو اپنے حق میں کہہ سکتا ہے

نازک کلامیاں میری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۱۹ شوال ۱۳۵۸ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۳۹ء جلد ۳۷ نمبر ۵ ص ۶۔۷)

(مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے انگریز اور روس وغیرہ کو بھی دجال قرار دیا ہے جیسا کہ آپ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۴ء کی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

یاجوج ماجوج کون ہیں؟...

یہ ایک عقدہ لاینحل تھا جس کو کوئی حل نہیں کر سکا یہاں تک کہ ایک شخص ہماری آنکھوں کے سامنے اٹھا۔اس نے اس کا پتہ بتایا کہ یاجوج ماجوج کون ہیں۔ تمام مسلمان تو ہمات میں پڑے ہوئے تھے اور ان کو عجیب الخلقت مخلوق سمجھتے تھے، یہاں تک کہ حضرت مرزا غلام احمد

قادیانی اٹھتے ہیں اور ۱۸۹۱ء میں ایک ایسا دعوی کرتے ہیں جس سے دنیا میں ایک شور پڑ جاتا ہے ۔مگر اسی سال یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی جاتی ہے ۔ہمارے ایک عزیز نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ۱۸۹۱ء ہی وہ سال ہے جب ووکنگ مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۸۹۱ء میں جب ہندوستان کے سارے لوگ آپکو مجدد مانتے تھے (کیا ہندو، سکھ، آغا خانی بوہرے، جینی دیوبندی، عیسائی، وغیرہ سبھی مرزا کو مجدد جانتے تھے؟ کیا یہ لوگ سارے ہندوستان میں شمار نہیں ہوتے تھے؟ حقیقت تو یہ ہے ۱۸۹۱ء تک مولوی محمد علی لاہوری خود بھی قادیانی نہیں ہوئے تھے۔ بہاء) آپ پر یہ انکشاف ہوتا ہے کہ حضرت عیسی جن کے متعلق مسلمانوں کا خیال ہے کہ وہ آسمان پر بیٹھے ہوئے ہیں وہ فوت ہو چکے (یہ تو سرسید احمد خان نے پہلے ہی بتا رکھا تھا۔مرزا صاحب قادیانی نے کون سا تیر مارا۔ بہاء) ہیں اور ان کی آمد کے متعلق جو پیشگوئی پائی جاتی ہے وہ مجھ میں یعنی چودھویں صدی کے مجدد میں پوری ہوگئی ۔ابن مریم کے نزول کے ساتھ اور بہت سی باتیں وابستہ تھیں یاجوج ماجوج کا غلبہ بھی اسی نزول مسیح کے ذکر سے وابستہ تھا۔دجال کا ذکر بھی اسی ذیل میں تھا۔مغرب سے طلوع آفتاب بھی اسی کا نشان تھا...آپ ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں ؛

اور یاجوج ماجوج کی نسبت تو فیصلہ ہو چکا ہے جو یہ دنیا کی دو بلند اقبال قومیں ہیں جن میں سے ایک انگریز ہیں دوسرے روس ہیں ۔ دونوں قومیں بلندی سے نیچے کی طرف حملہ کر رہی ہیں یعنی اپنی خداداد طاقتوں کے ساتھ فتح یاب ہوتی جا رہی ہیں ..(ازالہ اوہام۔ص ۵۰۲)۔...

یہی حالت دجال کے متعلق بھی ہے۔سیاسی قوت کے لحاظ سے یورپ کی قوموں کا نام یاجوج اور ماجوج ہے اور مذہبی طور پر ان کا نام دجال ہے۔ دنیا کو گمراہی کی طرف لے جا رہے ہیں اسلام کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں...

(پیغام صلح لاہور ۱۰ جنوری ۱۹۴۵ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۶۴ھ ج ۳۳ نمبر ۲ ص ۱۔۲)

آخری فیصلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین اس آخری فیصلہ کو بارہا سن چکے ہوں گے کیونکہ یہ حقیقتاً آخری فیصلہ ہے، اسلئے کہ یہ اعلان بانی فرقہ مرزائیہ کی طرف سے ہے۔مگر قادیانی اور لاہوری

پارٹیوں کی طرف سے اس آخری فیصلے کو مٹانے کے لئے کوشش کی جاتی ہے۔ چنانچہ ریویو آف ریلی جنز قادیان نومبر ۱۹۳۹ء میں ایک مضمون بسیط نکلا ہے جو ایک ذمہ دار قادیانی عہدیدار کی طرف سے ہے جس کے نام سے کے ساتھ ایم اے بھی لگا ہوا ہے یعنی چوہدری فتح محمد سیال..

آج ہم ان کے مضمون پر گہری نظر ڈالتے ہیں۔ اس مضمون سے ہم نے یہ نتیجہ تو صاف نکالا ہے کہ یہ صاحب اس شعر کے پورے مصداق ہیں جو منشی قاسم علی نے قادیان کے جلسے میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے حق میں پڑھا تھا جس کا ایک مصرع یہ ہے:

یہی وہ ہیں، یہی وہ ہیں، یہی ہیں پکے مرزائی

مضمون نگار مذکور ایسے پکے مرزائی ہیں کہ ان کے نزدیک حق و باطل کا معیار صرف مرزا صاحب قادیانی کی موافقت یا عدم موافقت ہے۔ ہم اپنے دعوی کے ثبوت میں ان کا مضمون ناظرین کے سامنے رکھ کر پوچھتے ہیں کہ کیا یہ کسی راست گو اور راست رو کا لکھا ہوا ہوسکتا ہے قبل اس کے کہ مضمون شروع ہو ہم مرزا صاحب کے اعلان (آخری فیصلہ) کا اصل مضمون ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

.. ۔ یستنبئونك احق هو ۔ قل ای و ربّی انّه لحقّ ۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الهدی

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں ۔ اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعوی مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے ۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر

کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین

میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہائت درجہ کا بد آدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔

آمین ثم آمین ۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین ۔ آمین ۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ و اید

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء

ناظرین کرام! عبارت مذکورہ بالا دو مطالب بتا رہی ہے۔ ایک مطلب سب سے پہلے یہ کہ ایسا اعلان کرنے کی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کیا ضرورت پیش آئی؟ میری مخالفت اور مواخذات سے تنگ آکر آپ نے یہ اعلان کیا۔ اعلان

کا مطلب صاف ہے۔ آپ نے دعا کی ہے کہ ہم دونوں میں سے جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔ شروع میں چونکہ آپ نے آیت لکھی تھی یستنبؤنك احق هو قل ای و ربّی انّه لحق، اس لئے آپ کو اس دعا کی قبولیت کا الہام بھی ہوا جس کے الفاظ یہ ہیں: اجیب دعوة الداع میں خدا دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔

اس الہام کو مرزا صاحب نے میرے نام کے ساتھ بہ صریح الفاظ چسپاں کیا ہے۔ دیکھو بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء۔ اس چسپید گی کی تصدیق میاں محمود احمد نے بڑے زبردست الفاظ میں کر کے اس دعا کو (جو جملہ انشائیہ ہے) پیش گوئی کی شکل میں بتا کر جملہ خبر یہ بتایا ہے جس کی وجہ سے اس کا تحقق بہت ضروری ہو گیا۔

ناظرین ان دونوں ثبوتوں کو ملحوظ رکھ کر مجیب کے اصل الفاظ سنیں اور ہمارے حواشی بین القوسین دیکھتے جائیے: سیال صاحب لکھتے ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے حضرت مسیح موعود (مرزا) کی مخالفت حضور کے دعوی کے اوائل میں ہی شروع کر دی تھی کیونکہ اس زمانہ میں حضور کی مخالفت مسلمانوں میں فوری طور پر شہرت حاصل کرنے اور لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچنے کا خاص ذریعہ مقرر ہو چکی تھی (اس لئے مرزا صاحب قادیانی نے آریوں اور عیسائیوں سے مقابلہ شروع کیا ہوگا۔ ثنا) اور کوئی مولوی اس زمانہ میں مولوی کہلانے کا مستحق ہی نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک وہ اس مبارک امام (مرزا قادیانی) کی مخالفت میں اناپ شناپ نہ بکے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی مخالفت کی بنا پر علاوہ دیگر طرق فیصلہ کے ان کے سامنے بار بار اس بات کو پیش کیا گیا کہ وہ مباہلہ کر کے فیصلہ کر لیں۔ چنانچہ انہیں ۱۸۹۶ء اور ۱۹۰۷ء کے درمیان ٦ مختلف وقتوں اور مختلف ذریعوں سے مباہلہ کے لئے بلایا گیا لیکن مولوی صاحب ہمیشہ میدان مباہلہ میں آنے سے انکار کرتے رہے۔

(غلط کہتے ہو، میں نے مباہلہ میں آنے سے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ اس کا انجام پوچھتا رہا کیونکہ مجھے خطرہ تھا کہ مجھے کبھی کھانسی زکام بھی ہو گیا تو مرزا صاحب اس کو بھی اپنے مباہلے کا اثر بتائیں گے۔ ثناء اللہ امرتسری)

میں اس بات کو یہاں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کسی شخص کی زندگی یا موت

اس کے صدق یا کذب کی دلیل نہیں ہے (بے شک موت و حیات دلیل صدق و کذب نہیں ہے۔ لیکن مدعی نبوت یا مدعی الہام اگر کسی کے مرنے کو اپنی صداقت کا نشان قرار دے تو اس کا مرنا یقیناً اسکے کذب کی دلیل ہوگا س۔ ثناء اللہ) حضرت رسول اکرم ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے حالانکہ حضور کے مخالف مشرکین اور یہود و نصاریٰ میں سے ابھی تک بقید حیات موجود تھے۔ ہاں جب قرآن شریف کی تعلیم کے مطابق مباہلہ واقعہ ہو جائے تو پھر یہ امر یقینی ہے کہ فریقین میں سے جو جھوٹا ہو وہ صادق سے پہلے موت کا مزہ چکھا یا جائے اور اس طرح سے کاذب اور مفتری اپنی موت سے صادق کی صداقت پر مہر کر دے

(اگر یہ قول صداقت اور ایمان سے کہتے ہو تو بتاؤ مولوی عبد الحق غزنوی امرتسری سے مرزا صاحب قادیانی نے امرتسر کی عیدگاہ میں جو مباہلہ کیا تھا اور مرزا صاحب جو مولوی صاحب موصوف سے پہلے مر گئے تھے تو بتاؤ مرزا صاحب قادیانی کیا ہوئے؟ دیکھنا سچ کہتے ہوئے جھجکنا نہیں کیونکہ قرآن کی تعلیم ہے و اذا قلتم فاعدلوا و لو کان ذا قربی ، جب بولو تو سچ بولو چاہے کوئی تمہارا قریبی ہو۔ ثناء اللہ امرتسری)

لیکن مولوی صاحب مباہلہ کے لئے مقابلہ پر نہ آئے۔ مگر حضرت اقدس کی تکذیب اور تضحیک سے بھی باز نہ آئے۔ بالآخر حضرت امام ہمام نے اس امرتسری مغرور پر اتمام حجت کے لئے اشتہار آخری فیصلہ میں خود ہی دعائے مباہلہ کر دی (مباہلہ کہنے میں سچے ہو تو سارے اشتہار میں مباہلے کا لفظ ہی دکھا دو۔ علاوہ اس کے سنو۔ مباہلے کی دعا فریقین کی طرف سے جمع متکلم کے صیغے میں ہوتی ہے قرآن کی آیت مباہلہ ندع ابناء نا... ثم نبتهل ۔ غور سے پڑھو۔ اگر قرآن کی آیت تم کو کافی نہ ہو تو مرزا صاحب کا کلام سنو جو لکھتے ہیں : مباہلہ میں فریقین کا باہم مل کر عذاب کیلئے دعا کرنا ضروری ہے۔ اربعین جز دوم ۔ چونکہ اس اعلان مرزا میں صیغہ مفرد متکلم کا ہے اس لئے یہ دعا مباہلہ نہیں بلکہ حضرت نوح کی دعا کی طرح محض دعا ہے) اور مولوی صاحب کو اجازت دی کہ اس کے نیچے جو چاہیں لکھ دیں جس سے حضور کا منشاء یہ تھا کہ اب فیصلہ ضرور ہو کر رہے گا کیونکہ اس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے لئے

اب کوئی جائے فرار نہ تھی بہرحال حق وباطل میں فیصلہ مقصود تھا۔ حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ میں کہ مولوی صاحب جو چاہیں اسکے نیچے لکھ دیں، مولوی ثناء اللہ صاحب کو اختیار دیا گیا تھا کہ موت وحیات کے نشان میں سے جسے چاہیں پسند کرلیں (غلط کہتے ہو۔ موت حیات نہیں بلکہ اعلان کے متعلق ہاں یا نہ مطلوب ہے۔ نتیجہ ان سب کا یہی تھا کہ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ثناء اللہ امرتسری) ان دونوں حالتوں میں حضرت مسیح موعود کی صداقت اور مولوی ثناء اللہ کے جھوٹے ہونے کا ثبوت مہیا ہوجاتا تھا جو اللہ تعالیٰ نے خود مولوی ثناء اللہ کی قلم اور اختیار سے ان کی خواہش اور عقیدہ کے مطابق مہیا کروادیا۔ اور یہ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے عجیب وغریب تصرف کا ثبوت ہے جس سے مولوی ثناء اللہ اور دیگر دہریہ مزاج انکار کرتے رہتے ہیں جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں مولوی ثناء اللہ ۱۸۹۶ء اور ۱۹۰۷ء کے طویل عرصہ میں ۹ دفعہ مباہلہ سے انکار اور فرار کرچکے تھے اس لئے (غلط کہتے ہو، میرا مباہلے سے انکار اور فرار دعا مذکورہ کی وجہ نہیں ہے بلکہ میرے مواخذات سے مرزا صاحب تنگ آگئے تھے جس کے بعد انہوں نے یہ دعا کی۔ اشتہار کی عبارت مولوی سرور شاہ سے پڑھواؤ۔ ثناء اللہ) آخری فیصلہ میں حضور نے دعا فرمائی: میں تیری رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔

چونکہ آخری فیصلہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو اختیار دیا گیا تھا اس لئے مولوی ثناء اللہ نے اس سے فائدہ اٹھا کر کہا (ناظرین اس راست گو کی اصل عبارت میں فعل، کہا، کو دیکھ کر غور فرمائیں کہ اس کا فاعل مجھے بتایا ہے۔ پھر کیا اس کے آگے کے فقرے میرا مقولہ ہوسکتے ہیں۔ ذرا عبارت کو غور سے پڑھ کر اس بھلے آدمی کی راست گوئی کی داد دیجئے۔ ثناء اللہ) کہ مجھے موت ومباہلہ کا طریق منظور نہیں بلکہ مجھے یہ طریق منظور ہے کہ میری زندگی لمبی ہوجائے اور اس میری طول حیات کے نشان کے ساتھ ساتھ یہ نشان بھی ہو کہ میں ثناء اللہ امرتسری آپ کی صداقت اور مامور من اللہ ہونے کے بہت سے نشانات آیات اور معجزات دیکھوں، جو میرے لئے عبرت کا موجب ہوں اور تائیدات الہیہ کی بارش

مجھے شرمندہ کردے... پس خدا تعالیٰ نے مولوی صاحب کے ان مطالبات کے مطابق آخری فیصلہ کردیا۔ یعنی مولوی صاحب کی زندگی لمبی ہورہی ہے اور ہر سال حضرت مسیح موعود کی درجنوں پیش گوئیاں (ایک درجن بھی نہیں، ایک ہی بتائے جو مرزا صاحب کے مرنے کے بعد سچی ہوئی ہو۔ آپ تو کیا بتائیں گے لیجئے ہم ہی بتائے دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کے لاہور میں مرنے اور قادیان میں دفن ہونے سے مرزا کی پیش گوئی پوری ہوئی کہ ہم مدینے میں مریں گے یا مکے میں۔ ان دونوں مقاموں کا نام مکہ مدینہ قادیانی لغات میں ہوتو ہولیکن عرف اسلامی بلکہ محاورہ انسانی میں تو یہ نہیں ملتا۔ اس کے جواب میں غالباً آپ کہہ دیں گے: سرمستاں منطق الطیر است جامی لب بہ بند۔ ثناء اللہ) اور تائیدات الہیہ اور نصرت ربانیہ کے نشانات ظاہر ہورہے ہیں اور مولوی (ثناءاللہ امرتسری) صاحب یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کاش وہ عبرت حاصل کریں۔

۱۹۰۷ء سے ۱۹۳۹ء تک ۳۲ سال گزرتے ہیں اس طویل عرصہ میں حضرت مسیح موعود کی زبردست انفرادی پیش گوئیاں پوری ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اللہ تعالیٰ کے الہامی وعدوں کے مطابق دن دونی رات چوگنی ترقی کی ہے (یہ ترقی ہمیں تو معلوم نہیں کس شہر میں ہوئی؟) اور مولوی صاحب کی دکان مدھم پڑتی گئی ہے (معلوم ہوتا ہے کہ اہل قادیان کو اپنے کاموں میں اپنی دکان کی ترقی پیش نظر رہتی ہے اسلئے وہ دوسروں کو بھی اپنے پر قیاس کرتے ہیں) مولوی صاحب کا عدم اور وجود ہمارے لئے تو برابر ہے

(مولانا ثناءاللہ امرتسری حاشیہ میں لکھتے ہیں آپ کے نزدیک عدم و وجود برابر ہے تو آپ مرزا صاحب قادیانی سے کمالات میں بڑھ کر ہوئے کیونکہ ان کیلئے میرا وجود مضر تھا اس لئے انہوں نے میری موت کیلئے دعا مانگی تھی جو حسب ارشاد خداوندی لا يحيق المكر السيء الا با هله انہی پر وارد ہوئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کسی استاد کا یہ شعر کیسا صحیح ہے

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا)

مولوی صاحب اس حیات مستعار سے احمدیت کی ترقی میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا کرسکے اور نہ ان کی مخالفت سے ہمارا کوئی نقصان ہے لیکن مولوی

صاحب کا دیدہ عبرت اگر واہو اور انکے دل میں ذرہ برابر بھی خوف خدا یا اسلام کی محبت ہو تو انکی زندگی کا ہر ایک دن ان کیلئے درس عبرت ہے کیونکہ ہر نیا سورج جو چڑھتا ہے حضرت مسیح موعود کی صداقت اور مولوی صاحب کے باطل ہونے پر نیا ثبوت لے کر چڑھتا ہے ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار

میں اس مضمون کے ابتدا میں لکھ آیا ہوں کہ آیات ونشانات دیکھنے کیلئے مولوی صاحب کی خواہش کے مطابق ان کی زندگی کا لمبا ہونا ضروری تھا

(آج کل امت مرزائیہ کو میری لمبی عمر کا بہت غم ہو رہا ہے گویا وہ اس غم میں گھلے جاتے ہیں اس کے جواب میں میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا ہاں استاد غالب کا یہ شعر نقل کرتا ہوں

نادان ہیں جو کہتے ہیں کہ کیوں جیتا ہے غالب
قسمت میں ہے اعداء کا جلانا کوئی دن اور)

کیونکہ آیات ونشانات ایک ترتیب اور سلسلہ میں اپنے وقت پر واقع ہوتے ہیں اور اس موضوع پر کئی آیات قرآن شریف میں موجود ہیں اور یہ موضوع اس قدر واضح ہے کہ اس کے لئے شواہد کی ضرورت نہیں۔ تاہم میں مثال کے طور پر چند نشانات اور پیش گوئیوں کا ذکر کرتا ہوں۔

مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح (محمود احمد) کے متعلق دیگر الہامات کے علاوہ یہ بشارت تھی کہ آپ فضل عمر ہیں اس میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے اول یہ کہ آپ اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کی حیثیت رکھتے ہیں یعنی آپ حضرت عمرؓ کی طرح خلیفہ ثانی ہوں گے چنانچہ اس پیش گوئی کا اپنے وقت پر پورا ہونا حضرت مسیح موعود کی صداقت کا عظیم الشان نشان ہے اللہ تعالیٰ کو مولوی ثناء اللہ کو یہ نشان دکھانا مقصود تھا۔ (ریویو آف ریلی جنز قادیان نومبر ۱۹۳۹ء ص ۱۰۔

۱۴) (کوئی اس بھلے آدمی سے پوچھے کہ مرزا صاحب کے ساتھ میرے مقابلہ میں (مقابلہ بھی موت وحیات کا) ان کے بیٹے کا کیا دخل َ ان کی بات کرنا ہے تو شیخ عبدالرحمٰن مصری یا مولوی محمد علی یا ڈاکٹر بشارت احمد سے کیجئے تا کہ ہم وزن جواب سن سکیں۔ ہمارے نزدیک تو خلیفہ قادیان کو فضل عمر کہنا ایسا ہی ہے جیسے شیر قالین کو شیر نیستان کہنا۔ اللہ اکبر! کہاں خلیفہ عمر

فاروق جن کے نام سے دنیا کے بادشاہ کانپتے تھے اور کہاں میاں محمود احمد جو ایک مجسٹریٹ کی طرف سے سمن پہنچنے پر سپیشل ٹرین لے کر دجالوں کی عدالت میں جائیں اور گھنٹوں کھڑے کھڑے شہادت دیں۔)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

حاصل کلام یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو لکھا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا، یہ جملہ خبر یہ ہے۔ اگر پہلے مرنے والا جھوٹا ہے تو جملہ صحیح ہے اگر پہلے مرنے والا باوجود پہلے مرنے کے سچا ہے تو جملہ خبر یہ جھوٹا ہے جس کا جھوٹ قائل کی طرف جائے گا۔ اس کا حل کرنا معمولی بات نہیں۔

طلبائے منطق کے لئے تمثیل: صاحب سلّم العلوم نے جملہ کلا می ھذا کاذب کو بطور اشکال پیش کیا ہے جس کے حل کرنے میں ملاحسن اور قاضی مبارک جیسے استادان منطق بہت حیران و پریشان ہوئے۔ آخر کار کامیاب ہو گئے۔

لیکن اس مشکل (آخری فیصلہ) میں قادیانی علماء ایسے پھنسے ہیں کہ کامیابی نصیب ہونا تو درکنار جتنا بولتے ہیں اتنا ہی پھنستے ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کا انتقال مئی ۱۹۰۸ء میں ہوا تھا جسے آج قریباً ۳۲ سال ہوتے ہیں۔ اس طویل مدت میں اس مبحث کے متعلق امت مرزائیہ سے جتنے جوابات نکلے ہیں وہ اس جماعت کی پریشانی ظاہر کرنے کو کافی ہیں خدا نے چاہا تو ہم دنیا کو دکھا دیں گے کہ فرمان خداوندی

انکم لفی قو ل مختلفٍ یؤفك عنه من افك

کے مصداق یہی لوگ ہیں۔

مرزائی ممبرو! یاد رکھو اور مت بھولو کہ ایک وقت آنے والا ہے جب کہ یہ سب تحریریں تمہارے سامنے رکھ کر تم لوگوں کو کہا جائے گا

اقرأ کتا بك کفی بنفسك الیو م علیك حسیباً۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ دسمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۲۶ شوال ۱۳۵۸ھ ص ۶، ۷، ۸، ۱۳) ...

قادیانی کا فیل ہونا خلیفہ قادیان نے تسلیم کر لیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ میں مسیح موعود کی دوبارہ تشریف آوری کا نتیجہ یہ بتایا تھا کہ دنیا کے تمام اطراف واکناف میں اسلام پھیل جائے گا۔

اس کے بعد جب آپ نے خود مسیح موعود کے عہدے کا چارج لیا تو اس کام کی تکمیل اپنے ذمہ لی، بلکہ اس کو اپنی صداقت کا نشان قرار دیا (چشمہ معرفت)

بلکہ آپ نے یہ بھی کہدیا کہ اگر میں عیسی پرستی کو نہ توڑوں تو میں جھوٹا ٹھہرونگا۔ (اخبار بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

دنیا کے واقعات کسی سے مخفی نہیں کہ نہ عیسی پرستی ٹوٹی نہ تمام دنیا کے اطراف میں اسلام پھیلا یہاں تک کہ مدعی موصوف دنیا سے تشریف لے گئے جسے آج قریباً بتیس سال ہوتے ہیں جب واقعات زمانہ نے قادیانی جماعت کی آنکھیں کھولیں تو انہیں مجبوراً ماننا پڑا کہ مرزا صاحب کے فرائض میں سے اب تک کچھ کام نہیں ہوا یہاں تک کہ خلیفہ قادیان نے اپنی ایک تقریر میں صاف اعتراف کیا کہ اب تک مرزا غلام احمد صاحب کے کام کا اربواں حصہ بھی پورا نہیں ہوا۔

ایسا کہنے کے بعد پھر خلیفہ قادیان کی آنکھوں میں روشنی آئی تو انہوں نے دیکھا کہ مرزا صاحب کے فرائض کے اربویں حصے کے اربویں حصے ... جتنا کام بھی نہیں ہوا۔ اس لئے انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ابھی ہمارا کام شروع نہیں ہوا جس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے امتحان کا پرچہ بالکل کورے کاغذ کی شکل میں دے کر چلے گئے جس پر بصد افسوس یہ شعر ہماری زبان پر آتا ہے

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نا مرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

ہمارے اس دعوی کا ثبوت خلیفہ صاحب کی جدید تقریر میں دیکھئے جو درج

ذیل ہے خلیفہ صاحب نے چندہ وصول کرنے کے لئے ایک تحریک جاری کی ہوئی ہے جسکا نام ہے تحریک جدید جسکا مقصد و مدعا خود خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے الفاظ میں ناظرین کو ملے گا۔آپ فرماتے ہیں:

تحریک جدید کی غرض و غایت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے تو ہم ساری دنیا میں اسلام کی طرف سے مقابلہ کرنے والے پہلوان کھڑے کر دیں۔ چاہے ایک کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔چاہے دو کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ چاہے تین کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ چاہے چار کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔چاہے پانچ کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ اور چاہے دس کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ بلکہ خواہ ساری دنیا ایک طرف ہو اور دوسری طرف وہ اکیلا کمزور اور ناتواں انسان ہو جس کے کپڑے پھٹے پرانے ہوں جسکو اپنے رہنے کیلئے مکان تک میسر نہ ہو اور جسے کھانے کیلئے پیٹ بھر کر روٹی نہ ملتی ہو،مگر وہ اپنی ناتواں اور کمزور آواز سے لا الہ ا لا اللہ کا نعرہ بلند کر رہا جس دن ہم یہ کام کر لیں گے جس دن ہم جاپان میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے

ہم چین میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے

ہم فلپائن میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے

ہم امریکہ اور اس کی ریاستوں میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے

ہم انگلستان میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے

ہم یورپ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے

ہم سوٹزر لینڈ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے

ہم رومانیہ میں بھی اپنے مبلغ بھجود یں گے

ہم یوگوسلاویہ میں بھی اپنے مبلغ بھجوادیں گے

ہم یونان میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے

ہم ہنگری میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے

ہم جرمنی میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے

ہم ڈنمارک میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم بلجیئم میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم ہالینڈ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم فن لینڈ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم سپین میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم پرتگال میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
اور اگر ہم زیادہ مبلغ نہ بھجوا سکیں تو کم سے کم ایک مبلغ ہر علاقہ میں بھجوا دیں گے۔اسی طرح ہم افریقن ممالک میں ایک ایک مبلغ بھجوا دیں گے تاکہ ان ممالک میں اسلام (قادیانی اسلام نہ کہ عربی اسلام۔اڈیٹر) کا جھنڈا لہراتا رہے اس دن ہم سمجھیں گے کہ ہمارے کام کا آغاز ہوا ہے۔

(الفضل قادیان ۸ دسمبر ۱۹۳۹ء ص ۴)

ناظرین کرام! اس عبارت کو ملاحظہ کیجئے کہ ہمارے دعوے کا ثبوت آخری سطر میں کیسا واضح ہے بلاتکلف غور کیا جائے تو یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ مرزا صاحب کے دعوی تبلیغ کے لحاظ سے ابھی قادیانی تبلیغ کا کام شروع ہی نہیں ہوا، اس کی مزید تشریح ہم اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ خلیفہ قادیان ہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں جو نہایت راستی سے کہتے ہیں کہ اس وقت دنیا کے مختلف حصوں میں ۶۵ ہزار عیسائی مبلغ کام کر رہے ہیں ان کے مقابلہ میں ہمارے پچیس تیس مبلغوں سے کیا بنے گا۔(الفضل ۳۰ نومبر ص ۳)

یہ ہے وہ سچائی جو تصرف قدرت سے کبھی کبھار ان کے منہ اور قلم سے نکل جاتی ہے اس کے باوجود جب اتباع مرزا یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ ہماری تبلیغ تمام دنیا میں پھیل گئی ہے تو بے ساختہ ہمارے منہ سے نکل جاتا ہے

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۱۰ ذی قعد ۱۳۵۸ھ نمبر ۸ جلد ۳۷ ص ۵)

پیغام صلح غور سے سنے

جناب منشی محمد عبداللہ ثالث، معمار، امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ بعید ہوا لاہور سے ایک ٹریکٹ کسی غیر معلوم شخص اور غیر معلوم انجمن کی طرف سے چھپ کر امرتسر میں بٹا تھا جس کا نام تھا: سردار کاہن۔

اس میں مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری پر بہت سے ناکردہ گناہ بطور الزام لگائے گئے تھے جن کی بابت عبد الرحمٰن بنگالی طالب علم نے مولانا صاحب سے انٹرویو کر کے چند سوالات کئے جن کے جوابات مولانا صاحب نے دیئے۔

پھر اس نے اپنے سوالات مع جوابات بصورت اشتہار شائع کر دیئے اس اشتہار کو رسالہ مذکور کے جواب میں کافی سمجھا گیا اسی لئے اہل حدیث کے سٹاف نے اخبار میں اس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ رسالہ کسی غیر معلوم شخص کی طرف سے تھا جس کا پتہ کرہ کرم سنگھ امرت سر لکھا تھا میں بھی کٹرہ کرم سنگھ کا رہنے والا ہوں میں نے مشتہر کو ہر چند تلاش کیا مگر نہ اس شخص کا پتہ چلا، نہ انجمن کا۔

اخبار پیغام صلح کسی خاص نیت سے اس ٹریکٹ کا بار بار ذکر کر کے اخبار اہل حدیث سے اس کا جواب مانگتا ہے حالانکہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ اسکے جواب میں اشتہار نکل چکا ہے مگر اس بات پر زور دیتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب خود کیوں جواب نہیں دیتے۔ اس لئے خاکسار اس کو بتاتا ہے کہ سردار کاہن کا جواب جو اشتہار کی شکل میں نکلا تھا وہ کافی تھا اگر آپ اس کو ناکافی سمجھتے ہیں تو اپنے اخبار میں اس کو شائع کریں اور جو کمی رہ گئی ہو وہ دریافت کر لیں ساتھ ہی اس کے یہ بھی بائیے کہ حافظ محمد الدین ساکن کلانور ضلع گورداسپور نے جو ٹریکٹ شائع کیا تھا جس کا نام تھا، عشق مجازی اور مرزا کی بوسہ بازی، مرزا صاحب قادیانی نے اس کا جواب دیا تھا یا نہیں؟

اور سنئے اخبار فاروق قادیان نے تمہارے ایک بڑے مولوی کا نام لے کر لکھا تھا: ...مولوی...سالیوں سے رنگ رلیاں مناتے ہیں۔

تمہاری طرف سے اس کا بھی کوئی جواب نکلا تھا؟

اگر نکلا تھا تو وہ دونوں پرچے مجھے بھیج دیں تا کہ میں بھی دیکھ لوں کہ وہ دونوں جواب سردار کاہن کے جواب سے کچھ اچھے ہیں یا ناقص، اگر جواب نہیں دیا تو کیوں نہیں دیا؟

یاد رکھئے کہ اس قسم کی باتوں سے آپ فتح یاب نہیں ہو سکتے اور آئندہ لکھتے ہوئے یہ بھی یاد رکھیں کہ اپنا مکان شیشے کا بنا کر کسی دوسرے کے مکان پر پتھر پھینکو گے تو ساتھ اپنا مکان بھی تڑواؤ گے۔

مکرر آنکہ: مزید جواب لینے کے لئے اس اشتہار کو شائع کریں اور اس میں جو کمی ہو، وہ نیچے نوٹ کر دیں۔ اگر وہ اشتہار گم ہو گیا ہو، تو آپ مکرر مجھ سے طلب کر سکتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۱۰ ذی قعد ۱۳۵۸ھ نمبر ۸ جلد ۳۷ ص ٦)

قادیان میں جوبلی کا جلسہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پچیس سالہ جوبلی خلافت کا جلسہ قادیان میں بڑے زور شور سے ہونے والا ہے۔ ہمیں بھی دعوت آتی تو ہم بھی صوری یا معنوی طور پر شریک ہوتے۔ گو ہم سے پوچھا نہیں گیا تاہم ایک نیک مشورہ دینے کو جی چاہتا ہے قادیانی خلیفہ نے نوجوانوں کی ایک جماعت بنائی ہے جن کو فوجی قواعد کرائی جاتی ہے، اس غرض سے کہ وہ موجودہ جنگ میں گورنمنٹ برطانیہ کی خدمت کریں۔ ہم مشورہ دیتے ہیں کہ جلسے کے موقع پر ان نوجوانوں کو تیار کر کے فوراً گورنمنٹ کی نذر کر دیا جائے جیسے یہ پچیس سالہ جوبلی ہے ایسے ہی کم ازکم وہ بھی پچیس ہزار ہوں۔ ان کی روانگی کی اطلاع ہمیں مل جائے تو امرتسر ریلوے سٹیشن پر ہم بھی ان کی استقبالی زیارت کو پہنچ جائیں۔ انشاء اللہ

یہ ضروری مشورہ اس لئے ہے کہ دوسری طرف خاکساروں کے لیڈر نے بھی

آواز اٹھائی ہوئی ہے کہ ہم پچاس ہزار والنٹئر گورنمنٹ کو دیں گے۔ ایسا نہ ہو وہ سبقت لے جائیں ان کی سبقت کسی طرح پسندیدہ نہ ہو گی کیونکہ قادیانی جماعت ان سے پہلے خدمت گذاری کی دعویدار ہے کیونکہ بقول مرزا صاحب (بانی تحریک قادیان) جماعت احمدیہ گورنمنٹ کا خود کاشتہ پودا ہے۔ (تبلیغ رسالت)

اس لئے اس نیک کام میں جلدی کرنی چاہیے ایسا نہ ہو کہ خاکسار جماعت سبقت کر جائے یہ ہمارا نیک مشورہ دلی تپاک سے ہے ماننا خلیفہ کے اختیار میں ہے۔

مانو نہ مانو جان جہاں تمہیں اختیار ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۱۰ ذی قعد ۱۳۵۸ھ نمبر ۸ جلد ۳۷ ص ۱۶)

قادیانی مسیح موعود ہو کر وقت سے پہلے آئے

اسی لئے جلدی چلے گئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کے جلسہ سالانہ کی تقریب پر دفتر اہل حدیث کی طرف سے ہمیشہ ایک قسم کا نیوتہ بصورت اشتہار بھیجا جاتا ہے۔ اس دفعہ بھی حسب معمول ایک اشتہار قادیان اور لاہور کے جلسوں میں تقسیم کرایا گیا جو اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۹ دسمبر ۱۹۳۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔ جس کا مختصر مضمون یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے نشانوں میں سے ایک نشان یہ بھی لکھا ہے کہ جس طرح یہود کی بدعملی اور بے عملی کے زمانہ میں حضرت مسیح علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چودہ سو سال بعد آئے تھے اسی طرح میں بھی مسلمانوں کی بدعملی کے زمانہ میں آں حضرت ﷺ سے چودہ سو سال بعد مسیح موعود ہو کر آیا ہوں۔ اس بارے میں آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

جب توریت کا مغز یہودیوں کے دلوں سے اٹھایا گیا تھا وہ زمانہ حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد تھا۔ تو مسیح ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا۔ پس ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز (مرزا) آیا۔ جبکہ قرآن کا مغز

مسلمانوں کے دلوں سے اٹھایا گیا۔ یہ زمانہ بھی اسی زمانہ کے قریب قریب گزر چکا تھا جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان تھا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۹۲) '

یہ عبارت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ مسیح محمدی کی تشریف آوری کا زمانہ پندرھویں صدی ہجری ہے۔ اخبار الفضل نے ہمارے مضمون کے جواب میں حسب عادت بہت کچھ کہا ہے اور جواب دینے سے پہلے اوچھے ہتھیار سے یوں وار کیا کہ ' مولوی ثناء اللہ نے ایک چھوٹے سے اشتہار کی قیمت ایک پیسہ لگا دی ہے ' ہم اس کو بالکل جھوٹ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اشتہار اشاعت فنڈ کی رقم سے شائع ہوا تھا اس لئے اشاعت فنڈ کے معاونین سے کہا گیا تھا کہ اس کو منگوا کر اپنے حلقہ میں تقسیم کریں اور فی سینکڑہ ایک روپیہ اشاعت فنڈ میں داخل کرنے کے لئے بھیج دیں۔ اس کو قیمت نہیں کہا جاتا، یہ تو اس فنڈ کی امداد ہے۔

ہاں قیمت وہ تھی جو قادیان کے ایک بڑے کتب فروش نے کتاب براہین احمدیہ کے خریداروں سے پیشگی سوسو روپیہ وصول کیا تھا۔ جس کا مضمون دربطن قائل ہی رہا۔ خیر یہ تو ایک معمولی بات تھی اصل مضمون اصل مضمون کا جواب یہ دیا ہے کہ سالوں کی تعداد سے کیا مطلب اصل مشابہت تو اس میں ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے اسی طرح قرآن مجید کا مغز اٹھا لیا گیا جس طرح یہودیوں کے دلوں توریت کا مغز اٹھایا گیا تھا۔ پس اصل مشابہت اسی امر میں ہے۔ اس بارے میں آپ کے الفاظ یہ ہیں

> مولوی ثناء اللہ صاحب نے اصل دلیل کے خلاف تو ایک لفظ بھی نہ لکھا اور ضمنی بات سے یہ استدلال کرنا اپنا کرنامہ سمجھ لیا کہ مسیح موعود کی تشریف آوری کا زمانہ آنحضرت ﷺ کے انتقال سے چودہ سو سال بعد یعنی پندھویں صدی ہجری ہے اور آج ۱۳۵۸ھ گذر رہا ہے۔ حالانکہ کسی چیز کی مماثلت کے لئے دونوں کا ہو بہو ہونا ضروری نہیں۔ (الفضل ۷ جنوری ۱۹۴۰ء)

اہل بصیرت عبارت مذکورہ کو بغور پڑھیں تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ کی تعیین کو بھی اس مشابہت میں دخل ہے۔ لیکن قادیان کی اصطلاح ہی جدید ہے۔ ان کے نزدیک تو پندرہ اور چوبیس ایک ہی ہوتے ہیں۔

ناظرین حیران ہو کر پوچھیں گے کہ یہ کیا چیستان ہے اور کس کی طرف اشارہ

ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے ڈپٹی آتھم عیسائی پادری کی موت کے متعلق پندرہ ماہیہ پیشگوئی کی تھی۔مگر اس کی زندگی اس سے متجاوز ہوگئی تو مرزا صاحب قادیانی نے منجملہ اور جوابات کے ایک جواب یہ بھی دیا تھا کہ

کسی شخص کے حق میں پیشگوئی کی جائے کہ وہ پندرہ ماہ کے اندر کوڑھی ہو جائیگا۔اگر وہ پندرہ کی بجائے چوبیس میں ہو جائے تو کیا حرج ہے۔وقوعہ تو ہو گیا، وقت کی پابندی کیا چیز ہے۔(حقیقت الوحی)

ناظرین کرام !اس اصول کے مطابق کوئی بھی پیشگوئی کرنے والا جھوٹا نہیں ٹھہر سکتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص یہ پیش گوئی کر دے کہ ایک ہفتے کے اندر اندر قادیان میں ایسا زبردست زلزلہ آئیگا جو اسے تہہ و بالا کر دے گا۔اور ہفتہ گزر جانے کے بعد وہ اس جواب میں کہے کہ ایک روز ایسا ہی ہو جائے گا دنوں کا شمار بے فائدہ ہے ۔استاد غالب نے ایسے ہی لوگوں کے لئے ایک شعر کہا ہے جو بہت موزوں ہے

تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں

اچھا صاحب ہم مانے لیتے ہیں کہ تعداد سنین کا لحاظ ضروری نہیں ۔صرف گمراہی کا زمانہ مراد ہے۔کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مرزا صاحب نے گمراہی کے زمانے کی بابت کیا لکھا ہے اور کس زمانے کو سخت ترین گمراہی کا زمانہ قرار دیا ہے ۔آپ کی ناواقفیت پر اہل حدیث اگر یہ فرمائش کرے کہ مرزا صاحب کے حوالہ جات دفتر اہل حدیث سے پوچھ لیا کرو تو کچھ بے جا نہیں ہے ۔مگر آپ لوگ ایسے کہاں کہ فائدہ حاصل کریں۔ سنئے ۔ہم آپ کو بے پوچھے ہی بتائے دیتے ہیں ۔مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے دنیا کی کل عمر سات ہزار سال بتا کر لکھا ہے:

ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے اور وہ ہزار ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں کے سر تک ختم ہوتا ہے۔(لیکچر سیالکوٹ۔ص ۷)

اگر بقول آپ کے زمانے کی تحدید ضروری نہیں بلکہ گمراہی کے زمانے میں مصلح آنا چاہیے تو مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود بن کر چھٹے ہزار میں آنا چاہیے تھا۔ لیکن آپ تشریف لائے ساتویں ہزار میں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں کہ

ساتواں ہزار ہدائت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ (حوالہ مذکور)
اس پر یہ کہنا بے جا نہیں

آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ
صبح دم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا

قادیانی اور لاہوری ممبرو! بارہا آپ کی خدمت میں یہ عرض کیا گیا کہ اہل حدیث کا جواب دیتے ہوئے ذرہ سوچ لیا کرو کہ سامنے کون ہے۔ وہی ہے جس کا قول ہے

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت
و اذا نطقت فاننی الجوزاء

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۶/۱۹ جنوری ۱۹۴۰ء ص ۶۔۷)

ہمارے اشتہار کا دوسرا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے اشتہار بعنوان: مسیح موعود کے آنے کا زمانہ ابھی نہیں آیا، مندرجہ اخبار اہل حدیث ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء نے قادیانی کیمپ میں بڑی کھلبلی ڈال دی ہے اور چاروں طرف سے یہ آوازیں (پکڑو رے۔ مارو رے۔ دوڑو رے) برابر آرہی ہیں۔ چنانچہ قادیان سے تین جواب شائع ہو چکے ہیں، مگر تینوں ہی اس قسم کے ہیں جیسا کہ آریہ لوگ نیوگ کے ثبوت میں دیا کرتے ہیں۔ جو قادیانی صداقت اور دیانت کے لئے اچھے معیار ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ قادیان میں مولوی فاضل بھی ہیں، مولوی کامل بھی ہونگے۔ مگر ان کو اہل حدیث امرتسر کا جواب دیتے ہوئے خدا جانے کیا پریشانی لاحق ہوتی ہے کہ وہ ہر قسم کے قواعد علمیہ (عقلیہ اور نقلیہ) کے خلاف بولتے جاتے ہیں۔ آج ہم اس دعوی کا ثبوت دینے کیلئے یہ نوٹ لکھ رہے ہیں۔

قادیان کے مولوی فاضلو! پروفیسرو اور علوم عربیہ کے استادو! سنو۔ یہ قاعدہ علمیہ آپ کو منظور ہے یا نہیں کہ قضیہ مرکبہ کی نقیض رفع احدا لجزئین سے ہو جاتی ہے۔

یہ ایک منطقی سوال ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب متوفی زندہ ہوتے تو ان سے یہ سوال نہ کرتے کیونکہ وہ تو اپنے عدم علم منطق کا اعتراف خود کر چکے تھے (دیکھو قادیانی خط بنام حکیم نورالدین بھیروی) اس امر میں ہم ان کی راست گوئی کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور نہ ہم خلیفہ قادیان سے یہ سوال کرتے ہیں کیونکہ وہ نہ تو گریجوایٹ ہیں، نہ مولوی فاضل بلکہ میٹرک پاس بھی نہیں ہیں۔ بلکہ ان فاضلوں سے سوال ہے جو اپنے نام کے ساتھ مولوی فاضل لکھا کرتے ہیں۔ آپ بتائیں یہ اصول صحیح ہے یا نہیں۔ منطق کی کتب میں تو یہ مسئلہ مصرح ملتا ہے۔ نقلی (شرعی) دلیل بھی چاہو تو سنو۔ نماز چند اجزاء (قیام رکوع سجود قعدہ) سے مرکب ہے۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ ایک جزء کے عدم سے نماز کا عدم لازم آئے گا؟ بالکل ٹھیک ہے کہ : ہر کہ شک آرد کافر گردد

پس سنو! ہماری پیش کردہ عبارت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی صداقت کی علامت یہ بتاتے ہیں کہ

جس طرح حضرت عیسی اس وقت آئے تھے جبکہ یہودیوں سے توریت کا مغز اٹھا لیا گیا تھا اور وہ زمانہ چودہ سو سال کے بعد تھا اسی طرح میں ایسے وقت میں آیا ہوں کہ قرآن کا مغز مسلمانوں سے اٹھایا گیا' (محض ادعا)

اور 'یہ زمانہ بھی اس زمانہ کے قریب قریب گذر چکا تھا جو حضرت موسی اور حضرت عیسی کے درمیان زمانہ تھا' (ازالہ اوہام۔ص ۶۹۳)

اہل علم غور فرمائیں کہ علامت دو جزؤں سے مرکب ہے۔ ایک جزء بقول مرزا صاحب مسلمانوں کی قرآن شریف سے جہالت ہے۔ دوسرا جزء زمانے کی اس زمانے سے مساوات پوری یا قریب قریب۔ مرکب کے دو جزؤں میں اگر بقول جماعت قادیانیہ ایک جزء جہالت مسلمانوں میں پایا جاتا ہے تو دوسرے جزء کا کیا ثبوت کہ مرزا صاحب چودہ سو کے بعد آنا تو کیا ان کو تو تشریف لے گئے ہوئے بھی تقریباً ۳۲ سال ہو گئے۔ اس لئے یہ مرکب کیسے صادق آ سکتا ہے۔

قدرتی تصرف ۔ دیکھئے ہمارا اعتراض تو یہ ہے کہ مرزا صاحب چودہ سو سال بعد نہیں آئے بلکہ پہلے آئے۔ ابھی ہم نے ان کے آنے کا زمانہ نہیں بتایا تھا کہ قادیانی اخبار الفضل نے جواب دیتے ہوئے اوکھلی میں سر رکھدیا۔ یعنی خود ہی ایک اور

آفت میں پھنس گئے ۔ لکھتے ہیں کہ چودہ سو سال مسیح کا آنا عیسائیوں کا خیال ہے یہودیوں کا اس کے خلاف ہے ۔ یہودی حضرت عیسیٰ کی بابت چودھویں صدی میں کہتے ہیں ۔ چنانچہ اخبار الفضل آپ ہی حقیقت الوحی سے نقل کرتا ہے کہ

مرزا صاحب ۱۲۹۰ھ میں شرف مکالمہ پا چکے تھے (الفضل ۱۱۔ جنوری ۱۹۴۰ء)

اور پھر کس دلیری سے لکھتا ہے کہ

'تیرھویں کے خاتمے پر جو کام ہو، وہ چودھویں میں گنا جاتا ہے'

(الفضل قادیان ۱۱ جنوری ۱۹۴۰)

مرزا صاحب قادیانی خود اپنے شرف مکالمہ الہیہ کا زمانہ ۱۲۷۴ھ لکھتے ہیں۔

(ازالہ اوہام۔ ص ۶۷۵ تقطیع خورد طبع اول)

اس لحاظ سے آپ بجائے پندرھویں صدی کے تیرھویں صدی میں تشریف لے آئے ۔ کیا تیرھویں صدی کو پندرھویں کہہ دینا جائز ہے ؟ بے شک اس جماعت کے نزدیک جائز ہے جو دمشق کو قادیان کہنا جائز سمجھتی ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ قادیانی لٹریچر کچھ ایسا وسیع الذیل ہے کہ اس میں ہر قسم کی مجازات استعارات اور تشبیہات پائی جاتی ہیں ۔ بہادر کو شیر کہنا تو ہر زبان کا محاورہ ہے مگر قادیانی چاہیں تو نہائت بزدل گدھے کو بھی شیر کہہ سکتے ہیں ۔ کیونکہ قادیانی جماعت اپنے علم و فضل اور طہارت اور تزکیہ نفس میں اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ وہ اصطلاحات لسانیہ اور احکام شرعیہ کی پابندی اپنے پر لازم نہیں سمجھتی ۔ ان کا زعم ہے کہ ہم زبان دان ہیں ۔ محاورات اور اصطلاحات کے موجد ہیں ۔ ہم جو چاہیں کہہ دیں جو چاہیں لکھ دیں کیونکہ ہمارا معلم خدا ہے اور وہ کسی دنیاوی قانون اور ضابطے کا پابند نہیں ہے ۔ ہمیں جو اپنے نبی اور مسیح موعود سے فیض حاصل ہوا ہے وہ پہلوں کو نہیں ملا ۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

عشق کی راہ کٹھن کوئی ہم سے پوچھے
خضر کیا جانے غریب اگلے زمانے والا

جہاں چاہتے ہیں تصرف کر جاتے ہیں ۔ نہ علم نحو وصرف کی پابندی ہے نہ شرعیات میں قرآن اور حدیث کی ۔ جو صاحب ہمارے اس دعوی کا ثبوت دیکھنا چاہیں

وہ ہمارا رسالہ نکات مرزا ملاحظہ فرمائیں۔

نتیجہ کلام۔ کسی صاحب کو کسی قادیانی سے بارہ سو ننانوے روپے لینے ہوں تو وہ چودہ سو روپے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ حاکم پوچھے تمہاری بہی میں بارہ سو ننانوے روپئے درج ہیں تو تمہارا چودہ سو کا دعویٰ کیا، تو وہ مدعی الفضل کی عبارت مندرجہ بالا پیش کر کے چودہ سو کی ڈگری لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ حاکم احمدی ہو اور الفضل پر اس کا ایمان ہو۔ کیا ہی مضحکہ خیز باتیں ہیں جو قادیانیوں کی زبان اور قلم سے نکلتی ہیں۔ سچ ہے

میرے محبوب کے دو ہی پتے ہیں
کمر پتلی صراحی دار گردن

قادیانی فاضلو! ہم مصنف حمہ اللہ کے الفاظ میں تمہیں اطلاع دیتے ہیں قد بقي خبايا بعد فی الزوایا اگر تم اس مضمون پر اب بھی بھولے تو وہ وہ سنائیں گے کہ تم اس کو نہ سن سکو اور تمہارے مسیح موعود کے اس بارے میں وہ اقوال مختلفہ پیش کریں گے کہ اہل انصاف قرآن مجید کے اس اصول عقلی اور برہان قطعی کے قائل ہو جائیں گے

لو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ فروری ۱۹۴۰ء ص ۶۔۷)

فاتح قادیان، فاتح انگلینڈ اور فاتح امریکہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے سالانہ جلسہ کی تقریر میں فاتح قادیان کہلانے والوں پر بھی رمز کے ساتھ توہینی اشارہ کیا ہے (الفضل ۳ جنوری ۱۹۴۰ء) اور وجہ توہین یہ بتائی ہے کہ وہ آ کر دیکھیں کہ قادیان کس رونق پر ہے۔

اس رمز سے معلوم ہوتا ہے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا حافظہ اپنے والد ماجد (مرزا غلام احمد) کی طرح بہت کمزور واقع ہوا ہے۔ ان کو یاد نہیں رہا کہ آج قادیان جیسی بستی میں (جس کو لندن اور امریکہ کے مقابلے میں اجڑا دیار کہنا زیبا ہے) دو فاتح موجود ہیں۔ ایک فاتح وہ ہے جس کا نام مرزا محمود احمد ہے جس نے لندن جا کر اپنا لقب کنکرر آف انگلینڈ (فاتح انگلستان) اختیار کیا تھا یا ان کے اتباع نے ان کو اس لقب سے ملقب کیا تھا۔ دوسرا فاتح مفتی محمد صادق ہے۔ یہ صاحب فاتح امریکہ ہیں۔

ان دونوں فاتحوں کی فتوحات اس قسم کی تھیں کہ محض ایک دو لیکچروں کے ذریعے سے امریکہ اور انگلستان فتح ہو گئے تو کیا ایک دو لیکچر دینے والے جب اتنے بڑے ملکوں کے فاتح کہلا سکتے ہیں تو وہ شخص کیوں نہیں فاتح کہلا سکتا جس سے قادیانی جرنیل چیختا چلاتا ہوا اپنی ہی شمشیر براں سے قتل ہو کر اس کے فاتح قادیان ہونے کا ڈھنڈورہ پیٹ گیا۔ اگر اتنے سے بھی کوئی فاتح قادیان نہیں کہلا سکتا تو سلطان صلاح الدین بھی رچرڈ شیر دل کے مقابلے میں فاتح کہلانے کا حق نہیں رکھتا۔

قادیانی دوستو! اہل حدیث تم لوگوں کو ہمیشہ مشورہ دیا کرتا ہے کہ تم جب بھی کبھی ایسا خطبہ دو یا کوئی ایسا مضمون لکھو جس کا اشارہ اہل حدیث کی طرف ہو، بہتر تو یہی ہے کہ مسودہ ہی دکھانے کو بھیج دیا کرو۔ نہیں تو مشورہ ہی لے لیا کرو۔ اہل حدیث تم کو اچھا مشورہ دے گا، چاہے اس کے خلاف ہی مضمون ہو۔ وہ تو تم کو اس جادوگر کے شاگرد کی طرح قتل کا ڈھب سکھائیگا جس کا ذکر حدیث مسلم میں آیا ہے۔ کیونکہ اہل حدیث تمہارے ساتھ وہی تعلق رکھتا ہے جو کسی شاعر نے اپنے دوست کے ساتھ بتایا تھا

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ ہی
دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ناظرین کرام! قادیانی اخباروں اور مریدوں کو اس دفعہ کثرت ہجوم جلسہ پر بڑا ناز ہے۔ اور اس ناز میں وہ آپس میں مختلف الاقوال بھی ہو رہے ہیں۔ خلیفہ قادیان نے مہمان خانے کی پرچیوں کے حساب سے ۳۶ ہزار کی حاضری بتائی تھی۔ اخبار فاروق نے ۴۰ ہزار بتائی۔ تفصیل ہم سے سنیئے۔

چونکہ اس دفعہ کئی ہفتوں سے مریدین کو تلقین کی جاتی تھی کہ ہر ایک قادیانی

اپنے ساتھ کسی نہ کسی مسلمان غیر قادیانی کو ساتھ لائے، چاہے اپنی گرہ سے ہی کرایہ دے کر لائے، مریدین باصفا نے اس حکم پر خوب عمل کیا۔ علاوہ اس کے پرچیوں کی کثرت کی یہ بھی وجہ ہے کہ بہت سے مہمان سالن کی طمع سے اپنے ڈیرے کی ڈبل تعداد لکھوا کر کھانا مع سالن کے دگنا لے آتے ہیں۔ یعنی چار کی بجائے آٹھ کا۔ ہمارا یہ کہنا محض گمان نہیں بلکہ الفضل کی روایت ہے۔ (دیکھو الفضل قادیان ۲۳ دسمبر ۱۹۳۹ء)

واپسی کے وقت حسب دستور دفتر اہل حدیث امرتسر میں بھی مختلف قسم کے لوگ رونق افروز ہوئے۔ ان سے جلسہ کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ غالبًا سارے جلسے کی حاضری میں نصف کے قریب غیر مریدین تھے اور اس کے علاوہ گردو نواح کے لوگ جلسے کی رونق دیکھنے اور کھانا مفت کھانے کی غرض سے بھی شریک ہوئے، اور یہ کہتے ہوئے شریک ہوئے کہ چلو میلہ دیکھ آئیں۔

ہماری یہ رائے سرسری نہیں بلکہ ہم نے اپنے آدمی جو اشتہار مفت تقسیم کرنے کو بھیجے، وہ یہ اطلاع بھی اپنے ساتھ لائے۔

اس میں شک نہیں کہ اس دفعہ جلسہ سالانہ میں دعوت دینے میں قادیانی پارٹی نے بڑی حکمت سے کام لیا۔ ایک تو اپنی کثرت بتانے کیلئے، دوسرے یہ بھی مقصود تھا کہ اس میں جو غیر مریدین آئیں گے ان پر کچھ نہ کچھ ضرور اثر ہوگا۔ اور اپنے مرید تو پختہ ہو ہی جائیں گے۔

ہم نے بعض قادیانی مریدوں کے سامنے اپنا اشتہار پیش کیا (جو اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۹ دسمبر ۱۹۳۹ء میں درج ہو چکا ہے اور وہ قادیانی مباحث کے لئے فیصلہ کن ہے) اور اس کا جواب پوچھا تو جواب ملا کہ آپ ان مناظروں میں لگے رہیں ہم تو اس درخت کا پھل دیکھتے ہیں کیسا پھل دار ہے۔ کتنے لوگ اس دفعہ آئے۔ جب ہم اس کی مثالیں بتاتے ہیں کہ ہندوستان میں ایسی جماعتیں بھی ہیں جس کو آپ لوگ قطعاً گمراہ سمجھتے ہیں جیسے آغا خانی، رادھا سوامی، بوہرے، آریہ وغیرہ۔ ان کی تقریبوں میں بھی ہزارہا کا مجمع ہوتا ہے تو جواب میں اونھ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔

ہمیں اس موقعہ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک زریں مقولہ یاد آیا جو سونے سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ حقیقت الوحی میں ایک اشتہار میں لکھتے ہیں کہ

کثرت تعداد پر فخر نہیں ...

ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پرہیزگاری اور للّٰہیت باہم پیدا نہیں کی ...

بسا اوقات گالیوں پر نوبت پہنچتی ہے۔ میں انہیں سفلہ اور خودغرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی خودغرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں۔...

اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں' (اشتہار التواء جلسہ ۱۸۹۳ء)

مختصر یہ ہے کہ جلسوں میں کثرت ہجوم دیکھ کر متاثر ہونا انہی لوگوں کا کام ہے جن کی بابت کلام اللہ میں ارشاد ہے۔ يعلمون ظاهراً من الحيوة الدنيا اور زیادہ صحیح جواب اس کثرت کا 'پیغام صلح' دے سکتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔ فروری ۱۹۴۰ء ص ۵-۶)

چوہدری فتح محمد سیال، سیٹھ عبداللہ الہ دین کا ذکر خیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اول الذکر (چوہدری فتح محمد) علم کی حیثیت سے موخر الذکر (سیٹھ عبداللہ الہ دین) مالی انفاق کی وجہ سے قادیانی جماعت میں معزز ترین اشخاص میں سے ہیں۔ اس لئے ہم بھی ان دونوں صاحبوں کی توجہ فرمان خداوندی کی طرف منعطف کراتے ہیں۔ ارشاد ہے:

يوم لا يغني مولىً عن مولى شيئاً و لا هم ينصرون

(الدخان: ٤١) (جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آئیگا)

هذا يوم ينفع الصادقين صدقهم

(اس دن سچوں کا ان کا سچ فائدہ دے گا)

یہ ہر دو فرمان خداوندی متلاشی حق انسان کی ہدایت کے لئے کافی ہیں کہنے

کوتو ہر فریق بلکہ ہر شخص اپنے کو ان ارشادات کا پابند ظاہر کرتا ہے لیکن صرف کہہ دینا ہی کافی نہیں اگر کافی ہوتا تو تیسرا ارشاد خداوندی و علی اللہ قصد السبیل و منھا جائر (سب مذاہب کا مقصود خدارسی ہے مگر ان میں بعض مذاہب ٹیڑھے ہیں) قرآن مجید میں وارد نہ ہوتا۔

اس آخری آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مدعیان حق کا محض دعوی ہی کافی نہیں ہے جب تک عمل اس کے مطابق نہ ہو۔ پس ہم اس ارشاد کے ماتحت ان دونوں صاحبوں کی حق پسندی اور حق گوئی کو جانچنا چاہتے ہیں۔

چوہدری فتح محمد قادیانی حکومت میں ایک بڑے عہدے (نظارت اعلی) پر ممتاز ہیں کیا بلحاظ علم و فضل اور کیا بلحاظ نظارت اعلی کے ان کی نظر بہت وسیع ہونی چاہیے تھی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا اہم واقعہ ان کی نظر سے اوجھل رہا ہے۔

ہم یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ آیت و علی ابصارھم غشاوۃ نے اپنا جلوہ دکھایا ہے یا مصرع: بدوزد طمع دیدہ ہوشمند نے اپنا اثر ڈالا ہے بہرحال واقعات جو کچھ بھی ہیں ہم آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ آپ کا مضمون جو آپ نے قادیانی خلافت جوبلی کے جلسہ میں پڑھا تھا اور جو قادیانی اخباروں اور رسالوں میں بڑی عزت کے ساتھ درج ہوا ہے اس کو اہل حدیث مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۳۹ء میں بروائت ریویو آف ریلیجنز نقل کر کے جواب دیا گیا تھا۔ اس جواب میں ایک فقرہ جس پر ساری گفتگو کا مدار تھا، آج اس کی مزید تشریح اس لئے کی جاتی ہے کہ چوہدری صاحب کا یہی مضمون الفضل ۲۱ جنوری ۱۹۴۰ء میں ہماری نظر سے گذرا ہے۔

اس بحث کا مرکزی نقطہ اصل میں یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اشتہار آخری فیصلہ جو میرے متعلق شائع ہوا ہے کس غرض سے تھا اور اس کا مطلب کیا ہے۔ ان دونوں سوالوں کا جواب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اپنے الفاظ میں صاف ملتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اے اللہ! مولوی ثناء اللہ نے مجھے بہت ستایا ہے وہ میرے قلعے کو منہدم کرنا چاہتا ہے اور لوگوں کو میری طرف آنے سے روکتا ہے اس لئے میں تیری درگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں سچا فیصلہ فرما اس فیصلے کی صورت یہ

ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں فوت کر دے
ربنا افتح بیننا و بین قو منا با لحق و انت خیر الفا تحین ۔
المشتہر ۔ مرزا غلام احمد ۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء

اس آخری فیصلے کا نتیجہ نمایاں ہے ۔ عیاں راچہ بیان کہ مرزا صاحب کو انتقال کئے ہوئے آج ۳۲ سال ہونے کو ہیں مگر ان کا مخاطب آج تک زندہ ہے جو یہ سطور لکھ رہا ہے ۔ چونکہ یہ واقعہ بڑا اہم اور فیصلہ کن ہے اس لئے جن لوگوں کے حق میں ارشاد خداوندی ان یرو ا سبیل الر شد لا یتخذو ہ سبیلاً وارد ہوا ہے وہ لوگ بماتحت ارشاد یبغو نھا عو جاً اس صاف وشفاف فیصلے کو مکدر کرنے کی کوشش میں شروع سے لگے ہوئے ہیں ۔ ان میں سے دو صاحب خصوصاً قابل ذکر ہیں ۔ ایک مولوی محمد علی ایم اے لاہوری، دوسرے چوہدری فتح محمد سیال ایم اے قادیانی ۔ ان کے علاوہ جو صاحب بھی ہوں وہ دوسرے درجہ پر ہمارے مخاطب ہیں ۔ مولوی محمد علی نے رسالہ آیت اللہ میں اور چوہدری فتح محمد نے اپنی تقریر سالانہ جلسہ میں جو کچھ کہا اس میں ایک امر پر دونوں متفق ہیں، وہ امر یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں جو کتاب انجام آتھم لکھی تھی اس میں چند علماء اور صوفیا کو مباہلے کی دعوت دی تھی (اس کا انجام کیا ہوا، یہ ایک الگ مضمون ہے) ان مدعوین میں میرا نام بھی تھا ۔ ناظرین اس واقعہ کو ذہن نشین کر کے چوہدری فتح محمد صاحب کے الفاظ سنیں :

مولوی ثناء اللہ کی لمبی عمر

آخر میں ایک اور بات کا بھی ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو ہر فتنہ میں فتح عطا فرمائی ہے ۔ گویا ابتداء میں بھی وسط میں بھی اور آخر زمانہ میں بھی فتح عطا کی ۔ آخر میں جو اللہ تعالی نے آپ کو فتح بخشی وہ یہ ہے کہ ۱۸۹۷ سے لیکر ۱۹۰۷ء تک بارہا حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کو مباہلہ کا چیلنج دیا مگر وہ ہر بار اس سے بھاگتے اور پہلو تہی کرتے رہے اور قطعاً سامنے نہ آئے مگر اب کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے میرے ساتھ مقابلہ کرنے کی

وجہ سے وفات پائی ہے۔(الفضل قادیان ۲۱ جنوری ۱۹۴۰ء ص ۵)

یہی مضمون مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے جس کا مدلل جواب بواقعات صحیحہ بارہا شائع ہو چکا ہے۔ان دونوں صاحبوں کا مطلب یہ ہے کہ آخری فیصلہ کا مضمون دراصل مباہلے کی دعوت تھی جو مولوی ثناء اللہ امرتسری کے نہ ماننے سے منعقد نہ ہوا۔

جواب دینے سے پہلے ہم ایک عدالتی مثال پیش کرتے ہیں کہ کسی شخص (زید) نے بذریعہ وکیل عمر پر ایک صد روپے کا دعوی کیا اور وکیل صاحب رقم لینے کی رسید مورخہ یکم جنوری پیش کی مگر فریق مدعا علیہ نے چپکے سے مدعی کی دستخطی رسید مورخہ یکم فروری پیش کر دی جس میں یکم جنوری کے قرضہ کی وصولی کا اقرار مرقوم تھا۔اس پر دعوی خارج ہو گیا، وکیل صاحب بدیں وجہ کہ مجھے حقیقت سے آگاہ نہ کیا مدعی کو کوستے ہوئے کمرہ عدالت سے باہر نکل آئے۔

ناظرین کرام! بعینہ یہی مثال ان دونوں وکیلوں کی ہے ہم بھی مدعی کی رسید پیش کرتے ہیں۔ وہ قانونی وکیل تو شرمندہ ہو گیا دیکھیں یہ مذہبی وکیل شرمندہ ہوتے ہیں یا نہیں۔اخبار الحکم قادیان مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۹ پر ایک مضمون ہے جس کے الفاظ مع سرخی یہ ہیں:

<u>مباہلہ کے واسطے مولوی ثناء اللہ امرتسری کا چیلنج منظور کیا گیا</u>

حضرت اقدس (مرزا غلام احمد قادیانی) نے پھر بھی اس (ثناء اللہ) پر رحم کر کے فرمایا کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جب کہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے...

اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں...

یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی تا کہ وہ اس کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لے۔اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہو گا جس میں ہم یہ ظاہر کر دیں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو

منظور کر لیا ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

فخریہ تصدیق:

مولوی اللہ دتا جالندھری اس عبارت پر جس فخر کے ساتھ حاشیہ آرائی کرتا ہے وہ بھی قابل دید ہے۔ لکھتا ہے:

گویا حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) اس صید لاغر (ثناء اللہ)

(مولانا امرتسری حاشیہ میں لکھتے ہیں: جانتے ہو شیخ سعدی کیا کہتے ہیں:

اسپ لاغر میاں بکار آید روز میداں نہ گاوِ پرواری) کو چند روز کی مہلت دینا چاہتے تھے اور حقیقت الوحی کی طباعت پر اسے ملتوی کرنا چاہتے تھے جیسا کہ عبارت بالا سے ظاہر ہے۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص۔۱۵۸)

ناظرین اس پر افتخار عبارت کو ذہن میں رکھ کر چوہدری فتح محمد سیال کی حق پوشی کا اندازہ کیجئے۔

مرزا صاحب کے راسخ مریدو! میں بماتحت آیت ان تقو موا للہ مثنی و فرادی خدائے علیم وخبیر کی جلالت کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ عبارت آپ لوگوں نے کبھی دیکھی ہے۔ اگر دیکھی ہے تو اس کا مطلب کیا سمجھا ہے۔ اسکے علاوہ یہ بھی پوچھتا ہوں کتاب حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی تھی اور دعائے آخری فیصلہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو۔ غور کرو کہ دعائے آخری فیصلہ کو مباہلہ کیوں کر قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ مباہلہ کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت (ماہ مئی ۱۹۰۷ء) کے بعد ہونا تھا۔ کیا قادیان میں ماہ اپریل، ماہ مئی کے بعد آتا ہے؟ یہ ہے اس بحث کا مرکزی نقطہ جسے قادیانی مناظر اس شریف قوم کی طرح چھپاتے رہتے ہیں جس نے دربار رسالت میں حکم رجم کو چھپایا تھا۔

احمدی دوستو!

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

خلاصہ کلام: چوہدری فتح محمد کا یہ کہنا کہ سلسلہ مباہلہ ۱۸۹۷ء سے ۱۹۰۷ء

تک جاری رہا اور آخری فیصلے والا اشتہار اسی سلسلے کی کڑی تھی بالکل غلط اور دفع الوقتی پر مبنی ہے۔ بلکہ مرزا صاحب قادیانی کی تصریحات کے بھی خلاف ہے اب ہم چوہدری صاحب سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو سچا کہیں یا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو؟ مرزا صاحب کو جھوٹا کہیں یا آپ کو؟ اس کا جواب دینا آپ کا کام ہے۔

نوٹ ۔ ہم نے قادیانی اور لاہوری اتباع مرزا کو تنبیہ کی ہے کہ وہ اہل حدیث امرتسر کو جواب دیتے ہوئے دیکھ لیا کریں کہ سامنے کون ہے۔ یاد رکھیں ان کے سامنے وہی ہے جس کا قول ہے:

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آبادی:

چوہدری فتح محمد کے بعد ہم سیٹھ صاحب کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے ایک کتاب (بشارات رحمانیہ) لکھ یا لکھوا کر شائع کی ہے جس کا ایک نسخہ ہمیں بھی بھیجا ہے (شکریہ)۔

آپ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پکے مرید ہیں۔ آپ نے اپنی حسن نیت اور اخلاص کا ذکر اس کتاب میں کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے قادیانی مذہب کی خدمت کے لئے تین لاکھ روپئہ خرچ کیا ہے۔ کیا ہوگا، مگر کاہے کو؟ مرزا غلام احمد صاحب کا حلقہ مسیحیت وسیع کرنے کو۔ سو اس کے متعلق آیت قرآنی سن رکھیں جو اس قسم کے اخراجات کے لئے بدیں الفاظ وارد ہے:

فسینفقو نہا ثم تکو ن علیھم حسرۃ ثم یغلبو ن ۔

ہاں آپ نے بھی باتباع سنت مرزا اخفائے حق سے کام لیا ہے۔ ۱۹۲۳ء کا واقعہ ہے کہ احباب دکن کی دعوت پر میں اور مولوی محمد صاحب دہلوی سکندر آباد (حیدر آباد) پہنچے۔ وہاں مجالس وعظ میں قادیانی تردید کے بیان ہوتے رہے۔ ہر درجے کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوتے تھے جس سے مرزائی کیمپ میں ایک کھلبلی مچ گئی ایک تحریری مباحثہ بھی ہوا جس کی روداد بصورت رسالہ مباحثہ دکن مطبوعہ میں مل سکتی ہے۔ اسی اثنا میں سیٹھ عبداللہ الہ دین نے ایک انعامی اشتہار دیا جس میں مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اپنے عقاید اور مرزا صاحب قادیانی کے کذب پر حلف اٹھاؤں۔ اگر

اس حلف کے بعد ایک سال تک زندہ رہوں تو وہ مجھے دس ہزار روپیہ انعام دیں گے ۔ میں نے اس کے جواب میں وہیں بذریعہ اشتہار ان کو اطلاع دی اور اشتہار کا مسودہ ہزاروں کے مجمع میں پڑھ کر سنایا جس کی صحت سب نے تسلیم کی اس کا مضمون یہ تھا:

میں سیٹھ عبداللہ الہ دین کا مطالبہ پورا کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ وہ مجھے دس ہزار روپیہ دینے کی بجائے بمنظوری خلیفہ صاحب قادیان صرف یہ اقرار شائع کر دیں کہ میں اگر حلف کے بعد ایک سال تک زندہ رہا تو سیٹھ صاحب مع خلیفہ صاحب مرزا صاحب کو چھوڑ کر میرے ساتھ ہو جائیں گے ۔

یہ بات اس لئے کہی گئی کہ ایک سال کے اندر مر جانے کی صورت میں اگر میں جھوٹا سمجھا جاؤں تو کوئی وجہ نہیں کہ سال کے بعد زندہ رہنے کی حالت میں سچا نہ ٹھہروں ۔

اس کے جواب میں زبانی پیغام آتے رہے کہ ہم حلف خوری کا صلہ دس ہزار روپیہ دیتے ہیں ۔ میں جواباً کہتا رہا کہ میں دس ہزار پر لات مارتا ہوں، صرف آپ کو چاہتا ہوں ۔ غالباً اس وقت میرے ذہن میں یہ عارفانہ شعر تھا:

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند

سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندرآبادی نے اپنے کتاب میں اپنے اشتہارات کا تو ذکر کیا مگر میرے جوابات کا ذکر نہیں کیا ۔ یہ عادت اس شریف گروہ کی ہے جس کی بابت قرآن شریف میں ارشاد ہے تبدو نها و تخفو ن كثيراً ۔ حالانکہ یہ سارے اشتہارات مع میرے جوابات کے انجمن اہل حدیث سکندرآباد دکن کی طرف سے بصورت رسالہ شائع ہو چکے ہیں ۔

سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب میں آپ کو حضرت لقمانؑ کی وعظ کے الفاظ سناتا ہوں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمائے تھے:

يا بنيّ انّها ان تك مثقال حبّة من خر دل فتكن فی صخرة او فی السّما وا ت او فی ا لار ض يأ ت بها الله ۔ ان الله لطيف خبير (لقمان:۱۶)

(اے بیٹے اگر رائی کے دانہ کے برابر کوئی چیز ہو جو کسی پتھر میں یا کہیں آسمان میں یا زمین میں چھپ جائے تو اللہ اسکو ظاہر کر دیگا کیونکہ اللہ بڑا باریک بین خبردار ہے)

سیٹھ صاحب:

عجب مزا ہو کہ محشر میں کریں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

نوٹ: انجمن اہل حدیث سکندر آباد کو چاہیے کہ وہ اس رسالہ کی خوب اشاعت کریں۔ اگر ختم ہو گیا ہو تو اس کو دوبارہ طبع کرا کر تقسیم کریں تا کہ سیٹھ عبد اللہ صاحب نے اپنی کتاب میں جو اخفائے حق سے کام لیا ہے اس کے مقابلہ میں اظہار حق ہو جائے۔

و سیعلم الذین ظلموا ایّ منقلبٍ ینقلبون

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ فروری ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۱۵ ص ۴۔۶)

دجال، یاجوج ماجوج اور جنگ عظیم دوم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے حمامۃ البشری کے صفحہ ۱۸ پر برطانیہ، روس وغیرہ مغربی قوموں کو یاموج ماجوج لکھا ہے۔

آپ کے خلیفہ اول حکیم نور الدین نے بھی اپنی کتاب 'مقدمہ اہل الکتاب' حصہ اول کے صفحہ ۲۲۸ پر انگریزوں اور روسیوں کو یاجوج ماجوج لکھا ہے۔

اخبار پیغام صلح لاہور میں ایک جوابی نوٹ کے ضمن میں لکھا ہے کہ:

مرزا صاحب انگریزوں کو دجال اور یاجوج ماجوج قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ریل کو جو ان کی ایجاد ہے خر دجال قرار دیا اور مسلمانوں کو دجالی فتن سے نہائت زور کے ساتھ متنبہ کیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص (مرزا صاحب قادیانی) انگریزوں کی غلامی میں مسلمانوں کو جکڑنا چاہتا تھا'

(پیغام صلح لاہور۔ ۹ جولائی ۱۹۲۹ء ص ۶)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دجال مسیح موعود کو دیکھ کر

یذوب کما یذوب الملح فی الماء

اسی طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے'

ناظرین ان حوالہ جات کو ملحوظ رکھ کر مندرجہ ذیل مضمون ذرہ غور سے پڑھیں جو اخبار الفضل قادیان مورخہ ۴ فروری ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا ہے:

موجودہ جنگ کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی

ذاب کما یذوب الملح فی الماء (مسلم)

آں حضرت ﷺ کی صداقت کے بے شمار دلائل میں سے ایک پیشگوئیاں بھی ہیں۔ جو آپ کی زندگی میں بھی پوری ہوئیں۔ آپ کے بعد بھی پوری ہوئیں۔ اور کچھ آخری زمانہ کے متعلق تھیں جو آج پوری ہو رہی ہیں۔

آخری زمانہ کی پیش گوئیوں میں سے ایک خروج دجال سے متعلق تھی۔ اور دجال کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ حضرت نوح سے لیکر آنحضرت ﷺ تک سب انبیاء اپنی امتوں کو ڈراتے چلے آئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرکے فرمایا میں بھی تم کو اس سے ڈراتا ہوں۔ (ترمذی ج ۲ ص ۴۶)۔ احادیث میں مذکور ہے کہ فتنہ دجال سے بچنے کے واسطے ہر جمعہ کو سورۃ کہف کی پہلی اور پچھلی دس دس آئتیں پڑھی جائیں۔ ان آیات کی تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کون ہے اور اس کے کیا صفات ہیں اور اس سے بچنے کی کیا صورت ہے۔

غیر احمدی دوست سورۃ کہف کی ابتدائی اور آخری آیات کو دجال کے لئے جنتر منتر سمجھتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ جو شخص ان آیات کو پڑھے گا اس کے پاس دجال نہیں پھٹکے گا۔ مگر ان کا یہ خیال صحیح نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان آیات میں دجال کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ سورۃ کہف کی ابتدائی آیات میں تو دجال کے مذہب کا ذکر ہے اور آخری آیات میں اس کی صنعت وحرفت اور کاریگری کا۔ اور جو شخص ان آیات پر ذرا بھی تدبر کی نظر کرے گا وہ جان لے گا کہ دجال سے مراد وہ مغربی اقوام ہیں جو جزائر میں

رہتی ہیں ۔ جو قوم کے لحاظ سے یاموج ماجوج اور عقیدہ کے لحاظ سے صلیب پرست اور دجل وفریب کے لحاظ سے دجال ہیں ۔ ہمارے ملک میں عیسائی مشنریوں کے ذریعہ جو مذہبی دنیا میں دجل وفریب کیا گیا وہ ظاہر ہے ۔اسی طرح ایجادات میں جو ترقی ہوئی ہے اسے دیکھ کر انسان کی عقل ورطہء حیرت میں پڑ جاتی ہے ۔سورۃ کہف کی آخری آیات میں انہی امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ۔اور یہ سب کام مغربی اقوام کی طرف منسوب ہوتے ہیں ۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول (حکیم نورالدین بھیروی) کے تفسیری نوٹوں میں یاجوج ماجوج کے متعلق لکھا ہے

’ خدا نے انشراح صدر سے مجھے یقین دلایا ہے کہ یہ وہ قوم ہے جو بخارا سے لیکر شمال تک رہتی تھی ۔گاتھ نارمنڈے وزی گاتھ سیکسن ۔ یہ لوگ جرمن فرانس اور انگلینڈ وغیرہ ممالک میں آباد ہوئے‘ (ص۳۷۲)

اور بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج جزائر میں رہنے والے لوگ ہیں اور ماجوج ماسکو اور ٹوبالسک کا سردار ہے ۔ چنانچہ لکھا ہے

’ خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا ۔اور اس نے کہا اے آدم زادتو جوج کے مقابل جو ماجوج کی سرزمین کا ہے ۔ اور روش اور مسک اور توبال کا سردار ہے اپنا مونہہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر اور کہہ کہ خداوند یہوداہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے جوج روش اور مسک اور توبال کے سردار میں تیرا مخالف ہوں ‘ (حزقیل ۔ب ۳۹)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ دجال اور یاجوج یعنی جزائر میں رہنے والے لوگ ایک ہی ہیں ۔ اور ماجوج اور روش مسک اور ٹوبالسک کا سردار ہے ۔حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے اپنی تصانیف میں بڑی شرح وبسط سے اس بارہ میں لکھا ہے ۔ اور ثابت کیا ہے کہ مغربی اقوام ہی دجال ہیں ۔ اور آنحضرت ﷺ نے جو آخری زمانہ کی علامتوں میں سے ایک علامت خروج دجال بتائی تھی وہ انہی اقوام کا خروج تھا ۔ گویا پہلے جزائر میں بند تھیں مگر آخری زمانہ میں مقدر تھا کہ یہ وہاں سے نکل کر تمام ممالک میں پھیل جائیں ۔ چنانچہ ایسا

ہی ہوا۔
قرآن کریم میں جہاں دجال اور یاجوج ماجوج کا ذکر ہے وہاں یہ بھی ذکر ہے کہ آخری زمانہ میں جب یہ اقوام تمام ممالک کا احاطہ کرلیں گی تو ایک بہت بڑی اور سخت جنگ ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے

و ترکنا بعضهم یومئذ یموج فی بعض و نفخ فی الصور ...

کہ ان آخری ایام میں ہم بعض کو بعض پر ایسا لگا دیں گے کہ وہ ایک دوسرے میں سمندر کی لہروں کی طرح ٹھاٹھیں مارتے ہوئے گھسنے کی کوشش کریں گے۔ اور اپنے اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے پر سخت حملہ کریں گے۔ پھر ایسا ہوگا کہ گویا بگل بجا دیا جائے گا اور سب کو جمع کر دیا جائے گا اور سخت جنگ ہوگی۔ اور کافرون اور خدا کے منکرین کے سامنے جہنم پیش کر دیا جائے گا۔ اس میں یہ پیش گوئی ہے کہ اس وقت جنگ اسلحہ آتش بار سے ہوگی۔ آگے فرمایا یہ جنگ بطور سزا اور عذاب ان لوگوں کے لئے ہوگی۔

الذین کانت اعینهم فی غطاء عن ذکری و کانوا لا یستطیعون سمعا۔ (کہف:۱۰۱)

کہ جن کی آنکھیں ہمارے ذکر سے غفلت کے پردے میں تھیں اور حق کی طرف سے ان کے کانوں میں بوجھ تھا کہ وہ اس کو سن نہ سکتے تھے۔
حزقیل نبی کے بیان سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ یہ عذاب ان لوگوں پر ان کی لا پرواہی کی وجہ سے آئے گا کہ وہ خدا کی طرف توجہ نہیں کرت ہونگے۔ چنانچہ لکھا ہے
'میں ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں بے پرواہی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا اور وہ جانیں گے کہ میں خداوند ہوں' (حزقیل ب ۳۹)
نیز یوحنا کے مکاشفہ باب ۲۰ میں لکھا ہے
'اور جب ہزار سال ہوچکیں گے شیطان اپنی قید سے چھوٹے گا اور نکلے گا تا کہ ان قوموں کو جو زمین کے چاروں کونوں میں ہیں یعنی جوج و ماجوج کو فریب دے اور انہیں لڑائی کے لئے جمع کرے'

جولوگ اخبارات پڑھتے ہیں یا ریڈیو پر روزانہ مغربی اقوام کی باہمی جنگ کی خبریں سنتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ مذکورہ پیشگوئی کس طرح حرف حرف پوری ہو رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دجال کے ذکر میں فرمایا تھا کہ اول تو اسے مسیح موعودؑ قتل کریگا۔ ورنہ وہ پگھل جائے گا۔ اور فرمایا

ذاب کما یذوب الملح فی الماء (مشکوۃ۔ص ۴۵۸)

کہ اس طرح پگھلے گا جس طرح نمک پانی میں پگلتا ہے

اور یہ ظاہر ہے کہ نمک پانی میں آہستہ آہستہ پگلتا ہے۔

فرمایا دجال کا پگلنا اور ہلاک ہونا بھی آناً فاناً نہ ہوگا بلکہ آہستہ آہستہ ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کا مندرجہ بالا ارشاد موجودہ جنگ کی رفتار اور اس کے طریق کو دیکھ کر بالکل واضح ہو رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) جو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اس زمانہ کی ہدائت اور قرآن کریم کی اشاعت کے لئے مبعوث ہوئے فرماتے ہیں

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

خاکسار قمر الدین مولوی فاضل

(اخبار الفضل قادیان مورخہ ۴ فروری ۱۹۴۰ء۔ص ۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس سارے مضمون کو ہم نے غور سے پڑھا تو اس کا ایک حصہ دوسرے سے متناقض پایا۔ ایک غلطی تو یہ ہے کہ دجال اور یاجوج ماجوج دونوں کو ایک قوم بنا دیا ہے۔ حالانکہ دجال ایک شخص ہے اور یاجوج ماجوج دو قومیں ہیں۔ علم نحو کے قاعدے سے دیکھا جائے تو مطلع بالکل صاف ہے کہ الفاظ یاجوج ماجوج غیر منصرف ہیں۔ ملاحظہ ہو آیت حتّٰی اذا فتحت یاجوج و ماجوج ۔ اس کے برخلاف لفظ دجال منصرف ہے کیونکہ یہ مبالغے کا صیغہ ہے۔ ہم اس سے بے خبر نہیں ہیں کہ مرزا صاحب نے دجال سے مراد باطل پسند لوگوں (پادریوں) کی جماعت سمجھی ہے۔ لیکن ان کے اتباع سے بعض اہل علم (ڈاکٹر بشارت احمد وغیرہ) نے دجال کو صیغہ مبالغہ بمعنی مفرد قرار دیا ہے (پیغام صلح ۴

جنوری ۱۹۳۹ء) جو بالکل صحیح ہے۔اس لفظی تحقیق کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ انگریز روسی جرمنی وغیرہ اقوام یورپ اگر یاجوج ماجوج اور دجال ہیں تو قادیانی مسیح موعود (یعنی مرزا صاحب) کے ہاتھ سے فنا کیوں نہیں ہوئے۔ جیسا کہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا۔ جس کا ایک فقرہ خود نامہ نگار نے نقل کیا ہے۔اس حدیث کے پورے الفاظ یوں ہیں۔

اذا راہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء

(مشکوۃ ۔کتاب الفتن) (یعنی دجال جب مسیح موعود کو دیکھے گا تو دیکھتے ہی اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے)۔

یہ الفاظ اپنا مضمون صاف بتا رہے ہیں کہ دجال کی ہلاکت مسیح موعود کی زندگی میں ہوگی، حالانکہ قادیانی مسیح کو دجال نے دیکھا بلکہ مسیح قادیانی اس کے گدھے پر سوار بھی ہوتے رہے تاہم وہ نمک کی طرح گلا نہیں، یہاں تک کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اور دجال ابھی بارعب وداب برابر ڈینگیں مار رہا ہے۔

ہماری حیرت کی حد نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ اقوام یورپ کو یاجوج ماجوج اور دجال کہہ کر اور اس جنگ کو حدیث مذکور کا مصداق بتا کر خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم اس جنگ میں انگریزی حکومت کی امداد کیلئے پچیس ہزار آدمی دیں گے ....

کوئی دیانت دار عالم (قادیانی یا لاہوری) ہمیں بتائے کہ وہ پچیس ہزار آدمی میدان جنگ میں جا کر کس گروہ کے ساتھ شریک ہوں گے۔ اور ان کی موت میدان جنگ میں حدیث مذکورہ کے ماتحت ہوگی یا کچھ اور؟ اور وہ بعد الموت قادیانی اصطلاح میں شہید کہلائیں گے یا کچھ اور؟

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ مسیح موعود جس کا آنا دجال اور اقوام یاجوج ماجوج کے قتل اور فنا کے لئے مقدر تھا اسی کا خلیفہ (مرزا محمود احمد) اور لخت جگر دجال اور یاجوج ماجوج کی جنگی خدمت کیلئے اپنے مخلص ترین مریدوں کو پیش کرتا ہے۔ ایک طرف دجال اور یاجوج ماجوج سے نفرت کرنا اور دوسری طرف ان کی مدد کرنا۔اس مقولے کا مصداق ہے

منکرے بودن وہم رنگ مستاں زیستن

علماء اسلام مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بوجہ ادعائے نبوت اور افتراء علی اللہ کے ان تیس دجالوں میں شمار کرتے رہے جو نبوت کے مدعی ہوں۔ جن کی بابت حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کلھم یزعم انہ نبی اللہ (ان میں سے ہر ایک دعوی کریگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے) علمائے اسلام کے اس فتوی کو مرزا صاحب قادیانی اور ان کے اتباع ہمیشہ غلط کہتے رہے مگر الفضل کے مذکورہ مضمون نے ایک گونہ اس کی تائید کی ہے۔ کیونکہ اتباع مرزا میں سے پچیس ہزار یا اور ان کے علاوہ بھی جتنے آدمی جب خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے حکم سے میدان جنگ میں بھیجے جائیں گے تو اس وقت علمائے اسلام اگر یہ کہیں کہ

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

تو ان کی اس آواز کو کون غلط قرار دے گا۔

نوٹ: ہمارا مقصد یہ نوٹ لکھنے سے ہرگز یہ نہیں کہ ہم قادیانیوں کو آدمی بھیجنے سے منع کریں۔ ہم منع کرنے والے کون؟ بلکہ ہم دل سے خوش ہیں کہ وہ بھیج دیں تاکہ دو امور میں سے ایک امر صحیح ثابت ہو

(۱) علمائے کرام کے فتوی کی تائید

(۲) قادیانیوں کے اس خیال کی تردید کہ اقوام یورپ ہی دجال وغیرہ ہیں۔

اگر وہ اب بھی اس پر اصرار کریں کہ نہیں ہمارا خیال صحیح ہے، تو پھر یہ بتائیں کہ دجال کی حمائت کرنے والا کون ہوا؟

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔ فروری ۱۹۴۰ء مطابق ۷ محرم ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۱۶ ص ۵۔۷)

جماعت مرزائیہ کی چوکڑی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

آج کل جماعت مرزائیہ میں بڑی چہل پہل ہو رہی ہے۔ بہت سے رسائل اور اخبارات نکل رہے ہیں جن میں ایک دوسرے پر خوب گل فشانی ہو رہی ہے۔

بڑے بڑے علمی نکات حل ہو رہے ہیں اور معقول و منقول کے دفتر کھل رہے ہیں جو پہلے کبھی نہ کھلے تھے۔ لا عین رأت و لا اذن سمعت

مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مصلح موعود کے متعلق جو پیش گوئی کی تھی اس کا مصداق کون ہے (مرزا قادیانی نے بزعم خود خدا سے الہام پا کر پیش گوئی کی تھی کہ میرے بعد اللہ تعالی ایک مصلح موعود کھڑا کرے گا جس کی تبلیغ سے اسلام دنیا میں سب مذاہب پر غالب آ جائے گا) قادیان سے آواز آتی ہے کہ میاں محمود احمد مصلح موعود ہیں۔ اس دعوی پر بڑے بڑے دلائل پیش کئے جاتے ہیں گویا علم کے دریا بہائے جاتے ہیں۔ لیکن قادیان ہی سے خلیفہ کے اس منصب کے خلاف ایک آواز اٹھی ہے۔ اس آواز کے اٹھانے والے مرزا صاحب قادیانی کے راسخ العقیدہ مرید شیخ عبدالرحمٰن المعروف مصری صاحب ہیں جنہوں نے ایک مستقل کتاب (شان مصلح موعود) میں خلیفہ صاحب (مرزا محمود) کے منصب (مصلح موعود) کے خلاف دلائل دیئے ہیں۔ لاہوری جماعت بھی خلیفہ قادیان کے مصلح موعود ہونے سے انکاری ہے وہ مصلح موعود کا زمانہ بڑے مرزا صاحب سے تین سو سال بعد چوتھی صدی میں بتاتے ہیں۔

یہ دو گروہ تو خلیفہ صاحب (مرزا محمود) کے اس منصب سے منکر ہیں۔ ان کے سوا دو شخص ایسے بھی ہیں جو اس منصب کے خود مدعی ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب مولوی عبداللہ تیماپوری دکنی ہیں۔ جو اپنا نام مع القاب یوں لکھتے ہیں:

مصلح موعود مسیح مسعود و امام مہدی معہود محمد عبداللہ مہدی کلام اللہ مکہ مسجد تیماپور شریف، دکن

یہ صاحب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مریدین سابقین میں سے ہیں۔ ان کا دعوی ہے کہ مصلح موعود والی پیش گوئی میرے حق میں ہے۔ یہ صاحب بھی اپنے دعوی پر دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ پیش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اس کے الہام کے بھی مدعی ہیں۔

دوسرے صاحب شیخ غلام محمد ہیں جو لاہوری جماعت سے نکلے ہوئے ہیں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اور لاہوری مرزائیوں کے حق میں آپ کی رائے قابل شنید ہے۔ فرماتے ہیں:

میں نے اپنے رسالوں میں روح القدس کے مخصوص نزول کے بعد ایک طرف اگر خلیفہ قادیانی کو محض ایک جسمانی وجود اور آسمانی روحانیت سے مردہ ہونا حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ہی کے لفظی الہاموں سے ثابت کر دیا تو دوسری طرف لاہوری احمدیوں کی تین چار صدیوں کی زمانوی غلطی کی ظلمت کو بھی حضرت مسیح موعود کے لفظی الہامات سے ہی بالکل غلط اور شیطانی وسوسہ و دجالی دھوکہ ہونا دکھا دیا ہے۔

(سلسلہ تصنیفات محمدیہ۔ج ۱۰ص ۱۹،۲۰)

ان حضرت کا دعوی بھی الہام پر مبنی ہے جس کا ثبوت عبارت مندرجہ بالا کے علاوہ عبارت ذیل سے بھی ہوتا ہے:

اللہ تعالی نے عین وقت پر مجھے اشد ترین ضرورت کی وجہ سے مصلح موعود بنا کر بھجوا رکھا ہے..

اللہ تعالی کا یہ ارادہ ہے کہ وہ میرے مبارک روحانی وجود کے دخل سے لاہوری احمدیوں کی صداقتوں کو نہ صرف قادیانی گروہ پر بلکہ کل دنیا پر غالب فرمائے...

مجھے اللہ تعالی نے سلسلہ احمدیہ کے تمام افراد بلکہ دنیا کے تمام انسانوں کی ظلمات کے مقابل اپنے یقین میں مجسم آفتاب بنایا ہے...

اسلام اور حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی جملہ صداقتیں تو یقیناً میرے مدنی محمدی ماموارنہ وجود میں اب اپنے مقررہ وقت کے اندر غالب ہو کر رہیں گی...

اگر انہوں نے (قادیانی و لاہوری جماعتوں نے) آگے بڑھ کر میرا ساتھ نہ دیا تو ان سے بڑھ کر بدقسمت اور ناکام کوئی نہ ہوگا۔

(رسالہ تصنیفات محمدیہ۔ج ۱۰ص ۹۔ ۶ فروری ۱۹۴۰ء)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ان صاحب نے یہ مزید کمال دکھایا ہے کہ اپنے القاب یوں لکھے ہیں:

شیخ غلام محمد مصلح موعود مبارک پسر چہارم ابن محمدی بیگم روحانی۔ بشیر الدولہ و

عالم کباب مقیم مدینۃ المسیح احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ان القاب کی تشریح ہم نہیں سمجھے۔ پسر چہارم کس کا؟ روحانی محمدی بیگم کون؟ اور اس کا روحانی بیٹا ہونے سے کیا مطلب؟

ہاں قادیانی اور لاہوری اخبارات اگر ان القاب کی تشریح کر دیں تو شائد ہم بھی سمجھ جائیں۔ سردست تو ہم اس شعر پر کفایت کرتے ہیں

سرّ مستاں منطق الطیر است جامی لب بہ بند
جز سلیمانے نہ باید فہم ایں گفتار را

منصب مصلح موعود کے ان مدعیان میں فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں، بلکہ اتباع مرزا قادیانی کا کام ہے۔ تاہم ہم اس فیصلے کا طریق بتائے دیتے ہیں، وہ بھی اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ خود مرزا صاحب کے الفاظ میں بتاتے ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ایک متدین عالم کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ الہام اور کشف کا نام سن کر چپ ہو جائے اور لمبی چوڑی چون و چرا سے باز آ جائے۔

(ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۱۴۸)

اس معیار پر تینوں مصلحین کے دعاوی کو پرکھا جا سکتا ہے۔ قادیانی خلیفہ (مرزا محمود احمد) نے مصلح موعود ہونے کا دعوی خود نہیں کیا، جیسا کہ مولوی غلام حسن پشاوری نے اپنے ایک مضمون میں کہا ہے جو الفضل میں شائع ہوا ہے۔ ہاں خلیفہ صاحب کے مریدین ان کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مصلح موعود والی پیش گوئی کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ اس کے علاوہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب نے اگر دعوی کیا ہے، تو الہام کے ماتحت نہیں جیسا کہ مولوی عبداللہ تیماپوری اور شیخ غلام محمد لاہوری اپنے اپنے دعوی مصلحیت کو اپنے الہاموں پر مبنی کرتے ہیں۔

پس تینوں مدعیان کے دعاوی کو مرزا صاحب کے معیار مذکور پر پرکھ لیا جائے تو فیصلہ بالکل آسان ہے مگر ہمیں اس پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں

محتسب را درون خانہ چہ کار

مصلحین سے ہمارا فیصلہ:

متوفی (مرزا غلام احمد قادیانی) سے ہمارا قطعی فیصلہ ہوا تھا۔ اسی طرح ان

مصلحین کے ساتھ بھی ہمارا فیصلہ واضح طور پر ہو چکا ہے۔

مصلح اول، خلیفہ قادیان سے تو ہمارا فیصلہ یوں ہوا کہ انہوں نے مرزا صاحب متوفی کے آخری فیصلے پر (جو ہمارے ساتھ ہوا تھا) اپنی رائے کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہوا ہے کہ :

جب حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے ثناء اللہ کی نسبت دعا کی اور خدا تعالی نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو وہ ایک وعید کی پیش گوئی ہوگئی۔

(تشحیذ الاذہان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

اس عبارت کے معنی یہ ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی دعا (کہ اے خدا ہم دونوں مرزا و ثناء اللہ میں سے جو جھوٹا ہے، اسکو سچے کی زندگی میں ہلاک کر دے) جو پہلے بصورت جملہ انشائیہ تھی، خدائی قبولیت کے ماتحت بصورت جملہ خبریہ متشکل ہوگئی (یعنی قبول ہوگئی)۔ جملہ خبریہ کا صدق بہت ضروری ہے۔ اگر نہ ہو، تو قائل جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ پس مرزا صاحب قادیانی کے اتباع کو چاہیے کہ وہ ان کو جھوٹ سے آلودہ نہ کریں یعنی وہ ان کی اس پیشگوئی کو (کہ پہلے مرنے والا عند اللہ جھوٹا ٹھہرے گا) سچی مان کر مرزا صاحب قادیانی کی صداقت پر مہر لگا دیں۔

مصلح دوم، مولوی عبداللہ تیماپوری (مصلح موعود) سے ہمارا فیصلہ یوں ہوا کہ آپ نے مرزا غلام احمد صاحب کے آخری فیصلے کی نسبت جو اظہار رائے کیا ہے وہ نہایت راستی پر مبنی ہے۔ آپ نے لکھا ہے :

مولوی ثناء اللہ کیلئے آخری فیصلے کی دعا کا، کہ جھوٹا سچے کے سامنے ہلاک ہو، جو کچھ اثر ہوا معلوم ہے۔ (قادیان سے) جواب دیا جاتا ہے کہ ثناء اللہ نے اس دعا کو منظور نہیں کیا۔ مظلوم کی دعا قبول ہونے کیلئے ظالم کی رضا مندی بھی شرط ہوا کرتی ہے؟ (یعنی نہیں ہوتی)

(رسالہ طوفان کفر۔ ص ۱۰ مصنفہ مولوی عبداللہ تیماپوری)

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ یہ عذر جو عام طور پر کیا جاتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے دعاء آخری فیصلہ کو منظور نہیں کیا تھا اس لئے وہ کالعدم ہوگئی، مولوی عبد اللہ تیماپوری کے نزدیک غلط ہے، یعنی فیصلہ بحال ہے اور اس کا نتیجہ سب کو معلوم ہے۔

مصلح موعود ثالث، شیخ غلام محمد لاہوری جو اس منصب کے تیسرے مدعی ہیں جن کے دعوی کے اصل الفاظ اوپر نقل ہو چکے ہیں ہمارے ساتھ فیصلے کا اعلان ان لفظوں میں کرتے ہیں:

اے ثناء اللہ تیرے لئے اور تیری جماعت کے لئے اور ساری دنیا کے لئے تازہ نشان۔ اے ثناء اللہ! مبارک ہو تم کو۔ مولانا آپ کی موت کے دن قریب ہیں...

اے ثناء اللہ تیرے لئے اور خاکسار توبہ کنندہ (شیخ غلام محمد) کے لئے اللہ تعالی نے مقرر کی ہے تین سال کی معیاد جس کے بعد صادق کو کامیابی عطا ہوگی۔

اے ثناء اللہ تو دوزخ میں ذلیل ورسوا کیا جائے گا...اے اہل حدیث فرقہ والو توبہ کنندہ (غلام محمد) کا ملاحظہ کرلو یا کسی ڈاکٹر سے کرالو۔ یہ سب باتیں پوری ہوں گی خدا کی بتلائی ہوئی کبھی ٹل نہیں سکتی۔

توبہ کنندہ خاکسار غلام محمد برانڈ رتھ روڈ لاہور

اس اشتہار پر تاریخ مطبوع نہیں تھی مگر ہمارے استفسار پر شیخ غلام محمد نے از راہ مہربانی ہم کو بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع دی کہ اس اشتہار کی تاریخ ۱۵ستمبر ۱۹۳۲ء ہے، جس پر آج ساڑھے سات سال گذر گئے ہیں۔

مقام تعجب ہے کہ شیخ غلام محمد صاحب موصوف نے جس شخص کے حق میں لکھا تھا کہ تین سال کے اندر بعد موت دوزخ میں داخل ہو جائے گا، آج ہم سنتے ہیں کہ وہ (ثناء اللہ امرتسری) آج (فروری ۱۹۴۰ء) تک زندہ ہے۔ بلکہ یہ بھی سنتے ہیں کہ یہ مضمون وہی لکھوا رہا ہے۔

ناظرین کرام! یہ ہے خدائی فیصلہ بڑے میاں سے اور انکے اتباع سے، جو بقول مصلح موعود تیما پوری دنیا نے دیکھ لیا کہ قادیانی کی ساری جماعت کی روحانی توجہ کا نتیجہ وہی ہوا جو قرآن شریف نے یوں بتا ہے:

لا يحيق المكر السيّ ا لا با هله (فاطر:۴۳)

(مکر کرنے والے کی برائی اسی کو گھیر لیتی ہے)

اس پر بھی اتباع مرزا کی طرف سے یہ آواز اٹھتی ہے کہ ثناء اللہ باوجود بوڑھا

ہو جانے کے ابھی تک زندہ ہے، اس میں بھی قدرت کا ایک نشان ہے۔

میں کہتا ہوں کہ واقعی نشان ہے اس کی تشریح ہم اپنے لفظوں میں ہیں بلکہ استاد غالب کے کلام سے کرتے ہیں:

نادان ہیں جو کہتے ہیں کہ کیوں جیتا ہے غالب
قسمت میں ہے اعداء کا جلانا کوئی دن اور

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۳ فروری ۱۹۴۰ء مطابق ۱۴ محرم ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۱۷ ص ۴۔۵)

(قادیانیوں کے یہ معروف فرد اپنے دعاوی اور دیگر حرکات کی وجہ سے ایک عرصہ تک قادیانی پریس کی زینت بنے رہے۔ ان سے متعلق ایک واقعہ قادیانی اخباروں میں یوں رپورٹ ہوا تھا:

حضرت مسیح موعود کے حرم محترم کی توہین

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ ایک شخص شیخ غلام محمد مقیم احمدیہ بلڈنگس سات آٹھ سال کے عرصہ سے انجمن اشاعت اسلام لاہور اور اس کے معزز اراکین کے متعلق گند اچھالتا رہتا تھا لیکن انجمن نے اس کی گندی کاروائیوں کو کبھی لائق اعتناء خیال نہیں کیا۔ لیکن حال ہی میں اس نے ایک ایسی عزیز اور محترم ہستی کے خلاف ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں جس سے ہر ایک احمدی شدت رنج وغم کی وجہ سے نڈھال ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ اس نے حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان سلسلہ کو متعدد خطوط لکھ کر دھمکیاں دیں کہ دفاتر انجمن پر ۱۹۳۳ء کی طرح تالے لگا کر امن عامہ میں خلل اندازی کا مرتکب ہوگا۔ اور پھر ۱۳ فروری کو ایک ٹریکٹ بھی شائع کیا جس میں جہاں انجمن کے بزرگ ارکان کو توہین آمیز الفاظ سے خطاب کیا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود کے حرم محترم کی شان میں سخت اشتعال انگیز الفاظ استعمال کئے جس سے تمام احمدیوں میں ایک نفرت کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے سخت نفرین کا اظہار کیا۔

لیکن معاصر الفضل نے معاملہ کی نوعیت نہ سمجھتے ہوئے اس گندگی کی وجہ سے رونما ہونے والے حالات کے متعلق اپنے ۱۰ مارچ کے شیوع میں لکھا:

لاہور۔ ۸ مارچ۔ اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ احمدیہ بلڈنگس میں غیر مبایعین کی دو پارٹیوں میں جنگ ہوئی... بیان کیا جاتا ہے کہ غیر مبایعین کی انجمن کے بعض ارکان نے انجمن

کے ایک سابق رکن شیخ غلام محمد پر حملہ کر دیا مگر وہ بچ گیا اس کے بعد اس کے بھی کچھ آدمی پہنچ گئے اور دونوں پارٹیوں میں لاٹھیوں سے لڑائی شروع ہوگئی اور نصف درجن اشخاص مجروح ہوئے۔ وغیرہ

اخبار الفضل نے اپنے بیان کی بنیاد لاہور کے مقامی اخباروں پر رکھی ہے۔ ہم اخبار زمین دار اوراحسان جو سلسلہ کے بے حد معاند اخبار ہیں کے بیانات درج کرتے ہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکے گا کہ وہ اخبار جن پر الفضل نے اپنے نوٹ کی بنیاد رکھی ہے وہ اس واقعہ کے متعلق کیا لکھتے ہیں۔

روزنامہ احسان مورخہ ۱۰ مارچ پولیس رپورٹ کی بنا پر رقم طراز ہے

اس سے قبل ایک اور شخص انجمن کا ملازم تھا (یہاں شخص سے مراد غلام محمد ہے) جسے سو روپیہ تنخواہ ملتی تھی۔ انجمن احمدیہ کے ایک رکن اعلیٰ سے اس کا جھگڑا ہو گیا۔ اس نے گالیاں دیں جس پر اسے نکال دیا گیا۔ ملازمت کے بعد اس شخص نے کہنا شروع کیا کہ وہ مرزا غلام احمد کا روحانی بیٹا ہے۔ انجمن احمدیہ کے ارکان کے خلاف اس نے بذریعہ تحریر وتقریر پراپیگنڈہ شروع کر دیا ہر وقت انہیں برا بھلا کہتا تھا آخر ایک دن اس نے ایک رسالہ میں احمدیہ تحریک کے بڑے بڑے رہنماؤں کے خلاف لکھا۔ انجمن احمدیہ کی طرف سے اسے باز رکھنے کی کوشش کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سات آدمیوں کو ساتھ لے کر اور ڈانگوں سے مسلح ہو کر مسجد احمدیہ میں گھس آیا اور دو اشخاص کو ڈانگوں سے زخمی کر دیا۔،

معاصر زمین دار نے بھی بالکل ایسا ہی بیان شائع کیا ہے جس کا اقتباس دینے کی چنداں ضرورت نہیں۔

مگر بہت جلد معاصر الفضل نے اپنی روش کو تبدیل کر لیا ہے ہمیں خوشی ہے کہ الفضل نے بالکل صحیح قدم اٹھایا ہے۔ لکھتا ہے:

پیغام بلڈنگس لاہور میں مقیم ایک شخص غلام محمد نے حال میں ایک ٹریکٹ : بیعت رضوان کی حقیقت، شائع کیا ہے جس میں رسالہ کے صفحہ ۱۴ پر حضرت ام المومنین جنہیں ہر احمدی اپنی حقیقی ماں سے بھی بڑھ کر قابل عزت واحترام سمجھتا ہے اور جن کی شان میں کسی قسم کی گستاخی اور بے ادبی ہرگز گوارا نہیں کر سکتا غلام محمد مذکور نے ایسے گندے اور ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں کہ جن کو پڑھ کر خون کھولنے لگتا ہے۔ ہم حکومت پنجاب کو توجہ دلاتے ہیں کہ فوری طور پر

اس شرارت کی طرف متوجہ ہو اور لاکھوں انسانوں کی محترم معزز ہستی کی شان میں حد درجہ کی بدزبانی اور گستاخی کرنے والے کو کیفر کردار تک پہنچائے۔

ہم اس معاملہ میں شروع سے نفرت کا اظہار کر رہے ہیں اور اب بھی معاصر الفضل کے ہم نوا ہیں۔.... (پیغام صلح لاہور ۱۳ مارچ ۱۹۳۹ء مطابق ۲۱ محرم ۱۳۵۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۱۵ ص ۴)

قادیانی امانت: امانت ہے یا خیانت؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان سے جو آواز اٹھتی ہے وہ اپنے اندر پوری جدت رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیان کے موذن (آواز دہندہ) آواز اٹھانے سے پہلے شرعی معیار سے نہیں جانچتے، جو چاہتے ہیں کہہ دیتے ہیں۔ ہم بھی انہیں اس میں معاف کر دیں لیکن چونکہ وہ اتباع شریعت خاص کر حنفی مذہب کا تقیید (حسب الحکم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) کرتے آئے ہیں اسلئے ہم ان کو موقع بموقع تنبیہ کرتے رہتے ہیں۔ مگر قادیانی اور حق پسندی ؟ ضدا ن مفتر قا ن ای تفر ق

مثلاً قادیان سے آواز اٹھی تھی کہ مخلصین قادیان کے خزانہ میں اپنا روپیہ امانت رکھ دیں، جو کاروبار پر لگایا جائے گا۔ امانت رکھنے والے جب طلب کریں گے ان کو واپس کر دیا جائے گا، مگر تجارت کے نفع میں ان کو حصہ نہیں ملے گا، صرف اصل رقم کے حق دار ہوں گے۔

اس پر ہم نے اعتراض کیا تھا کہ یہ امانت نہیں ہے، کیونکہ امانت میں تصرف کسی طرح جائز نہیں۔ اپنے دعوی پر ہم نے کتب فقہ سے حوالہ جات بھی پیش کئے تھے۔ باوجود اس کے قادیانی اخبار الفضل نے اس کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ ایک ہی راگ الاپتا گیا کہ امانت کے معنی کبھی عام بھی ہوتے ہیں۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ امانت بمعنی عام میں کون سی ایسی انواع ہیں جن میں اصل شئے کی حفاظت ضروری نہیں ہوتی۔ بس مرکزی گفتگو یہی ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا کوئی مرید (بحیثیت مرید ہونے کے) اگر حق کو مان جائے تو اس آیت کی تفسیر واقعی مشکل ہوگی

ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۳ فروری ۱۹۴۰ء مطابق ۱۴ محرم ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۱۷ ص ۶)

حدیث نزول مسیح علیہ السلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان کی دس۔ گیارہ فروری ۱۹۴۰ء کی اشاعتوں میں حدیث نزول مسیح پر بحث کی گئی ہے۔ مضمون اپنے معنے کے لحاظ سے کوئی جدید نہیں بلکہ بمصداق

آنچہ استاد ازل گفت ہماں مے گوئم

مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی تحریروں سے اخذ کیا گیا ہے۔ سارے مضمون کا خلاصہ نامہ نگار ہی کے الفاظ میں یہ ہے کہ

'حدیث میں آسمان کا لفظ قطعاً نہیں ہے۔ اور لفظ نزول ہمیشہ جسمانی طور پر اترنے کے معنوں میں نہیں آتا' (الفضل قادیان ۱۰ فروری ۱۹۴۰ ص ۴)

اس تمہید کے بعد ابن مریم کو تشبیہ کے معنی میں بتایا ہے۔ یعنی حدیث میں جو آیا ہے کہ ابن مریم آئے گا۔ اس سے مراد ابن مریم جیسا آدمی ہے، نہ کہ خود حضرت عیسی بن مریم۔

ہم اس نوٹ میں صرف پہلے جملے پر نظر کرتے ہیں۔ اور نظر کرنے کے بعد نتیجہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود تھے یا غیر ثقہ راوی۔

محدثین کی تعریف میں مولانا حالی کا ایک شعر سونے سے لکھنے کے قابل ہے

طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ صوفی کو چھوڑا نہ ملاں کو چھوڑا

... سنئے جناب! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، حمامۃ البشری میں لکھتے ہیں

و العجب من القوم انهم يفهمون من نزول عيسى نزوله من السماء و يزيدون لفظ السماء من عند هم ولا تجد اثراً منه فی حدیث ُ (ص ۱۸)

پھر اسی کتاب حمامۃ البشری کے صفحہ ۸۸ پر آپ نے ایک اور حدیث نقل کی ہے جو قابل دید وشنید ہے اور اس حدیث کو اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے ۔جس کے الفاظ یہ ہیں:

ُ فی حدیث ابن عباس قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ینزل اخی عیسی ابن مریم علی جبل افیق اماماّ هادیاً حکماً عدلًا ۔ ُ الحدیث

اسی حدیث کو آپ نے کتاب ہذا کے صفحہ ۸۹ پر ایک دعوے کی دلیل میں نقل کیا ہے ۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث آپ کے نزدیک قابل سند ہے۔

اب ہم اس حدیث کو اصل کتاب سے پورے لفظوں میں نقل کر کے جماعت مرزائیہ، امت محمدیہ، اور دیگر غیر مسلم حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مرزا صاحب قادیانی کے اس فعل (تحریف خودغرضانہ) کا فیصلہ کریں ۔ پس غور سے سنئے کہ یہ حدیث کنز العمال برحاشیہ مسند احمد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵۶ پر یوں درج ہے

قال ابن عباس قال رسول الله ﷺ فعند ذالك ینزل اخی عیسی ابن مریم من السماء علی جبل انیق اماماً هادیاً و حکماً عدلًا۔ (الحدیث) (یعنی ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا بھائی عیسیٰؑ ابن مریم ایک بڑے پہاڑ پر آسمان سے اترے گا)

با انصاف ناظرین! غور فرمائیں کہ حمامۃ البشری صفحہ ۱۸ پر مرزا غلام احمد صاحب نے مسلمانوں کو مطعون کیا ہے کہ وہ اپنے پاس سے لفظ سماء بڑھاتے ہیں۔ مگر چونکہ حدیث میں یہ لفظ موجود ہے اور اسی حدیث کو مرزا صاحب اپنے ایک دعوے کے ثبوت میں دوجگہ نقل کرتے ہیں مگر اصل الفاظ حلال طیب سمجھ کر کھا جاتے ہیں ۔ اور ڈکار تک نہیں لیتے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ دفتر اہل حدیث امرتسر، حدیث کا پتہ بتانے کا ذمہ وار ہے وہ اگر اصل الفاظ پیش کر دے گا تو ہم کیا جواب دیں گے۔

قدرتی تصرف۔ ہم سے پوچھو تو ہم اس کو قدرتی تصرف سمجھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کبھی خود مدعیان کے ہاتھوں ایسے کام کروا دیتا ہے جو ان کے لئے موجب شرمندگی ہوا کرتے ہیں۔

اس کی مثال سوامی دیانند کی ستیارتھ پرکاش میں ملتی ہے۔ اس کتاب کے چودھویں باب میں (جس کی نسبت آریوں کا دعویٰ ہے کہ وہ سوامی کا لکھا ہوا ہے) قرآن مجید پر ایک سو انسٹھ اعتراضات ہیں جن کا مفصل جواب ہم نے کتاب حق پرکاش کی صورت میں دیا ہوا ہے۔ یہاں اس کا ذکر کرنا مقصود نہیں بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ سوامی جی نے قرآن مجید پر بہت سے اعتراض ایسے کئے ہیں جو قرآن کے اصل ترجمہ پر نہیں ہو سکتے بلکہ سوامی جی نے خود اختراع کئے ہوئے ہیں۔ ان کو بھی ہم نے بصورت رسالہ الگ شائع کیا ہوا ہے جس کا نام ہے 'سوامی دیانند کا علم و عقل' مگر ہم آریوں کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ انہوں نے ہمارے اعتراضات کو دیکھ کر ان عبارتوں کی تصحیح کر دی ہے۔ دیکھیئے اتباع مرزا قادیانی بھی ان حوالوں کی اصلاح کرتے ہیں یا الٹا ہم پر برستے ہیں۔ اگر وہ بجائے اصلاح کرنے کے ہم پر برس پڑے تو یاد رکھیں ہم بھی محدثین کے پیرو ہیں جن کی سان میں مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے یوں اظہار رائے کیا ہوا ہے

گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا
لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کئے جرح و تعدیل کے وضع قانون
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں

ناظرین کرام ان حوالہ جات کے ساتھ محدثین کے اس اصول کو ملحوظ رکھ کر ہمیں بتایئے کہ جس صورت میں مدلس (جو راوی روائت میں استاد کو چھوڑ کر دادا استاد کا نام لے) کی روائت معتبر نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنے استاد کا نام چھوڑ دیتا ہے (حالانکہ یہ ایک معمولی سی بات ہے بعض دفعہ بغرض اختصار ساری سند چھوڑ دی جاتی ہے) تو جو شخص اپنے مدعا کے

خلاف حدیث کا کوئی لفظ چھوڑ دے نہ صرف چھوڑ دے، بلکہ للکارے کہ یہ لفظ حدیثوں میں نہیں ہے، بلکہ قائلین کا افتراء ہے،تو محدثین کی اصطلاح میں ایسے راوی کا نام کیا ہے،اوراس کی روائت کا کیا حکم ہے؟

محدثین کی اصطلاح میں راویوں کی تین قسمیں ہیں ثقہ ' ضعیف ' واضع

جماعت احمدیہ کے علماء جواصول حدیث سے واقف ہیں بحکم خداوندی:

کونوا قوّامین بالقسط شهداء لله (مسلمانو، خدالگتی منصفانہ گواہی دیا کرو)

کے ماتحت ہمیں بتائیں کہ ہم ایسے راوی کے حق میں کیا اعتقاد رکھیں جو اپنی غرض کے ماتحت حدیث کے الفاظ کو کھا جائے۔

اوراس کے اتباع (جو اس کے فعل کی تائید کریں) کے حق میں ہم کیا رائے ظاہر کریں۔ سچی شہادت شہادت دینے سے رکئے نہیں۔ سچی شہادت کو چھپانے والے کے حق میں فرمان خداوندی سنئے۔ و من یکتمها فانه آثم قلبه

پس سن رکھئے

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم مارچ ۱۹۴۰ء مطابق ۲۱ محرم ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۱۸ ص ۵ـ ۶)

تصانیف مرزائیہ اور ثنائیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۵ جنوری ۱۹۴۰ء میں مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب براہین احمدیہ کے متعلق ایک نوٹ لکھا گیا تھا جس میں ہم نے مرزا صاحب کی اس مایہ ناز تصنیف پر ریویو (تبصرہ) کیا تھا،اور پوچھا تھا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس کتاب میں صداقت اسلام پر جو تین سو دلائل لکھنے کا وعدہ کیا تھا، وہ دلائل یا ان میں سے کوئی ایک دلیل کس صفحہ پر ہے۔

ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ امرتسر یا لاہور میں ایک مجلس منعقد ہو جس میں یہ دلائل دکھائے جائیں۔

ہماری طرف سے صرف یہ سوال ہو گا کہ براہین احمدیہ کے اس صفحے کا حوالہ بتایا جائے جہاں مرزا صاحب نے دلائل موعودہ کل، یا کم سے کم ایک ہی دلیل لکھی ہو۔ کیسا صاف اور فیصلہ کن سوال ہے، مگر قادیان سے جواب کی امید؟

ایں خیال است ومحال است وجنوں

چنانچہ وہی ہوا کہ جواب میں ہمیں کوسا گیا۔ جب کوستے کوستے تھک گئے تو ہماری عربی تفسیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھ دیا کہ تم کیونکر بول سکتے ہو۔ خود تمہاری عربی تفسیر کے خلاف فتوی لگا ہوا ہے۔

کیا خوب! یہ تو وہی مثال ہوئی جو کسی مولوی صاحب نے ایک بے نماز کو کہا تھا کہ میاں نماز پڑھا کرو۔ تو اس نے (شائد کسی قادیانی سکول کا طالب علم تھا) بڑی متانت سے جواب دیا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی شادی کے موقع پر کھانے میں نمک بہت زیادہ ڈالا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میری بات سے اس کا کیا تعلق؟ ہوشیار طالب علم نے کہا کہ تعلق ہو یا نہ ہو۔ یونہی بات سے بات نکل آتی ہے۔

اچھا بھائی۔ ہماری تفسیر بھی غلط سہی، تو ہم اور مرزا صاحب قادیانی دونوں برابر ہوئے۔ پس نہ ہم مسیح موعود ہیں اور نہ مرزا صاحب قادیانی۔ قصہ ختم

ناظرین یہ ہے وہ علم کلام جو قادیان میں سکھایا جاتا ہے۔ مرزائی جماعت کی عادت ہے کہ وہ گراموفون کی طرح اپنے اندر بھرے ہوئے ریکارڈ کو ظاہر کیا کرتی ہے۔ سمجھنے سے اسے کوئی مطلب نہیں۔ معترض کے اعتراض سے کوئی غرض نہیں۔ چنانچہ لاہور کا مرزائی اخبار پیغام صلح بھی اسی طرح کا راگ الاپتا ہوا لکھتا ہے کہ

> کتاب براہین احمدیہ کے شائع ہونے پر پہلی مرتبہ دنیا کو معلوم ہوا کہ ابھی اسلام میں وہ روح موجود ہے جو نہائت بے قراری سے حالات کے خلاف جدوجہد کر کے دنیا پر غالب آنا چاہتی ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۲۶ جنوری ۱۹۴۰ء)

کچھ شک نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کی لفاظی اور بے حقیقت زور کلام ایک ناواقف ناظر سے وہی کہلوا سکتا ہے جو آج امت مرزائیہ کہتی ہے۔ ہم مرزا صاحب

قادیانی کی براہین احمدیہ کی لفاظی کی مثال عرب کے منہ زور شاعر متنبّی کے کلام میں پاتے ہیں، جو ہر بات میں ایسی لن ترانیاں سناتا ہے کہ سننے والا ان کو صحیح سمجھنے پر مجبور ہو جائے۔ چنانچہ اس کا یہ شعر ہم بطور نمونہ پیش کرتے ہیں

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت
و اذا نطقت فاننی الجوزاء

اردو زبان کا بھی ایک شعر ہم بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ استاد ذوق کہتا ہے

نازک کلامیاں میری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

ناظرین! جس طرح ان اشعار میں محض شاعرانہ تخیل ہے۔ اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی براہین احمدیہ میں محض ادعا پر ادعا ہے، اور کچھ نہیں۔

مرزائی جماعت اگر ہمارے اس بیان پر ترش رو ہو، تو ہمارے سوال کا جواب دے کر سرخروئی حاصل کر کے شیریں دہن ہو جائے۔ ورنہ زبانی باتیں سنتے سنتے تو ہمارے کان بھر گئے ہیں۔

سنئے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ براہین احمدیہ سے کہلوایئے کہ اس میں کیا ہے۔ اور مجلس میں آکر اظہار کیجئے کہ دلائل موعودہ فلاں فلاں ہیں اور صفحہ اتنے سے شروع ہوتے ہیں۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مارچ ۱۹۴۰ء مطابق ۲۸ محرم ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۱۹ ص ۵۔۶)

اہل حدیث کا سوال کا، الفضل کا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۶ فروری میں ایک سوال کیا گیا تھا کہ قادیانی جماعت نے جنگ یورپ میں حکومت کو جو فوجی امداد دینے کا اعلان کیا ہے ہم اس کی بابت مذہبی نقطہ نگاہ سے صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ اس جنگ میں مرنے والوں کی موت

معمولی موت ہوگی یا کچھ مزیت رکھے گی۔اس کے جواب میں اخبارالفضل قادیان ۲۰ فروری ۱۹۴۰ء میں لکھا ہے:

کہ وہ شہید ہونگے اوراس دعوی کی دلیل میں اولی الامر والی آیت پیش کی ہے کہ چونکہ انگریز ہمارے اولی الامر ہیں جن کی اطاعت ہم پر فرض ہے اس لئے جو شخص اولی الامر کی اطاعت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔

اب مطلع صاف ہوگیا مگرابھی ایک معمولی سا عقدہ باقی رہ گیا ہے امید ہے کہ الفضل اسے بھی حل کر دے گا۔ وہ یہ ہے کہ جن مسلم قوموں پر جرمنی اور روس کی حکومت ہے، ان کے افراد اپنی حکومت کی طرف سے لڑ کر میدان جنگ میں مارے جائیں تو کیا وہ بھی شہید ہوں گے۔آپ کی دلیل تو یہی چاہتی ہے کہ وہ بھی شہید قرار دیئے جائیں کیونکہ وہ بھی اپنے اولی الامر کے حکم کے ماتحت لڑ کر مریں گے۔ پھر دونوں جانب کے مرنے والے شہید ہوئے۔

کیا شرعیات میں اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے کہ کسی لڑائی میں ہر دو جانب... ہلاک ہونے والے شہید سمجھے گئے ہوں۔اب یہ بحث اصل مرکز پر آ گئی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مارچ ۱۹۴۰ء مطابق ۵ صفر ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۲۰ ص ۶)

لاہوری مصلح موعود اور اہل حدیث

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخباراہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۴۰ء میں ایک مضمون نکلا تھا جس میں شیخ غلام محمد مصلح موعود (جماعت احمدیہ) کا ذکر بھی آیا تھا۔اس کا خلاصہ یہ کہ شیخ صاحب موصوف نے ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء میں ہمارے حق میں سہ سالہ موت کی پیش گوئی کی تھی جس کی میعاد ستمبر ۱۹۳۵ء میں ختم ہوگئی تھی۔اس کے جواب میں آپ نے اپنی تازہ تصنیف میں لکھا ہے کہ وہ پیش گوئی میری طرف سے نہ تھی بلکہ وہ ایک اور شخص صوفی غلام محمد جلدساز انجمن اشاعت اسلام لاہور نے کی تھی۔آگے چل کر آپ لکھتے ہیں کہ:

ہاں میں نے اپنے رسالہ مطبوعہ ماہ مئی ۱۹۳۷ء کے صفحہ ۸۰ پر مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلے کا اعلان کیا ہوا ہے، اور اس سلسلہ میں ایک رسالہ بھی اسی وقت سے مکمل کر کے رکھ چھوڑا ہے، میں قادیانی مکہ کی فتح کا عظیم الشان نشان دکھانے کے بعد ان کی طرف توجہ کرونگا۔

(ضمیمہ مطبوعہ یکم مارچ ۱۹۴۰ء ص ۳۴)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ اقتباس پڑھ کر ہم نے رسالہ مذکور (بابت مئی ۱۹۳۷ء) کا صفحہ ۸۰ دیکھا تو اس میں یہ ذکر پایا کہ میں امرتسر کے اس مباحثہ میں شریک ہوا تھا جو اپریل ۱۹۳۷ء میں سٹیم رولر فلور اینڈ آئل ملز میں مولوی عمر الدین احمدی اور منشی عبداللہ معمار اہل حدیث کے درمیان ہوا تھا جس میں موضوع بحث مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا آخری فیصلہ تھا۔ اس مباحثے میں مجھے خوف اور فکر طاری ہوا

لہذا میں نے الہی تحریک پر اس سلسلہ میں واقعی ان کے آخری فیصلہ کے لئے آخری فیصلہ کے نام سے ایک رسالہ لکھ کر قریباً مکمل کر لیا ہے جو خدا کے فضل سے سے اور مولوی ثناء اللہ کو اسی جگہ سے پکڑ کر اور گرا کر دکھائے گا جہاں سے وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھ کر کھڑے ہیں اور اس جھوٹی خوشی میں مصروف ہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی دعا اور الہام ان کے متعلق قبول نہیں ہوئے حالانکہ وہ سب خدا تعالی کے فضل سے سنت اللہ اور باقی الہامات و دعاؤں اور شائع کردہ نقشوں کے مطابق مقبول ہو چکے ہیں جن سب کا مجموعہ مصلح موعود، بشیر ثانی جلالی مسیح قدرت ثانی اور بشیر الدولہ و عالم کباب ابن محمدی بیگم کا مدنی محمدی ماموارنہ وجود ہے جو مولوی ثناء اللہ کی مادی جسمانی لمبی عمر کو ختم کرنے کے لئے آسمان سے ماموارنہ عمر لے کر نازل ہوا ہے تاکہ حضرت مسیح موعود کے تمام مخالفوں کو ان سب کی جسمانی لمبی عمروں کے انتہاء پر قرار واقعی سزا دلوا کر دکھلائے اور ان کی شرارتوں اور فسادات کو یکسر مٹائے۔ اس قیمتی اور لاجواب اور نہایت ضروری رسالہ کی فوری اور کثیر اشاعت کے لئے مجھے یہ تحریک ہوئی کہ شیخ صاحبان ملز اسے

چھپوا دیں لیکن مجھے اس کے متعلق صرف دس روپے جناب شیخ عطاء اللہ صاحب نے ابھی تک بھجوائے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ لاہوری اور قادیانی احمدی جو حضرت مسیح موعود کی دنیا میں صداقت کو ہر دشمن کے مقابلہ میں واضح اور بلند کر کے دکھانا چاہتے ہیں وہ اس کام کے لئے تمام درمیانی امور کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ کر دکھلائیں تا کہ یہ رسالہ بہرحال ۲۰ مئی تک شائع ہو جائے اور حضرت مسیح موعود کے یوم وصال سے قبل اور موسم بہار کے اندر دشمنوں پر خوفناک زلزلہ پیدا کر کے دکھائے، ورنہ اللہ تعالی بہرحال اپنے کاموں کے لئے کافی ہے۔ مجھے اس کی جناب سے کوئی مایوسی نہیں۔ احمدی قوم کے لئے یہ ایک اور راہ ثواب اور خدمت کا موقع ہے۔ شائد کسی طرف سے ہی وہ قبول کر لئے جائیں۔

والسلام۔ غلام محمد۔ یکم مئی ۱۹۳۷ء

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: ہم افسوس کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ نے آپ کی قدر نہیں کی، ورنہ آج تک آخری فیصلہ کی وجہ سے جو شکست جماعت احمدیہ مرزائیہ کے تمام افراد کو ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے وہ ہر میدان میں منہ چھپا کر نکل جاتے ہیں، یہ شکست یقیناً فتح سے بدل جاتی۔ کس قدر ناشکری ہے کہ ماہ مئی ۱۹۳۷ء کو گزرے ہوئے آج اڑھائی سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے مگر ابھی تک آپکا رسالہ (جو ایک بہترین مقالہ ہے) ان ناقدر شناسوں نے شائع نہیں ہونے دیا (اگر آپ ہم سے استمداد کرتے تو ہم آپ کو مباحثہ لدھیانہ کی انعامی رقم تین سو میں سے ۵۰ روپے بابو عمر الدین کا چندہ دیدیتے) نہ خود آپ نے اس طرف توجہ فرمائی حالانکہ آپ کو اشاعت کے لئے سینکڑوں روپیہ چندہ آتا ہے جس کی تفصیل بھی آپ نے شائع کی ہے کیونکہ آپ قادیان کو (جہاں بقول آپ کے فرعونی حکومت قائم ہے، سلسلہ تصنیفات محمدیہ ج ۱۱ ص ۱۸) فتح کرنے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ بہت اچھا ہم بھی اس مقدس کام کے لئے دست بدعا ہیں خدا آپ کو کامیاب کرے لیکن وہ فتح بھی ایسی نہ ہو جس کی بابت یہ شعر ہے

ایں کرامت ولی را چہ عجب۔ گربہ شاشید گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مارچ ۱۹۴۰ء مطابق ۵ صفر ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۲۰ ص ۶۔۷)

بہائی اور قادیانی تحریکیں

ایک اصل، دوسری نقل

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جن دنوں ہم نے رسالہ بہاء اللہ اور میرزا، لکھا تھا ان دنوں بہائی گروہ شیخ بہاء اللہ ایرانی کو الفاظ نبی رسول وغیرہ سے ملقب کرنا پسند نہیں کرتا تھا، بلکہ ان کے لئے رسول اور اللہ کے درمیان ایک مبہم درجہ تجویز کرتا تھا۔ مگر ہم نے اپنے رسالہ میں حوالہ جات صحیحہ پیش کئے تھے جن میں شیخ بہاء اللہ ایرانی کے حق میں رسول کا لفظ آیا ہے ۔ مگر امت مرزائیہ نے اس پر زور دیا کہ شیخ بہاء اللہ ایرانی الوہیت کے مدعی تھے، یہ بات بہائی گروہ پر بہت شاق گزرتی رہی ۔ اس لئے انہوں نے ہمارے پیش کردہ صحیح حوالہ جات کے سامنے گردن جھکا دی، اور شیخ بہاء اللہ ایرانی کے حق میں پیغمبر اور رسول کا لفظ بے کھٹکا بولنے لگے۔

اس تمہید کے بعد آج کی صحبت میں ہم بہائیوں کے دست تظلم کا ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ قرآن مجید پر کیسی دست درازی کرتے ہیں۔ اس دست درازی کی مثالیں زمانہ گزشتہ میں بھی ملتی ہیں۔

ا۔ امت مسلمہ میں سے ایک عورت مدعیہ نبوت ہوئی۔ جو بڑی ہوشیار اور چالاک تھی۔ علماء نے حدیث لا نبی بعدی پیش کر کے جب اس کی نبوت کا ابطال کرنا چاہا، تو مدعیہ نے جواب دیا کہ تم لوگ حدیث کو نہیں سمجھے۔ حدیث میں نبی کا لفظ ہے جو مذکر کا صیغہ ہے اسی پر لانفی جنس کا آیا ہے اور معنی حدیث کے یہ ہیں کہ آئندہ کوئی مرد نبی نہیں ہوگا یعنی مردوں کا سلسلہ نبوت تو ختم ہو گیا اب عورتوں کا سلسلہ نبوت شروع ہوا ہے۔

دوسری مثال: اسی طرح ایک اور شخص نبوت کا مدعی ہوا۔ اس نے دعوی نبوت کرنے سے پہلے اپنا نام، لا، مشہور کیا۔ کب علماء نے اس کے خلاف حدیث لا نبی بعدی پیش کی تو ہوشیار متنبّی نے کہا کہ آپ لوگ حدیث کو نہیں سمجھے۔ یہ حدیث در اصل مبتداء اور خبر ہے۔ اصل عبارت یوں ہے لا، نبی بعدی ۔ یعنی آنحضرت ﷺ

فرماتے ہیں کہ میرے بعد ایسا شخص نبی ہوگا جس کا نام، لا ، ہوگا۔ چنانچہ میرا نام لا ، ہے اور میں اس حدیث کے ماتحت نبی ہوں۔

آج کل کی مثال: قادیانی نبی نے قرآن سے استدلال کر کے اپنی نبوت کا ثبوت یوں دیا کہ حضرت عیسیٰؑ نے جو فرمایا تھا کہ یاتی من بعدی اسمه احمد (پ۲۸ ع ۹)۔ وہ احمد میں ہی ہوں۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ ص۶۷۳)

اس پر اعتراض ہوا کہ آپ کا نام تو غلام احمد ہے پھر آپ احمد کیسے ہوئے۔ کیا کوئی غلام اپنے مالک کی جگہ لے سکتا ہے۔ انہی معنوں میں مولوی سعد اللہ لدھیانوی مرحوم نے ایک نظم لکھی تھی جس کا ایک شعر یہ ہے:

غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو
رسولِ حق باستحکام مرزا

قادیان کے خلیفہ ثانی (مرزا محمود احمد) نے اس سوال کا جواب یوں دیا کہ آپ کا اصل نام تو احمد ہی ہے اور غلام خاندانی نام کا جزو ہے (انوار خلافت۔ ص۳۴)۔

ماننے والوں نے تو مان لیا جن کے ایمان کی ہم بھی قدر کرتے ہیں کیونکہ ان کا اصول ہے:

میں وہ نہیں کہ تجھ بت سے دل مرا پھر جا
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے میرا خدا پھر جا

مگر یہ نہ سوچا کہ نام کا خاندانی جزو بصورت مضاف الیہ بحال رہتا ہے اور مضاف بدل جاتا ہے۔ جیسے خود مرزا صاحب کی اولاد میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ کے بیٹوں اور پوتوں کے نام یہ ہیں۔ سلطان احمد، محمود احمد، شریف احمد، بشیر احمد، مبارک احمد، ناصر احد، عزیز احمد۔ علیٰ ہذا القیاس

دیکھئے مضاف تبدیل ہوتا ہے اور مضاف الیہ ہر ایک نام کے ساتھ بحال ہے۔ اور صحیح بات بھی یہی ہے کہ تعدد اشخاص مضاف کے تعدد سے ہوتا ہے۔ ہم خلیفہ قادیان اور ان کے ماتحتوں سے پوچھتے ہیں، ہم نے جتنے نام شمار کئے ہیں کیا ان سب کا نام احمد ہی احمد ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو نام کا خاندانی جزو کیا ہے۔

خیر یہ تو ہمارے قریب کا معاملہ ہے جو ہماری تحقیق میں دراصل ایرانی مدعی

کی نقل ہے۔

مقام تاسف: ڈاکٹر اقبال مرحوم لاہوری نے ایک بڑے تاریخ دان عالم سے سوال کیا تھا کہ آپ کے نزدیک امام حسین شہید کربلا کے بعد کوئی ایسا شخص گزرا ہے جس پر اس قدر ظلم ہوا ہو۔

اس عالم نے اپنی تحقیق کے مطابق کچھ نام بتائے۔مگر ڈاکٹر مرحوم کا خیال کچھ اور تھا۔آپ بڑے بلند پایہ شاعر تھے آپ کا تخیل بھی بلند پرواز تھا۔آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک امام حسینؓ کے درجے کا مظلوم قرآن شریف ہے جس پر اہل ہوا ہرطرف سے تیر برساتے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم کے اس تخیل کا ثبوت ناظرین مندرجہ ذیل مضمون میں دیکھیں جسے ہم بہائی رسالہ سے نقل کرتے ہیں اور غور فرمائیں کہ کس طرح قرآن مجید پر تیروں کی، یا بندوقوں توپوں، نہیں بلکہ آتشیں بموں کی بارش کی گئی ہے۔مگر جسے خدا زندہ رکھے اسے کون مارے۔

قابل توجہ علماء کرام: حضرات آپ مضمون مندرجہ ذیل کو غور سے پڑھیں اور پڑھ کر اپنے ضمیر صافی سے سوال کریں کہ جس حال میں کتاب اللہ پر اس طرح دست تظلم دراز کیا جاتا ہو، ہمارا یہی شغل ہونا چاہیے جس میں ہم مشغول ہیں۔اگر ہم ان واقعات سے عبرت نہ پکڑیں گے تو یوم الحساب کے لئے جواب سوچ رکھیں۔بہر حال سینے پر ہاتھ رکھ کر مذکورہ مضمون پڑھیئے۔بہائی میگزین کا اڈیٹر شیخ بہاء اللہ ایرانی کی نبوت کا ثبوت دیتا ہوا لکھتا ہے:

> قرآن مجید میں بار بار فرمایا ہے کہ قانون الٰہی کے مطابق ہر امت کی ایک مقررہ عمر ہوتی ہے لکل امةٍ اجل۔اور ہر مقررہ دور کیلئے ایک کتاب الٰہی ہوتی ہے و لکل اجلٍ کتاب۔
>
> خدا اپنی مشیت سے دنیا کے حالات اور اپنے احکام میں محو و اثبات ردّ و بدل کرتا رہتا ہے یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت۔
>
> اور کتابیں جو نازل ہوتی ہیں ان کی ماں خدا کے ہی پاس ہے یعنی خدائی مشیت و علم و عندہ امّ الکتاب، ام الکتاب آج تک بہت سی کتابیں

پیدا ہوئیں۔ اب وہ کتابوں کی ماں بانجھ نہیں ہوگئی کہ نئی کتاب دنیا میں خدا کی طرف سے پیدا نہ ہو۔ ام الکتاب موجود ہے اورخدا کی تازہ کتاب اور کتاب لانے والے پیغمبر کا ظہور لازم ہے (مرزا صاحب کے مریدو! اس پیغمبر کی آواز بھی سنتے ہو اور جانتے ہو کہ نبوت کا دعوی کر کے وہ کتنے سال تک زندہ رہا۔ قادیانی نبی سے کم یا زیادہ؟ یقیناً زیادہ۔ پھر اس کو مان لینے میں تم لوگوں کو کیا تامل ہے، جب کہ حسب تعلیم مرزا صاحب آپ لوگوں کا عقیدہ ہے کی مرزا صاحب نبوت کا دعوی کر کے بیس سال تک زندہ رہے اس لئے سچے ہیں، تو شیخ بہاء اللہ نبوت کا دعوی کرنے کے بعد ۴۰ سال تک زندہ رہا۔ پس اسکو بھی مانئے۔ اگر ایرانی نبی کو چھوڑتے ہیں تو قادیانی نبی کو بھی چھوڑ یئے۔ ثناء اللہ)۔ بلکہ خدا نے خاص طور پر اعلان اور وعدہ فرمایا ہے کہ اس دنیا میں پھر دعوت الٰہی قائم ونمودار ہوگی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

يوم ندعوا كلّ اناسٍ باما مهم۔ فمن اوتى كتابه بيمينه فاولئك يقرؤن كتابهم و لا يظلمون فتيلاً ۔ و من كان فى هذه اعمى فهو فى الآخرة اعمى و اضلّ سبيلاً (الاسراء:۷۱،۷۲)

وقت آئے گا جب ہم سب لوگوں کو ان کے پیشوا کے ذریعہ دعوت حق دیں گے۔ پھر جسے اس کی کتاب اس کے سیدھے ہاتھ میں دی جائے گی وہ لوگ اپنی کتاب پڑھیں گے اور ان کا حق ذرہ بھر نہ مارا جائے گا۔ جو کوئی اس دعوت محمدیہ کے بارے میں اندھا رہا وہ آئندہ دعوت کے بارے میں بھی اندھا رہے گا بلکہ زیادہ گم کردہ۔

(آیت کا مطلب بالکل صاف ہے۔ الآخرہ سے مراد قرآن کی اصطلاح میں روز قیامت ہے جیسا کہ ارشاد ہے وبالآخرة هم يوقنون۔ ایمان دار بندے روز قیامت پر بھی ایمان لاتے ہیں،۔

ایرانی اور قادیانی: ہمارا دعوی ہے کہ قادیانی نبوت ایرانی نبوت سے مستفیض ہے اس فقرے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ یہی معنی قادیانی گروکرتا ہے جو مرزا صاحب کی تلقین سے کہتا ہے کہ پہلے پارے کے پہلے رکوع کی آیت وبالآخرة هم يوقنون میں نبوت مرزا کی طرف اشارہ ہے۔ مگر بقول الفضل للمتقدم فضیلت بہرحال پہلے کو حاصل ہوگی۔ ثناء اللہ)

آیت مبارکہ میں خدا فرماتا ہے کہ ہم اپنی دعوت امام الناس کے ذریعہ بلند کریں گے امام سے مراد رسول ہے جیسا کہ ابراہیم کو فرمایا
انّی جا علك للناس اما ما۔ میں تجھے امام الناس بنانے والا ہوں،
اور امام سے مراد کتاب اللہ بھی ہوتی ہے جیسا کہ فرماتا ہے
ومن قبله کتا ب موسی اماماً و رحمة
کہ اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت تھی۔
پس آیت یو م ند عوا کل اناس با ما مهم میں دونوں مراد ہیں یعنی کہ آئندہ ہم لوگوں کو ان کے امام پیغمبر کے ذریعے دعوت دیں گے اور کتاب الٰہی کے ذریعے دعوت دیں گے۔ حقیقت میں پیغمبر اور کتاب دو متقابل چیزیں نہیں ہیں بلکہ دعوت کی حقیقت اور معنویت میں پیغمبر اور کتاب دونوں ایک ہیں۔ الغرض اس آیت میں دعوت قرآن کے بعد کتاب اور پیغمبر کی آمد کا کھلا کھلا اعلان اور صریح وعدہ ہے۔ (صریح وعدہ ملتا ہے اگر آپ کے معنی صحیح ہوں۔ اگر صحیح نہ ہوں تو بناء فاسد علی الفاس کا مصداق ہے۔ ثناء اللہ۔) اسی وعدہ کو یوں بھی ذکر کیا ہے
یوم یدعوکم فتستجیبو ن بحمده و تظنو ن ان لبثتم ا لا قلیلاً ۔ (الاسراء: ۵۲)۔ جس وقت خدا تم کو بلائے گا تو تم اسکی حمد کرتے ہوئے اس کی دعوت قبول کرو گے اور خیال کرو گے کہ یہ وعدہ کے بعد اس کے پورا ہونے کے وقت تک تم پر تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے۔
داعی الٰہی کی نئی دعوت: داعی الٰہی کی آمد کے سلسلہ میں خدائے تعالیٰ نے یہ بھی پہلے سے ظاہر فرما دیا ہے کہ وہ ایک نئی چیز کی دعوت دے گا (قرآن کل نبیوں کی تعلیم ایک ہی بتاتا ہے رسالت محمدیہ کو کوئی نئی چیز نہیں ٹھہراتا۔ غور سے پڑھیئے شر ع لکم من الدین ما و صی به نوحاً و الذی او حینا الیك ۔ ا لآ یه ۔ ثناء اللہ) جسے پہچاننا لوگوں کے لئے بآسانی گوارہ نہ ہوگا۔ ارشاد ہے:
فتو لّ عنهم یو م یدع الدّا ع الی شئی نکرٍ۔ خشّعاً ابصا رهم یخر جو ن من ا لا جدا ث کا نّهم جرا د منتشر۔ مهطعین الی

الدّا ع یقو ل الکا فرو ن ھذا یو م عسر ۔(القمر:۶۔۸)
جس روز داعی الٰہی ایک ناشناختہ چیز کی طرف دعوت دے گا ، لوگوں کی نظریں حیرت زدہ ہوں گی ۔ لوگ اپنی پستی کے مقامات سے پراگندہ ٹڈیوں کی طرح نکلیں گے ۔ داعی الٰہی کی طرف جھکے ہوئے ہوں گے منکر کہیں گے کہ یہ سخت زمانہ ہے ۔

یہ وعدہ آج واقعہ بنا ہوا ہے ۔ حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کا ظہور ہوا ہے جو دعوت الٰہی کے حامل ہیں ۔ لوگ ظہورحق کے متعلق حیرت میں ہیں ۔ منکروں کا تو یہی قول ہے کہ یہ زمانہ خراب زمانہ ہے ۔ پر مومنوں کیلئے تو حقیقت میں بہترین وقت ہے جو ظہورحق کو شناخت کر کے فائز المرام ہوئے ہیں ۔ دنیاداروں کے لئے ظہورحق کی شناخت میں بڑے بڑے پہاڑ حائل ہیں لیکن وقت آتا ہے جب تمام موانعات ہٹ جائیں گے

یو مئذ یتّبعو ن الدّا عی لا عوج له و خشعت ا لا صوا ت للرّحمن فلا تسمع ا لا همسا ۔(طٰہٰ:۱۰۸) اس وقت لوگ داعی الٰہی کی پیروی کریں گے ۔ کوئی ٹیڑھاپن ان کے سامنے باقی نہ رہے گا اور آوازیں خدائے رحمان کیلئے پست ہو جائیں تب تم صرف آہستہ آواز ہی سنو گے ۔

(آیت کریمہ: یتبعون الدا عی بتا رہی ہے کہ سب لوگ داعی کے پیچھے چلیں گے ۔ اگر اس سے مراد شیخ بہاء اللہ ہوں تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ سب لوگوں نے ان کے دعوی کو مان لیا ۔ کل دنیا کی مردم شماری کے مقابلہ میں بہائی مردم شماری کو دیکھا جائے تو شائد لاکھ اور ایک کی نسبت ہوگی ۔ ہندوستان کی آبادی گزشتہ مردم شماری کے مطابق ۳۵ کروڑ اور کئی لاکھ ہے اڈیٹر صاحب بہائی میگزین شمار کر کے بتائیں کہ ان کی تعداد ہندوستان میں فی لاکھ ایک ہے یا اس سے بھی کم ۔ ساری دنیا کا تو حساب ہی کیا ہے ۔ پھر اس آیت سے استدلال کرنیکا آپ کو کیا حق ہے ۔ ثناء اللہ امرتسری)

یعنی تمام مخالفتیں دب جائیں گی ۔ داعی اللہ کے راستے کی سب رکاوٹیں دور ہو جائیں گی لوگ دعوت حق کو قبول کریں گے ۔ امر اللہ تمام جہان پر محیط ہو جائے گا

(مولانا ثناءاللہ امرتسری حاشیہ میں لکھتے ہیں: قادیانی آواز بھی یہی ہے کہ عنقریب ساری دنیا میں احمدیت (مرزائیت) پھیل جائے گی اس قسم کی آوازوں کو سن کر ہم کبھی ہنستے ہیں اور کبھی روتے ہیں۔ ہنستے تو اس لئے ہیں کہ یہ لوگ معمولی درجے کے مذہبی نہیں بلکہ فلاسفر مذہبی کہلاتے ہوئے ایسی تک بندیوں کے پیچھے پڑتے ہیں جو شاعرانہ تخیل سے بھی بڑھ کر ہے استاد ذوق نے بھی ایسا ہی تخیل پیش کیا ہے

نہ کرتا ضبط میں گریہ تو اے ذوق اک گھڑی بھر میں
کٹورے کی طرح گھڑیال کے غرق آسمان ہوتا

ان لوگوں پر رونا آتا ہے کہ یہ لوگ اپنے ایمان اور عقل جیسی قیمتی اشیاء کا سودا ادھار بیچ رہے ہیں۔ ایرانی اور قادیانی دونوں صاحب آئے اور چلے بھی گئے مگر ان کے دعاوی اور مواعید معشوقہ سعاد سے زیادہ عزت نہیں پا سکے جس کی بابت یہ مصرع موزوں کہا گیا ہے

ما مواعيدها الا الا باطيل

جب پوچھو کہ ایفائے وعدہ کیوں نہیں ہوا تو جواب میں ہمیشہ صیغہ مستقبل کا سننے میں آتا ہے کہ ہاں کبھی نہ کبھی ایسا ہو جائے گا۔ سب دنیا نے روز روشن کی طرح دیکھ لیا اور مان لیا۔ وعدے کے الفاظ یہ ہیں اذا جاء نصر الله و الفتح و رأيت الناس يدخلون في دين الله افواجا ۔ جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی تو تم دیکھو گے کہ لوگ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہوں گے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے یوں ادا کیا:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی
اک آواز سے سوئی بستی جگا دی
پڑا غل یہ ہر طرف پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے)

ہم لوگ ظہور حق کو پہچان چکے ہیں آج سب لوگوں سے وہی کہتے ہیں جو ظہور حق کے پہچاننے والوں نے پہلے بھی قوم کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ اے قوم دل سے متوجہ ہو اور دعوت حق کو قبول کر

یا قومنا ا جیبو دا عی الله و آ منوا به یغفر لکم من ذنو بکم و یجر کم من عذا ب الیم ۔ و من لا یجب دا عی الله فلیس بمعجز فی ا لار ض و لیس له من دو نه او لیا ء او لئك فی ضلال مبین ۔ (الاحقاف:۳۱۔۳۲)

اے ہماری قوم داعی اللہ کو قبول کرو اس پر ایمان لاؤ خدا تمہاری کمزوریوں کو چھپا دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچائے گا اور جو کوئی داعی الٰہی کو قبول نہ کرے گا تو وہ سرزمین اہل حق کو عاجز نہ کر سکے گا۔ اور ظہور حق کے سوا اس کے لئے کوئی اولیاء نہ ہونگے ظہور حق کو قبول نہ کرنے والے کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں (داعی اللہ کو نہ ماننے والے بے شک گمراہی میں ہیں مگر کاذب مدعیوں کے پیچھے چلنے والے ان سے زیادہ گمراہ ہیں۔ ثناء اللہ)۔

(بہائی میگزین بمبئی بابت جنوری ۱۹۴۰ء ص ۴۔۶)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مارچ ۱۹۴۰ء مطابق ۵ صفر ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۲۰ ص ۳۔۵)

قادیان میں ایک نئی ایجاد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ایک مدت سے ہمارا دعوی ہے کہ قادیانی تحریک بہائی تاریخ کی فرع یا شاخ ہے۔ خدا کے حکم سے اس دعوے کے قرائن وشواہد آئے دن نئے نئے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ آج کل ایک نیا قرینہ پیدا ہوا ہے جو یہ ہے کہ بہائیوں نے اپنی اصطلاح میں سال کے انیس مہینے نئے مقرر کئے اور ہر مہینہ انیس دن کا شمار کیا۔

قادیانیوں نے سمجھا کہ ہم فرع ہو کر اصل سے کیوں پیچھے رہیں۔ چنانچہ جنوری کا نام ماہ صلح، فروری کا ماہ تبلیغ اور مارچ کا نام ماہ امان۔ اپریل کا نام ماہ شہادت۔ مئی کا نام ماہ ہجرت۔ جون کا نام ماہ احسان۔ جولائی کا نام ماہ وفا۔ اگست کا نام ماہ ظہور۔ ستمبر کا نام ماہ تبوک۔ اکتوبر کا نام ماہ اخا۔ نومبر کا نام ماہ نبوت اور دسمبر کا نام ماہ فتح تجویز کیا ہے (الفضل قادیان ۲۶ جنوری ۱۹۴۰ء)

ادھر بہائیوں نے ایک سال کے انیس مہینے قرار دیکر ان کے نام مندرجہ ذیل رکھے ہیں:

بہا۔جلال۔ جمال۔عظمت۔نور۔رحمت۔کلمات۔کمال۔اسماء۔عزت۔مشیت۔علم۔قدرت۔قوک۔مسائل۔شرف۔سلطان۔ملک۔علاء۔

اس امر میں بہائیوں سے تو ہمارا سوال نہیں کیونکہ وہ اسلام سے بالکل الگ تھلگ ہو چکے ہیں۔ وہ جو چاہیں سو کریں۔لیکن قادیانی گروہ ابھی تک اسلام اور اسلامیات کے زیر سایہ رہنے کا مدعی ہے۔اس لئے ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ تم لوگوں نے انگریزی مہینوں کے نام بدل کر جو ان کو اصل ٹھہرایا ہے تمہاری یہ روش نہ صرف اسلام بلکہ مرزا صاحب کی تعلیم کے بھی خلاف ہے۔کیونکہ سب کو معلوم ہے اور مرزا غلام احمد صاحب متوفی کا بھی مسلمہ ہے کہ 'خدائی حساب چاند کے حساب سے شمار ہوتا ہے' (تتمہ حقیقت الوحی ص ۲۵) نیز مرزا صاحب کا قول ہے کہ 'شمسی (انگریزی) حساب انسانوں کی بدعت ہے' رسالہ ریویو آف ریلی جنز قادیان بابت ماہ جنوری ۱۹۰۲ء)

قادیانی ممبرو! بتاؤ تم نے اس بدعت کی اشاعت کرکے اپنے مذہب کی یا اسلام کی کیا خدمت کی ہے۔سوائے اس کے کہ تم نے بہائیوں سے ایک قسم کی مشابہت پیدا کر لی اور اپنے نبی کی زبانی بدعتی بنے۔ یہ مشابہت اور بدعت تم کو مبارک ہو۔

ہمارا مشورہ ہے کہ اپریل اور مئی کے دو مہینے قادیانی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔کیونکہ اپریل کے مہینے مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے آخری فیصلے کا اعلان کیا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ

'ہم دونوں (مرزا قادیانی وثناءاللہ امرتسری) میں سے جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا'

اس اعلان کے مطابق آپ کا انتقال مئی ۱۹۰۸ء میں ہو گیا۔اس لحاظ سے اگر اپریل کا نام ماہ اعلان اور مئی کا نام ماہ فیصلہ رکھا جائے تو تاریخی واقعات کی یاد دہانی بخوبی ہو سکتی ہے۔ورنہ یہ ایجاد اس شعر کی مصداق ہے

نہ پیروی ء قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔۲۲۔ مارچ ۱۹۴۰ء ص ۴)

دور حاضر میں مسیحا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امت مرزائیہ لاہور کے اخبار پیغام صلح میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے 'کیا دور حاضر میں اسلام کو مسیحا کی ضرورت نہیں؟'

اس مضمون کا ملخص مضمون نگار ہی کے الفاظ میں یہ ہے:

'دور حاضر ظہور مسیح کیلئے موزوں ترین زمانہ ہے۔اس سوال پر میری تحقیق یہ ہے کہ یہ دعوی کہ 'اس دور میں مسیحا کی ضرورت ہے' ایک ایسی زندہ نفسیاتی اور تاریخی حقیقت ہے جس کا انتظار کسی ایسے شخص سے نہیں ہوسکتا جو فروعی مباحث سے قطع نظر کر کے امت کی گذشتہ تاریخ اور اس کی موجودہ حالت پر ایک عمیق نظر ڈالے۔ یہ مطالعہ ہمیں اس نتیجہ پر پہنچا دیتا ہے کہ اگر مسیح کے ظہور کا وعدہ سچا ہے،تو اس کے ظہور کیلئے اس زمانہ سے بڑھ کر کوئی وقت موزوں نہیں ۔ اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں امت کی مصائب اپنی کامل صورت میں ظاہر ہوچکی ہیں' (اخبار پیغام صلح لاہور ۱۷۔جنوری ۱۹۴۰ء ص ۳)

نامہ نگار صاحب جس مئوکل کی طرف سے وکالت کر رہے ہیں یعنی جن کو دور حاضر کا مسیحا بنانا چاہتے ہیں ان کا بیان ہر طرح قابل لحاظ رہے گا کیونکہ وکیل مئوکل کے خلاف تقریر کرے تو معتبر نہیں ہوتی ۔کسی واقف شریعت یا قانون دان سے پوچھ لیجئے کہ مئوکل بحثیت مدعا علیہ اگر اقبال دعوی کر لے تو وکیل کی بحث ختم ہو جاتی ہے۔ پس اپنے مئوکل قادیانی مسیحا کا بیان سنئے جو فرماتے ہیں کہ

مسیح کے آنے کا زمانہ پندرھویں صدی ہجری ہے (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۶۹۲)

اسی لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے قول کے مطابق نہ وہ خود مسیح موعود تھے، اور نہ چودھویں صدی کے اندر کوئی اور موعود آئے گا۔پس گھبرائیے نہیں بلکہ پندرھویں صدی تک انتظار کیجئے تو شائد اس وقت کوئی مسیحا نفس انسان پیدا ہو جائے اور آپ کا انتظار ختم ہوکر مدعا حاصل ہو جائے۔

علاوہ اس کے اس مضمون سے ہمیں یہ خوشی ہوئی کہ پیغام صلح لاہور اور اس کے نامہ نگار کے نزدیک قادیانی مسیح کالعدم ٹھہر گئے کیونکہ دور حاضر سے ان کی مراد یقیناً ۱۹۴۰ء ہے۔ اگر اس سے پہلے سال کو بھی ساتھ ملا لیا جائے تو ۱۹۳۹ء بھی دور حاضر میں آ سکتا ہے۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ جو مدعی مسیحیت ۱۹۰۸ء میں فوت ہو چکے ہوں وہ کسی طرح دور حاضر کے مسیحا نہیں ہو سکتے۔

بہر حال یہ قصہ تو ختم ہوا جو بہت عرصہ سے باعث نزاع چلا آ رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ پیغام صلح لاہور کی معرفت یہ جھگڑا بڑی خوش اسلوبی سے طے ہو گیا۔ اب اس کے متعلق یہ کہنا بالکل بجا ہے۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ص ۵)

خدا کی قسم میں قادیانی کو الہامی دعوی میں سچا نہیں جانتا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حسب تعلیم مرزا غلام احمد صاحب، قادیانی جماعت کا دعوی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی نبوت آنحضرت ﷺ کی نبوت کا بروز ہے بلکہ بشکل ثانی ہو بہو خود آنحضرت ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ طبع اول۔ ص ۱۰۱)

اس لئے چاہیے تو یہ تھا کہ نبوت قادیان کے خدو خال بعینہ وہی ہوتے جو نبوت محمدیہ کے تھے، مگر یہ جماعت یورپین ڈپلومیسی (عیاری) کی کچھ ایسی خوگر ہو گئی ہے کہ کسی اصول پر نہیں ٹھہرتی۔ آج ہم ان کی ایک خاص کارستانی کو ذرہ کھول کر بیان کرنا چاہتے ہیں جسے یہ لوگ ۱۹۲۳ء سے سیٹھ عبداللہ الہ دین کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔ اس کی ابتداء اس زمانہ سے ہوئی جب میں حیدر آباد گیا تھا، جہاں انہوں نے مجھ سے کذب مرزا پر حلف اٹھانے کا شدید تقاضا کیا۔ چنانچہ ان کے مطالبہ حلف کا جواب میں نے تحریری اور تقریری دونوں طرح سے حیدر آباد ہی میں دے دیا تھا۔ مگر

قادیانی اورخاموشی؟ ضدّا ن مفتر قا ن ایّ تفرق

آج کل انہوں نے پھراس سلسلہ کو جاری کر رکھا ہے۔اس لئے میں بھی آج پھر ذرہ تفصیل سے اس کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے قادیانی اہل قلم اپنے علم و دیانت سے کام لے کر ہمارے مضمون کا شرعی دلائل کی روشنی میں جواب دیں گے۔ پس وہ غور سے سنیں۔

ا۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی نبوت ہیں اور میں ان کا منکر۔ سلسلہ انبیاء میں سے کسی نبی خصوصاً سید الانبیاﷺ نے اپنے کسی منکر رسالت کو حلف نہیں دیا۔منکرین رسالت کے الفاظ سادہ الفاظ میں قرآن میں منقول ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

ویقول الذین کفروا لست مر سلاً ۔(پ۱۳ع۱۲)

(منکر کہتے ہیں تم رسول نہیں ہو)

قالوا ما انتم الّا بشر مثلنا۔ (پ۱۳ع۱۴)

(منکروں نے پیغمبروں سے کہا کہ تم ہمارے جیسے آدمی ہو)

اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں جو منکرین کا انکار سادہ الفاظ میں بتا رہی ہیں ایسے منکرین سے انبیاء اوران کے اتباع نے کبھی قسم کا مطالبہ نہیں کیا۔

پھر تم کون؟ منکر نبوت سے مطالبہ حلف کرنے والے کوئی دلیل ہے تو پیش کرو۔تاہم بطور ارخائے عنان (احساناً) ہم نے مرزا غلام احمد صاحب کی تکذیب پر کئی بار حلف اٹھایا۔سب سے پہلے قادیان میں بموقع جلسہ اسلامیہ ۱۹۲۱ء میں حلف اٹھایا۔ چنانچہ اخبار الفضل قادیان ۴۔اپریل ۱۹۲۱ء میں اس کا ذکر موجود ہے کہ:

مولوی ثناء اللہ نے قسم کھا کر کہا کہ مرزا صاحب اپنے دعوی الہام میں جھوٹے ہیں۔

اس کے بعد میں نے اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۸۔اپریل ۱۹۲۶ء میں ایک حلفیہ مضمون لکھا جس کو بصورت اشتہار بھی شائع کیا گیا،جس کی سرخی یہی تھی جو آج کے مضمون کی ہے۔چونکہ قادیانی جماعت اپنے اندر کا پول خوب جانتی ہے اس لئے وہ سمجھتی ہے کہ ہر ایک سچا مومن مرزا غلام احمد صاحب کے کذب پر حلف اٹھا لے گا، اس لئے وہ اس کمزوری کو مضبوطی سے بدلنے کے لئے یہ پخ لگاتی ہے کہ حلف کے ساتھ

ایک سال کی مدت کی شرط بھی لگاؤ۔ یعنی میں (حلف اٹھانے والا) یہ بھی کہوں کہ میں اگر جھوٹا ہوں تو ایک سال کے اندر مر جاؤں۔

سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آبادی نے مجھ سے اسی قسم کے حلف کا مطالبہ کیا تھا چونکہ اس شرط کا ثبوت بھی شرع میں نہیں بلکہ یہ محض لغو اور دفع الوقتی ہے، اسی لئے میں نے اس شرط کی تکمیل کے طور پر مزید یہ شرط لگائی کہ:

میں تمہارے لفظوں میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں بشرطیکہ تم (عبداللہ الہ دین) اور خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) یہ لکھ دو کہ حلف اٹھانے کے ایک سال بعد اگر میں (ثناء اللہ) زندہ رہا تو تم دونوں مرزا صاحب قادیانی کو جھوٹا سمجھو گے۔

اس شرط کو انہوں نے منظور نہیں کیا۔

ناظرین کرام! اس مہذب جماعت (حواریان مسیح) سے کوئی پوچھے کہ تمہیں کس آسمانی کتاب یا زمینی عدالت اعلیٰ (ہائی کورٹ) سے یہ اختیارات مل گئے ہیں کہ تم تو جو شرطیں چاہو لگاؤ مگر فریق ثانی کی کوئی بات بھی نہ سنو چاہے وہ کتنی معقول ہو۔ دیکھئے منکر رسالت کو حلف دینے کا ثبوت اگر چہ قرآن و حدیث سے نہیں ملتا مگر تمہاری خاطر ہم نے اس کو بھی مان لیا بلکہ پورا کر دیا، اب جو تم ایک سال تک زندہ رہنے کی قید لگاتے ہو، حالانکہ اس کا ثبوت بھی شرع میں نہیں ملتا مگر تمہاری خاطر ہم اسے بھی مانے لیتے ہیں، لیکن اس شرط کے ساتھ جو نہایت معقول اور مستحسن ہے، وہ یہ ہے کہ اگر میری زندگی ایک سال سے تجاوز کر جائے تو تم لوگ اپنی جانب کو جھوٹا سمجھو گے۔ آؤ میں تم کو اس کے ثبوت میں صحیح حدیث سے ایک واقعہ سناؤں۔ اگر راست گوئی اور راست پسندی کو تم لوگ اچھا سمجھتے ہو تو اس حدیث پر غور کرو۔

پس سنو اور دل کے کانوں سے پردہ اٹھا کر سنو۔ اور اس دن کے خوف کو دل میں جگہ دے کر سنو جس کا نقشہ قرآن مجید ان الفاظ میں بتاتا ہے

یو م لا یغنی مو لی عن مو لی شیئاً

(جس دن کوئی دوست، دوست کے کام نہ آئے گا)

واقعہ مذکور سورہ روم کے شروع میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

الم ۔ غلبت الرو م فی اد نی ا لار ض و هم من بعد غلبهم

سیغلبو ن فی بضع سنین ۔

مطلب ان آیات کا یہ ہے کہ رومی مغلوب ہونے کے بعد بضع سالوں میں غالب آجائیں گے۔ بضع کا لفظ نوتک بولا جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو قریش نے کہا کہ بضع کی مدت کو متعین کر کے ہمارے ساتھ شرط لگاؤ۔ اگر اس مدت میں رومی غالب آگئے تو تو سچا ٹھہرے گا، ورنہ شرط ہار کر جھوٹا قرار پائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ نے اپنے فہم سے چھ سال کی مدت مقرر کر دی۔

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر سنی تو فرمایا کہ صدیق! تو جانتا ہے کہ تیری زبان میں لفظ بضع کا اطلاق نوتک ہوتا ہے، پھر چھ سال کی مدت کیوں ٹھہرائی؟

چنانچہ یہی نتیجہ ہوا کہ رومی چھ سال کے عرصہ میں غالب نہ آئے۔ تب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی شرط پوری کر دی یعنی جو کچھ دینا مقرر تھا دے دیا۔

اس حدیث سے ہمارا استدلال یوں ہے کہ میعاد گزرنے پر حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ نے اپنی ہار مان لی اور جو شرط لگائی تھی وہ پوری کر دی۔ گو آپ کے اس فعل سے قرآن مجید کی پیش گوئی پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔

قادیانی ممبرو! اپنے معاملے کو اس حدیث پر پرکھو تم میری موت کے لئے ایک سال مدت کی قید لگاتے ہو میں اس میعاد کو منظور کرتا ہوں۔ مگر اتنا کہتا ہوں کہ ایک سال گذرنے کے بعد اگر میں ایک دن بھی زیادہ زندہ رہا، تو تم لوگ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا کذب تسلیم کر لینا، ورنہ اس حدیث کا جواب دو جو عملاً موقوف ہے اور علماً مرفوع ہے۔

یاد رکھو! اہل حدیث امرتسر تمہاری بھول بھلیوں میں پھنسنے کا نہیں۔ اس کے متعلق یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو اس میں کیوں شامل کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں تمہارے طرز عمل کا کافی تجربہ ہے۔

چنانچہ اپریل ۱۹۱۲ء میں تم نے لدھیانہ میں ہمارے ساتھ انعامی مباحثہ کیا اور مسلّمہ ثالثوں کے فیصلہ کے مطابق ہم نے تم سے انعام جیت لیا۔ مگر تم لوگ یہ کہہ کر پھر کھڑے ہو گئے کہ یہ کام منشی قاسم علی کا ذاتی فعل تھا جسکے متعلق اس نے خلیفہ صاحب

(حکیم نورالدین) سے اجازت حاصل نہیں کی تھی، اس لئے یہ ساری جماعت پر حجت نہیں ہوسکتا۔ٹھیک اسی طرح اس حلف کے متعلق بھی تم یہی کہو گے کہ یہ فعل سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندرآبادی کا ذاتی ہے ساری جماعت پر حجت کیونکر ہوسکتا ہے۔

ہماری دریا دلی ملاحظہ ہو کہ سیٹھ عبداللہ الہ دین اس حلف پر ہم کو ساڑھے دس ہزار روپئہ انعام دینے کا وعدہ دیتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ اگر ہم ان کے تجویز کردہ الفاظ میں حلف اٹھالیں تو وہ پانچ سو روپئہ ہم کو اسی وقت اور سال بھر تک زندہ رہنے کی صورت میں مزید دس ہزار روپئہ بطور انعام دیں گے،مگر ہم اس دس ہزار بلکہ بیس ہزار پر بھی لات مارتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنی حسب معمول درشت کلامی وسخت گوئی کے ماتحت یہی کہیں گے کہ علماء کا کیا ہے، یہ لوگ تو پیسے کے مرید ہیں ان کو سچ اور جھوٹ سے کیا مطلب؟

اس لئے ہم محض اظہار حق کے لئے ان کے پیش کردہ الفاظ میں بھی حلف اٹھانے کو تیار ہیں بشرطیکہ سیٹھ عبداللہ الہ دین ہمیں لکھ دیں کہ حلف اٹھا کر مولوی ثناء اللہ ایک سال کے بعد زندہ رہے تو میں قادیانی مذہب چھوڑ دونگا اور خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) بحیثیت خلیفہ کم ازکم اجازتی دستخط کر دیں کہ میں سیٹھ صاحب کو اس معاہدے کی اجازت دیتا ہوں اور اس کو جائز رکھتا ہوں۔

قادیانی ممبرو! انصاف سے بتاؤ کیا شرط کی ہر دو جانب (نفی واثبات) ایک ہی اثر پیدا کرتی ہیں۔یعنی حلف اٹھانے کی صورت میں ایک سال کے اندر مر جاؤں تو بھی جھوٹا ٹھہروں اور بحکم خدا ایک سال گذار کر زندہ رہوں تو بھی جھوٹا قرار دیا جاؤں

اللہ رے ایسے حسن پر یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

حاجی عبداللہ صاحب! مذہبی معاملے میں آخری تعلق خدا سے ہے جہاں بھول بھلیاں کام نہیں آئیں گی۔سیدھی بات ہے کہ میں مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت اور منصب مسیحیت کا مکذب ہوں اور اس تکذیب پر اپریل ۱۹۲۱ء سے حلف اٹھاتا چلا آیا ہوں، اور آج اسی مضمون کی سرخی میں بھی میرا حلف موجود ہے۔

ان سب شرارتوں کی وجہ سے میں بقول آپ کے مورد عتاب الٰہی ہوں۔مگر

واقعہ یہ ہے میں بفضلہٖ تعالی اب تک زندہ ہوں، اور میرے مخاطب قادیانی نبی مرزا غلام احمد صاحب کو باوجود مقابلہ کے طور پر میری موت کی پیش گوئی کرنے کے دنیا سے کوچ کئے ہوئے ۳۱ سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔

پھر کیا آپ لوگوں کو کسی مزید حلف کی ضرورت باقی ہے۔ اگر آپ ہاں کہیں گے تو میری طرف سے یہی فرمان خداوندی سنا دینا کافی ہوگا

ان الذین حقت علیھم کلمت ربك لا یومنون

نہیں وہ قول کا پکا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

حدیث نزول مسیح کے متعلق استفسار

مولانا مدیر صاحب! آپ کا ایک مضمون اہل حدیث مورخہ یکم مارچ ۱۹۴۰ء میں حدیث نزول مسیح کے متعلق نکلا تھا جس میں آپ نے بقاعدہ علم حدیث مرزا صاحب کو خائن فی الحدیث ثابت کیا تھا۔ کیا امت مرزائیہ نے اس کا کوئی جواب دے کر مرزا صاحب کو ثقہ راوی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں؟ ایک مستفسر

جواب میں شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

مرزائی اخبارات (قادیانی ولاہوری) میں سے کوئی پرچہ میری نظر میں سے نہیں گذرا جس میں اس اعتراض کا کچھ جواب دیا گیا ہو۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کا جواب یہ لوگ دے ہی نہیں سکتے۔ اگر دیں گے بھی تو ایسا ہی دیں گے جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آخری فیصلہ کے متعلق آج تک دیتے آئے ہیں جس کا تازہ نمونہ درج ذیل ہے:

مرزا صاحب کا آخری فیصلہ، آہ! آخری فیصلہ

مرزائی جواب پیش کرنے سے پہلے بطور تمہید کچھ بتا دینا مناسب ہے مرزا

صاحب قادیانی نے اپنی جماعت کو بالکل واضح الفاظ میں حق کی طرف رہنمائی کی تھی مگر افسوس ہے کہ انہوں نے مرزا صاحب کی ہم دردی کی قدر نہ کی جس پر موصوف گویا ان کو مخاطب کر کے بالفاظ قرآن یوں کہہ رہے ہیں:

نصحت لکم و لکن لا تحبّو ن النّا صحین (الاعراف:۷۹)

(میں نے تم لوگوں کو خیر خواہی کی تھی مگر تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک دعا شائع کی تھی جس کا عنوان تھا مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ ۔اس دعا کا مختصر مضمون یہ تھا کہ:

اے خدا ہم دونوں (مرزا قادیانی وثناء اللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں ہلاک کر دے

اس کا نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا کہ آج قریباً ۳۲ سال گزر گئے کہ حسب دعا مذکور ایک فریق مر گیا اور دوسرا زندہ ہے۔کون مر گیا اور کون زندہ ہے؟ اظہار کی ضرورت نہیں سب جانتے ہیں۔

امت مرزائیہ نے اس کے جواب میں جو جو حیلے بہانے تراشے وہ ان کی باطل پسندی کا ثبوت ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ ان باطل حیلوں کے جو جوابات دیئے جاتے رہے ہیں، ان پر یہ لوگ غور نہیں کرتے بلکہ وہی مرغے کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہیں۔چنانچہ چوہدری فتح محمد سیال قادیانی نے ایک مضمون ریویو آف ریلی جنز قادیان نومبر ۱۹۳۹ء اور الفضل ۲۱ جنوری ۱۹۴۰ء میں شائع کرایا تھا جس کا جواب اخبار اہل حدیث امرتسر ۸ دسمبر ۱۹۳۹ء اور ۹ فروری ۱۹۴۰ء کی اشاعتوں میں دیا گیا۔ چوہدری فتح محمد صاحب کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب، مولوی ثناء اللہ کو مباہلے کے لئے ہمیشہ بلاتے رہے مگر مولوی ثناء اللہ صاحب اس کو ٹالتے رہے، آخر مرزا صاحب قادیانی نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو ازخود دعائے مباہلہ شائع کر دی مگر مولوی ثناء اللہ کے انکار کی وجہ سے مباہلہ منعقد نہیں ہو سکا۔لہذا مرزا غلام احمد صاحب کے آخری فیصلہ والی دعا کا مضمون حجت نہیں ہے۔

اس کے بعد الفضل ۲۰ مارچ میں آپ نے پھر وہی مضمون دہرایا جس میں

ہمارے سابقہ دو مضمونوں کا کوئی معقول جواب نہیں دیا گیا۔

ناظرین کرام! اب یہ راگنی اتنی پرانی ہو چکی ہے کہ اس سارنگی کی ایک ایک تار ہم نے توڑ دی، لیکن امت مرزا ایسی مضبوط خیال اور ایسی دھن کی پکی ہے گویا اس کا قول ہے:

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

اس لئے ہم اس بحث کو مرکز پر لا کر ناظرین کو آسانی سے فیصلہ کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ امت مرزا میں اس وقت ہمارے مخاطب دو برگزیدہ اصحاب ہیں ایک چوہدری فتح محمد سیال ایم اے قادیانی اور دوسرے مولوی محمد علی ایم اے لاہوری (مصنف رسالہ آیت اللہ)۔ ان دونوں صاحبوں کو ہم اللہ تعالی کے نام کا واسطہ دے کر توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس دن کو سامنے رکھ کر ہماری بات کو سنیں جس کی شان میں وارد ہے

یوم لا یغنی مولی عن مولی شیئاً
(جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آئے گا)

پس ہمارے معروضہ کو غور سے سنئے جس کا جواب دینے سے آپ لوگوں نے ہمیشہ پہلو تہی کی ہے۔ یہ پہلو تہی کب تک کرتے رہو گے اور یہ کہاں تک کارآمد ہوگی آخر وہ وقت آئے گا جب کہا جائے گا

الیوم نختم علی افواھھم و تکلّمنا اید یھم۔(پ۲۳ ع ۳)۔

آج میں یہ مضمون جس درد بھرے دل سے لکھ رہا ہوں آپ لوگ اس کا صحیح اندازہ کر لیں تو مجھے اپنا پکا خیر خواہ سمجھیں گے۔

غور سے سنئیے! آپ لوگ جو مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ مباہلہ کے سلسلہ کو ۱۸۹۶ء سے شروع کر کے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کی دعا کے ساتھ ملاتے ہیں یہ بالکل غلط اور محض دجل ہے جس کا ابطال ہم کئی دفعہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ اخبار اہل حدیث مورخہ ۹ فروری ۱۹۴۰ء میں بھی ہم باطل پرستی کے اس قلعہ کو الحکم قادیان کا گولہ مار کر مسمار کر چکے ہیں۔ جس کا جواب چوہدری فتح محمد سیال اور مولوی محمد علی لاہوری نے آج تک نہیں دیا اور نہ آئندہ دے سکیں گے۔ الحکم قادیان کی عبارت آج ہم پھر

نقل کرتے ہیں: دل کے کانوں سے سنیئے:

حضرت اقدس (مرزا غلام احمد قادیانی) نے پھر بھی اس (ثناء اللہ امرتسری) پر رحم کر کے فرمایا کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جب کہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے...

اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں..

یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی تاکہ وہ اس کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لے۔ اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہوگا جس میں ہم یہ ظاہر کر دیں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے مباہلہ کو منظور کرلیا ہے۔ (الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

یہ عبارت اپنا مطلب صاف بتا رہی ہے کہ مباہلہ کرنے پر میری آمادگی کی خبر سن کر مرزا غلام احمد صاحب نے مباہلہ مذکور کو حقیقۃ الوحی کے شائع ہونے تک ملتوی کر دیا اور حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی مگر دعائے آخری فیصلہ اس سے پہلے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع ہو چکی تھی اگر یہ دعا مرزا اسی مباہلہ کے سلسلہ کی ایک کڑی تھی تو باوجود وعدہ التواء کے ایک مہینہ پہلے ہی کیوں شائع کر دی گئی؟

اس کا جواب آج تک کسی صاحب قلم مرزائی نہیں دیا اور ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ آئندہ بھی ہرگز نہیں دے سکیں و لو کان بعضهم لبعض ظهيراً

ہمیں چوہدری فتح محمد صاحب سے خاص شکایت ہے کہ آپ باوجود بڑی لن ترانیاں سنانے کے اس مضمون پر نہیں آئے جو درحقیقت اس نزاع میں فیصلہ کن ہے۔

دوسری بات ہم نے یہ لکھی تھی کہ دعائے مباہلہ فریقین کی طرف سے بصیغہ جمع متکلم ہوتی ہے، جیسے قرآن مجید میں ہے:

ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكا ذبين ۔(پ۳ع۱۴)

(پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں)

مگر مرزا غلام احمد صاحب کی دعا مفرد کے صیغہ میں ہے۔ اس لئے اس کو مباہلہ کہنا نصوص قرآنیہ کے علاوہ خود مرزا صاحب قادیانی کی تصریحات کے بھی خلاف

ہے۔ چنانچہ اخبار اہلحدیث امرتسر ۸ دسمبر ۱۹۳۹ء میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عبارت بحوالہ اربعین نمبر دوم نقل کر چکے ہیں۔

ہاں چوہدری فتح محمد صاحب نے اپنے تازہ مضمون میں بڑے فخر سے یہ کہا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی دعا کے بعد جماعت احمدیہ روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ پس ہمارے حق پر ہونے اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے باطل پر ہونے کا یہی کافی ثبوت ہے۔ ہم حیران ہیں کہ متکلمین کے اس گروہ کا نام کیا رکھیں۔

چوہدری صاحب سنیئے! آپ کی اس دلیل پر نقض اجمالی یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے جس زمانہ میں عیسائی مذہب کی بیخ کنی کا دعوی کیا تھا، ان دنوں ہندوستان میں عیسائیوں کا شمار آپ نے براہین احمدیہ میں پانچ لاکھ لکھا تھا۔ مگر آج ہندوستان کے مسیحیوں کا شمار اٹھاسٹھ لاکھ انیس ہزار انتیس ہے۔ یہ شمار مسیحی جنتری بابت ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا ہے جس کا اوسط اضافہ ہر ماہ میں ۱۵ ہزار لکھا ہے۔

بتایئے! آپ کی یہ دلیل اگر عیسائی رسالوں اور اخباروں کو معلوم ہو جائے اور وہ آپ لوگوں کے سامنے اسی دلیل سے حملہ آور ہوں، تو آپ ان کو کیا جواب دیں گے؟

اور سنیئے! ابھی کل کی بات ہے کہ خاکساری تحریک اٹھی جس کی مخالفت بھی ہوتی رہی۔ تاہم آج اس کا شمار آپ کی تعداد سے بہت زیادہ ہے۔ جس ترقی کو مولوی محمد علی احمدی نے (پیغام صلح لاہور ۲۷ فروری ۱۹۴۱ء) آپ کے سامنے بطور نقض اجمالی پیش کیا ہے جس کا جواب آپ لوگوں کی طرف سے نہیں ہو سکا۔

مختصر یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی دعا کا مضمون شمار کی ترقی و تنزل سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ وہ فریقین میں سے ایک فریق کی موت سے تعلق رکھتا ہے جو ہیضہ یا طاعون سے ہونے والی تھی۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیضہ کی موت سے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں فوت ہو گئے (خطبات نور)

احمدی دوستو! سنو اور غور سے سنو! تم لوگ اس بت کی پوجا کب تک کرو گے اور کراؤ گے جو آیت لا یسمن و لا یغنی کا مصداق ہے۔ یقین رکھو مجھے اس خیال سے صدمہ ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں میں سے نہ ہو جائیں جو کہیں گے

یا ویلتی لم اتخذ فلاناً خلیلاً ۔ لقد اضلّنی عن الذکر بعد اذ جاء نی، وکان الشیطان للانسان خذولاً ۔ (الفرقان: ۲۸۔۲۹)

خدا سے ڈرو اور گمراہی سے بچو اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں دعا کرو کہ وہ تمہیں فیصلے کا طریق بتا کر رہنمائی کر گئے ۔ تمہاری ان حیل حجتوں سے کچھ نہیں ہونے کا۔ ہمت ہے تو مندرجہ ذیل نوٹ پڑھو

بہائیوں اور مرزائیوں میں مباحثہ

اخبار الفضل مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء میں شیخ بہاء اللہ کے دعوی کے متعلق بہائیوں کو مباحثے کا چیلنج دیا گیا ہم اس مباحثہ میں فریقین کی خدمت میں اپنی ناچیز خدمات پیش کرتے ہیں ۔ فریقین ہم سے جو خدمت لینا چاہیں لے سکتے ہیں ہماری طرف سے کوئی دریغ نہ ہوگا۔ ہاں اگر فریقین اجازت دیں گے تو ان کی باہمی گفتگو کے بعد ہم بھی ان سے مباحثہ کی درخواست کریں گے جو فریق اپنے میں ہمت پائے وہ ہماری درخواست قبول کرلے۔

مرزائیوں سے مباحثہ کا موضوع مرزا صاحب قادیانی کا آخری فیصلہ ہوگا اور بہائیوں سے مباحثہ کا مضمون شیخ بہاء اللہ کا دعوی ہوگا۔

چونکہ مرزا صاحب کا مباحثہ عبداللہ آتھم عیسائی سے شہر امرتسر میں ہوا تھا اس لئے یہ مباحثہ بھی امرتسر ہی میں ہونا چاہیے ۔ یہ شہر لاہور اور قادیان کے درمیان ہونے کی وجہ سے مکاناً سوی کے مصداق ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵۔ اپریل ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

براہین احمدیہ میں کیا ہے۔ محض ادعا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مایہ ناز کتاب براہین احمدیہ ہے ۔ اس میں مرزا صاحب قادیانی نے یہ دعوی کیا ہے کہ میں اسلام کی صداقت پر تین سو دلائل لکھونگا

ہم نے اس کی بابت اتباع مرزا سے بارہا یہ مختصر سوال پوچھا کہ وہ لوگ کوئی ایک دلیل ہی ہم کو دکھائیں کہ کہاں سے شروع ہوئی اور کہاں ختم ہوئی ؟

خدا جانے یہ سوال کتنا وزنی ہے کہ نہ قادیان سے اس کا جواب آتا ہے، نہ لاہور سے ۔ اخبار الفضل قادیان ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء میں ایک طویل مضمون ہمارے جواب میں نکلا ہے ۔اس میں بھی ہمارے اصل سوال کا جواب دینے کی بجائے محض ادعا پر ادعا کیا گیا ہے ۔مثلاً کہا گیا ہے کہ آج سے نصف صدی پہلے ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمان اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر چکے تھے ۔اس زمانہ میں یہ مرد خدا (مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) کھڑے ہوئے اور دین اسلام کی حفاظت میں یہ کتاب لکھی ۔

کوئی ثبوت پوچھے تو کچھ نہیں بتا سکتے ۔ہم سے پوچھو تو ہم بتاتے ہیں کہ خود مرزا صاحب قادیانی نے ہندوستان میں عیسائیوں کی کل تعداد ہندوستان میں پانچ لاکھ بتائی ہے ۔مگر آپ نے یہ تفصیل نہیں بتائی کہ ان پانچ لاکھ عیسائیوں میں ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں بھنگیوں اور دوسری پست قوموں میں سے کتنے کتنے افراد آئے تھے ۔مضمون نگار صاحب اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کا ثبوت پیش کریں کہ

'مرزا صاحب سے پہلے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں عیسائی ہو چکے تھے '

ہم تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اس دعوے کو بھی محض ادعا سمجھتے ہیں ۔آخر لے دے کے ہمارے جواب میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا نام پیش کیا جاتا ہے کہ انہوں نے براہین احمدیہ کی تعریف کی ہوئی ہے ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا ممدوح محدث تھے اور محدثین کا اصول ہے کہ راوی اپنی جس روائت کی تکذیب کردے وہ روائت حجت نہیں رہتی ۔مولانا موصوف اپنی آخری عمر میں مرزا صاحب قادیانی کی کل باتوں کی تردید کرتے رہے ۔ چنانچہ ایک دفعہ ہم نے ان سے پوچھا تھا کہ آپ نے براہین احمدیہ پر تحسین آمیز الفاظ میں تبصرہ (ریویو) کیا تھا ۔اس کی وجہ کیا تھی ،؟ جواباً فرمایا کہ 'محض امکان تصور پر '

علاوہ اس کے ہم کہتے ہیں کہ قادیانی اہل علم ہمارے سوال کا جواب مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کے ریویو ہی میں بتا دیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تین سو دلائل حقہ میں سے کتنی دلیلیں براہین احمدیہ میں مرقوم ہیں اور وہ کس صفحہ سے

شروع ہوکر کس صفحہ پر ختم ہوتی ہیں۔

باقی رہی ادھر ادھر کی باتیں، سو وہ اہل دانش کے نزدیک بجوئے نار زد کی مصداق ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کے مریدو! ہم نے تمہیں بارہا ہمدردانہ طور پر کہا ہے کہ اہل حدیث کی گرفت آہنی پنجہ ہے جس کی سختی سے خود مرزا صاحب قادیانی بھی نالاں ہوکر اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ اس لئے تم لوگ جواب دینے سے پہلے اصل سوال سمجھ لیا کرو اور جواب سوال کے مطابق دیا کرو، ورنہ ہمیں کہنا پڑے گا

غالب تمہیں کہو کہ ملا ہے جواب کیا
مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔اپریل ۱۹۴۰ء ص ۴۔۵)

قادیانی کے جدید مصلح موعود کا اعلان

بابت غلبہ اسلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آگاہ ہوں گے کہ لاہوری جماعت مرزائیہ میں سے ایک شخص شیخ غلام محمد اعلان پر اعلان کر رہا ہے کہ میں حسب پیش گوئی مرزا صاحب قادیانی، مصلح موعود ہوں، لہذا میرے ہاتھ سے قادیانی اور لاوری دونوں جماعتیں مفتوح ہوکر میرے ماتحت ہو جائیں گی۔ آپ نے غلبہ اسلام کے متعلق ایک اشتہار دیا ہے جس کا مختصر مضمون مع سرخی انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

غلبہ اسلام کے متعلق عظیم الشان انقلابات کی پیش گوئیاں

اسلام کی موجودہ چودویں صدی ہجری میں فقط ۴۲ سال باقی ہیں، تمام دنیا کے لئے سب سے آخری زمانہ اور آخری صدی ثابت ہوکر رہے گی جس

کے اندر حضور اقدس حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین اور حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کو خاتم الخلفاء ثابت کر کے موجودہ دنیا کی مکمل صف لپیٹ دی جائے گی۔ شیخ غلام محمد مصلح موعود۔ الاہور

چودھویں صدی میں دنیا ختم ہو جانے کی صورت میں ہمیں تو کوئی ملال نہیں مگر آپ کو ملال ہونا چاہیے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مرید ہیں، جن کے بقول دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے، اور وہ خود دنیا کی پیدائش کے چھٹے ہزار میں مخلوق اور مبعوث ہوئے ہیں۔ اس حساب سے دنیا کی عمر ابھی قریباً ایک ہزار سال باقی ہے چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

قرآن اور حدیث اور جملہ انبیاء کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم سے قیامت تک دنیا کی عمر سات ہزار سال (بحساب قمری) ہے کل انبیاء نے بتایا ہوا ہے کہ مسیح موعود دنیا کے چھٹے ہزار میں مامور اور مبعوث ہو کر اہل دنیا کو ضلالت اور بربادی سے بچائے گا چنانچہ میں (مرزا قادیانی) اسی چھٹے ہزار میں مبعوث ہوا ہوں۔ (عربی رسالہ مالفرق بین آدم والمسیح)

اب شیخ صاحب (مصلح موعود) خود فیصلہ کریں بلکہ اس فیصلہ میں لاہوری اور قادیانی نمائندوں کو بھی شریک کر لیں، اور بتائیں کی چودھویں صدی میں دنیا کا خاتمہ ہو جانے سے مرزا غلام احمد صاحب کا کلام غلط تو نہیں ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی بتائیں کہ آپ دونوں سے سچا کس کو سمجھیں:

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔ اپریل ۱۹۴۰ء ص ۵)

ایک مرزائی کی شکست فاش

جناب حکیم غلام قادر مخدوم پوری لکھتے ہیں:

مولوی محمد فاضل صاحب جنہوں نے ہماری ساری برادری احناف سے الگ ہو کر علاقہ کبیر والا میں مرزائیت کا ڈھونگ رچا رکھا ہے، ایک دفعہ ان سے ملاقات

ہوئی۔بندہ کے ہاتھ میں کتاب فاتح قادیان، تھی۔
انہوں نے پوچھا یہ کیا چیز ہے۔
میں نے کہا کتاب فاتح قادیان۔
تعجب میں آ کر کہا فاتح قادیان کون ہے؟
میں نے کہا ہمارے مولوی ثناء اللہ صاحب۔
انہوں نے کہا وہ تو اہل حدیث ہیں، تمہارے بزرگ کیسے ہوئے؟
بندہ نے کہا حدیث کی وہ شان ارفع ہے کہ خود مرزا صاحب آنجہانی فرماتے ہیں:

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

لیکن آپ ہیں کہ پابند حدیث کو بزرگ کہنے سے جھجکتے ہیں۔
پھر کہا وہ فاتح قادیان کیسے ہوئے؟ فاتح کے معنی ہیں فتح کرنے والا۔کیا انہوں نے قادیان کا خزانہ فتح کیا ہے یا اپنا سکہ وہاں رائج کر لیا ہے؟

میں نے کہا فتح کا یہ معنی کرنا حضرت مرزا صاحب کی اصطلاح سے اختلاف رکھنے کے مترادف ہے کیونکہ مرزا صاحب قتل دجال کے یہی معنی لیا کرتے تھے کہ دلائل و براہین سے ہم نے عیسائیوں کو قتل کر ڈالا۔ جب دلائل و براہین سے قتل ہونا آپ تسلیم کرتے ہیں تو فتح کا لفظ اس معنی میں لینے سے کیوں گریز کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے مجھ سے یوں استفسار کیا، کون سی فتح تمہارے مولوی صاحب نے کی؟

میں نے کہا مرزا صاحب نے خدا کو منصف و حکم ٹھہرایا اور خدا کی درگاہ میں نہایت عاجزی و لجاجت سے التجا کی کہ اے خداوند مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے، اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے۔۱۹۰۷ء میں یہ اشتہار لکھا گیا تھا خدا کی قدرت کا تماشا دیکھئے کہ ابھی ایک سال ہی گزرنے پایا تھا ۱۹۰۸ء میں قادیانیوں کی ساری امیدوں پر پانی پھیرتے ہوئے مرزا صاحب اس دنیا سے کوچ کر گئے لیکن دوسری طرف خدا کا یہ کمال فضل ہوا کہ اشتہار مذکور کو بتیسواں سال ہوا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی خداداد قوت ایمانی

سے جہاد قلمی ولسانی بخلاف مذہب قادیانی فرما رہے ہیں۔

انہوں نے کمال چالاکی سے دیانت کو پس پشت ڈالتے ہوئے کہا کہ اس اشتہار میں مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ کو کہا تھا کہ آیا آپ کو یہ مباہلہ منظور ہے یا نہیں۔تو مولوی صاحب نے نامنظور کر دیا تھا۔

میں نے کہا ہرگز نہیں، سفید جھوٹ۔مرزا صاحب قادیانی نے قطعاً ایسا نہ کہا تھا بلکہ اس کے برخلاف یوں لکھا تھا کہ:

مولوی صاحب جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

میں نے اس پر خوب زور دیا اور کہا اگر آپ یہ الفاظ مرزا صاحب کے اشتہار میں دکھا دیں تو میں مرزائی بننے کو تیار ہوں۔

بازار کا موقع تھا بہت سے آدمی کھڑے تھے۔سب نے ان سے پرزور مطالبہ کیا کہ مولوی صاحب اشتہار لاؤ اور اپنے الفاظ دکھاؤ ایک شخص ابھی مرزائی بنتا ہے۔

انہوں نے اتنے لوگوں کے مطالبہ کو اس طور پورا کیا کہ یہ کوئی خاندانی شخص ہے، ایسے شخص کو مرزائی بنانے کی ہمیں کیا ضرورت؟

واقف کار لوگوں نے کہا کہ اگر یہ خاندانی نہیں، تو تم کہاں کے خاندانی ہو، تمہاری مرزائیت میں کیا ضرورت تھی؟

جب تقریر میں ہار گئے تو اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئے۔پھر اس موضوع سے قطع نظر کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے مولوی صاحب نے کون سی اسلامی خدمات سر انجام دیں؟

میں نے کہا بہت سی ، اپنی ساری اندگی انہوں نے اسلامی خدمات میں وقف کر رکھی ہے۔

ستیارتھ پرکاش میں بانی آریہ سماج نے قرآن مجید پر ۱۵۹، اعتراضات کئے جس کا جواب حق پرکاش کی صورت میں انہوں نے ایسا معقول دیا کہ سارے آریہ مشن سے آج تک جواب الجواب نہ بن آیا۔

دھرم پال نو آریہ کو ترک اسلام کا جواب ترک اسلام میں تہذیب اسلام کا

جواب تغلیب الاسلام میں نخل اسلام کا جواب تبر اسلام میں ایسا معقول دلائل سے دیا کہ مخالف کو بھی موافق بننے کے سوا چارہ نہ رہا، یعنی اپنی کتابوں سے رجوع کر کے مسلمان بن گیا جو آج غازی محمود کے نام سے مشہور ہے۔

علاوہ ازیں رنگیلا رسول، جو آریوں کی عیاریوں پر دلالت کرتا ہوا نکلا، اس کا جواب ایسا باصواب دیا کہ ملک بھر کے چیدہ اخباروں اور اہل قلم نے پرزور ریویو لکھے اب بتایئے آپ کی طرف سے ان کا کس طرح کا جواب نکلا۔

تب ان کی طرف سے یہ جواب آیا کہ خدمت اسلام فقط قلمی نہ ہونی چاہیے بلکہ کچھ جانی قربانی بھی ہونی چاہیے۔

میں نے کہا حضرت مرزا صاحب قادیانی بھی تو قلم ہی چلایا کرتے تھے۔ بھلا وہ کون سی جنگ میں شہید ہوئے۔

تب سامعین میں سے ایک نے کہا کہ لاہور میں بیت الخلاء سے نکلتے ہی بمرض ہیضہ فوت ہو گئے تھے۔

تب خوب قہقہہ لگا۔ مخاطب مرزائی نہائت ہی ذلت کی حالت میں شرمندہ ہوا۔ اس وقت عجیب منظر تھا۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔ اپریل ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

کیا مرزا قادیانی محمدی خلیفہ تھے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

تاریخ اسلام بتا رہی ہے کہ اسلام میں جتنے فرقے ہوئے ہیں ایسا گول پیندے والا فرقہ کوئی نہیں ہوا جیسا کہ مرزائی یا احمدی فرقہ ہے۔ ہر فرقہ نے اپنے اصل الاصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر نبھایا ہے۔ مگر فرقہ مرزائیہ (احمدیہ) اس امر میں خاص امتیاز رکھتا ہے کہ وہ حسب ضرورت جو چاہتا ہے کہہ جاتا ہے۔ یہی دستور العمل جناب مرزا

غلام احمد صاحب قادیانی کا تھا۔ مرزا صاحب قادیانی کے متعلق تو اس وقت گفتگو نہیں ہے آپ کے متعلق تو ہماری کتاب تعلیمات مرزا قابل دید ہے۔ یہاں ہم ایک نئی بات ناظرین تک پہنچاتے ہیں۔

آج کل لاہوری اور قادیانی اخباروں میں ایک سلسلہ مضامین مخالفہ جاری ہے جس کا موضوع ہے مولوی غلام حسن پشاوری۔

اس موضوع پر فریقین بڑی زور آزمائی کر رہے ہیں جس سے ہمیں بقول : محتسب را درون خانہ چہ کار، سر دست کوئی غرض نہیں ہے۔ ہاں اس سلسلہ میں ایک پشاوری نامہ نگار (قاضی محمد یوسف) الفضل قادیان میں لاہوری مرزائیوں کی تردید میں مضمون لکھتے لکھتے یہ بھی لکھ گئے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی خلافت محمدیہ کے آخری خلیفہ تھے۔ اور مولوی نور الدین اور میاں محمود احمد اور ان کے بعد آنے والے خلفاء مرزا احمدیت کے خلیفے ہوں گے۔ مرزا صاحب متوفی کی اصطلاح میں اسم محمد جلالی یعنی باسیاست نام ہے اور اسم احمد جمالی (بے سیاست) نام ہے۔

پشاوری نامہ نگار کے الفاظ ذیل میں ملاحظہ ہوں۔ آپ مولوی محمد علی لاہوری کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> 'جواب یہ ہے کہ جو خلافت اسم محمد کے ساتھ شروع ہوئی اور حضرت ابوبکر اس کے پہلے خلیفہ تھے وہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) پر ختم ہوگئی اور وہی اس کے خاتم الخلفاء ہوئے۔ مگر جو خلافت اسم احمد کے ماتحت حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب قادیانی) کے بعد شروع ہوئی اور حضرت نور الدین اعظم اس کے پہلے خلیفہ ہوئے مگر آج کے بعد جو مجدد یا محدث یا مصلح آئیں گے وہ اسی خلافت کے سلسلہ میں آئیں گے' (الفضل قادیان ۹۔ اپریل ۱۹۴۰ء)

اس کے متعلق پہلے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریحات کا کلام سن لیجئے۔ آپ فرماتے ہیں:

> 'محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی نام' (ازالہ اوہام۔ ص ۶۷۳ طبع اول)

پس بقول مرزا صاحب قادیانی چونکہ محمد جلالی (باسیاست) نام ہے، اس لئے حضرت ابوبکر باسیاست (باحکومت) تھے جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔ پھر مرزا غلام

احمد صاحب قادیانی، حضرت ابوبکر کی طرح باسیاست خلیفہ کیوں نہ ہوئے۔ خلافت محمدیہ کا ایک ہی سلسلہ جو باسیاست شروع ہوا اخیر میں جا کر بے سیاست کیوں ہو گیا۔

لطف یہ ہے کہ بے سیاست بھی ایسا ہوا کہ بانی سلسلہ (مرزا قادیانی) بقول خود یاجوج ماجوج کا غلام بن گیا۔ اور اسی غلامی میں اپنی ساری عمر بسر کی اور اسی غلامی کے دائمی تحفظ اور بقا کے لئے دعائیں بھی کرتے رہے۔

اس سوال کا جواب دینا قادیانی جماعت کا فرض اولین ہے جنہوں نے یہ مضمون شائع کیا ہے۔

خلیفہ نورالدین بھیروی کس کے خلیفہ تھے؟ جواب یقیناً یہی ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب کے۔ اب سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی خلافت میں جو اسم محمد کی جلالیت داخل تھی وہ خلیفہ نورالدین میں کیوں منتقل نہ ہوئی۔ اور ان کے بعد خلیفہ محمود احمد کیوں اس سے محروم رہے؟

(نوٹ) آئندہ اگر ضرورت ہوئی تو ہم بتائیں گے کہ پشاوری نامہ نگار کی ساری تقریر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریحات کے خلاف محض دفع الوقتی اور مقولہ در مع الدھر کے ماتحت ہے جس کے معنی یہ ہیں: چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

اظہار حقیقت۔ مرزا صاحب قادیانی اگر حضرت ابو بکر صدیق اکبر کی طرح باسیاست خلیفہ ہوتے، تو باوجود اختلاف عقائد کے ہم سب سے پہلے ان کو تسلیم کر لیتے۔ مگر وہ جانتے تھے کہ خلافت باسیاست کا دعوی کرنا کانٹوں کی سیج ہے جس پر لیٹ کر نیند نہیں آسکتی۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی جیسا ضعیف القلب آدمی خلافت باسیاست کا دعوی کیونکر کرسکتا تھا جس نے ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کے حسب منشا اس مضمون کی تحریر لکھ کر دستخط کر دیئے تھے کہ میں آئندہ کسی شخص کی موت کا الہام شائع نہیں کرونگا۔ اس کے بعد دعوی خلافت محمدیہ؟

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔ اپریل ۱۹۴۰ء، ص ۴۔۵)

بہائیوں اور قادیانیوں میں مناظرہ کب ہوگا؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بہائیوں کی طرف سے ایک ٹریکٹ شائع ہوا ہے جس کو ایک ایسے شخص نے لکھا ہوا ہے جو کچھ عرصہ پہلے حکیم نورالدین قادیانی کی شاگردی کا فخر اور قادیانیت کا اثر اپنے اندر کامل رکھتا تھا۔ اس کا نام مولوی عبداللہ کشمیری ہے۔

یہ مولوی عبداللہ صاحب بڑے پختہ قادیانی تھے۔ انہوں نے سری نگر کشمیر میں قادیانیت کو بڑی کوشش سے پھیلایا۔ اب آپ چند دنوں سے کھسکتے کھسکتے بہائی بن چکے ہیں۔ چونکہ اس سے پہلے وہ قادیانی تھے اس لئے بحکم قرآنی آت ذا القربی حقہ انہوں نے اپنے قریبیوں (قادیانیوں) کا حق ادا کرنے کے لئے ایک دو ورقہ اشتہار شائع کیا ہے جس کی سرخی ہے:

علماء قادیان کی خدمت میں ایک دردمندانہ اپیل۔

باوجود بہائی ہو جانے کے آپ اس اشتہار میں یہ بھی لکھتے ہیں:

قرآن کے خلاف ہر ایک مذہبی عقیدہ اور مذہب میرے خیال میں باطل ہے

مقصود اس اشتہار سے یہ ہے کہ جو اصول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے دعوی کی صحت کے لئے بتایا ہے، اور جس کو ان کے اتباع بھی صحیح سمجھ کر مخالفین کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں، اسی اصول کو معیار قرار دے کر مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ ہی شیخ بہاء اللہ ایرانی کی صداقت کا اندازہ کر لیجئے۔ آپ کے اشتہار کا خلاصہ اصل الفاظ میں یہ ہے:

مختصر یہ ہے کہ جب بہاء اللہ بقول آپ کے ایک چالاک مفتری تھا اور اس نے تقیہ کی بنا پر وحی و شریعت کا دعوی کیا تھا تو ایسا مفتری اس معیار پر کس طرح پورا اتر سکتا ہے جو مرزا صاحب نے اپنی رسالت کو ثابت کرنے کے

لئے بیان فرمایا اور جس پر یہ اصرار ہے کہ قرآن شریف اور توراۃ کا بیان کردہ معیار ہے۔ (اشتہار مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۴۰ء)

وہ معیار (پیش کردہ قادیانی) یہ ہے کہ، مدعی نبوت و رسالت دوی کے بعد اگر ۲۳ سال تک زندہ رہے تو سچا ہے۔

مولوی عبداللہ کشمیری کہتے ہیں کہ اس معیار پر شیخ بہاء اللہ ایرانی کو پرکھ لیجئے اور اس مطلب کے لئے وہ قادیانیوں کو مباحثہ کا چیلنج کرتے ہیں۔

اس چیلنج کے جواب میں اخبار الفضل قادیان ۲۴ مارچ میں ایک مضمون مرقومہ مولوی محمد اسحاق صاحب نکلا ہے جس میں اس چیلنج میں مذکورہ مبحث کو مسترد کرتے ہوئے ایک اور مبحث پیش کیا ہے جو یہ ہے کہ پہلے شیخ بہاء اللہ کی الوہیت پر بحث کی جائے۔ اس بارے میں الفضل کے الفاظ یہ ہیں:

ہم اہل بہا کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ ہم سے قادیان یا لاہور جہاں وہ پسند کریں اس مسئلہ پر تبادلہ خیالات کر سکتے ہیں۔ اس بحث میں اہل بہاء مدعی ہوں گے کہ بہاء اللہ خدا تھے اور ہم اس کی نفی کریں گے۔

لیکن اگر وہ ہمارے مذکورہ بالا سوال کا یہ جواب دیں کہ بہاء اللہ خدا نہ تھے، تو پھر اہل بہاء سے اس امر پر تبادلہ خیالات کریں گے کہ آیت خاتم النبیین کے ان معنوں کی رو سے جو اہل بہا کو مسلّم ہیں بہاء اللہ کا دعوی درست نہیں۔

پس اس دعوت کے ذریعہ ہم ہر صورت میں اہل بہاء سے تبادلہ خیالات کرنے کے لئے تیار ہیں اور ہمارا یہ تبادلہ خیالات ہمارے سوال،

بہاء اللہ خدا تھے یا نہیں

کے مثبت یا منفی یعنی ہاں یا نہیں کے ہر دو پہلوؤں پر ہوگا۔ یعنی ہاں کہنے پر ہم بہاء اللہ کی خدائی کی تردید کریں گے اور نہیں کہنے پر ہم یہ ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں کہ آیت خاتم النبیین کے وہ معنی جو اہل بہا کرتے ہیں، پھر اس دعوی کی تردید کرتے ہیں، جو خدائی کے دعوی کے علاوہ ہو سکتا ہے۔

امید ہے کہ اہل بہاء بالخصوص لاہور کے بہائی سردار پریتم سنگھ صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب کشمیری ہمارے اس دوستانہ تبادلہ خیالات کی دعوت کو

پڑھ کر ہمیں مطلع فرمائیں گے کہ آیا وہ بہاء اللہ کی خدائی پر ہم سے اظہار خیالات کرنے کے لئے تیار ہیں یا خدائی سے انکار کرکے ہر اس دعوی کی تردید ہم سے سننے کے لئے تیار ہیں جو خدائی کے دعوی کے علاوہ ہو۔

(الفضل قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء)

ناظرین کے سامنے ہم نے دونوں عبارتیں رکھ دی ہیں۔ ہم اس امر میں کیا فیصلہ دے سکتے ہیں۔ البتہ اتنا عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ بہائی لوگ جب شیخ بہاء اللہ ایرانی کی رسالت و نبوت ثابت کرنے کے مدعی ہوں گے، تو الوہیت بہاء اللہ کا ابطال خود بخود ہو جائے گا۔ یہ دلالت ایسی ہے جس کا م دلالت تضمنی یا التزامی نہیں (گویا) مطابقی ہے پھر اس پر یہ پخ لگانا کہ پہلے شیخ بہاء اللہ کی الوہیت پر بحث ہو، ہمارے نزدیک متکلمین کی شان کے خلاف ہے۔

مکرر گذارش:

ہم پہلے بھی اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۵۔ اپریل ۱۹۴۰ء میں لکھ چکے ہیں کہ ان دونوں فریقوں کے مباحثہ میں ہم خدمت کرنے کو تیار ہوں گے۔ دست شوئی یا آب خورانی مشورہ دہی یا کتاب نمائی، ہم دونوں کے خادم ہوں گے۔ البتہ گفتگو کے خاتمہ پر ہم ان دونوں خدمت میں اپنا عریضہ ان الفاظ میں پیش کریں گے

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے ابر کرم مہر وفا کچھ تو ادھر بھی

یعنی ہر دو فریق ہمارے ساتھ بھی گفتگو کر کے ہم کو راہ حق دکھائیں، یا ہمارا پیش کردہ حق قبول کریں تا کہ استاد ذوق کا یہ شعر صحیح ثابت ہو:

قیس و فرہاد کو بتلاؤں گا میں عشق کی راہ
اب کے جو میں طرف دشت و جبل جاؤنگا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔ اپریل ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

اب مباہلہ کیوں نہیں ہوتا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

منشی قاسم علی اڈیٹر فاروق نے حکیم عبدالعزیز احمدی مصاحب شیخ عبد الرحمان مصری کو مباہلے کا چیلنج دیا تھا۔ اس کی منظوری کا اشتہار نمبر۳ ہمارے ہاتھ میں ہے ۔ حکیم عبدالعزیز صاحب اڈیٹر فاروق سے مباہلہ کرنے کو تیار ہیں ۔مگر (اڈیٹر) فاروق صاحب کا جواب دیکھنے میں نہیں آیا۔

معلوم نہیں مباہلہ کرنے کیلئے بھی اتنے اینچ پینچ لگانے کی کیا ضرورت ہوتی ہے ۔ دنیاوی عدالتوں میں فریقین مقدمات کو اس لئے طوالت دیتے ہیں کہ حاکم عالم الغیب نہیں ہوتا۔ مگر خدائے عالم الغیب کے سامنے اتنی کھینچا تانی کی ضرورت ہی کیا ہے

او لیس اللہ باعلم ما فی صدور العالمین (العنکبوت:۱۰)

معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے ۔کبھی کوئی عذر تراشا جاتا ہے،کبھی کوئی بہانہ بنایا جاتا ہے ۔ دراصل یہ سب کچھ مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی تعلیم کا اثر ہے جنہوں نے ساری عمر میں صرف ایک دفعہ مولوی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کیا تھا اور اس سے پہلے اعلان کیا تھا کہ میں اس مباہلہ کے لئے استخارہ کرکے آیا ہوں۔

مگر مباہلے کے بعد جب ان کے مسلمہ اصول کے مطابق ایک سال گذر گیا اور مولوی عبدالحق صاحب غزنوی زندہ رہے تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی کہ کیوں مولوی عبدالحق غزنوی نہ فوت ہوئے۔ نہ کسی قسم کی بلا یا مصیبت میں مبتلا ہوئے ۔

اس کا جواب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ دیا کہ میں نے مولوی عبدالحق غزنوی کے خلاف کوئی بد دعا نہیں کی تھی ۔ جو کچھ کہا تھا اسی نے کہا تھا۔

آخر نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فوت ہوگئے اور مولوی عبد الحق صاحب غزنوی زندہ رہے ۔تب ان کے معتقدین بھی وہی کہنے لگے جو مرزا

صاحب قادیانی کہتے تھے۔

اس قسم کی باتیں باتونی لوگوں کی ہوتی ہیں۔ اللہ والے ایسی باتیں نہیں کیا کرتے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ دونوں فریق مسجد قادیان میں جا کر اپنا اپنا دعوی بیان کریں پھر بڑی عاجزی سے فریقین میں سے جو جھوٹے فریق پر لعنت کریں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے فنجعل لعنة الله على الكاذبين ؎

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔ اپریل ۱۹۴۰ء ص ۶)

شہادت الحق علی الباطل

بجواب بہائی میگزین بمبئ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حق سے ہماری مراد قرآن مجید ہے اور باطل سے مراد قادیانی اور بہائی نبوت ہے۔ ہم نے اپنے رسالہ بہاء اللہ اور مرزا، میں یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی، بہاء اللہ ایرانی کے متبع یا کم سے کم ان سے مستفیض تھے۔ آج کا یہ مضمون بھی ہمارے اس دعوی پر روشنی ڈالے گا۔

شیخ بہاء اللہ ایرانی اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ ہماری نبوتوں کا ثبوت قرآن مجید سے ملتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات قرآن مجید کی تصدیق کا اظہار کرتے تھے، اور مسلمانوں میں پیدا ہونے کی وجہ سے خاص کر مسلمانوں ہی کو اپنے اتباع میں داخل کرنا چاہتے تھے، اس لئے ضروری تھا کہ اپنے اپنے دعوی پر قرآن مجید ہی سے استدلال کرتے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے سورہ جمعہ کی جن آیات سے اپنی نبوت کا ثبوت دیا ان کے الفاظ یہ ہیں:

هو الذى بعث فى الا ميين رسو لا منهم يتلوا عليهم آ يا ته و يز كيهم و يعلمهم ا لكتا ب و الحكمة و ان كا نوا من قبل لفى

ضلا ل مبین۔ و آ خر ین منھم لما یلحقوا بھم (الجمعہ:۲۔۳) ۔
ان آ یا ت سے آ پ نے یوں استد لا ل کیا کہ اس سے پیغمبر اسلام کی دو بعثتیں (نبوتیں) ثابت ہوتی ہیں آ پ کی ایک بعثت (نبوت) عرب کے امیوں میں ہوئی اور دوسری بعثت (نبوت) پچھلے لوگوں میں ۔ یہ دوسری بعثت میرے (مرزا) کے وجود میں ظہور پزیر ہوئی ۔ اس لئے میں محمد ثانی (بروزی نبی) ہوں ۔ (تریاق القلوب)

یہ تو ہے قادیانی نبوت کا مجمل تذکرہ جس کی تفصیل ہمارے رسالہ محمد قادیانی میں درج ہے۔ آج ہمارا روئے سخن ایرانی نبی کی طرف ہے۔ بہائی میگزین میں ایک مضمون بعنوان شہادت الحق نکلا ہے جس میں مضمون نگار نے قرآن مجید سے استدلال کر کے ایرانی نبوت کا ثبوت دینا چاہا ہے، کہ قرآن مجید کے ساتھ ایسی بے دردی کا برتاؤ کیا ہے کہ امام حسینؓ کے بعد کسی اور کے ساتھ ایسا نہ ہوا ہوگا ۔

معذرت: ہم اس مضمون کو اصل الفاظ میں (مع اپنے حواشی) پیش کرتے ہیں تا کہ ہمارے ناظرین (علماء وطلباء) معلوم کرسکیں کہ قرآن مجید پر منکرین کی طرف سے جو حملے ہوتے ہیں قائلین کے حملے ان سے زیادہ سخت ہیں۔ پس ان کو ہر قسم کے حملوں سے مطلع ہوکر جواب کے لئے مسلح رہنا چاہیے:

حق سبحانہ وتعالی اپنی خلق کے حالات سے ہر آن واقف ہے ہر دم سب کا نگران ہے کوئی ہستی اس کے سامنے سے غائب نہیں ۔.... اس کے علم سے کوئی چیز غائب نہیں ہوتی ۔ وہ فرماتا ہے

ما کنا عن الخلق غا فلین ۔

ہم اپنی مخلوق سے غافل نہیں اور ہم نئی نئی مخلوق پیدا کرنے سے غفلت نہیں کرتے ۔ ہم سب کے حالات سے اچھی طرح باخبر رہتے ہیں

و الله علی کل شیء شهید ۔پ۱۸ع۱۔ ہر چیز ہماری نگرانی میں ہے خدائی نگرانی کا سایہ مخلوق پر ہمیشہ رہتا ہے۔ ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے وہ مخلوق کی باقاعدہ نگرانی رکھتا ہے ۔ روحانی نگرانی کے سلسلہ میں وہ ہمیشہ اپنی جانب سے پیغمبروں کو دنیا کا نگران بنا کر بھیجتا رہتا ہے

(خدا کی نگرانی دنیا کی ہستی پر اثر رکھتی ہے جس کا عمل ابتدا سے انتہاء تک جاری ہے اور رہے گا جس کا ذکر اس آیت میں ہے ان الله یمسك السماوات و الارض ان تزولا۔ پ ۲۲۔ خدا ہی آسمان و زمین کو گرنے سے محفوظ رکھے ہوئے ہے
انبیاء کرام کی نگرانی اس قسم کی نہیں وہ نگرانی .... متعلق ہے۔ اسی واسطے قیامت کے روز حضرت مسیح کہیں گے و کنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم (میں جب تک اپنی امت میں موجود تھا ان کی نگرانی کرتا رہا) حضرت عیسی اور آنحضرت ﷺ کے درمیان قریباً چھ سو سال کا عرصہ گذر چکا ہے جس کا نام قرآن مجید میں فترة من الرسل (رسولوں کی بندش کا زمانہ) بتایا گیا ہے۔ پس یہ دونوں قسم کی نگرانی الگ الگ ہے جن میں فرق نہ کرنا قرآنی اصطلاح سے بےخبری پر مبنی ہے)۔

اس لئے پیغمبر خدا کی طرف سے شہید یعنی نگران ہوتے ہیں چنانچہ اس کا ثبوت قرآن مجید کی آیات ذیل سے ملتا ہے جن میں پیغمبر کو شہید یا شاہد بنا کر بھیجنے کا صاف صاف ذکر ہے

یا ایّها النبی انا ارسلناك شاهداً (الاحزاب:۴۵)

(اے نبی ہم نے تمہیں شاہد نگران بنا کر بھیجا ہے)۔

اور فرماتا ہے:

انا ارسلنا الیکم رسولاً شاهداً علیکم (پ۲۹۔مزمل)

(لوگوں ہم نے تمہاری طرف رسول تم پر شاہد یعنی نگران و گواہ بنا کر بھیجا ہے)۔

انا ارسلناك شاهداً (پ ۲۶ فتح) (اے رسول ہم نے تمہیں شاہد بنا کر بھیجا ہے)

پس خدا نے جو ہر چیز کا نگران ہے اس کی نگرانی دین کے سلسلہ میں پیغمبر کے ذریعہ ہوا کرتی ہے۔ شاہد حقیقی تو خدا ہی ہے، اپنی نیابت میں پیغمبر کو شاہد مقرر کرتا ہے۔ اور جب دنیا غافل ہو جاتی ہے خداوند عالم نئے طور پر ایک پیغمبر کے ذریعہ دنیا کی نگرانی کا نیا انتظام (۲۔ یہ بھی دراصل خلط مبحث ہے آپ کے دعوے پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے البتہ یہ جملہ ہمارے لئے مفید مطلب ہے کہ، پیغمبر کے زیر سایہ رہ کر نگران ہوتے ہیں۔

یہ منصب علمائے کرام کا ہے جو پیغمبر اسلام ﷺ کا اتباع اپنی ذات پر فرض سمجھ کر آپ کی تعلیم

کی نگرانی کرتے ہیں ۔ نہ کہ ان کا جو قرآن مجید کی تعلیم کو منسوخ کہہ کر ناسخ قرآن کتاب لانے اور مستقل رسالت و نبوت پانے کے مدعی ہوں جیسے شیخ بہاء اللہ ایرانی ۔) اور نیا پروگرام مرتب فرما دیتا ہے ۔ پیغمبر جو خدا کی نیابت میں شاہد و نگران ہوتا ہے پیغمبر کو قبول کرنے والے پیغمبر کے زیر سایہ رہ کر دنیا والوں کے لئے نگران ہو جاتے ہیں ۔ چنانچہ فرماتا ہے

لیکو ن الرسو ل شهیداً علیکم و تکو نوا شهداء علی الناس

(الحج: ۷۸)(اے مومنو! رسول تم پر نگران ہوگا اور تم عام لوگوں پر نگران ہو گے)

حضرت مسیح کی زبانی کہلاتا ہے

و کنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم (پ ۷ مائدہ)

(میں اپنی امت کے لوگوں پر اس وقت تک نگران تھا جب تک میں ان میں رہا)

انبیاء بنی اسرائیل کے متعلق فرماتا ہے:

بما استحفظوا من کتا ب الله و کا نوا علیه شهدا ء (پ ۶ مائدہ ع ۱۱۔۷)(وہ کتاب اللہ کے محافظ بنائے گئے تھے اور اس پر نگران تھے)

و انتم شهداء (پ ۴ آل عمران ۔ ع ۱۔۱۰) اے اہل کتاب تم شہداء یعنی نگران ہو ۔

یاایها الذین آ منوا کو نوا قوامین لله شهداء با لقسط

(پ ۶ مائدہ ع ۲۔۶) (مومنو! خدا کے لئے مضبوط کھڑے ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن کر)

مذکورہ بالا آیات سے پورے طور پر ثابت ہو گیا کہ

۱۔ خدا تعالی تمام عالم کا نگران ہے

۲۔ دینی نگرانی کے سلسلہ میں خدا تعالی پیغمبر کو نگران بنا کر مبعوث فرماتا ہے

۳۔ پیغمبر کو قبول کرنے والے بھی نگرانی کے ذمہ دار ہوتے ہیں

(بالکل سچ اور صحیح ہے اسی لئے تو ہم قرآن مجید کی تحریف کرنے والے بہائیوں اور قادیانیوں کے مقابلہ میں مدافعت کرتے ہیں ۔)

۴۔ اور جب وہ نگرانی چھوڑ دیتے ہیں بلکہ اس حالت میں ہو جاتے ہیں کہ خود ان کی نگرانی کی ضرورت پڑتی ہے تو خدا تعالی پھر اپنی نگرانی کا نیا ظہور

کرتا ہے اور ایک پیغمبر حق کو شاہد وشہید نگران و گواہ بنا کر لوگوں میں بر پا کرتا ہے (پس یہ ہے آپ کا دعوی جو دلیل کا محتاج ہے بنی اسرائیل کا ذکر کرنا آپ کو مفید نہیں کیونکہ انبیائے بنی اسرائیل میں سے کسی کے حق میں لفظ خاتم النبیین نہیں آیا جیسا کہ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کے حق میں آیا۔)

جیسا کہ آیات مذکورہ میں بتایا کہ بنی اسرائیل کتاب اللہ کے نگران و گواہ بنا ئے گئے انہوں نے ایک مدت تک اپنا فرض ادا کیا جب وہ غافل ہو گئے خدا تعالی نے حضرت رسول کریم ﷺ کو شاہد وشہید بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور چونکہ اپنی مخلوق کے حالات سے بے خبر نہیں اور ان کی ضروریات سے غافل نہیں اب جب کہ مسلمان بھی نگرانی کے قابل ہو گئے تو خداوند عالم نے حضرت باب وحضرت بہاء اللہ کو مبعوث فرمایا ہے کیونکہ قرآن مجید میں وعدہ فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی حالت بدل جانے پر ہم نئے طور پر دعوت شروع کریں گے پھر نئی نگرانی ہوگی اور نئے شاہد پیدا کئے جائیں گے

(ثبوت بذمہ مدعی ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ آپ کی پیش کردہ دلیل مع جواب اگلے نمبر میں آتی ہے۔) ۔ اور یہ مسلمہ امر ہے کہ عالم خلق میں اولین و بہترین شاہد پیغمبر ہوتے ہیں جو کتاب الہی اور فرمان خداوندی لاتے ہیں جیسا کہ رسول کریم ﷺ کو قرآن مجید میں بار بار شاہد کیا گیا ہے۔

اب ہم اس امر کو بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد پیغمبر شاہد کے آنے کی خبر دی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے

افمن کان علی بینۃ من ربہ و یتلوہ شاھدمنہ و من قبلہ کتاب موسی اماماً و رحمۃ (پ ۱۲ ہود ع ۲-۲)

کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر قائم ہے یعنی محمد رسول اللہ ﷺ (باطل پر ہوسکتا ہے؟) اور محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک شاہد اسی کی جنس سے (یعنی پیغمبر صاحب شریعت) آتا ہے

(آیت کی نحوی ترکیب سمجھے بغیر ایسا کہا ہے اگر ترکیب پر غور کر لیتے تو ہرگز ایسا نہ کہتے آپ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یتلوہ کو ایک الگ جملہ مستانفہ بناتے ہیں حالانکہ واو

عاطفہ چاہتی ہے کہ اس کا تعلق سابق سے ہو پس اس آیت میں شاہد سے مراد وہی ہے جو دوسری آیت و شهد شا هد من بنی اسرا ئیل علی مثله ۔ پ ۲۶ ۔ ع ۱ ۔ میں مذکور ہے جس کو آپ نے آگے چل کر خود بھی نقل کیا ہے ۔ پس اس آیت کا ترجمہ مع شرح یہ ہے : کیا وہ شخص جو اپنے رب کی ہدایت پر ہو اور خدا کی طرف سے ایک گواہ (عالم کتب سابقہ) بھی اس کو شہادت کے واسطے ملتا ہو اور اس سے پہلے حضرت موسی کی کتاب (توراۃ) بھی شہادت دیتی ہو، گمراہ ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں) اور محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے (بھی) حضرت موسی کی کتاب توراۃ شاہد تھی پیشرو اور رحمت بن کر (لوگوں کو خبر دیتی تھی)

حضرت موسیٰ نے واضح طور پر اپنے مثیل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خبر تورات کتاب استثنا میں یوں دی تھی :

خداوند خدا تم میں سے تمہارے بھائیوں میں مجھ سا ایک نبی برپا کرے گا ۔

اسی کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہے :

قل ار ئیتم ان کا ن من عند الله و کفر تم به و شهد شا هد من بنی اسرا ئیل علی مثله فآ من و استکبرتم (الاحقاف:۱۰)

(کہہ دو، خیال تو کرو کہ اگر یہ خدا کی طرف سے ہے اور بنی اسرائیل میں سے شاہد عظیم اپنے مثل و مثیل کی شہادت دے چکا ہے ۔ اس نے تو مان لیا تم نے تکبر کیا) ۔

یہاں صاف فرمایا جو کہ شاہد بنی اسرائیل نے اپنے مثل کے متعلق شہادت دی تھی یہ وہی بات ہے جو من قبله کتا ب موسی میں بیان فرمائی ۔

سورۃ ہود کی مذکورہ بالا آیت پر نظر ڈالئے ۔ فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ من جانب اللہ ہیں ان سے پہلے حضرت موسی نے بھی آپ کی شہادت دی تھی اور آپ کے بعد بھی آپ کی جن سے (یعنی صاحب شریعت پیغمبر) آتا ہے جو آپ کی صداقت کی شہادت دے گا اس پیش گوئی کا مصداق حضرت سید علی محمد باب ہیں جنہوں نے یہ شہادت پورے طور پر دی پس آیت یتلوا شا هد منه میں صاف فرمایا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد شاہد پیغمبر آئے گا (بہائی میگزین بمبئی بابت فروری ۱۹۴۰ ص ۶ تا ۸)

(حاشیہ ۔ ہمارے رسالہ بہاء اللہ اور میرزا کے زمانہ تالیف تک آپ لوگ شیخ بہاء اللہ کو

نبی نہیں کہتے تھے مگر اب ان کے علاوہ علی محمد باب کو بھی نبی کہنا شروع کر دیا ہے۔ کیا آپ لوگ علی محمد باب کی تصنیفات میں سے کوئی ایسا لفظ دکھا سکتے ہیں جس سے قطعی طور پر ان کی رسالت ونبوت ثابت ہو سکے۔ یاد رکھیئے محض الہام سے اصطلاحی نبوت کا ثبوت نہیں ہوسکتا ورنہ مرزا صاحب نے ۱۲۷۶ھ میں الہام کا دعوی کیا تھا حالانکہ اس وقت آپ منصب نبوت پر فائز ہونے سے انکاری تھے،

مختصر یہ کہ آپ شیخ بہاء اللہ کا دعوی نبوت ان دلائل قاطعہ سے ثابت کیجئے جن کو آپ منکرین قرآن کے سامنے بھی پیش کرسکیں آئندہ بھی اگر آپ قرآن مجید سے ایسے ہی تمسکات پیش کریں گے تو ہم مجبوراً یہ شعر پڑھیں گے:

گرز عشقت خبرے ہست بگوا ے واعظ ورنہ خاموش کہ اں شوروفغاں چیزے نیست۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔اپریل ۱۹۴۰ء ص ۳۔۵)

قادیانی کا تعارف خودان کے قلم سے

جناب مولوی عبدالوکیل خطیب نواب گنج دہلی لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی جن کو اپنے لئے مختلف الفاظ استعمال کر کے اپنا تعارف کرانا پڑا کرشن مسیح موعود مہدی معہود وغیرہ، میرا خیال ہے کہ عوام نے اس بنا پر کہ اپنے منہ بڑا بننا اہل دانش کے نزدیک پسندیدہ فعل نہیں، ان مدعی صاحب کی قدر نہ کی۔ اچھا اب تو وہ آنجہانی ہو چکے اس لئے ان کا پیچھا چھوڑ یئے۔

لیکن قبل اس کے کہ ان کا تعارف کرایا جائے اسی ذیل میں ایک اور ہستی کا تعارف کرانا اخلاقی فرض ہے اس لئے میں جناب مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کا ذاتی تعارف کرانے کی بجائے ان کے نام نامی پر اکتفا کرتا ہوں۔ کیونکہ ماشاء اللہ وہ بقید حیات موجود ہیں اس لئے ان کے تعارف کی چنداں ضرورت نہیں:

آفتاب آمد دلیل آفتاب

لیکن اتنا ضرور معلوم ہو جانا چاہیے کہ آپ فاتح قادیان کے لقب سے

مشہور ہیں جوامت مسلمہ کا دیا ہوا خطاب ہے نہ خود تجویز کردہ۔ مرزا صاحب آنجہانی نے آپ کو بہت کچھ کہا سنا مگر آپ نے جھوٹے کو جھوٹے کے گھر تک پہنچانا، مقولہ پورا کر دکھایا۔ چنانچہ تنگ آمد بجنگ آمد، خدا کا دروازہ کھٹکھٹا کر بددعا کرنے کی ٹھانی لیکن آخر ہوا کیا، وہی جو اس کی جناب سے مخلوق کو امید ہونی چاہیے بہتر ہوا اگر آپ صاحبان خود مرزا صاحب قادیانی کے قلم سے اس امید کا ملاحظہ فرمائیں

پیغام صلح لاہور ۵ فروری ۱۹۴۰ کے پہلے صفحہ پر جلی قلم سے خود مرزا صاحب قادیانی کے ملفوظات کشتی نوح کے حوالہ سے اس طرح نقل کرتا ہے:

کیا خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا۔ وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔ احمق ہے وہ شخص جو ان کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں۔ اور خدا ان کی حمایت میں۔ کون خدا پر ایمان لایا صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص بھی احمق ہے جو ایک بے باک اور گنہ گار اور بدباطن اور شریر النفس کے فکر میں ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہوگا۔ جب سے خدا نے آسمان زمین بنایا کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو۔ بلکہ وہ ان کے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائے گا۔ وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ دنیا چاہتی ہے کہ ان کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن ان پر دانت پیستا ہے مگر وہ جو ان کا دوست ہے (خدا) ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے ان کو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اس خدا کا دامن نہ چھوڑے،

عبارت صاف ہے۔ حقیقت خود بول اٹھے معاملہ خود منکشف ہو جائے گا مرزا صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب کو بے باک بدباطن وغیرہ بزعم خود سمجھتے ہوں گے تو پھر وہ خود کیا ہوئے؟ خود ان کے قلم سے، احمق، کی تعریف پڑھ لیجئے۔ نتیجہ کیا ہو؟

وہی جو سب کو معلوم ہے کہ خود ہلاک ہو گئے چنانچہ کسی نے ان کی وفات حسرت ناک پت دلی جذبات کا اظہار اس طرح کیا ہے :

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

مولانا ثناء اللہ امرتسری کو خدا نے حیات عطا کر کے بڑے بڑے کام دکھائے ۔ مرزائی مناظر سے فتح یابی کے بعد تین سو روپئے حاصل کئے ۔ سابق نواب رام پور سے فتح کی سند حاصل کی ۔ جماعت اہل حدیث جو خدا کا دامن نہ چھوڑنے کی مصداق اور توحید کی علم بردار ہے جن کے ایک عالم اور مبلغ مولانا ثناء اللہ بھی ہیں جن کو خدا نے حملہ قاتلانہ کے وقت اپنے خاص فضل سے محفوظ رکھا ۔ مولانا کی خدا دوستی اور سچائی کے لئے اس واقعہ میں نشان نہیں ہے؟

ہاں اہل بصیرت وانصاف پسند حضرات تعصب کو بالائے طاق رکھ کر قرآن مجید وحدیث صحیح پر عمل کریں یعنی زمرہ اہل حدیث میں شامل ہو جائیں کیونکہ اس جماعت کی سچائی حقانیت اور خدا پرستی کے لئے علاوہ قرآن حدیث پر عمل کے موقع بموقع مشکلات وغیرہ کے مقامات پر خدا کی غیبی امداد ایسی ہوتی ہے جو مومنوں اور اللہ والوں کے لئے ہی ہوسکتی ہے جیسا کہ اوپر کا اقتباس بھی ظاہر کرتا ہے اور قرآن مجید میں ارشاد ہے

حقا علينا نصر المو منين

دوسری جگہ

كذ لك ننجي المو منين

اس مختصر اور مفید اقتباس سے صحیح نتیجہ نکال کر ناظرین کے سامنے رکھا ہے خدا سمجھ اور نیک توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ ۔ اپریل ۱۹۴۰ء ص ۷)

جماعت مرزائیہ ہر دو صنف میں باہمی مباحثہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولانا محمد قاسم مرحوم دیوبندی میدان مناظرہ میں اپنے مخالفوں کو مخاطب کر کے ایک رباعی پڑھا کرتے تھے جسے ہم تبرکاً یہاں درج کرتے ہیں

ہم وہ نہیں کہ دور سے باتیں کیا کریں
ہم وہ نہیں کہ دونکی بیٹھے لیا کریں
اپنا تو ہے یہ قول کہ آ ئے ہیں آیئے
دعوی اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

یہ واقعی بات ہے کہ بہادر یا قادر الکلام لوگ باتوں میں وقت ضائع نہیں کیا کرتے ، بلکہ وہ اصل کام فوراً شروع کر دیتے ہیں۔

جماعت احمدیہ (مرزائیہ) عرصہ سے باہمی مناظرے کی تجویزیں کر رہی ہے۔ اس مناظرہ کی تیاری کے سلسلہ میں فریقین کی طرف سے شائع شدہ مضامین کی ایک قسط ہم نے بصورت رسالہ شائع کر دی ہے جس کا نام ہے مکالمہ احمدیہ۔ جو بالکل ہوشیار گتکا بازوں کی طرح صرف نشانہ باندھنے کی صحیح تصویر ہے۔ اب پھر نئے سرے سے اسی گفتگو کی سلسلہ جنبانی شروع کی گئی ہے جس کی ابتداء مولوی محمد علی لاہوری نے بڑے لطیف پیرائے میں کی ہے۔ اس لئے ہم یہ سارا اقتباس نقل کرتے ہیں۔

قادیانی جماعت مسیح موعود کے مقصد ومسلک سے ہٹ گئی ہے

قادیان کی جماعت حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے اصل مقصد سے ہٹ گئی ہے۔ قرآن کریم کی اشاعت کا نام تک ان کی زبان پر آنا مشکل ہو گیا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے مقصد سے ہٹ گئے ہیں بلکہ یہ آپ کے مسلک سے بھی بہت دور چلے گئے ہیں۔

قادیان میں ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی جا رہی ہے۔اس نئے مذہب میں نام تو حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا ہے لیکن درحقیقت اس کی ساری بنیاد خلافت پر ہے۔ بے شک ابھی یہ بات پورے طور پر واضح نہیں۔لیکن کچھ وقت بعد سارے پردے ہٹ جائیں گے اور ساری پوشیدہ باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ یہ میں نے جو کچھ کہا ہے بالکل درست ہے۔اس میں قطعاً کوئی غلط بیانی یا مبالغہ نہیں ہے۔ میں خانہ خدا میں اس مقام (منبر) پر کھڑا ہوں اور نہ ہمیں قادیانی جماعت سے کوئی ضد ہے۔ نئے قادیانی مذہب میں صرف محمود باقی رہتا ہے۔اس وقت میرے ہاتھ میں الفضل مورخہ ۵۔اپریل ۱۹۴۰ء کا پرچہ ہے۔اس میں میاں (محمود) صاحب کا ۱۹۔امان ۱۳۱۹ھش (قادیانیوں کا جدید سن) کا خطبہ شائع ہوا ہے۔اس خطبہ کی ابتدا ہی میں میاں صاحب (مرزا محمود احمد) کہتے ہیں

حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) کے زمانہ کی بات ہے۔ابھی نہ کوئی خلافت کا سوال تھا۔نہ اس قسم کا نظام جماعت کے سامنے تھا کہ مجھے الہام ہو ان الذین اتبعوك فوق الذین كفروا الى یوم القیامة حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب قادیانی) ابھی زندہ ہی تھے۔میں نے آپ کو یہ الہام سنایا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے الہاموں کی کاپی میں یادداشت کے طور پر اسے درج فرما لیا۔یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں یقیناً ان کو جو تیرے متبع ہوں کے ان لوگوں پر جو تیرے مخالف ہوں گے ہمیشہ غالب رکھونگا اور یہ غلبہ قیامت تک رہے گا (ص۳)

الہام میاں (محمود احمد) صاحب کو ہوا اور اسے درج حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب قادیانی) نے اپنی کاپی میں فرمالیا۔گویا حضرت مسیح موعود نے بقول میاں صاحب تسلیم کرلیا کہ میرا نہیں بلکہ میرے بیٹے کا ماننا ضروری ہے اور اسی کا غلبہ تا قیامت رہے گا۔ یہ ہے وہ نیا مذہب جو آج کل قادیان میں بن رہا ہے۔ دیکھ لیجئے۔اس میں حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب قادیانی) باقی نہیں رہے۔صرف محمود باقی رہ گیا ہے۔جس طرح ماموروں کا ماننا ضروری

ہے اسی طرح میاں صاحب (مرزا محمود احمد) نے اپنا ماننا ضروری قرار دیا ہے۔ انہیں ویسے تو ماموریت کا دعویٰ نہیں لیکن مقام وہ اختیار کیا ہے جو ماموروں کے لائق ہے۔

جماعت لاہور کے متعلق میاں صاحب کا تازہ ارشاد

اس کے بعد اسی خطبہ میں میاں صاحب نے کہا ہے کہ گذشتہ ایام سے غیر مبایعین پھر سر اٹھا رہے ہیں اور وہ اپنے دل میں یہ امیدیں قائم کر رہے ہیں کہ وہ جماعت میں پھر کوئی فتنہ پیدا کر سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایک علیحدہ اخبار ینگ مسلم اسی غرض سے جاری کیا ہوا ہے۔ اور ان کے بعض آدمی بھی وقتاً فوقتاً قادیان میں آتے اور بعض منافقین سے سنتے رہتے ہیں۔ اور وہ اپنے دل میں پھر یہ خیال کرنے لگ گئے ہیں کہ اس رنگ میں وہ کامیاب ہو جائینگے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ وہ یقیناً ناکام رہیں گے۔ پس چاہے وہ کتنا زور لگا لیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے (۴)

اس بڑے بول کے باوجود میاں صاحب (مرزا محمود احمد) کو فکر بھی ہے کہ

' جہاں اللہ کا یہ وعدہ ہمیں یقین دلاتا ہے کہ ہم غالب رہیں گے وہاں ایک اور بات کی طرف بھی ہمیں توجہ دلاتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ قیامت تک میرے ماننے والے منکرین خلافت پر غالب رہیں گے بتاتا ہے کہ مخالفین خلافت کسی نہ کسی صورت میں باقی رہیں گے۔ یہ بات یقیناً فکر والی ہے۔ کیونکہ اگر دشمن نے کسی نہ کسی رنگ میں رہنا ہے اور اگر مخالف نے کسی نہ کسی رنگ میں ہمیشہ ہمارے راستے میں روڑے اٹکاتے رہنا ہے تو ہمارے لئے بھی ہمیشہ ہی اس کے مقابلے کا انتظام کرتے رہنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ انسانی جسم میں اگر کوئی مرض رہے تو بہر حال اس کا علاج ضروری ہوتا ہے۔ ایک شخص کو نزلہ ہوتا ہے اور چند دنوں کے بعد وہ اچھا ہو جاتا ہے تو وہ اتنے ہی اور دوائی کھاتا ہے جتنے دن میں بیمار رہتا ہے۔ ایک اور شخص کو بخار ہوتا ہے اور وہ اچھا ہو جاتا ہے تو وہ بھی اتنے ہی دن دوائی کھاتا ہے

جتنے دن بیمار رہتا ہے۔لیکن اگر کوئی مرض ایسا ہو جو خواہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہومگر ہمیشہ ساتھ رہے تو اس کے متعلق انسان ہمیشہ دوائی استعمال کرتا رہتا ہے تا کہ مرض دبا رہے اور وہ جسم پر غلبہ نہ پائے۔ پس صرف اس بات پر خوش ہونے کی کوئی وجہ نہیں کہ ہم غالب رہیں گے ... بہر حال وہ فتنہ ایسا نہیں کہ ہم اس کی طرف سے غافل ہوسکیں '

اب دیکھ لیجئے میاں (محمود احمد) صاحب صاف کہہ رہے ہیں کہ میرے ماننے والے منکرین خلافت پر ہمیشہ غالب رہیں گے۔ نہ اللہ رہا نہ رسول رہا۔ نہ مسیح موعود رہا۔صرف خلیفہ ہی خلیفہ رہ گیا۔اور فکر بھی صرف اس بات کی ہے کہ منکرین خلافت ہمیشہ رہیں گے۔

مسئلہ نبوت کے متعلق میاں صاحب کی افسوس ناک غلط بیانی

خیر یہ تو ایک ضمنی بات آگئی تھی اصل چیز جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ ایک اور ہے۔میاں صاحب نے اپنے خطبہ جمعہ ۱۵ مارچ (۱۹۴۰ء) میں جس کا عنوان ہے 'دینی اور دنیوی کاموں میں ہمیشہ سچ اختیار کرو' بظاہر سچ بولنے پر بہت زور دیا ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی اسی خطبہ میں بہت ہی نہائت افسوسناک غلط بیانیاں کی ہیں۔ایک جگہ مسئلہ نبوت کے متعلق آپ کہتے ہیں 'اسی طرح پہلے آپ (حضرت مسیح موعود مرزا صاحب) لکھتے رہے کہ میں نبی نہیں ہوں مگر بعد میں نبوت کا دعویٰ کیا۔لوگوں نے اعتراض کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ میرا تو پہلے بھی یہی مطلب تھا کہ میں نبی ہوں۔ 'نہیں' کا لفظ کاتب نے غلطی سے لکھ دیا۔ بلکہ سادگی سے اقرار کر لیا کہ مسلمانوں کے پرانے عقیدے کے مطابق میں اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتا تھا۔مگر خدا تعالیٰ کی بارش طرح وحی نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہیں رہنے دیا' (الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء)

گویا خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے یہ صورت قائم کی ہے کہ پہلے حضرت مسیح موعود اپنے آپ کو نبی نہیں کہتے تھے بعد میں کہنے لگے۔اسوقت لوگوں نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا بے شک میں کہتا تھا کہ میں نبی نہیں ہوں

لیکن یہ میرا انکار مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کے مطابق تھا۔

میاں صاحب (مرزا محمود احمد) کا یہ بیان از سرتا پا غلط ہے۔ اول دیکھنے والی یہ بات کہ کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کبھی پہلے اپنے آپ کو نبی نہ کہتے تھے اور بعد میں کہنے لگے۔ اور لوگوں کے اعتراض پر آپ نے یہ فرمایا ہو کہ میرا انکار مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کی وجہ سے تھا۔ یہ از سرتا پا غلط ہے۔ گو اس کے اول اور آخر دوسروں کو سچ بولنے کی تلقین ہو مگر اس میں ذرہ بھر صداقت نہیں۔

حضرت صاحب پر کب اعتراض ہوا؟

اور اس کے جواب میں آپ نے کیا فرمایا؟

دوسرا سوال یہ کہ لوگوں نے کب آپ پر نبوت کی وجہ سے اعتراض کیا اور کفر کا فتوی لگایا؟ یقیناً آپ کے دعوی مسیحیت پر ہی لوگوں نے آپ پر کفر کا فتوی لگایا اور آپ کی طرف دعوی نبوت منسوب کیا۔ اس سے پہلے تو نہیں ہوا۔ اس وقت تو ان اعتراضات اور فتاوی کفر کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا:

'کیا ایسا بد بخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوی کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے کہہ سکتا ہے میں آنحضرت ﷺ کے بعد رسول اور نبی ہوں' (حاشیہ انجام آتھم۔ص ۲۷)

گویا جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت و رسالت کا دعوی کرتا ہے اس کے متعلق حضرت (مرزا) صاحب فرماتے ہیں کہ وہ قرآن شریف پر کیسے ایمان رکھ سکتا ہے اور جو قرآن کریم پر ایمان رکھتا وہ دعوی نبوت و رسالت ہی کس طرح کر سکتا ہے۔ یعنی آپ فرماتے ہیں کہ یہ دو متضاد چیزیں ہیں کہ ایک شخص قرآن پر بھی ایمان رکھے اور دعوی نبوت و رسالت بھی کرے۔ اس کے بعد آپ لفظ نبی کو لغوی معنوں میں استعمال کرنیکے متعلق فرماتے ہیں کہ

'غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنی کے لحاظ سے اسے بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس

میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے ' (ایضاً)

دیکھ لیجئے جہاں حضرت (مرزا) صاحب حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد دعوی نبوت کرنے والے کو کافر اور مفتری قرار دیتے ہیں وہاں لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے لفظ نبی کے استعمال کو مستلزم کفر قرار نہیں دیتے۔ آگے چل کر لفظ نبی کی مزید تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ

' بعض اوقت خدا تعالی کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیا کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) کا نام .. نبی اللہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیا کرام کی کتابوں میں مسلم ہیں ' (ایضاً)

قادیانیوں کا سکوت عن الحق

حضرت (مرزا) صاحب کی ان تشریحات سے معلوم ہوسکتا ہے کہ لفظ نبی کے استعمال سے آپ کی مراد کیا تھی اور میاں صاحب (مرزا محمود احمد) نے جو یہ منبر پر کھڑے ہو کر کہا ہے کہ

' سادگی' سے اقرار کرلیا کہ مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کے مطابق میں اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتا تھا '

بالکل غلط ہے۔ اب یہ نیا مذہب قادیان میں بن رہا ہے اور لوگوں کی آنکھوں کے سامنے بن رہا ہے۔ لیکن کسی کو مجال نہیں کہ وہ اس کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نکال سکے۔

میاں صاحب کی متضاد باتیں

حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کی طرف خواہ مخواہ دعوی نبوت منسوب کیا جارہا ہے۔ اور اس بارہ میں عجیب وغریب قسم کی متضاد باتیں کہی جارہی ہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب نے ۹۱۔۱۸۹۰ء میں دعوی نبوت کیا۔ کبھی ۱۹۰۱ء کا نام لیا جاتا ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ ۱۹۰۲ء میں دعوی نبوت کیا۔

حضرت صاحب کا اپنا ارشاد

حالانکہ 'ایک غلطی کا ازالہ' جو ۱۹۰۱ء کی ایک کتاب ہے اس میں حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب صاف صاف فرماتے ہیں کہ

'چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت ﷺ سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بیشک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے'

لیکن جس طرح میاں (مرزا محمود احمد) صاحب نے اس خطبہ میں بیان کیا ہے اس طرح حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کی وحی نبوت چالیس سال سے بڑھ جاتی ہے۔ جو حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کے ہی مندرجہ بالا ارشاد کے مطابق معصیت ہے۔ اسکے بعد نبی کا لفظ لغوی معنوں میں بطور مجاز و استعارہ استعمال کرنے کا ذکر کرتے ہوئے اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ

'اس طور پر نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا'

میاں صاحب اور ان کی ساری جماعت کو میرا چیلنج

لیکن خلیفہ صاحب اس کے برعکس فرما رہے ہیں کہ پہلے حضرت (مرزا) اپنے آپ کو نبی نہیں کہتے تھے۔ بعد میں دعوی نبوت کیا 'سادگی سے اقرار کر لیا کہ مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کے مطابق میں اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتا تھا' اب نہ صرف میاں صاحب (مرزا محمود احمد) کو بلکہ ساری قادیانی جماعت کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ حضرت (مرزا غلام احمد صاحب) کی کسی تحریر اور کسی تقریر سے یہ بات نکال کر دکھائیں

راست گوئی کی تلقین کے ساتھ ساتھ افسوس ناک غلط بیانیاں

مجھے نہائت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میاں صاحب نے یہ غلط بیانی سچ بولنے کی تلقین کے وعظ میں کی ہے۔ اصل میں جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کی طرف دعوی نبوت منسوب کرنے میں میاں صاحب نے طرح طرح کی ٹھوکریں کھائی اور غلط بیانیاں کی ہیں،

کبھی لکھا کہ ۱۹۰۲ء میں دعویٰ نبوت کیا ۔کبھی یہ کہ ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا

...

میاں صاحب تینوں اختلافی مسائل پر بحث کیلئے میدان میں نکلیں ۔
فرض کرو اس طرح یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ہم میں سے کس نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ ہم دو آدمیوں میں سے محمد علی نے یہ غلطی کھائی ہے اور مرزا محمود نے یہ غلطی کھائی یہ پتہ نہ لگا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا مسلک کیا تھا۔اس لئے میں میاں (محمود) صاحب کو انہی کے الفاظ میں چیلنج دیتا ہوں کہ وہ ان تین مسائل کے متعلق جس طرح چاہیں ثالثوں کو رکھ کر یا بغیر اس کے یہ بحث کر لیں کہ ہم دونوں فریق لاہور اور قادیان میں سے کس کا مسلک حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کی تعلیم کے مطابق ہے اور کون اس مسلک سے دور جا رہا ہے ۔ وہ تین مسائل جو دونوں جماعتوں میں وجہ نزاع ہیں یہ ہیں

۱۔مسئلہ کفر و اسلام ۔۲۔مسئلہ نبوت ۔۳۔مسئلہ خلافت ۔

بے شک ثالث مقرر کر لیا جائے ۔اور کوئی معقول صورت ہو۔

میں اکیلا بحث کرونگا۔ بحث تحریری ہوگی

میں اکیلا گفتگو کرونگا اور کسی کی امداد کا خواہاں نہیں ہونگا میاں (محمود احمد) صاحب بے شک اپنی امداد کے لئے جس قدر آدمی چاہیں لے آئیں ، میری امداد کے لئے خدا کافی ہے۔ہاں بحث تحریری ہوگی ' ۔

(پیغام صلح لاہور ۱۸۔اپریل ۱۹۴۰ء ص ۴ تا ٦)

(مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں) الفضل ۲۴۔اپریل میں اس چیلنج کی منظوری بھی آ گئی ہے۔اس لئے ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ یہ مباحثہ ضرور ہوگا۔اس کے علاوہ ہم بھی اس مباحثے میں اپنی خدمت پیش کرتے ہیں ۔ جو فریق ہم سے کوئی مشورہ لے گا یا کوئی حوالہ پوچھے گا تو ہم بلا دریغ بتا دینگے ۔انشاء اللہ

مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے ساری عمر میں ایک ہی مباحثہ کیا تھا جو ڈپٹی آتھم (عیسائی) سے امرتسر میں ہوا تھا۔ چونکہ مباحثہ مذکور امرتسر میں ہوا تھا جو کہ لاہور

اور قادیان میں مکاناً سوی کا حکم رکھتا ہے۔اس لئے مجوزہ مباحثہ بھی امرتسر ہی میں ہونا چاہیے۔ہم اس کے انتظام میں مدد دینے کو حاضر ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم بھی جماعت احمدیہ سے پرانا تعلق رکھتے ہیں۔جو ان دو جماعتوں کے امتیازی وجود سے پہلے کا ہے۔اس لئے اس باہمی مباحثہ کے اختتام کے بعد ہمارا چیلنج ہوگا کہ مرزا صاحب کے آخری فیصلہ کے متعلق دونوں جماعتیں ہم سے گفتگو کر لیں۔اور ہم خوش ہوں گے کہ اگر ہمارے مقابلہ میں دونوں جماعتیں متفق ہو جائیں۔مگر مناظر جو شخص بھی منتخب ہو، وہ فریقین کے سرگروہوں کی اجازت سے ہونا چاہیے۔مولوی محمد علی کے یہ الفاظ میں بھی دہراتا ہوں کہ میں اکیلا بحث کرونگا اور بحث تحریری ہوگی۔

باقی شرائط تقسیم اوقات وغیرہ کے متعلق جو آپ لوگوں کے مابین طے ہوں وہ مجھے بھی منظور ہوں گی۔

قادیانی و لاہوری ممبرو! ہمت کرو اور مرد میدان بن کر مقابلہ میں آؤ اور مجھے موقع نہ دو کہ میں آپ لوگوں کے حق میں یہ شعر پڑھوں۔

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آگئی
بید مجنون خوف سے انگڑائیاں لینے لگا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ مئی ۱۹۴۰ء ص ۴۔۶)

(لاہوری مرزائیوں کے اخبار پیغام صلح میں قادیانی خلیفہ محمود احمد کی اپنے باپ سے مخالفت پر مبنی مضامین شائع ہوتے رہتے تھے اور اور یہ بھی بتایا جاتا تھا کہ مرزا غلام احمد کے قادیان اور خلیفہ محمود احمد کے قادیان میں کتنا فرق ہے، اور قادیان کی روحانی اور اخلاقی حالت میں کتنا تنزل آ چکا ہے۔ذیل میں منشی عمر الدین شملوی کا ایک مضمون نقل کیا جا رہا جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ قتل انبیاء کے سلسلہ میں مرزا محمود احمد کا عقیدہ مرزا غلام احمد سے مختلف ہے۔یاد رہے کہ منشی عمر الدین صاحب بڑے پکے قادیانی تھے۔ قادیانیوں کے معروف مناظر تھے۔مباحثہ لدھیانہ ۱۹۱۲ء کے محرکین میں سے تھے۔بعد میں بھی مولانا ثناء اللہ کے مدمقابل آتے رہے۔اور خلیفہ محمود احمد کے مخالف ہو کر لاہوریوں سے جا ملے تھے۔

دوسرا مضمون لعل دین صاحب لاہوری کا ہے جو پیغام صلح میں شائع ہوا تھا جس

میں مرزا غلام احمد صاحب کے قادیان کی تعریف کی گئی ہے اور اس کے علمی و اخلاقی زوال کا سبب مرزا محمود احمد کو گردانا گیا ہے۔

منشی عمر الدین صاحب شملوی لکھتے ہیں؛

قتل انبیاء:

میاں محمود احمد صاحب کا مذہب مسیح موعود کے خلاف

حضرت مسیح موعود نے بڑے شد و مد سے اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین میں لکھا ہے کہ کسی سلسلہ کا بانی نبی اور آخری نبی لازماً قتل سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ پھر ان کے قتل سے محفوظ رکھے جانے کا فلسفہ بھی بیان کیا ہے۔ اسی وجہ سے تمام جماعت کا بلا استثناء احدے یہی مذہب رہا ہے کہ کسی سلسلہ کا بانی نبی کبھی قتل نہیں ہوا۔

مگر جناب میاں صاحب نے اپنے خلیفہ ہونے کا ایک یہ بھی ثبوت دیا ہے کہ مولوی اللہ دتا صاحب کو لتاڑتے لتاڑتے حضرت مسیح موعود پر بھی ہاتھ صاف کر گئے اور کھلے لفظوں میں کہہ دیا:

حضرت زرتشت علیہ السلام کے متعلق تو یہ یقینی طور پر ثابت ہے کہ وہ شہید ہوئے ... جب رسول کریم ﷺ نے ایرانیوں سے اہل کتاب جیسا سلوک کیا تو اس کا صاف یہ مطلب تھا کہ آپ نے حضرت زرتشت علیہ السلام کو نبی تسلیم کیا اور حضرت زرتشت علیہ السلام کے متعلق یہ ثابت ہے کہ ان کی وفات قتل سے ہوئی۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸۔ اگست ۱۹۳۸ء مندرجہ الفضل ۳ ستمبر ۱۹۳۸ء

اب جب کہ زرتشت نبی کا قتل ہو جانا واقعات سے میاں صاحب کے نزدیک ثابت ہے تو لازماً ان کو یہ کہنا ہوگا کہ مسیح موعود کا مذہب درست نہیں ہے اور اگر وہ زبان سے ایسا نہ بھی کہیں لیکن ان کے ایک بانی مذہب نبی کو مقتول تسلیم کرنے کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ مسیح موعود کے مذہب کو غلط قرار دیا جائے۔

میں نے سالانہ جلسہ کے موقع پر کئی ایک قادیانیوں سے اس سوال کا جواب پوچھا تھا تو بعض نے کہا کہ ہمیں تو یہ علم ہی نہیں کہ میاں صاحب نے زرتشت نبی کے متعلق بھی یہ کہا ہے کہ وہ قتل ہو گئے اور بعض نے کہا کہ میاں صاحب کوئی ایسی بات تو منہ سے نکالنے والے نہیں جو غلط ہو اور جس کا اثر خاص احمدی عقائد پر پڑتا ہو ممکن ہے کہ

زرتشت نبی سلسلہ کا بانی نبی ہی نہ ہو۔ پھر جب میں نے انہیں بتایا کہ میاں صاحب کو بھی یہ اقرار ہے کہ زرتشت نبی بانی مذہب ہے تو بے چارے خاموش ہو گئے اور یہ بہانہ کر کے پیچھا چھڑایا کہ اصل مضمون ہمارے سامنے ہو تو کچھ کہہ سکتے ہیں میں نے بتایا کہ حسب عادت میاں صاحب نے عورتوں پر اپنے معارف کی بارش کرتے ہوئے اور مختلف اقسام کے علوم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

زرتشتی مذہب۔ ساتواں زرتشتی۔

زرتشتی مذہب کا علم ہے ۔ یہ مذہب پانچ ہزار سال برس پہلے ایران میں پیدا ہوا تھا۔ بعض کا خیال ہے یہ ہندو مذہب سے بھی پہلے کا ہے۔ زرتشت ایک شخص ہے جس پر یہ مذہب نازل ہوا (خزینۃ المعارف ۔ص ۱۵۔۱۶ تقریر میاں صاحب ماہ فروری ۱۹۲۳ء بموقعہ جلسہ لجنہ اماء اللہ)

اب اگر خزینۃ المعارف کا اوپر والا بیان درست ہے اور یقیناً یہ صحیح بات ہے تو پھر ۱۹۳۸ء میں جناب میاں صاحب کا زرتشت نبی کو مقتول تسلیم کر لینا بتا رہا ہے کہ انہیں دراصل حضرت مسیح موعود کے بیان کردہ اصول متعلقہ قتل انبیاء پر کوئی ایمان نہیں ہے ورنہ وہ زرتشت نبی کو ہرگز مقتول تسلیم نہ کرتے۔

کیا مولوی اللہ دتا صاحب یا ان کا کوئی اور معاون میاں صاحب سے پوچھ کر بتائیں گے کہ ان کے اور مسیح موعود کے معارف میں تخالف اور تضاد کیوں ہے؟

جناب لعل دین لاہوری احمدی لکھتے ہیں:

قادیان زمانہ مسیح موعود میں اور آج

آج اتفاقیہ، کرامات مہدی، جس کو جناب اکمل آف گولیکے یکے از مریدین میاں صاحب نے ۱۳۲۹ھ میں تصنیف فرمایا تھا میری نظر سے گذری اس میں صفحہ ۱۵ نمبر ۱۲۱ پر حسب ذیل نشان تحریر فرمایا ہے:

قادیان میں آریہ تھے بالمقابل اخبار نکال رکھا تھا جس میں بدزبانی کرتے ایک مدرسہ بھی کھولا اور سماج قائم کی خدا نے تینوں چیزوں کا خاتمہ کر دیا۔

گویا جناب اکمل کے نزدیک حضرت مسیح موعود کی صداقت کا یہ ایک نشان تھا کہ قادیان میں

آریوں کا مدرسہ اور سماج وغیرہ حضور کی زندگی ہی میں تباہ و برباد ہو گیا۔ کیا ہم ان سے دریافت کر سکتے ہیں کہ آیا خلافت ثانیہ کی برکات میں سے یہ بھی ایک برکت ہے کہ وہی تباہ شدہ سماج اور مدرسہ آج وہاں پہلے سے بھی زیادہ شان و شوکت سے قائم ہیں اور میاں محمود کو خدا نے اتنی بھی توفیق نہ دی کہ وہ اس ہائی سکول کو جو حضرت مسیح موعود کے وقت سے قائم ہے اگر ترقی دے کر کالج نہ کی شکل میں تبدیل نہ کر سکتے تھے تو کم از کم سابقہ شاندار حالت ہی میں قائم رکھتے ...اور اس کے ساتھ یہ بھی بتا دیا جائے گا کہ آیا حضرت مسیح موعود کے وقت میں اس قدر مخالف عناصر قاس دیان میں موجود تھے جیسا کہ خلافت ثانیہ کی معجزانہ کاروائیوں سے پیدا ہو رہے ہیں۔ خاکسار۔ لعل دین احمد کنٹونمنٹ اور سیر لاہور چھاؤنی۔ ۱۶ جون ۱۹۲۹ء

(پیغام صلح لاہور ۲۸۔ جون ۱۹۲۹ء ص ۵)

مسیح قادیانی نے عیسائیت پر فتح پالی؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے اپنے لئے معیار صدق و کذب یہ قرار دیا ہوا ہے کہ:

میں عیسی پرستی کے ستون کو نہ توڑ دوں تو جھوٹا ٹھہرونگا۔

(اخبار بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

یہ معیار دراصل ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں مسیح موعود کے ہاتھوں عیسی پرستی کا فنا ہو جانا مذکور ہے۔ اس لئے آج ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اسی قول کی جانچ کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس جانچ پڑتال کے لئے ہمیں ترازو بھی قادیانی ساخت کا مل گیا ہے۔ ناظرین کی دلچسپی اور تفریح طبع کے لئے ہم ایک مضمون رسالہ ریویو آف ریلی جنز قادیان سے نقل کرتے ہیں۔ پس ہمارے ناظرین اور جماعت مرزائیہ مبصرین اس مضمون کو غور سے پڑھیں:

ہر سال جنوری کے مہینے میں مسیحیوں کی تبلیغی کارگذاریوں کی سالانہ رپورٹ شائع ہوتی ہے، اس سال بھی ۱۹۳۹ء کی رپورٹ سہ ماہی انٹرنیشنل ریویو آف مشنز (لندن) کی جلد ۲۹ نمبر ۱۱۳ میں شائع ہوئی ہے جو ۱۵۹ صفحات پر

مشتمل ہے۔
دجال کی تبلیغی تگ و دو کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح بحر و بر پر اس کا جال پھیلا ہوا ہے، اور شب و روز مختلف طریقوں سے یہ لوگوں کو اپنے دام تزویر میں لانے کے لئے کوشاں ہیں۔
افسوس تو مسلمانوں پر آتا ہے کہ ایک خالص تبلیغی مذہب کے پیرو ہوتے ہوئے جس کا پیغام ایک عالم گیر حیثیت رکھتا ہے اپنے فرائض کو بھلائے بیٹھے ہیں، دوسروں کو اسلام میں داخل کرنا تو کجا اپنا کمزور مدافعانہ محاذ بھی دشمن کی خطرناک یورش کے آگے ٹوٹ رہا ہے۔ ہندوستان، ایران، ترکی، فلسطین، شام، عرب، مصر، افریقہ، غرضیکہ ہر محاذ پر دجال کی فوجیں پوری طرح مسلح، ساز و سامان سے آراستہ شبخون مار رہی ہیں اور خوابیدہ مسلمان اگر ذرا انگڑائی لیتا اور آنکھیں کھولتا ہے تو اسے اس کے سوا اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ پکارے، مجھے نہ مارنا، ۔
یہ ایک حقیقت کا بیان ہے جیسا کہ شام اور مصر کی رپورٹوں سے ظاہر ہے کہ وہاں دشمن کے اعتراضات کے جوابات دینے کی بجائے یہ کوشش جاری ہے کہ دشمن کو تبلیغ سے روکا جائے۔ مسلمان یا تو ٹرکی ایران اور سوڈان کی طرح خود مسیحیت کا گرم جوشی سے استقبال کر رہا ہے اور اسلامی تمدن کو خیرباد کہہ کر مغربی تمدن کو اختیار کر رہا ہے اور یا خوف زدہ شخص کی طرح منہ کھولے پڑا ہے جس سے، چور چور، کی دھیمی آواز نکل رہی ہے۔ لیکن اس کی مدد کو کون آئے اس کے ہمسائے تو اس سے بھی ابتر حالت میں ہیں۔
اس ظلمت میں ایک طرف سے نور کی شعاع نظر آ رہی ہے، پو پھٹتی معلوم ہوتی اور طلوع آفتاب کا وقت قریب آتا معلوم ہوتا ہے وہ اس طرح کہ خدا تعالیٰ نے اسی قوم میں سے جو مذہبی لحاظ سے کامل جمود کی حالت میں ہے اپنے فضل سے احمدیہ جماعت کو پیدا کیا ہے جو حیرت انگیز طریق پر نہ صرف کامیاب مدافعانہ محاذ پیش کرتی ہے بلکہ اپنے طاقت ور دشمن کو اپنا شکار سمجھتی ہوئی اس کی صفوں پر مشرق و مغرب میں دائیں بائیں آگے پیچھے

سے نہایت جوانمردی کے ساتھ حملے کر رہی ہے اس کے بڑے اور نوجوان مجاہدین میدان کارزار میں بارگاہ ایزدی سے داد شجاعت لے رہے ہیں۔ ان غازیوں کے دل خدائی وعدہ کے ماتحت فتح کے یقین سے پر ہیں ان کی چشم تصور تمام دنیا کے تاجوں کو احمدیت کے غلاموں کے سروں کی زینت بنا ہوا دیکھ رہی ہے انگلستان ریاست ہائے متحدہ امریکہ، نائیجریا، گولڈکوسٹ، سیرالیون، کیپ ٹاؤن، ماریشیس، جاوا، سماٹرا، سنگاپور، ہانگ کانگ، جاپان، فلسطین، بغداد، ایران، افغانستان، آسٹریلیا، مشرقی افریقہ، ارجنٹائن، البانیہ، روم غرضیکہ شاید ہی دشمن کا کوئی محاذ ہوگا جہاں حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء (مرزا قادیانی) کے جاں نثار سپاہی نہ پہنچے ہوں۔ یہ محض خدا تعالی کے فضل اور اس کے موعود خلیفہ حضرت امیر المومنین (مرزا محمود احمد) کی کامیاب رہنمائی کی برکت ہے کہ احمدی جماعت دشمن کے مقابلہ میں مادی لحاظ سے بہت ہی کمزور ہونے کے باوجود اس قدر تندہی اور مستعدی سے لڑ رہی ہے کہ دشمن بھی اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور بے ساختہ اس کی پریشانی کا اظہار ہو جاتا ہے (یہ سب اپنی دکانداری کا اشتہار ہے ورنہ اس امر میں اگر کچھ صداقت ہوتی تو عیسائیوں کو اتنی ترقی نہ ہوتی بلکہ حسب دعوی مرزا صاحب ان ہی ہستی کا شبوہی نہ ملتا۔: دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔ ثناء اللہ)

چنانچہ اس رپورٹ میں کینیا کے متعلق لکھا ہے:

نیروبی میں فرقہ احمدیہ کی کوششیں تشویش پیدا کر رہی ہیں جسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ علیحدہ مسلمانوں میں تبلیغ کیلئے کوئی مشنری نہیں ہے مرکزی مجالس تالیف وتصنیف برائے اسلام کو کہا گیا ہے کہ وہ سادہ لٹریچر تیار کرے جو افریقی عیسائیوں کو مسلمانوں کے دلائل کا جواب دینے میں مدد دے (صفحہ۷۷)

اور ٹانگانیکا کے متعلق لکھا ہے: کینیا کی طرح ٹانگانیکا میں بھی احمدیہ تحریک طاقت ور ہے اور بڑھ رہی ہے یہ ایک ماہوار رسالہ شائع کرتی ہے اور باؤ کے اندر تبلیغ کرتی ہے جرمن مشن اس تبلیغ کے متعلق پورے چوکس رہتے ہیں اور انہوں نے دو مشنری اسلامی پروپیگنڈہ کے جواب کے لئے مخصوص کئے

ہوئے ہیں۔(ص ۷۸)

اس رپورٹ میں ارجن ٹائن کے متعلق بھی ایک دل چسپ خبر دی ہوئی ہے جس میں گو احمدیہ جماعت کے متعلق ذکر نہیں کیا گیا لیکن ہر صاحب بصیرت اسے پڑھ کر بھانپ سکتا ہے عبارت حسب ذیل ہے:

ارجن ٹائن سے خبر موصول ہوئی ہے کہ مذہب سے بے پروائی جو چند سال قبل بہت نمایاں تھی اب (مذہب سے) حقیقی دل چسپی کو جگہ دے رہی ہے مذہبی مضامین طلبہ کے درمیان زیر بحث رہتے ہیں اور مزہبی کتب دل چسپی سے پڑھی جاتی ہیں نیز مذہبی مضامین روزانہ اخبارات میں بھی شائع ہونے شروع ہو گئے ہیں۔(ص ۹۲)

گو ہم نے اس مضمون میں رپورٹ کے صرف اس حصہ کا ترجمہ کیا ہے جس میں مسلمانوں میں مسیحی تبلیغ کا ذکر ہے لیکن ہندوستان کے تعلق میں بھیلوں کے درمیان مسیحی تبلیغی سرگرمیاں گذشتہ دنوں اخبارات میں خاص طور پر موضوع بحث رہی ہیں اس لئے رپورٹ کے اس حصہ کا ترجمہ بھی ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے جس میں بھیلوں میں تبلیغ مسیحیت کا ذکر ہے اسلام میں اچھوتوں کو مساوات کا جو درجہ حاصل ہے وہ کسی اور مذہب میں حاصل نہیں ہوسکتا اگر بھیلوں میں اشاعت اسلام کا کام جاری کیا جائے تو امید کی جاتی ہے کہ عیسائی مشنری اسلام کی تعلیم کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکیں گے۔ کاش! ہندوستانی اس ضروری مذہبی فریضہ کی طرف متوجہ ہوں۔

ہندوستان ۔ اس سال ملک کے بعض حصوں میں مسیحیت کی وسیع تبلیغ کی تحریکات کو عروج حاصل ہوا ہے اس کے ساتھ ہی یہ عزم بھی زیادہ شدت سے موجود رہا ہے کہ دوسرے علاقوں میں بھی جو کم اثر پذیر ہیں تبلیغ کو پہنچایا جائے۔ مثلاً مدراس کے تعلقہ میں ادنی اقوام کلیسا کی طرف حرکت کر رہی ہیں اور ترچنا پلی اور تنجور کے قریب لوگ بڑی تعداد میں شدید ایذا رسانی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بپتسمہ لے رہے ہیں۔ بھیلوں کے درمیان تحریک، جس کا ہم نے گذشتہ سروے میں ذکر کیا تھا دوران سال میں بہت زور پکڑ

گئی ہے کینیڈا مشن کے یونائیٹڈ چرچ نے نیشل کرسچن کونسل کے تعاون سے خاص تحقیقات کی ہے اور وسط ہند کے بھیلوں کے درمیان مسیحیت کو فروغ دینے کیلئے پنسالہ سکیم بنائی ہے اس میں اہم امور مندرجہ ذیل ہیں ؛

۱۔ جتنی جلدی ممکن ہو بھیلوں کے ۵۰۰ دیہات میں جہاں مسطباغ مسیحی ہیں یک صد گرجاؤں کی تعمیر و قیام۔

۲۔ نئی جماعتوں اور دیہاتی حلقوں کو ایک پادری کے ماتحت رکھنا، جس کے معاونین رضا کار، دیہاتی سردار ہوں۔

۳۔ معتبر دیہاتی قائدین اور ان کی بیویوں کی تربیت کا انتظام، تا وہ ادائیگی عبادت میں پادریوں کا ہاتھ بٹائیں۔

۴۔ لوگوں کی تعلیم اور گرجے کا انتظام، مہم تعلیم ناخواندگان کا اجراء، بغیر تاخیر کے پرائمری تعلیم کا نفاذ، طبی خدمات اور جماعتی ترقی کے لئے دیگر ذرائع کا اختیار کرنا۔

ساری سکیم کا انحصار تربیت یافتہ رضا کاروں کی خدمات سے استفادہ اور بھیل مسیحوں کی مالی امداد پر ہے۔ کینیڈا مشن کے یونائٹڈ چرچ اور متعلقہ چرچ کے تمام وسائل کو اجتماعی طور پر حرکت میں لایا جا رہا ہے، تا اس عظیم الشان موقعہ سے جو اس ملک میں منفردانہ حیثیت رکھتا ہے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ مہاراشٹر اور بنگال کی تبلیغی سروے کی رپورٹیں موسم خزاں میں شائع ہو چکی ہیں یہ تبلیغی سروے ہندوستان کے دیگر بڑے بڑے حصوں میں بھی کی جا رہی ہیں۔

مسلمانان ہند میں کام کرنے والے مشنوں کی تاریخ میں قابل ذکر وہ کانفرنس ہے جو دسمبر ۱۹۲۸ء کو دہلی میں منعقد ہوئی اس میں ہندوستانی عیسائی اور اکناف ہند سے مسلمانوں میں تبلیغ کرنے والے مشنری، نیز مجلس ٹمبارم کے کچھ نمائندگان جو مسلمانوں میں تبلیغ کرنے پر مامور ہیں شامل ہوئے۔ ہندی مسلمانوں میں مسیحی تبلیغ کا ایک جدید قوت بڑھانے والا عنصر، سونسکا مشن فارنبڈٹ، ہوگا۔ یہ جرمنی چین چینی ترکستان سے اخراج پر بمبئی اور

کراچی اور خصوصاً ترکی بولنے والے مسلمانوں میں کام کا ارادہ رکھتا ہے

(ریویو آف ریلی جنز اپریل ۱۹۴۰ء ص ۲۰ تا ۲۴)

اس میں شک نہیں کہ ان رپورٹوں کا مضمون عیسائیوں کی روز افزوں ترقی بتا رہا ہے اور مجموعی حیثیت سے یہ ترقی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی کو غلط ثابت کر رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب مع اپنی جماعت کے پوری طرح شکست خوردہ ہیں۔

باقی رہا شیخی بگھارنا کہ ہم سے عیسائی ڈرتے ہیں کہ ہم نے ایسا زبردست مقابلہ کیا، سو اس کی مثال یہ ہے:

ایک راجپوت (رانگڑ) کا قصہ مشہور ہے کہ وہ آسودہ حالی سے گذر کر محنت مزدوری کی حالت تک پہنچ گیا اور مزدوری بھی یہ اختیار کی کہ چکی میں گیہوں پیس کر گذارہ کرتا تھا مگر گیہوں پستے وقت ایک ٹانگ چکی سے اونچی رکھتا تھا کسی نے پوچھا خان صاحب یہ کیسی نشست ہے؟ بولے

پیسنے کا پیسنا رنگڑ و کا رنگڑو

بالکل یہی مثال ان قادیانیوں کی ہے مرزا صاحب قادیانی نمایاں شکست پا گئے اور یہ لوگ ابھی تک فتح پانے کی امید رکھتے ہیں۔ سچ ہے

سنبھلنے دے مجھے اے نا امیدی کیا قیامت ہے
کہ دامان خیال یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ مئی ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

عمر فاروق خلیفہ ثانی، اور خلیفہ قادیانی میں مشابہت؟

شیر قالیں دگر است شیر نیستاں دگر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی کو بروز محمد (ﷺ) بننے کا شوق ہوا، تو

انہوں نے اس شوق کو یوں پورا کیا کہ اپنی کتاب تریاق القلوب میں لکھ دیا کہ:

ریل تار اگنبوٹ وغیرہ نے آنحضرتﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور جب دنیا میں تشریف لائے تھے تو ہم نے دین اسلام کی خدمت کچھ نہیں کی تھی اگر اب آپ تشریف لائیں تو ہم خدمت کو حاضر ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں خود تو نہیں آؤنگا میری صفات کا بروز مرزا غلام احمد قادیانی پنجاب میں آئے گا تو تم اس کی خدمت کرنا چنانچہ ریل تارو غیرہ میرے (مرزا قادیانی کے) کام میں برابر مدد کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب نے اس قصے کو بڑے زور سے بیان کیا جس پر کسی اہل دل نے مرزا صاحب قادیانی کی عمر کے واقعات اوران کے باپ کے اسم شریف غلام مرتضیٰ کو ملحوظ رکھ کر ایک ہی شعر میں سارا مضمون بھر دیا وہ شعر یہ ہے:

خیال زاغ کو بلبل کی ہم سری کا ہے
غلام زادے کو دعوی پیمبری کا ہے

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرض ذیابیطس کے غلبہ سے عموماً بھول جایا کرتے تھے۔ادھر اپنے ازالہ اوہام میں لکھا کہ ریل دجال کا گدھا ہے، ادھر حضور نبوی ﷺ میں درخواست کنندہ قرار دے کر جناب رسالتمآبﷺ سے اس کی خدمت کو قبول کرایا حالانکہ بقول مرزا صاحب قادیانی جواب کا حق یہ تھا کہ آنحضرتﷺ ریل سے یوں خطاب فرماتے:

اری دجال کی گدھی تو کیا میری خدمت کرے گی، تو تو اس ملعون کی گدھی ہے جس سے ہر ایک نبی نے اپنی امت کو ڈرایا ہے۔اری مسخری جا دجال کی خدمت کر جب وہ مر جائے تو اس کو کسی قریب کے ریلوے سٹیشن تک پہنچا دینا۔

حسب تصریح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یہ جواب صحیح ہوتا۔
خیر وہ زمانہ تو گذر گیا کہاں محمد اصلی اور کہاں محمد نقلی۔ سچ ہے:

شیر قالیں دگر است شیر نیستاں دگر

چونکہ ماننے والوں نے شیر قالین کو بھی شیر نیستاں مان لیا، اس لئے خلیفہ

قادیان (مرزامحموداحمد) کو یا اس کے اتباع کو شوق دامنگیر ہوا کہ ہم بھی کسی بڑے آدمی کے ساتھ مشابہت پیدا کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس منصب کے لئے خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو منتخب کیا۔ یہ مضمون الفضل قادیان میں باقساط شائع ہوا کہ:

فضل عمر (خلیفہ قادیان) کئی امور میں حضرت عمر سے مشابہ ہیں

پھر اس مشابہت کی یہ وجوہات لکھی ہیں

۱۔ حضرت عمر خلیفہ دوم تھے اور میاں محمود بھی خلیفہ دوم ہیں۔

۲۔ حضرت عمر کی خلافت کے بعض لوگ مخالف تھے تو لاہوری جماعت اور شیخ مصری وغیرہ میاں محمود کے مخالف ہیں۔

۳۔ حضرت عمر نے مسجدیں بنوائیں تو خلیفہ قادیان نے بھی قادیان میں مسجدیں بنوائی ہیں۔ وغیرہ۔

ان سب مشابہتوں پر نظر کرنے سے ہمیں عرب کا ایک شعر یاد آ گیا

اريد الانسى ذكرها فكانما
تمثل لی لیلی بکل سبیل

(میں ہر چند چاہتا ہوں کہ لیلی کا ذکر چھوڑ دوں مگر وہ متمثل ہو کر ہر راستے میں میرے سامنے آ جاتی ہے)

جس طرح شاعر نے اپنی محبوبہ کے تخیل کو محبوبہ قرار دے کر یہ شعر کہا ہے اسی طرح قادیانی لوگ اپنے گدی نشین خلیفہ (مرزامحموداحمد) کو فرضی و خیالی عمر قرار دے کر اصلی عمر کے مشابہ ٹھہراتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اس کے لئے دو وجوہ میں سے ایک وجہ ضرور ہے

۱۔ ملازمت کے فرض کی ادائیگی۔ ۲۔ جذبہ محبت۔

ہم سے پوچھیں تو ہم ان مشابہتوں میں کئی ایک کا اضافہ کر سکتے ہیں مثلاً:

۱۔ حضرت عمر فاروقؓ اپنے باپ کے بیٹے تھے اسی طرح خلیفہ قادیان (مرزامحموداحمد) بھی اپنے باپ کے بیٹے ہیں۔

۲۔ حضرت عمر شادی شدہ تھے، ایسے ہی خلیفہ قادیان (محموداحمد) بھی شادی شدہ ہیں۔

۳۔ حضرت عمر صاحب اولاد تھے، خلیفہ قادیان بھی صاحب اولاد ہیں۔

۴۔ حضرت عمرؓ کھانا کھایا کرتے تھے خلیفہ قادیان بھی کھاتے ہیں۔ وغیرہ ذلک

ہاں مشابہت دیکھنی ہوتو بحیثیت خلیفہ دیکھنی چاہیےسواس کا ذکرہی کیا ہے۔ خلیفہ ثانی کئی ایک ممالک کفریہ کو اسلام کے زیرعلم لے آئے تھے چنانچہ افواج فاروقی نے قیصر وکسری کے تختوں کو الٹ دیا۔کفر کے جھنڈے کو گرا کر اس کی جگہ اسلامی جھنڈے کولہرایا۔غرض ایسے کام کئے جن سے اپنے بیگانے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے۔روئے زمین کے بادشاہ تک دبدبہ عمری سے کانپتے تھے۔مگر یہاں یہ حالت ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزامحموداحمد) کا اتنا رعب ہے کہ ایک ڈپٹی کے سمن آنے پر بغرض ادائے شہادت آپ مع مریدوں کے سپیشل ٹرین سے جاتے ہیں۔ یہ ہے مشابہت خلیفہ عمر فاروقؓ سے فضل عمر کی۔ ماشاءاللہ۔

قادیانی اخبار الفضل کے عملے جیسے لوگ پہلے بھی گذرے ہیں جنہوں نے اپنے محسنوں کے حق میں بڑے قصیدے لکھے ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

ثلاثه تشرق الدنيا ببهجتها
شمس الضحى ابو اسحاق و القمر

(سورج چانداور میرا ممدوح ابواسحاق یہ تین چیزیں ہیں جن سے ساری دنیا روشن ہے)

خلافت ثانیہ کے کاموں میں کسی کام کے ساتھ مشابہت کیسے ہوسکتی ہے جب کہ خلافت ہی وہ نہیں ہے۔ وہ خلافت باسیاست تھی یہ خلافت بے سیاست ہے بلکہ بقول مرزا صاحب قادیانی متوفی یاجوج ماجوج کی حکومت کے ماتحت ہے،

فانى هذا من ذاك

ہاں ابھی ایک اور مشابہت کا انتظار ہے دیکھیں وہ پوری ہوتی ہے یانہیں۔ قادیانیوں کو چاہیے کہ اس کے وجود پذیرظہور کے لئے دعا کریں شاید خلیفہ قادیان جو یہ مشابہت حاصل کرنے کا شوق نہیں ہے اس لئے وہ چندآدمیوں کو ہروقت ہرجگہ اپنے ساتھ بطور محافظ رکھا کرتے ہیں۔ چنانچہ نماز کے وقت بھی اپنے ساتھ لٹھ بازوں کا پہرہ رکھتے ہیں۔ادھر مشبہ بہ (فاروق اعظم) کی یہ حالت تھی کہ آپ کو اس قسم کے پہرے کا خیال تک نہ تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزامحموداحمد) کو اس بڑی مشابہت حاصل کرنے سے سخت نفرت ہے۔

اس کے برعکس حضرت عمر فاروقؓ یہ دعا کیا کرتے تھے

اللهم ارزقنی شهادة فی سبیلك و اجعل موتی فی مدینة رسولك ۔

اس لئے ہمارا مشورہ ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو اگر حضرت عمر فاروقؓ سے مشابہت حاصل کرنے کا شوق ہے، تو اس سخت پہرے کو ہٹا دے تا کہ شہادت بھی ممکن الحصول ہو جائے اور لاہوری جماعت کا اعتراض بھی رفع ہو جائے۔

قادیانی ممبرو! اپنے خلیفہ صاحب تک ہمارا مشورہ پہنچا دو، اور خود بھی ہماری تجویز کی تائید کرو اور ان کو یقین دلاؤ کہ موت کی گھڑی ٹلنے والی نہیں۔ کیوں آپ لاہوری جماعت کے اعتراضات اپنے سر لیتے ہیں اور تائید کرتے ہوئے قرآن و حدیث کے علاوہ استاد ذوق کا یہ شعر بھی ان کو سنا دینا:

ذوق اس بحر جہاں میں کشتیٔ عمر رواں
جس جگہ پہ جا لگی وہی کنارا ہو گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ مئی ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

عیسائیت اور مرزائیت

کون ترقی کر رہی ہے اور کون تنزل؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جناب مرزا غلام احمد صاحب متوفی کا دعوی تھا کہ میں الوہیت مسیح کا ستون توڑنے آیا ہوں۔ عنقریب دیکھو گے کوئی رام یا کرشن کو پوجنے والا اور مسیح کو خدا ماننے والا نظر نہیں آئے گا۔ (ازالہ اوہام)

آپ نے ترقی کر کے یہاں تک راست گوئی سے کام لیا اور فرمایا کہ

اگر یہ کام مجھ سے نہ ہوا، تو میں جھوٹا ٹھہرونگا۔

آج سے پہلے ہم کئی مرتبہ اس مضمون پر خامہ فرسائی کر چکے ہیں۔ لیکن آج پھر اس مسئلے پر لکھنے کا موقع اخبار الفضل قادیان نے ہم کو دیا ہے۔ جس نے اس قسم کا

نوٹ شائع کیا ہے جس کی سرخی مع الفاظ درج ذیل ہیں

ہندوستان میں عیسائیت کی ترقی

ہندوستان میں عیسائی مشنریوں کی کارگزاری کا ذکر ایک گذشتہ پرچہ میں اختصاراً کیا جا چکا ہے ۔ ہندوستان میں ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے مطابق چالیس لاکھ عیسائی تھے اور اندازہ کیا گیا ہے کہ اب یہ تعداد ایک کروڑ سے زیادہ ہے ۔ اس وقت اس ملک میں ۱۸۷۷۹ پادری الوہیت مسیح کے پروپیگنڈہ میں مصروف ہیں اور ان کے مشنوں کی امداد کے لئے جو باقاعدہ رقوم وصول ہوئی ہیں ان کے مجموعہ کا اندازہ ۱۸۵۳۰۷۶ روپیہ ہے ۔ یہ ان عطایا کے علاوہ ہے جو مختلف لوگ وقتاً فوقتاً بطور امداد دیتے رہتے ہیں ۔ اور جو بعض اوقات کروڑوں تک ہوتے ہیں ۔ آمد کے دوسرے ذرائع اس کے علاوہ ہیں ۔ مختلف تجارتی فرموں اور مستقل جائیدادوں سے بھی بہت کافی روپیہ وصول ہوتا ہے ۔ تعلیمی اور طبی اداروں کا جو جال پادریوں نے سارے ملک میں پھیلایا ہوا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ۔ ان کے علاوہ مختلف مقامات پر ۱۴۳ یتیم خانے جاری ہیں جو بہت اعلی پیمانہ پر کام کرتے ہیں اور جو اس ملک میں عیسائیوں کی تعداد میں اضافہ کا ایک بڑا ذریعہ ہیں ۔ ہندوستان کی تقریباً سب چیدہ چیدہ زبانوں میں بائیبل کا ترجمہ ہو چکا ہے ۔ اس وقت بائیبل کے ۲۶۳ زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں ۔

(الفضل قادیان یکم مئی ۱۹۴۰ء ص ۷)

ناظرین غور فرمائیے ۔ خاص ملک ہندوستان میں بقول الفضل ۲۸۷۷۹ پادری الوہیت مسیح کی تبلیغ کر رہے ہیں ۔ تو الوہیت مسیح ابھی باقی ہے یا فنا ہوگئی ہے ۔ اور بھی سنئے ۔ خلیفہ صاحب قادیان اپنے خطبے میں فرماتے ہیں :

’ عیسائیوں کی بڑی مالی طاقت ہے ۔ دنیا بھر میں سوا تین لاکھ مشنری تبلیغ مسیحیت کر رہے ہیں ۔ کئی کروڑ روپیہ ان کے پاس ہے ۔ لاہور کے مشن کی جائیداد اسّی نوّے لاکھ روپے کی ہے ۔ ساری دنیا میں ہمارے مبلغ صرف چالیس ہیں ۔‘ (الفضل قادیان ۲۳ جنوری ۱۹۳۶ء)

حساب لگا لیجئے کہ چالیس مبلغ سوا تین لاکھ کے مقابلے میں کیا نسبت رکھتے ہیں ۔اس پر بھی فخر کیا جاتا ہے کہ تمام دنیا میں ہم نے مراکز تبلیغ قائم کردیئے ہیں ۔ جلسے کے موقع پر اپنے مریدوں کو تاکید کی جاتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو بھی اپنے ہمراہ لائیں ۔ مرید ذاتی خرچ کرکے اس خدمت کو پورا کرتے ہیں ۔ ہر ایک مرزائی کے ساتھ ایک ایک دو دو مسلمان ضرور آتے ہیں ۔مطبخ (باورچی خانہ) کی پرچیوں کی تعداد کو ترقی دے کر بتایا جاتا ہے کہ ہر سال پہلے سال سے زیادہ احمدی آتے ہیں ۔ چنانچہ اس سال بھی گزشتہ سال کی نسبت بہت زیادہ آئے ۔اور یہ ثبوت ہے احمدیت کی ترقی کا ۔ اہل حدیث خدا کے فضل سے اس گروہ سے ہے جس کی بابت مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے بہت کچھ لکھا ہے جس میں سے ایک بند یہ ہے کہ

گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا
لگایا پتہ اس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ صوفی کو چھوڑا نہ ملا کو چھوڑا

اس لئے اہل حدیث ہمیشہ اپنے اسلاف کی روش کو مدنظر رکھ کر تحقیق حال کیا کرتا ہے ۔آج بھی ہم بتاتے ہیں کہ مرزائیوں کی ترقی تعداد کے متعلق لاف زنی غلط محض جھوٹ کا پلندہ ہے ۔جس کا ثبوت ہم انہی کی تحریروں سے پیش کرتے ہیں ۔اگر نہ کریں تو جو سزا کالے چور کی وہی ہماری ۔

اخبار الفضل قادیان ۲۰ ۔اکتوبر ۱۹۳۱ء میں لکھا ہے جماعت احمدیہ سات لاکھ سے زیادہ ہے ۔ لیکن گذشتہ مردم شماری کی سرکاری رپورٹ میں جب پنجاب میں جہاں بہ نسبت دوسرے ملکوں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے پچپن ہزار بتائی گئی ۔تو خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اس کو غلط قرار دے کر از راہ ترقی دو لاکھ تک پہنچا دیا (الفضل ۲۷ جون ۱۹۳۱ء ص ۵)

ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں، اگر دونوں شمار سات لاکھ و دو لاکھ صحیح ہیں

کیونکہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) کی زبان سے نکلے ہیں، اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ اور ہم دوسرے مقامات کے افراد مرزائیہ کو ملا کر تین لاکھ بھی بنا لیں تو بھی نصف سے زیادہ تنزل ہے۔

اس کے مقابلہ میں الفضل کا یہ اعتراف کہ عیسائی ۱۹۳۱ء میں چالیس لاکھ تھے۔ اب ایک کروڑ سے زیادہ ہیں، کیا بتا رہا ہے۔ دونوں قوموں کے اعداد و شمار سامنے رکھ کر جماعت مرزائیہ کے ارکان سے خدا لگتا سوال پوچھتے ہیں کہ بتائیے

عیسائیت ترقی کر رہی ہے یا مرزائیت

اور یہ بھی بتائیے کہ مذہبی جماعتوں نے مذہب کی اشاعت میں کبھی جھوٹا پروپیگنڈہ بھی کیا ہے

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۴ مئی ۱۹۴۰ء ص ۵-۶)

آیت خاتم النبیین پر اعتراضات اور جوابات

مولوی محمد ابراہیم کمیر پوری متعلم مدرسہ مسجد قدس امرتسر لکھتے ہیں:

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ کسی کام کا کرنے والا ان تمام موانع کا جو اس کے کام میں حائل ہوں دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بریں اصول مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا۔ اب ضروری تھا کہ وہ ان آیات و احادیث کی تاویل کرتے جو ان کے دعوی کی بیخ کنی کرتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دعوی کے اثبات میں ہر جائز و ناجائز کوشش کی لیکن حقیقت کے سامنے بناوٹ کس طرح ٹھہر سکتی ہے۔

مصنف احمدیہ پاکٹ بک لکھتا ہے کہ:

خاتم بہ فتح تاء بند کرنے کے معنوں میں نہیں بلکہ مہر کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ (پاکٹ بک مذکور۔ص ۴۲۴)

۲۔ خاتم النبیین کا معنی بعض نبیوں کو ختم کرنے والا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ہم خاتم النبیین کا معنی صاحب شریعت نبیوں کو بند کرنے والا مانتے ہیں (پاکٹ بک مذکور ص ۴۲۵)

۳۔ خاتم ہمیشہ افضل کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عباسؓ کو خاتم المہاجرین اور حضرت علیؓ کو خاتم الاولیاء کہا۔ حالانکہ ہجرت اور ولایت بدستور جاری ہے۔ اور حسن بن وہب عربی نے صاحب حماسہ کو خاتم الشعراء کہا ہے، حالانکہ شاعری بھی اب تک بدستور جاری ہے (حوالہ مذکور)

ہم چاہتے ہیں کہ جواب دینے سے پہلے متنازع فیہ لفظ کا معنی لغت کی معتبر کتابوں سے نقل کر دیں۔ پس سنیئے لسان العرب میں ہے

خاتِمهم و خاتمهم آخرهم یعنی خاتِم اور خاتَم دونوں کے معنی آخری ہیں

تاج العروس میں ہے:

و من اسماءه علیه السلام الخاتِم و الخاتم و هو الذی ختِم النبوة بمجیئه (یعنی حضور ﷺ کے ناموں میں خاتِم اور خاتَم بھی ہیں اور یہ نام اس لئے ہیں کہ آپ کی وجہ سے نبوت ختم ہوگئی ہے)۔

قاموس میں ہے:

و انّ الخاتم آخر القوم کالخاتِم و منه قوله تعالی و خاتم النبیین ای آخر النبیین (یعنی خاتم اور خاتِم قوم کے آخری آدمی کو کہتے ہیں اور ارشاد خداوندی کے بھی یہی معنی ہیں کہ آپ آخری نبی ہیں)

حضرات! لغت کی بے شمار کتابوں اور بیسیوں شعراء عرب کے کلام میں یہی معنی پائے جاتے ہیں لیکن ہم اختصار کے طور پر صرف تین حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں ۔ احمدیہ پاکٹ بک کے مصنف کے اعتراضوں کا نمبروار جواب دیتے ہیں۔

ا۔ مرزائی دوست نے مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرنے کے لئے قرآن حدیث کا خلاف تو کرنا ہی تھا لیکن افسوس کہ اعتراض کرتے وقت اقوال مرزا کو بھی بھول گیا کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خاتم النبیین کا معنی ازالہ اوہام میں نبیوں کو ختم

کرنے والا کئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ص۶۱۴ طبع دوم۔ ص۶۵۲)

نیز مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ:

خدا تعالی نے تمام رسالتوں اور نبوتوں کو آنخضرت ﷺ اور قرآن پر ختم کر دیا۔ (اخبار الحکم قادیان ۷۔ اگست ۱۸۹۹ء)

ب۔ ہاں صاحب ہم بھی چند منٹ کے لئے آپ کا معنی تسلیم کرتے ہوئے آپ سے پوچھتے ہیں کہ خاتم المہاجرین والی روایت جو بڑے ناز سے ان معنوں میں پیش کیا کرتے ہیں حضرت عباسؓ کی وجہ سے لوگ مہاجر بنا کرتے تھے اور خاتم الاولیاء کے کے یہ معنی ہیں کہ حضرت علی کی مہر سے لوگ ولی بنا کرتے تھے۔ ہاں صاحب! دور کیوں جائیں مرزا صاحب قادیانی نے جو اپنے متعلق خاتم الاولاد لکھا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے والدین کے گھر اولاد مرزا صاحب کی مہر سے ہوا کرتی تھی۔ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو آنخضرت ﷺ پر نبوت بند اور مرزا صاحب بقول خود... ہوئے و هو المطلوب۔

جواب نمبر۲۔ قرآن مجید میں بعض کی نبوت کو بند کرنا مقصود نہیں بلکہ ہر قسم کی نبوت کی بندش مقصود ہے کیونکہ آیت مذکور کی تفسیر آنخضرت ﷺ نے لا نبی بعدی کے ساتھ فرمائی ہے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ سنیئے:

الّا تعلم انّ الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا خاتم النبیین و ... نبینا فی قوله لا نبی بعدی (حمامۃ البشری۔ ص۳۴) (یعنی اے بے وقوفو! اجرائے نبوت کے قائلو! تمہیں اتنی خبر نہیں کہ خدا تعالی نے ہمارے نبی ﷺ کو خاتم النبیین کا لقب دیا ہے اور آنخضرت ﷺ نے اس کی تفسیر بالفاظ لا نبی بعدی فرمائی ہے)

نیز مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

کہ لا نبی بعدی میں لا نفی عام ہے (ایام الصلح۔ص۱۴۶)

پس جب مرزا غلام احمد صاحب خود لا نفی عام بتاتے ہیں تو تمہیں کیا حق حاصل ہے کہ ان کے خلاف ایسے لغو اور بودے اعتراض کرو۔

ب ۔ اس لحاظ سے تو خاتم النبیین ہونا آنحضرت ﷺ کے لئے کوئی وجہ فضیلت نہیں ہوسکتا کیونکہ صورت مذکور میں تو حضرت آدم کے بعد جتنے نبی آئے ہیں سب کے سب اپنے سے پہلے انبیاء کی نسبت خاتم النبیین تھے، حتی کہ نوح جو آدم ثانی کے نام سے مشہور ہیں وہ بھی حضرت آدم اور حضرت شیث وغیرہ کے خاتم تھے، حالانکہ بڑے بڑے اولوالعزم نبی مثلاً حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، ہارون، زکریا، یحی، عیسی وغیرھم سب حضرت نوح کے بعد آئے۔

پس معلوم ہوا کہ آیت کا صحیح معنی وہی ہے جو قرآن کی دوسری آیات اور احادیث کے موافق ہے اور جن کی تائید مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴ میں فرما چکے ہیں۔

ج ۔ ہاں صاحب! اگر بالفرض آپ کا معنی ہی مان لیا جائے تو قرآن مجید کی بہت سی آیات اور احادیث کا خلاف لازم آتا ہے اگر تفصیل مطلوب ہو تو محمد یہ پاکٹ بک کے صفحہ ۳۹۲ کا مطالعہ کیجئے۔

جواب ۳ ۔ خاتم کے معنی لغت عرب میں افضل نہیں آتے اب آپ اپنی امثلہ پیش کردہ کا جواب سنیں۔

<u>خاتم الاولیاء کا جواب:</u>

یہ روایت غالباً تفسیر صافی سے نقل کی گئی ہے اور بالکل بے سند ہے لہذا حجت نہیں اگر احمدی دوست اس کی سند پیش کریں تو خدا کے فضل و کرم سے ہم جواب دینے کو طیار ہیں۔

<u>خاتم المہاجرین کا جواب:</u>

یہ روایت کنز العمال کی ہے اور اس کی سند حذف کر کے نقل کی گئی ہے۔ لہذا یہ روایت متصل نہیں بلکہ مرسل ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یوں ہیں:

عن شہاب مرسلاً قال قال رسول اللہ اطمئن یا عم فانک خاتم المھاجرین۔

بالفرض اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو بھی ہماری طرف سے جواب موجود ہے پس سنیئے:

ملاحظہ ہو سورہ انفال آخری رکوع

فتح مکہ سے پیشتر چونکہ مسلمان کمزور تھے اور کفار بہت ظلم کیا کرتے تھے اس لئے ہجرت فرض تھی اور مطلب یہ تھا کہ تمام مسلمانوں کو ایک جگہ جمع ہونے کی وجہ سے طاقت بڑھ جائے گی اور ظلم کفار سے بچے رہیں گے لیکن فتح مکہ کے بعد جب مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی اور کفار کا زور ٹوٹ گیا تب آنحضرت ﷺ فرضیت ہجرت کو منسوخ کرنے کے لئے لا هجرة بعد فتح مكه فرمادیا یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت ضروری نہیں۔ اور حضرت عباسؓ نے فتح مکہ سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے ہجرت کی تھی چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

ھا جر قبل الفتح و شهد الفتح (اصابہ۔ج ۳ ص ۳۶)

اور ان کے بعد کسی شخص کی ہجرت ثابت نہیں لہذا آپ خاتم المہاجرین ہوئے اور آنحضرت ﷺ نے یہ الفاظ حضرت عباسؓ کے غم کو دور کرنے کے لئے فرمائے تھے چنانچہ لفظ اطمانّ قرینہ موجود ہے

خاتم الشعراء وغیرہ کا جواب

باقی رہا حسن بن وہب عربی کا صاحب حماسہ کو خاتم الشعراء کہنا یہ اس ظن کی بنا پر ہے کہ اس کمال کا آخری شخص شاید یہی ہو۔ حسن بن وھب عالم الغیب تو تھا ہی نہیں۔ بخلاف اس کے خاتم النبیین کے نازل فرمانے والا خداوند عظیم علام الغیوب ہے اور لا نبی بعدی فرمانے والا وہ شخص ہے جس کی شان میں ما ینطق عن الھوی ان ھو الّا وحی یوحی نازل ہوا ہے۔ پس قرآن مجید اور حدیث کا معنی اس عربی شاعر کے موافق کرنا بالکل نازیبا حرکت ہے جو احمدیوں ہی کا حصہ ہے۔

اب ہم ذیل میں احمدی معترض کی مزید مہمانی کے لئے دو تین اقوال مرزا قادیانی پیش کئے دیتے ہیں۔

۱۔ خاتم النبیین والی آیت کے بعد مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۶۱۴۔ طبع دوم۔ص ۶۵۲)

۲۔اسی طرح میری پیدائش ہوئی جیسا کہ میں نے ابھی لکھا ہے کہ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا اور وہ لڑکی پہلے پیٹ سے نکلی اور اس کے بعد میں نکلا اور میرے والدین کے گھر اس کے بعد کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا اور میں اپنے والدین کے لئے خاتم الاولاد ٹھہرا۔ (تریاق القلوب۔ص ۳۷۹)

۳۔ محمد ﷺ کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔(چشمہ معرفت۔ص ۳۱۸)

۴۔ بنی اسرائیل کے خاتم النبیین کا نام عیسی ہے۔

اب مرزائی دوست انصاف کریں کہ آپ کے مرشد نے ان تین جگہوں میں خاتم کے معنی مہر یا افضل کیئے ہیں یا آخری کے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مئی ۱۹۴۰ء ص ۶۔۸)

قادیانی کی سخت کلامی اور اس کی تاویل

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ بات مشہور ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی بڑے تیز مزاج اور مخالفوں کے حق میں سخت بدگو اور سبّاب تھے۔ یہ ایک ایسی صداقت ہے کہ خود مرزا صاحب کے مرید بلکہ جانشین بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔مگر اس کے ساتھ ہی سخت کلامی کو جائز بتانے کے لئے بہت کچھ تاویلیں بھی کرتے ہیں۔خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے ایک تازہ خطبہ جمعہ اس کی جو تاویل کی ہے وہ پہلی تاویلوں سے نرالی ہے۔خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے اس خطبہ میں اپنی جماعت کو نصیحت کی ہے کہ سخت کلامی نہ کیا کرو۔ اس ضمن میں آپ نے میرا ذکر بھی کیا ہے کہ ثناء اللہ ہمارا اشد ترین دشمن ہے۔اس خطبے کا ضروری حصہ جو ناظرین کے قابل ملاحظہ ہے، درج ذیل ہے:

’میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ شدید سے شدید دشمن کے متعلق بھی سخت کلامی مجھے پسند نہیں۔میرے نزدیک مولوی ثناء اللہ صاحب ہمارے اشد ترین دشمن ہیں۔مگر میں نے کئی بار دل میں غور کیا ہے ان کے متعلق بھی اپنے دل

میں کبھی بغض نہیں پایا۔ اور میں سمجھتا ہوں اگر کسی دشمن کے متعلق دل میں بغض رکھا جائے تو اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔سوائے اس کے کہ میرا دل کالا ہو۔ ہر شخص کا معاملہ اللہ تعالی کے ساتھ ہے ۔اگر کسی کو سزا دینی ہے تو اس نے اور اگر کسی کو بخشنا ہے تو اس نے ۔ میں کیوں دل میں بغض رکھ کر اسے سیاہ کروں ۔ پس دل میں بغض اور کینہ رکھ کر کام نہ کرو۔ بلکہ محبت و اخلاص رکھ کر کرو۔

جوش اور اخلاص کے ساتھ ضروری نہیں کہ سختی شامل ہو۔ خدا تعالی سے زیادہ صداقت کے لئے کس کو جوش ہوسکتا ہے ۔محمد رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسے جوش ہوسکتا ہے ۔حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) سے زیادہ کسے ہوسکتا ہے ۔ مگر دیکھ لو انہوں نے سختی سے کام نہیں لیا۔ وہ سوائے اس کے کہ جہاں مجبور ہیں کہ صداقت کو بیان کریں کبھی سختی سے کام نہیں لیتے ۔بعض لوگ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا حوالہ دیدیتے ہیں کہ آپ نے فلاں جگہ یہ لفظ استعمال کیا ہے، مگر یہ نہیں سوچتے کہ آپ کی ایک پوزیشن مجسٹریٹ کی ہے ۔مجسٹریٹ کو مجبوراً اپنے فیصلہ میں بعض الفاظ استعمال کرنے پڑتے ہیں ۔ مثلاً جب اس کے سامنے کسی چور کا مقدمہ پیش ہو تو اسے سزا دیتے وقت اسے لکھنا پڑتا ہے کہ تم نے چوری کی ہے اس لئے میں تمہیں چھ ماہ قید کی سزا دیتا ہوں ۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ تم نے دو رکعت نماز ادا کی ہے اس لئے چھ ماہ قید کی سزا دیتا ہوں اسے مجبوراً چور کا لفظ استعمال کرنا پڑتا ہے۔حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) بھی خدا کی طرف سے حکم تھے اس لئے بعض دفعہ آپ نے بعض موقعوں پر بعض لوگوں کی حقیقت بیان کرنے کیلئے مجبوراً بعض الفاظ استعمال کئے ہیں ۔مگر وہ مجسٹریٹ کی حیثیت سے کئے ہیں ۔اور چونکہ ہماری پوزیشن یہ نہیں ہے اس لئے ہمیں ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہییں ۔ ہمارے لئے ان الفاظ کا استعمال اسوہ نہیں ہے ۔ ہمارے لئے اسوہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے ۔آپ نے ذاتی حیثیت میں جو جواب دیئے ہیں وہ ایسے نرم ہیں کہ پڑھنے والے والے کے دل اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتے

'(فاروق قادیان ۔ص ۴ بابت ۷ ۔ ۱۴ مئی ۱۹۴۰)

مرزا غلام احمد صاحب کو مجسٹریٹ کہہ کر ان کی گالیوں کو جائز قرار دینا عجیب منطق ہے ۔ مجسٹریٹ کے معنی ہیں قاضی جو کہ دو مخالف فریقوں میں فیصلہ دیتا ہے۔ اسکے لئے بھی یہ شرط ہے کہ فریقین میں سے کوئی فریق غائب نہ ہو ۔ کیونکہ قضا علی الغائب جائز نہیں ۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی ایسے لوگوں کے حق میں بھی گالیوں کی بوچھاڑ کرتے ہیں جو ان کے سامنے فریق مقدمہ بن کر پیش نہیں ہوئے بلکہ ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کون ہیں، کہاں رہتے ہیں ۔ اور نہ انہوں نے کبھی مرزا صاحب قادیانی کے حق میں کوئی بھلا برا لفظ منہ سے نکالا ۔ اس سلسلہ میں نجم الہدیٰ میں آپ کا یہ شعر ملاحظہ ہو

ان العدی صاروا خنازیر الفلا
ازواجھم من دونھن الاکلب

یعنی ہمارے دشمن جنگل کے خنزیر ہیں اور ان کی بیویاں کتیوں سے بھی زیادہ بری ہیں ۔

بتایئے صاحب، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مخالفوں کی بیویاں بھی کسی معاملہ میں فریق مقدمہ ہیں؟ اگر ہیں تو کسی مخالف کی بیوی کا کوئی بیان تو پیش کیجئے جو اس نے کبھی دیا ہو۔ پھر یہ کیا اخلاق سوز طریقہ ہے کہ خود گالیاں دیکر قاضی بن بیٹھیں ۔ اپنے تخیل میں شاعر لوگ اپنے معشوقوں کو سراہتے ہوئے بیشک کہا کرتے ہیں

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیوں سے بھی بے مزا نہ ہوا

مگر مجسٹریٹ (قاضی) کے مونہہ سے گالیاں نکلنا بہت ہی عیب ہے ۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قاضی کیلئے ہدائت فرمائی ہے

لا تقض بین اثنین و انت غضبان

(یعنی دو شخصوں کے درمیان غصے کی حالت میں فیصلہ مت کیا کرو)

ہمارے شہر بلکہ محلے میں ایک صاحب شیخ خدا بخش مرحوم سیشن جج رہتے تھے جو نہ مسیح موعود تھے، نہ مہدی مسعود، نہ عالم، نہ فاضل، مگر اخلاق کا مجسمہ تھے ۔ ڈاکوؤں اور چوروں کو سزا دیتے ہوئے آپ یوں حکم سناتے تھے :

لے بھائی نتھا سنگھ اب تو دس برس تک سرکار کا مہمان رہے گا

مطلب آپ کا یہ ہوتا تھا کہ میں تجھ کو دس سال قید کی سزا دیتا ہوں ۔ یہ ہے اخلاق فاضلہ کا نمونہ ۔مگر مرزا صاحب ...گالیاں دینے میں سب سے زیادہ مونہہ زور ہیں ۔انہی کے لگ بھگ سوامی دیانند تھے جو بغیر سخت کلامی کے بولنا جانتے ہی نہ تھے ۔ انکی سخت کلامی کی تاویل کرنے والوں نے بھی یہی تاویل کی ہے کہ سوامی جی ایک ڈاکٹر کی طرح تھے جو اپریشن کے وقت کسی کا لحاظ نہیں کرتا ۔ (سوامی کی سوانح عمری کلاں)

یہ سب خوش اعتقادی کی باتیں ہیں جن کی بابت کہا گیا ہے

پیر من خس است اعتقاد من بس است ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ مئی ۱۹۴۰ء ص ۵ ـ ٦)

(جناب مرزا غلام احمد کی سخت کلامی کے دفاع میں پیغام صلح لاہور میں ایک مضمون قسط وار شائع ہوا تھا جس کا کچھ حصہ ذیل میں نقل کیا جارہا ہے: لکھا ہے:

سب سے آخری الزام جو مولوی ظفر علی خان صاحب نے مسیح موعود پر لگایا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے بعض مخالف علماء کو، اے بدذات فرقہ مولویان ، کے الفاظ میں خطاب کیا ہے اور بدکار فاحشہ عورتوں کی حرامی اولاد، انہیں قرار دیا ہے ۔

اعتراض کی اہمیت:

یہی دو فقرے بارہا امرتسری معاند مولوی ثناء اللہ نے پیش کئے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت مسیح موعود معاذ اللہ سخت بداخلاق اور بدزبان واقعہ ہوئے تھے جس کے اثر سے ملک کے پیشوایان دین بھی بچ نہ سکے۔

حضرت مسیح موعود کی اسّی سے زیادہ تصنیفات اور اس کے علاوہ بے شمار اشتہارات اور تقاریر میں سے صرف ان دو فقروں کا انتخاب اعتراض کی اہمیت کو زائل کرنے کے لئے کافی ہے۔

جس شخص کو رات دن مولویوں سے واسطہ پڑتا ہو، اور ان سے ہر قسم کے برے کلمات اور گالیاں اسے سنی پڑتی ہوں ،جس کے خلاف قتل کے جھوٹے مقدمات مولویوں کی امداد سے بنائے گئے ہوں، اور رات دن اسے ان لوگوں کے جواب میں کتابیں اور اشتہارات لکھنے پڑتے ہوں، اس کے قلم سے اپنی تمام تصانیف میں سے صرف ایک یا دو موقعوں پر ایسے سخت کلمات کا نکل جانا ایک بالکل طبعی امر ہے جس کو کسی طرح بداخلاقی پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

(پیغام صلح لاہور جلد ۱۷ نمبر ۵۲ ص ۲)

دوسرا فقرہ جس کو مسیح موعود ..کی سخت گوئی پر محمول کیا جاتا ہے یہ ہے کہ آپ نے مولویوں کو ذریة البغا یا قرار دیا ہے۔جسکے معنی کئے جاتے ہیں، فاحشہ بدکار عورتوں کی حرامی اولاد۔

اول تو جس جگہ آپ نے یہ لفظ لکھے ہیں وہاں مولویوں کا قطعاً کوئی ذکر نہیں بلکہ اپنے حالات زندگی کو لکھتے ہوئے اپنی بعض تالیفات کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان میں اسلام کی صداقت پر زبردست براہین دیئے گئے ہیں اور دین کے معارف ان میں بیان ہوئے ہیں اور اسلام کو ایسے احسن طریق پر پیش کیا گیا ہے کہ مخالفین کے منہ بند ہو سکتے ہیں اور اس کے بعد لکھا ہے کہ:

تلك كتب ينظر اليها كل مسلم بعين المحبة و المو د ة و ينتفع من معا ر فها و يقبلني و و يصدق دعو تی ا لا ذرية البغا يا الذين ختم الله على قلو بهم فهم لا يقبلو ن

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کے مخاطب میاں مولوی ہی بالخصوص نہیں کہ ان کو خاص طور پر ذرية البغا يا قرار دیا ہو، بلکہ ہر وہ شخص جو ان حقائق و معارف کو دیکھتے ہوئے جو آپ نے اپنی کتابوں میں مخالفین اسلام کے بالمقابل صداقت اسلام کے ثبوت میں پیش کئے ہیں، مخالفت پر اصرار کرتا ہے بلکہ جس کے دل پر اللہ تعالی نے مہر لگا دی ہے اس کو ذرية البغا يا کے نام سے پکارا گیا ہے (یعنی صرف مولویوں کو نہیں، جن کی تعداد چند سینکڑوں یا ہزاروں میں ہوگی، بلکہ ان کروڑوں مسلمانوں کو ذریۃ البغایا قرار دیا ہے جو مرزا صاحب کے منکر ہیں۔ بہاء)

کیا فی الحقیقت اس لفظ کے معنی فاحشہ بدکار عورتوں کی حرامی اولاد ہیں اور سوائے اس کے اور کوئی معنی اس فقرہ کے نہیں بنتے؟

ایک ادنی سمجھ کا آدمی بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جس حالت میں ذرية البغا يا کی تفسیر حضرت مسیح موعود نے خود الذين ختم الله على قلو بهم کے الفاظ میں کر دی ہے تو کسی کا کیا حق ہے کہ اس کے معنی وہ کرے جو آپ کا منشائے حقیقی نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ بغایا کا لفظ فاحشہ عورتوں پر بھی بولا جاتا ہے لیکن ہر حالت میں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے لغت کو اٹھا کر دیکھ لیجئے وہاں صاف طور پر اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ لفظ ابتداء لونڈیوں پر ان کے فاحشہ ہونے کی وجہ سے بولا گیا..مگر ...اس سے ..مراد نہیں اور یہ ضروری نہیں کہ اس سے ان کا فاحشہ اور بدکار ہونا بھی ثابت ہو بلکہ وہ فاحشہ اور بدکار نہ بھی

ہوں تو ان پر بولا جا سکتا ہے۔

لین کی عربی انگریزی لغت ایک بڑے اعلیٰ پایہ کی مستند لغات مانی گئی ہے کیونکہ اسد نے جا بجا اپنی تائید لسان العرب قاموس اور راغب جیسی مستند عربی لغت کے حوالے دیئے ہیں لفظ بغایا کا معنی کرتے ہوئے صاف لکھا ہے... بغایا کے معنی لونڈی کے ہیں خواہ فاحشہ یا بدکار ہو نہ ہو گالی اس سے مراد نہیں اگرچہ ابتداء لونڈیوں پر بوجہ ان کی بدکاری کے استعمال ہوتا تھا

عربی لغت کے اس حوالہ کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ذرية البغا يا میں ؟ بالضرور علمائے دین کو، فاحشہ بدکار عورتوں کی حرامی اولاد، ....نے مہر لگا دی ہے۔ ہاں اس کا فیصلہ مولوی ظفر علی خان کے ذمہ ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ بتائیں کہ ایسے لوگ جن کے دلوں پر اللہ تعالی نے مہر لگا دی ہو کہاں تک قابل ستائش ہیں ۔قرآن نے تو ایسے لوگوں کو او لئك كا لانعا م بل هم ا ضل کا خطاب دیا ہے بلکہ دوسری جگہ انہیں زنیم تک کہنے سے دریغ نہیں کیا جس کے معنی لسان العرب میں زانیہ کی اولاد کئے گئے ہیں۔ مرزا صاحب نے کیا گناہ کیا کہ اگر ایسے لوگوں کو ان کی حد سے بڑھی ہوئی شرارتوں کی وجہ سے ذریۃ البغایا کہہ دیا.

(پیغام صلح لاہور جلد ۱۷ نمبر ۵۳۔ص ۔۴)

(کیا خوب لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے ایک یا دو موقعوں پر سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ردیف وار فہرست کو نقل کر دیا جائے جو منشی الٰہی بخش لاہوری نے مرتب کے عصائے موسیٰ میں درج فرمائی تھی ۔ اس فہرست کو دیکھ کو ناظرین کو بخوبی اندازہ ہو جائے کہ بات ایک یا دو مواقع کی ہے یا مرزا صاحب کی عادت ثانیہ کی۔

منشی الٰہی بخش صاحب عصائے موسیٰ میں لکھتے ہیں ؛

اس جگہ مرزا کی خوش اخلاقی وشیریں کلامی کا جو انہوں نے اپنے کتب واشتہارات میں ظاہر فرمائی ہے اور جس کا بالاستیعاب ذکر تو مشکل وطول ہے لیکن بطور نمونہ چند الفاظ وکلمات و فقرات اظہار حقیقت کے لئے بترتیب حروف تہجی بادل نخواستہ لکھتا ہوں اور ان کے نقل کرنے سے اللہ تعالی کی پناہ و بخشش مانگتا ہوں ۔

اے بد ذات فرقہ مولویاں تمنے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا، وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا ؛ اندھیرے کے کیڑو ؛ ایمان وانصاف سے دور بھاگنے والا ؛ اندھے ؛ نیم دہریہ؛ ابولہب ؛ اسلام کے دشمن ؛ اسلام کی عار مولویو؛ اے جنگل کے وحشی ؛ اے نابکار ؛ ایمانی روشنی مسلوب

ہوئے؛ احمق مخالف؛ اے پلید دجال؛ اسلام کے بدنام کرنے والے؛ اے بد بخت مفتریو؛ اعمی؛ اشرار؛ اول الکافرین؛ اوباش؛ اے بدذات خبیث دشمن اللہ اور رسول کے؛ ان بیوقوفوں کے بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔

بے ایمان اندھے مولوی؛ بلید طبع ؛ بدذات جھوٹا؛ بدگوہری ظاہر نہ کرتے؛ بے حیائی سے بات بڑھانا؛ بددیانت بے حیا انسان؛ بدذات فتنہ انگیز ؛ بدقسمت منکر ؛ بدچلن؛ بخیل ؛ بداندیش؛ بدظن؛ بدبخت قوم؛ بدگفتار؛ بدباطن نکتہ چیں؛ باطنی جذام؛ بخل کی سرشت والے؛ بیوقوف جاہل؛ بے ہودہ۔

تمام دنیا سے بدتر ؛ تنگ ظرف ؛ ترک حیا؛ تقوی ودیانت کے طریق کو بکلی چھوڑ دیا؛ ترک تقوی کی شامت سے ذلت پہنچ گئی ؛ تکفیر ولعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لئے۔

ثعلب (لومڑی جیسے) ایّها الشّیخ الضّال و الدّجال البطال۔

جھوٹ کی نجاست کھائی ؛ جھوٹ کو گوہ کھایا؛ جاہل وحشی؛ جادہ صدق وثواب سے منحرف و دور؛ جعل ساز ؛ جیتے ہی مرجاتا۔

چوہڑے؛ چمار۔

حمار؛ حمقاء؛ حق وراستی سے منحرف؛ حق پوش۔

خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں؛ خنزیر سے زیادہ پلید؛ خطا کی ذلت انہی کے منہ پر؛ خالی گدھے؛ خائن ؛ خباثت پیشہ؛ خاسرین خالیۃ من نور الرحمٰن؛ خام خیال؛ خفاش؛ خوش شدہ آید کہ حق ودین را باطل کنید۔

دل کے مجذوم ۔ دھوکہ دہ ۔ دیانت امانت راستی سے خالی ۔ دجال ۔ دروغ گو۔ ڈوموں کی طرح مسخرہ ۔ دشمن سچائی ۔ دشمن قرآن ۔ دلی تاریکی ۔ دروغ شما تا کنارہائے بغداد منتشر خواہد شد

ذلت کی موت ۔ ذلت کے ساتھ پردہ دری ۔ ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو سوروں اور بندروں کی طرح کر دیں گے۔

رئیس الدجالین ۔ ریش سفید کو منافقانہ سیاہی کے ساتھ قبر میں لے جائیں گے ۔ روسیاہ ۔ روباہ باز ۔ رئیس المتصلفین ۔ راس المعتدین ۔ راس الغادین ۔

زہرناک مادے والے ۔ زندیق ۔

سچائی چھوڑنے کی لعنت انہیں پر برسی ۔ سفلی ملا بے بصر ۔ سیاہ دل منکر ۔ سخت بے حیا ہوگا

جواس فوق العادت سلسلہ سے انکار کرے ۔ سیاہ دل فرقہ کس قدر شیطانی افتراؤں سے کام لے رہا ہے ۔ سادہ لوح ، سا ہنسی ، سفلہ ، سفہاء ، سلطا ن المتکبّر ین الّذی ا ضاع دینه بالکبر والتّو هین ۔ سگ بچگان ۔

شرم و حیا سے دور ۔ شرارت وخباثت ۔ شیطانی کاروائی والے ۔ شریف از سفلہ نمی ترسد بلکہ از سفلگی اومے ترسد ۔ شریر مکار ۔ شیخی سے بھرا ہوا ۔ شیخ نجدی ۔

.صم عمی ۔ صدر القناة نیوش صدرک ضربہ ۔ و یر یك ر ما نی بحار دماء ۔

ضال ۔ ضررهم اکثرمن ابلیس اللّعین

طالع منحوس ۔ طبتم نفساً بالغاء الحقّ و الدّ ین

ظالم ۔ ظلمانی حالت ۔

علماء السوء ۔ عداوت اسلام ، عجیب دیندار ، عدو العقل النھی ، عقارب ، عقب الکلب

غول الاغوی ۔ غدار سرشت ۔ غالی ۔ غافل

فیمت یا عبد الشّیطا ن الموسوم بہ ۔ فریبی ۔ فن عربی سے بے بہرہ ، فرعونی رنگ ۔

قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ۔ قست قلو بهم کما هی عا دة النو کی ۔ قد سبق الکلّ فی الکذب و المین۔

کتے ۔ کینہ ور ۔ کمینہ ۔ کہماء (مادرزاد اندھے) ۔ کج دل قوم ۔ کوتاہ نظر ۔ کھوپڑی میں کیڑا ۔ کیڑوں کی طرح خود ہی مر جاویں گے ۔

گدھا ۔ گندے اور پلید فتوی والے ۔ گندی کاروائی والے ۔ گندی عادت ۔ گندے اخلاق ۔ گندہ دہانی ۔ گندے خیال والے ذلت سے غرق ہو جاتا ۔ گندی روحو ۔

لاف وگذاف والے ۔ لعنت کی موت ۔

مولویت کو بدنام کرنے والو ۔ مولویوں کا منہ کالا کرنے کے لئے ۔ منافق ۔ مفتری ۔ مورد غضب ۔ مفسد ۔ مرے ہوئے کیڑے ۔ مخذول ۔ مہجور ۔ مجنون درندہ ۔ مغرور ۔ منکر ۔ محجوب مولوی ۔ مگس طینت مولوی کی بک بک ۔ مردار خور مولویو ۔

نجاست نہ کھاؤ ۔ نا اہل مولوی ۔ ناک کٹ جائیگی ۔ ناپاک طبع لوگوں نے ۔ نابینا علماء ۔ نمک حرام ۔ نفسانی ۔ ناپاک نفس ۔ نابکار قوم ابھی تک حیا و شرم کی طرف رخ نہیں کرتی ۔ نفرتی و ناپاک شیوہ ۔ نادان متعصب ۔ نالائق ۔ نفس امارہ کے قبضہ میں ۔ نااہل حریف ۔ نجاست سے

بھرے ہوئے ۔ نادانی میں ڈوبے ہوء ۔ نجاست خوری کا شوق ۔
وحشی طبع ۔ وحشیانہ عقاید والے ۔
ہامان ۔ ہالکین ۔ ہندوزادہ ۔
یک چشم مولوی ۔ یہودیانہ تحریف ۔ یہودی سیرت ۔ یا ایّھا الشّیخ الضّا ل و المفتری البطّا ل ۔ یہود کے علماء ۔ یہودی صفت ۔

نیز قادیانیوں کو یہ بھی معلوم ہو جا چاہیے کہ جن علماء اور دیگر مصنفین ومقررین نے مرزا صاحب کے خلاف سخت الفاظ استعمال کئے ہیں انہیں الہام کا دعوی نہیں تھا نہ وہ مسیح موعود یا نبی یا مہدی ہونے کے مدعی تھے ۔ بہاء)

مرزا قادیانی اور عیسی پرستی کا ستون

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کسی شخص کا صدق وکذب آزمانا ہو تو اس کے مقصد کو دیکھنا چاہیے۔ایک فوجی جرنیل جو فوج کو لے کر اس ارادہ سے نکلے کہ میں دشمن پر فتح پاکر آؤں گا، مگر فتح پانے کی بجائے شکست کھا کر آئے اور تاویل کرنے لگے کہ گو ہم نے فتح نہیں پائی مگر لوگوں کے دلوں پر اپنی بہادری کا ایسا اثر چھوڑا کہ گویا ہم فاتح ہیں۔ایسی بات کوئی دانا آدمی تسلیم نہیں کرسکتا مرزا غلام احمد متوفی نے دعوی کیا تھا:

میرے آنے کا اثر یہ ہوگا کہ دنیا کی مختلف اقوام مٹ کر ایک ہی مسلم قوم بن جائیگی ۔(چشمہ معرفت)

اخبار اہل حدیث امرتسر کی ۱۰ ، اور ۲۴ مئی ۱۹۴۰ء کی اشاعتوں میں اس مضمون پر روشنی ڈالی گئی ہے۔جس کے جواب میں الفضل قادیان نے توجہ کی ہے۔ہمیں خدا کے فضل سے قادیانی لٹریچر میں ایک خاص ملکہ حاصل ہے ۔وہ یہ کہ ہم اس گروہ کے جواب کے جواب کے لئے کسی بیرونی تحریر یا دلیل کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ خود انہی لوگوں کی تحریروں سے ہم جواب اخذ کر لیتے ہیں ذلك من فضل الله ۔ پس

ناظرین الفضل کا جواب مع جواب الجواب سنیں۔

الفضل قادیان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی نبی کے زمانہ میں یہ بات نہیں ہوئی کہ ساری دنیا کے لوگ راہ راست پر آ گئے ہوں، یہاں تک کہ سید الانبیاء ﷺ کے زمانہ میں بھی یہ بات نہیں ہوئی۔ چنانچہ الفضل کے اصل الفاظ یہ ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا وہ دعوی جو آپ نے عیسی پرستی کے ستون کو توڑنے کے متعلق کیا ہے، اسی صورت میں پورا ہوسکتا ہے کہ دنیا کے تختہ پر کوئی مسیحی باقی نہ رہے اور عیسائیوں کی سرگرمیاں صفحہ دہر سے یک سرنا پید ہو جائیں۔

مگر انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بات سنت اللہ کے سراسر خلاف ہے۔ دنیا میں جو بھی نبی آیا اس کی بعثت کی غرض یہی بتائی گئی کہ وہ دنیا میں ہدائت پھیلائے اور گمراہی دور کرے۔

کیا کوئی ایک بھی ایسا نبی ہوا ہے جس نے آ کر اپنے دائرہ عمل سے ضلالت اور گمراہی کا وجود ہی مٹا دیا ہو۔ اور تو اور خود آنحضرت ﷺ کے وقت میں بھی ایسا نہ ہوا جو سب انبیاء کے سردار ہیں۔ آپ کے وصال کے وقت دنیا میں عیسائی بھی موجود تھے، یہودی بھی، ہندو اور بت پرست بھی۔ پھر اسلام کے عروج کے زمانہ میں بھی رہے اور اب بھی موجود ہیں۔

پھر معلوم نہیں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفین یہ کس طرح امید رکھتے ہیں کہ دنیا سے مسلمانوں کے سوا دوسرے تمام مذاہب کے لوگوں کا نام و نشان مٹ جائے۔ جبکہ قرآن کریم میں خدا تعالی کا یہود اور نصاری کے متعلق یہ ارشاد موجود ہے

و اغرینا بینهم العداوة و البغضاء الی یوم القیامة

یعنی یہود اور نصاری کے درمیان قیامت تک عداوت اور بغض رہے گا۔

اور بغض اسی طرح رہ سکتا ہے کہ دونوں کا وجود باقی رہے، اور جو قوم رہے گی وہ زیست کے لئے کچھ نہ کچھ ہاتھ پاؤں بھی مارتی رہے گی۔

(الفضل قادیان ۲۶ مئی ۱۹۴۰ء)۔

ناظرین کرام! اس عبارت کا ایک فقرہ پھر ایک دفعہ ذہن نشین کر لیجئے کہ پہلے کسی نبی کے زمانہ میں ساری دنیا کے لوگ کسی ایک مذہب پر جمع نہیں ہوئے تو اب کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ اس دعوی پر الفضل قادیان نے قرآن کی آیت فاغرینا بینهم العداوة ...پیش کی ہے۔

سطور بالا میں ہم کہہ آئے ہیں کہ ہمیں قادیانی لٹریچر میں یہ خاص ملکہ حاصل ہے کہ تردید کے لئے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ ان کے لٹریچر کے اندر ہی جواب کے لئے مواد مل جاتا ہے۔ اس کا ثبوت اخبار الفضل قادیان کے اسی مضمون میں ملتا ہے جہاں اس نے ہمارے دعوی کی تصدیق اور اپنی تردید کر دی ہے۔ الفضل کے الفاظ یہ ہیں:

> حضرت مسیح موعود نے اپنا جو مشن بیان فرمایا ہے وہ پورا ہو رہا ہے اور سنت اللہ کے مطابق بتدریج پورا ہو رہا ہے اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اس کی تکمیل کے لئے جو میعاد مقرر کی ہے وہ یہ ہے:
>
> ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسی کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب اور ایک ہی پیشوا ہوگا۔
>
> (الفضل قادیان ۲۶ مئی ۱۹۴۰ص ۲)۔

الفضل کا آخری فقرہ بالفاظ صریح ہمارے دعوی کی تصدیق کر رہا ہے۔

کیوں صاحب! آپ کو یہ لکھتے ہوئے کہ تین سو سال کے خاتمہ پر دنیا میں ایک ہی مذہب اور ایک ہی پیشوا ہوگا، قرآن کریم کی آیت مذکرہ بالا یاد نہ رہی۔

نیز یہ کہنا کہ چونکہ پہلے کسی نبی کے زمانے میں ایسا نہیں ہوا، الفضل نے خود ہی اس کی تردید کر دی جب کہا کہ تین سو سال بعد ایسا ہو جائے گا۔ نیز مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی کہتے ہیں

> خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں مسیح موعود کے زمانہ پر ڈال دی۔ (چشمہ معرفت)

اب اس وعدہ کو تین سو سال تک ملتوی کیا جاتا جس کی حکمت اور وجہ یہ ہے

کہ سردست تو معترضین خاموش رہیں گے جب یہ طویل زمانہ گذر جائے گا تو معترض جانیں اوران کے مجیب

ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

(ہفت روزہ اہل حدیث ۷ جون ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

حکومت برطانیہ کی مصیبت اوراس کا علاج

گورنمنٹ برطانیہ کی مصیبت جنگ مرزائیوں کی بددعا سے ہے

مصیبت کا دفعیہ بھی خلیفہ کی دعا سے ہوگا

خلیفہ قادیان کی تقریر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب متوفی ہوا کا رخ خوب پہچانتے تھے اور مقولہ مشہورہ ، چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہو ، ہمیشہ ان کے زیر عمل رہتا تھا۔ ایک دفعہ کسی نے حکومت کے پاس مرزا غلام احمد صاحب کی ذراسی شکایت کر دی ،تو بس آپ نے خوش آمد کرنی شروع کر دی اور جان نثاری کا اظہار کرتے ہوئے یہاں تک کہہ گئے:

ہمارا خاندان خیر خواہی اور خدمت گذاری میں گورنمنٹ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہے۔ اس لئے گورنمنٹ اپنے ماتحتوں کو حکم کرے کہ میرے خاندان کی وفا داری اور اخلاص کے لحاظ سے مجھے اور میری جماعت کو خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ (تبلیغ رسالت ۔ج ۷ ص ۱۹)

اس کے علاوہ آپ نے ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ:

میری جماعت گورنمنٹ کے لئے ایک وفادار فوج ہے جس کا ظاہر و باطن گورنمنٹ کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے۔ (تحفہ قیصریہ۔ص ۱۲)

یہ ہے وہ بنیادی اصول جو بانی فرقہ مرزائیہ نے قائم کیا تھا۔ ان کے بعد ان کے جانشین بھی اسی اصول پر چلتے رہے۔ مگر چونکہ وہ مرزا صاحب قادیانی کے دل و دماغ کو نہیں پہنچ سکتے تھے، اس لئے حکومت کی طرف سے تھوڑی سی بے التفاتی پر ناراض ہو کر گورنمنٹ برطانیہ کے حق میں بد دعائیں بھی کرنے لگ جاتے۔ مگر چونکہ ہوا کا رخ پہچاننا ان کو وراثت میں ملا ہے اس لئے فوراً سنبھل کر سیدھے بھی ہو جاتے۔ یہ سب واقعات ناظرین خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد قادیانی) کی مندرجہ ذیل تقریر سے معلوم کر سکتے ہیں جو اخبار الفضل قادیان ۴ جون میں شائع ہوئی ہے اور جسے ہم بحذف زوائد درج کرتے ہیں:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آج برطانوی ایمپائر پر بلکہ برطانوی ایمپائر ہی کیا تمام دنیا پر، اور اس تمام مہذب نقطہ نگاہ پر جو گذشتہ صدیوں کے اثرات کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے نہایت خطرناک حملہ ہوا ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ جنگ اگر اتحادیوں کے خلاف پڑے تو دنیا میں ایسے خطرناک تغیرات رونما ہو جائیں گے کہ نہ مذاہب کے لئے امن باقی رہے گا اور نہ قوموں کے لئے امن باقی رہے گا..

اتحادیوں نے اپنی غفلت اور سستی اور کبر اور خود پسندی کی وجہ سے ان سامانوں کے جمع کرنے میں بہت ہی سستی دکھائی ہے جس سامانوں کا جنگ کے لئے جمع کرنا ضروری تھا۔ اور ان کی اس سستی غفلت، اور میں کہوں گا کہ، تکبر کا ثبوت یہ ہے کہ گذشتہ .. ماہ ہمارے سیاست دان اس دعوی کے اعلان میں لگے رہے کہ ہمارے پاس سامان بہت ہے اور ہم جرمن کو بھوکا مار سکتے ہیں .. اللہ تعالی کی طرف سے ان لوگوں پر کچھ ایسی غفلت طاری ہو گئی کہ یہ سامان جنگ تیار نہ کر سکے اور اس طرح اللہ تعالی نے ان کو بتا دیا کہ محض دنیوی سامانوں پر بھروسہ انسان کے کام نہیں آ سکتا۔ چنانچہ آج بڑے کیا اور چھوٹے کیا، بادشاہ کیا اور وزراء کیا، سب کہہ رہے ہیں کہ دعائیں کرو کیونکہ دعاؤں کے بغیر کامیابی مشکل ہے...

انگریز ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنی رعایا کے ساتھ بہتر سلوک کرتے ہیں

...اللہ تعالی کی طرف سے ان دنوں برطانیہ پر جو ابتلاء آیا ہوا ہے، اس کے متعلق چاہیں ہنسیں، چاہے ٹھٹھا اور مذاق کریں، چاہے ہمیں پاگل اور مجنون سمجھیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ ان آہوں کا نتیجہ ہے جو ۱۹۳۴ء، ۱۹۳۵ء، اور ۱۹۳۶ء میں ہمارے دلوں سے بلند ہوئیں۔ میرے اس وقت کے خطبات چھپے ہوئے موجود ہیں، ان کو نکال کر پڑھ لیا جائے۔ میں نے متواتر ان خطبات میں کہا ہے کہ انگریز یہ مت خیال کریں کہ ان کے پاس تو پیں فوجیں ہوائی جہاز اور بم ہیں کیونکہ جس خدا پر ہمارا انحصار ہے اس کے مقابلہ میں ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ انہوں نے اس وقت میری اس آواز پر کان نہ دھرا اور کہا کہ اس کی کیا حیثیت ہے، یہ ایک چھوٹی سی جماعت کا فرد ہے، جسے جب چاہیں ہم تباہ کر سکتے ہیں، اور جب چاہیں مار سکتے ہیں۔ اور یہ نہ سمجھا کہ خدائی مذہب انسانوں کے قید ہونے یا انسانوں کے مارے جانے کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے، حتی کہ بعض انبیاء بھی شہید ہوئے۔ انسان قید ہوتے ہیں، حتی کہ بعض انبیاء بھی قید ہوئے۔ انسان اپنے گھروں سے نکالے جاتے ہیں، حتی کہ سید الانبیاء ﷺ بھی اپنے گھر سے نکالے گئے۔ مگر خدا تعالی کی باتیں دنیا سے کبھی مٹ نہیں سکتیں، حکومتیں مٹا دی جاتی ہیں، سلطنتیں تباہ کر دی جاتی ہیں، مگر خدا تعالی کا قول دنیا سے کبھی محو نہیں ہوتا...

لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے ساتھ جو کچھ بعض مقامی افسروں نے نے کیا تھا (کیا حکام کی تھوڑی سی بدسلوکی کی وجہ اس حکومت کے حق میں بددعا کرنا جس کی خدمت گذاری کے لئے ساری جماعت تیار کی گئی ہو، جیسا کہ تحفہ قیصریہ کی مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے، کہاں کی وفاداری اور دانشمندی ہے۔ ثناء اللہ امرتسری) حکومت برطانیہ بے شک بلا واسطہ اس کی ذمہ دار تھی اور اس وجہ سے ضروری ہے کہ ہم حالات صحیح طور پر سمجھیں۔

جب جرمنی کے مقابلہ میں اتحادی فوجوں کو فلنڈرز میں پہلی شکست ہوئی تو اس وقت میں کراچی میں تھا۔ مجھ پر اس خبر کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ رات کو میری

نیند اڑ گئی اور بے چینی اور اضطراب کی حالت میں میں نے اتحادیوں کی کامیابی کے لئے دعا کرنی شروع کر دی اور گھنٹوں دعا کرتا رہا۔ جب صبح ہونے کے قریب ہوئی تو اس وقت مجھے الہام ہوا:

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

میں نے بعد میں سوچا کہ اس کا کیا مفہوم ہے، تو اس کا مطلب میری سمجھ میں یہ آیا کہ ابھی دو چار سال پہلے تو بہت سے احمدیوں کے دلوں سے حکومت کے خلاف آہیں نکل رہی تھیں اور اب ان کی کامیابی کے لئے دعائیں کر رہے ہو۔ گویا اللہ تعالی نے سمجھایا کہ ہماری جماعت کی طرف سے اس موقعہ پر جو بد دعائیں کی گئی تھیں وہ ضرورت سے زیادہ تھیں اور اس میں توازن کو ملحوظ نہیں رکھا گیا تھا۔ یعنی یہ نہیں دیکھا گیا کہ ظلم کتنا ہے اور آہیں کتنی بلند ہو رہی ہیں۔ اور نہ یہ سوچا کہ اگر یہ حکومت تہ و بالا ہوگئی تو اس کے بعد جو آئے گا وہ کیسا ہوگا۔ اچھا ہوگا یا برا۔...

تو اللہ تعالی نے مجھے اس الہام کے ذریعہ یہ سبق دیا ہے کہ ہر بات میں توازن کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ میں تو اس وقت بھی جماعت کو روکتا تھا اور بار بار کہتا تھا کہ یہ جھگڑا چند مقامی افسروں سے ہے، حکومت برطانیہ سے اس جھگڑے کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی کے فضل سے اس بارہ میں میں مجرم نہیں ہوں مگر مجھے ذاتی طور پر معلوم ہوا ہے کہ جماعت کے بعض دوستوں نے انگریزوں کے خلاف بڑی بڑی بد دعائیں کی ہیں۔

پس اب اللہ تعالی نے یہ حالات پیدا کر کے ہمیں ہی مجبور کیا ہے کہ ہم ان کی کامیابی کے لئے دعائیں کریں کیونکہ وہ خطرہ جو آنے والا ہے بہت زیادہ سخت ہے۔ انگریزوں کی مثال درحقیقت ایسی ہی ہے جیسے قرآن کریم میں آتا ہے کہ دو یتیم بچوں کا خزانہ ایک دیوار کے نیچے دبا ہوا تھا۔ ایک مدت کے بعد وہ دیوار بوسیدہ ہوکر گرنے کے قریب ہوگئی۔ اب بظاہر دیوار کا گر جانا مفید تھا کیونکہ اس کے گر جانے سے خزانہ نکل سکتا تھا، مگر حضرت موسی اور ان کے ساتھی نے جب اس دیوار کو گرتے دیکھے تو پھر بنا دیا۔

اب دیوار کو دوبارہ کھڑا کر دینے کے معنی یہ تھے کہ وہ خزانہ پھر دب جائے اور ظاہر نہ ہونے پائے۔ مگر حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھی نے دیوار بنادی اور خزانہ کو پوشیدہ کر دیا کیونکہ قرآن کریم سے ہی معلوم ہوتا ہے اس دیوار کے بنانے کی حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا وہ خزانہ قبل از وقت ننگا نہ ہو جائے، بلکہ اس وقت تک دبا رہے جب تک لڑکے اپنی جوانی کو نہیں پہنچتے، تاکہ جب وہ جوان ہو جائیں تو وہی اس خزانہ پر قابض ہوں، کوئی دوسرا اس پر قبضہ نہ جمالے۔ اسی طرح بظاہر حالات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انگریز اور فرانسیسی وہ دیوار ہیں جن کے نیچے احمدیت کی حکومت کا خزانہ مدفون ہے اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ دیوار اس وقت تک قائم رہے جب تک خزانہ کے اصل حق دار جوان نہیں ہو جاتے۔ ابھی احمدیت چونکہ بالغ نہیں ہوئی اور بالغ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس خزانہ پر قبضہ نہیں کر سکتی، اس لئے اگر اس وقت یہ دیوار گر جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرے لوگ اس پر قبضہ جمالیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم پھر ایسی دیوار کو بنادیں تا جب احمدیت اپنی بلوغت کا ملہ کو پہنچ جائے تو اس وقت وہ اس خزانہ کو سنبھال لے۔ دنیاداروں کی نگاہ میں بیشک یہ عجیب بات ہے مگر جو بات خدا تعالیٰ کے حضور مقدر ہے وہ عجیب نہیں اور وہی طبعی اور حقیقی فیصلہ ہے۔ پس اس وقت اتحادیوں کا ضعف احمدیت اور اسلام کے لئے بظاہر خطرناک ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ چاہے تو دلوں کو بدل سکتا ہے...

اسلام اور احمدیت کا فائدہ انگریزوں کی فتح میں ہے۔ مسیح موعود (مرزا) نے بھی دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جنگ میں انگریزوں کو فتح دے۔ پس حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی سنت کی اتباع میں اور اس وجہ سے کہ جہاں تک ہماری عقل کام کرتی ہے ہمیں انگریزوں کی فتح میں ہی فائدہ دکھائی دیتا ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم انگریزوں کی کامیابی کے لئے دعا کریں....

اسی طرح انگلستان پر جرمن حملہ کی اللہ تعالیٰ نے مجھے قبل از وقت خبر دے دی تھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ آج حکومت برطانیہ کے وزراء یہ کہہ رہے ہیں

کہ وہ اس سے پہلے انگلستان پر حملہ بالکل ناممکن سمجھتے تھے لیکن اللہ تعالی نے کئی ماہ پہلے مجھے یہ خبر دے دی تھی۔ چنانچہ ابھی انگلستان پر حملے کا کسی کو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ انگلستان ایسے خطرہ میں گھر گیا ہے کہ قریب ہے وہ جرمن کا غلام ملک ہو جائے اور اس نے اس خطرہ کی حالت میں بعض دوسرے ملکوں سے امداد کی درخواست کی ہے ....

اللہ تعالی نے ان امور کے متعلق مجھ پر بہت سے انکشافات کئے ہیں۔ لیکن ان کی تشریحات میں مناسب نہیں سمجھتا مگر باوجود ان تمام باتوں کے میرا قلب محسوس کرتا ہے کہ انگلستان کی بھلائی میں ہماری بھلائی ہے کیونکہ رؤیا میں میں نے جب بھی انگلستان کو مشکلات میں دیکھا ہے میں نے یہی کوشش کی ہے کہ انگریزوں کے علاقہ میں چلا جاؤں۔ پس میں سمجھتا ہوں اس قوم سے ابھی ہماری قوم کے فوائد وابستہ ہیں۔ اور اس لحاظ سے ان کی فتح ہی ہمارے لئے مفید ہے اور مجھے تو یقین کامل ہے کہ اگر یہ سچے طور پر توحید کا اقرار کر کے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالی ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا۔ لیکن ابھی انہیں اپنی طاقت پر گھمنڈ ہے اور ان کے لئے یہ ماننا مشکل ہے کہ قادیان میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی دعا سے ہٹلر کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں۔ تاہم ان کی کامیابی کے لئے ہم دعا ہی کرتے رہیں گے۔ گو یہ دعا ویسی نہیں ہو سکتی جیسی وہ دعا جس کے لئے خود درخواست کریں۔ کیونکہ موجودہ صورت تو ایسی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا انہیں ہماری دعاؤں کی احتیاج نہیں۔ لیکن اگر وہ توحید کا اقرار کر کے ہم سے دعا کی درخواست کریں تو پھر وہ دعا ایسی ہی ہو گی جیسے دعائے مباہلہ ہوتی ہے (جیسی مرزا صاحب متوفی اور مولوی عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کی دعا موثر ہوئی تھی۔ ثناء اللہ) اور جو سیدھی اپنے نشانہ پر پہنچتی ہے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو یقیناً ان کی تکلیف کے دن دور ہو سکتے ہیں۔

ان مختصر نصائح کے بعد میں دعا کرتا ہوں دوستوں کو بھی چاہیے کہ وہ اس دعا میں شامل ہوں۔ اور وہ یاد رکھیں کہ اس وقت انگریزوں یا فرانسیسیوں کا

سوال نہیں بلکہ جہاں تک ہمارا علم ہے اور جہاں تک ہماری عقل کام کرتی ہے اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کی آزادی حریت ضمیر اور حریت عمل کا سوال ہے پس نہایت ہی درد اور کرب سے دعا کرو۔

(الفضل قادیان ۴ جون ۱۹۴۰ء ص ۱-۴)

شیخ الاسلام امرتسری فرماتے ہیں: ناظرین کرام! خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب نے اپنی تقریر میں برطانیہ اور فرانس کو اپنے خزانے کی حفاظت کے سلسلہ میں جو دیوار سے تشبیہ دی ہے اسکا مطلب صاف ہے کہ خلیفہ صاحب کے دل میں یہ بات جاگزیں ہے کہ احمدیہ جماعت کبھی نہ کبھی ترقی پا کر برطانیہ وفرانس کی سلطنتوں پر قابض ہو جائے گی۔ اس خیال بنا غالباً مرزا صاحب قادیانی کے اس الہام پر ہو گی۔

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال بعد ازاں ایام ضعف واختلال

(سیرۃ المہدی۔ ج ۱۔ ص ۶۱)

اسی کتاب میں اس الہام کی مختلف تشریحات کی گئی ہیں جن میں سے راجح تشریح یہ ہے کہ آٹھ سالہ میعاد مرزا صاحب قادیانی کے انتقال سے شروع ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مئی ۱۹۰۸ء میں وفات پائی تھی۔ اس کے آٹھ سال تک گورنمنٹ برطانیہ کی ترقی مقدر تھی۔ اس ترقی کے بعد ضعف کے آثار کا نمایاں ہونا لازمی تھا۔ اب بقول خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) اس ضعف کا انجام بصورت حکومت احمدیہ بر فرانس و برطانیہ رونما ہونا ضروری ہے۔ سچ ہے:

سپنے اندر راجہ بھیو جاگت بھیو کنگال

ذرا باریک نظر سے دیکھیں تو (خزانے مدفون ہونے والی) عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ قادیان کی دعا بحق برطانیہ اپنی ذاتی غرض پر مبنی ہے۔ مطلب ان کا یہ ہے کہ اگر اس وقت حکومت جرمنی، حکومت برطانیہ پر غالب آ گئی، تو ہمارا اس پر غلبہ نہیں ہو سکے گا کیونکہ وہ بڑی ظالم اور سفاک اور شہ زور ہے۔ اس لئے ہماری دعا ہے کہ جب تک ہماری جماعت احمدیہ میں اتنی فوجی طاقت نہ پیدا ہو جائے کہ ہم برطانیہ اور فرانس کو مغلوب کر کے ان پر حکومت جما سکیں یا بالفاظ دیگر اپنے خزانے پر قبضہ کر سکیں دعا جاری رکھنی چاہیے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک یتیم بچہ اپنے متولی کیلئے اس غرض سے دعا کرے کہ جب تک میں بالغ ہو کر اپنے مال کی حفاظت کرنے کے قابل نہ ہو جاؤں اس وقت تک یہ زندہ سلامت رہے، اس کے بعد میں اس کو موقوف کر کے اپنا قبضہ جما لوں گا۔ کیا عجب کہ گورنمنٹ برطانیہ خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی یہ آواز سن کر یہ شعر لکھ کر ان کو بھیج دے:

خدا تیرا بت کافر دراز سن تو کرے
جفا کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے

ناظرین! جماعت مرزائیہ احمدیہ کے دلی ولولوں کا اندازہ کرو کہ اپنی فتوحات کو کہاں تک ترقی دینا چاہتے ہیں۔ روسی سلطنت پر تو قبضہ جما چکے ہیں (ریویو آف ریلی جنز قادیان ستمبر ۱۹۱۷ء) اب برطانیہ اور فرانس دو سلطنتیں رہ گئی ہیں جن پر قبضہ جمانا ابھی باقی ہے۔ جس روز خلیفہ قادیان نے اپنا لقب فاتح انگلستان تجویز کیا تھا... ہم اسی روز سے اس لقب کے معنی پر غور کرتے رہے۔ آج معلوم ہو گیا کہ اس لقب کی تہ میں یہی راز تھا کہ کسی روز انگلستان اور فرانس میں قادیانی حکومت قائم ہو جائے گی۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ شیخ چلی کا خاندان ختم ہو گیا۔

گورنمنٹ سے ہماری درخواست:

خلیفہ قادیان نے برطانیہ کی فتح و نصرت کے لئے جو یہ تجویز رکھی ہے کہ حکومت پہلے توحید کا اقرار کرے پھر مجھ سے دعا کی درخواست کرے تو یقیناً فتح یاب ہو جائے گی، ہماری درخواست ہے کہ اس تجویز کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے توحید کا اقرار تو خلیفہ صاحب نے اپنے مریدوں پر خاص اثر پہنچانے کے لئے رکھا ہے، ورنہ ان کے والد ماجد قادیانی مسیح بغیر اس شرط کے گورنمنٹ کے حق میں دعا کرتے رہے۔ چنانچہ اسی مضمون میں خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے مرزا غلام احمد صاحب کی دعا بحق حکومت برطانیہ کا ذکر کیا ہے۔ باقی رہی درخواست دعا، سو اس میں گورنمنٹ کا حرج ہی کیا ہے۔ ہاں ہم بتائے دیتے ہیں کہ خلیفہ قادیان اس کے بعد ایک معمولی سی درخواست کریں گے جس کا پورا کرنا بالکل آسان ہے یعنی سر کا خطاب۔ جو اشارۃً جنگ عظیم (اول) کی خدمات کے صلے میں پہلے بھی کر چکے ہیں (اخبار الفضل ۲۰

جنوری ۱۹۳۵ء) اس کا پورا کرنا کیا مشکل ہے جہاں اور بیسیوں سر ہیں، وہاں خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب بھی سر سہی:

بات بنتی ہے میری تیرا کیا بگڑتا ہے

ہاں گورنمنٹ کو اگر یہ واہمہ ہو کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) سے بڑھ کر ان کے والد ماجد اپنی دعاؤں کی قبولیت کے مدعی تھے اسی بنا پر انہوں نے بڑی آہ وزاری سے مولوی ثناء اللہ کی موت کے لئے دعا کی تھی کہ میری زندگی میں مرے، جسے بعنوان آخری فیصلہ اپنے صدق وکذب کا معیار قرار دیا تھا، یہ دعا موت پوری نہ ہوئی تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ گورنمنٹ اس خیال کو دل سے نکال دے اور خلیفہ صاحب سے ضرور دعا کی درخواست کرے کیوں کہ:

گاہ باشد کہ کودکے نادان
بغلط بر ہدف زند تیرے

نوٹ: اخبار فاروق کی تجویز کہ میں خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد سے مباہلہ کروں، کی منظوری آئندہ پرچے میں شائع ہوگی۔ انشاء اللہ تعالی

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۴ جون ۱۹۴۰ء ص ۶۔۸)

بہائی اور قادیانی تحریکیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارا مدت سے یہ خیال ہے، جس کی تردید ہم نے کسی معقول دلیل سے نہیں پائی، کہ ان دونوں تحریکوں میں بہائی اصل تحریک ہے اور قادیانی تحریک اس کی فرع۔ ہم آج ایک ایسی صورت پیش کرتے ہیں جس میں اصل وفرع دونوں متفق ہیں۔ وہ یہ ہے کہ سودا تو بوعدہ نقد کرتے ہیں مگر تقاضا کرنے پر ادھار سنا دیتے ہیں۔ اس کی تفصیل قال دید وشنید ہے۔

شیخ بہاء اللہ ایرانی اور ان کے اتباع بارہا اس بات کو ظاہر کر چکے ہیں کہ دور

نبوت محمد یہ ﷺ ختم ہو چکا ہے اور دور بہائی شروع ہے اور نبوت کو نعمت قرار دے کر اس کے ختم ہونے سے انکار کرتے ہیں بلکہ اجرائے نبوت کو نعمت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں رسالہ بہائی میگزن میں جو مضامین نکلے ہیں وہ قابل دید ہیں۔ ہم اپنے ناظرین کی پوری واقفیت کے لئے ان کا اکثر حصہ درج کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

دین و شریعت الٰہی سب سے بڑی نعمت ہے جو خدا کی مہربانی سے نوع انسان کو ملتی رہی ہے۔ یہ نعمت کبھی بند نہیں ہوئی اور نہیں ہوگی اگر ایک دفعہ دین وشریعت کی نعمت ختم کر دینا ہی خدا کو منظور ہوتا، تو بس ایک ہی بار دین وشریعت دے کر ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتا۔ مگر آج تک خدا تعالی ہر ضرورت کے وقت نوع انسانی کو تازہ دین وشریعت عطا فرماتا رہا ہے۔ یہ سنت اللہ ہے

ولن تجد لسنّة اللّٰه تبد یلاً

اور خدا کی سنت میں تم ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔

ہر امت کے لئے ایک مدت وعمر معین ہوتی ہے لکل امة اجل۔

اور ہر اجل کے لئے ایک کتاب شریعت ہوتی ہے و لکل اجل کتا ب۔

خداوند عالم فرماتا ہے کہ ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں مگر ہم ہر چیز ایک مقدار معین پر نازل کیا کرتے ہیں

و ان من شئی الا عند نا خزا ئنه و ما ننز له ا لا بقدر معلو م ۔(الحجر:۲۱) (ہر چیز کے بہت سے خزائن ہمارے پاس ہیں اور ہم ہر چیز کو ایک مقدار معلوم پر نازل کیا کرتے ہیں)۔

دین وشریعت و تعلیم حق کے خزانے بھی رب العالمین کے پاس ہیں مگر اس کا قانون ہے کہ ہر زمانہ میں حسب ظرف وضرورت تعلیم دیتا ہے۔ آج تک یہی کرتا چلا آیا ہے واقعات عالم شاہد ہیں کہ وقت وقت پر شریعت دی گئی اور پیغمبر بھیجے گئے اور نوع انسانی درجہ بدرجہ ترقی کرتی رہی

سنة الله فی الذ ین خلوا من قبل و کا ن امر الله قدراً مقدوراً

(الاحزاب:۳۸)

یہ خدا کا طریق ان تمام لوگوں میں رہا ہے جو آج سے پہلے گذرے ہیں اور امر اللہ ایک مقررہ مقدار میں ظاہر ہوا کرتا ہے اور امر اللہ دین حق کی صورت میں زمانی لحاظ سے ایک معینہ زمانہ تک کے لئے دیا جاتا ہے۔ اقتضائے وقت اور مقام کے لحاظ سے بھی اس کا ایک دائرہ ہوتا ہے جب ایک دائرہ پورا ہو جاتا ہے، دوسرا دائرہ شروع ہوتا۔ وہی دین قدیم ترتیب جدید میں رونما ہوتا ہے احکام میں ترمیم تنسیخ کر دی جاتی ہے اسی عمل کا نام اکمال و اتمام دین ہے اسی بات کو قرآن شریف میں اکمال دین اسلام کے متعلق فرمایا ہے

الیو م اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلا م دیناً۔ (پ٦۔مائدہ)

آج میں نے تمہارے لئے اے مسلمانو! تمہارا دین کامل کر دیا تمہیں جو کچھ اس زمانہ میں تعلیم دینی تھی سب دے دی، اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے پسند کیا کہ خدا کے آگے گردن جھکانا ہی تمہارا دین ہو۔

اس آیت میں اکمال دین اور اتمام نعمت کا اعلان ہے۔ کسی چیز کے کامل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ چیز اپنے اجزاء میں پوری ہوگئی۔ یہی مقصد یہاں دین کے کامل کرنے کا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ جس قدر دینی تعلیم دی جانے والی تھی وہ قرآن شریف میں کامل ہوگئی۔ اب دین اسلام کسی بیرونی چیز کا محتاج نہیں اور خداوند عالم نے ہر پیغمبر کے ذریعہ اس کی امت کو ضروریات زمانہ کے مطابق کامل دین ہی دیا تھا جو ضرورت وقت کے لئے کافی تھا اسی طرح اسلام اپنے دور کے لئے کافی وافی رکھا گیا۔ اسی لئے فرمایا کہ اے مسلمانو! تمہارے لئے تمہارا دین میں نے کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت پوری کر دی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اب خدا تعالی کوئی نئی تعلیم یا نئی شریعت نہ دے گا۔ ضرورت وقت کے مطابق ضرور نئی شریعت دے گا۔ شریعت اس کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کی نعمت ختم نہیں ہوسکتی اور اس کی رحمت کبھی بند نہیں ہوسکتی ...

حضرت عیسی سے خدا تعالی فرماتا ہے کہ اے عیسی بن مریم میری نعمت جو تجھ پر اور تیری والدہ پر ہوئی، یاد کر کہ میں نے تجھے روح القدس سے موئید فرمایا اور میں نے تجھے کتاب وحکمت اور تورات وانجیل کی تعلیم دی (پ ۷ مائدہ)

ان آیات سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ نبوت اور کتاب وشریعت خدا کی عظیم الشان نعمت ہے چنانچہ ایک دوسری آیت میں خدا تعالی بعثت رسول کی نعمت پر اپنا احسان جتاتا ہے

لقد منّ الله علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسو لا من انفسهم

(آل عمران: ۱۶۴) (خدا نے مومنوں پر احسان فرمایا ہے کہ ان میں رسول کو بھیجا)۔

سورہ فاتحہ میں بندوں کی زبانی یہ دعا کرائی گئی ہے

اهد نا الصّرا ط المستقیم صرا ط الذین انعمت علیهم

اے خدا ہمیں راہ راست دکھا یعنی ان لوگوں کی راہ جنہیں تو نے اپنی نعمت عطا فرمائی ہے۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں بتایا کہ جنہیں نعمت الٰہی عطا فرمائی وہ نبی صدیق شہید صالح لوگ ہیں۔ خدائے تعالی حکم دیتا ہے کہ

ا ذکروا نعمة الله ان کنتم ایّاه تعبدو ن (پ۱۴، نحل)

تم خدا ہی کے پرستار ہو تو نعمت خداوند کا شکر ادا کرو...

جب ایک قوم کو نعمت دی گئی مگر اس قوم نے اپنے آپ کو بگاڑ لیا تو نعمت بھی چھن جاتی ہے۔ اب مسلمانوں کو غور کرنا چاہیے کہ خدا نے انہیں کتنی بڑی نعمت دین وشریعت عطا فرمائی تھی اور اس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں مسلمانوں کو روئے زمین پر حکومت وعزت عطا ہوئی لیکن جب مسلمانوں نے شریعت پر عمل کرنا چھوڑ دیا ان کی حکومت وعزت بھی جاتی رہی خدا تعالی نے وعدہ فرمایا تھا کہ اے مسلمانو! جب تم دین سے بے رخی کرو گے تو خدا ایک قوم کو نعمت دین عطا فرماوے گا

ان تتو لّوا یستبدل قو ماً غیر کم (سورہ محمد)

مسلمانو! جب تم رخ پھیر لو گے تو تمہارے بدلے دوسری قوم تم سے الگ خدا لے آئے گا۔

اس وعدے کے مطابق دور بہائی شروع ہوا۔ نئی امت اہل بہاء کو خدا نے

برپا کیا اوران کے ہاتھ میں اپنی نعمت دین وشریعت سپرد فرمائی ہے جہاں آیت الیو م اکملت لکم دینکم ہے، اس کے ذرا آگے خداوند تعالی فرماتا ہے

ما یر ید الله لیجعل علیکم من حر ج و لکن یر ید لیطھر کم و لیتِمّ نعمته علیکم ۔(المائدۃ؛ ٦) خدا تمہیں تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا لیکن اس کا ارادہ ہے کہ وہ تمہیں کمزوریوں اور خرابیوں سے پاک کرے گا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے گا)

سورہ اعراف میں فرماتا ہے

کما بدا کم تعودو ن ۔ فر یقاً ھدی و فر یقاً حق علیھم الضلا لة ۔(اعراف:۲۹۔۳۰) (اے مسلمانوں جیسے خدا نے تمہیں پہلی بار بنایا اسی طرح تم دوبارہ ہو جاؤ گے کہ ایک فریق ہدایت یافتہ اور ایک فریق گم کردہ راہ ہوگا)...

ان آیات میں اتمام نبوت کا لفظ آیا ہے جو آیت اتممت علیکم نعمتی میں بھی وارد ہے جس سے مسلمانوں نے یہ غلط فہمی پیدا کر لی ہے کہ خدا نے ہم پر نعمت تمام کر دی تھی یعنی اب نعمت کسی اور کو نہ دے گا اور کوئی دین و شریعت اب عطا نہ کرے گا حالانکہ اتمام نعمت ایک عام ہے جو ہمیشہ ہوتی رہتی ہے اور پہلے پیغمبروں اور قوموں پر بھی بار بار ہوئی۔ اگر اتمام نعمت سے نعمت کا ختم کر دینا اور روک دینا مراد ہو تو وہ حضرت یوسفؑ پر ختم ہو چکی بلکہ ان سے پہلے ابراہیم و اسحاق پر ختم ہو چکی ۔ حقیقت میں اتمام نعمت ایک فیض جاری ہے جو کبھی بند نہیں ہوسکتا پہلے بھی خدا نے دین وشریعت کی نعمت عطا فرمائی اب بھی عطا فرماتا ہے خدا کے دست قدرت کھلے ہوئے ہیں وہ اپنے بندوں پر ہمیشہ مہربان ہے آج بھی حضرت باب وحضرت بہاء اللہ کے ظہور سے خداوند عالم نے از سرنو نعمت تمام کی ہے کتاب مبارک کلمات مکنونہ فارسی میں احکام وتعلیمات و نصائح کے بعد آخری عبارت میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:

میرے دوستو! گمراہی کے دیئے بجھا دو ہدایت کی ہمیشہ رہنے والی مشعلیں اپنے قلب ودل میں روشن کرلو کیونکہ عنقریب وجود کے پرکھنے والے حضرت

معبود کی پیش گاہ میں خالص تقوی کے سوا قبول نہ کریں گے۔نئ معانی کی دلہن جو بیان کے پردوں میں مستور و پنہاں تھی خدائی عنایت اور الطاف ربانی سے جمال دوست کی روشن شعاع کی مانند ظاہر و ہوایدہوگئ۔اور حجت کامل اور برہان ظاہراور دلیل ثابت ہو چکی ہے اب دیکھیں تمہاری ہمت مراتب انقطاع میں سے کیا ظاہر کرتی ہے اس طرح تم پر اور ان سب پر جو آسمانوں اورزمینوں میں ہیں نعمت پوری ہوگئ

والحمد لله رب العالمین (بہائی میگزین بمبئ مارچ ۱۹۴۰ء ص ۲ تا ٦)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس مضمون کا خلاصہ تو اتنا ہی ہے کہ شیخ بہاء اللہ بصورت نعمت الہیہ خلعت نبوت سے ملبوس ہوکر دنیا میں آئے۔اب ہم دوسرے مضمون سے (جو اپریل کے رسالہ بہائی میں نکلا ہے) ایک اقتباس ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں اس میں مضمون نگار نے نعمت اللہ یعنی نبوت بہاء اللہ کا نتیجہ بتایا ہے جو بہت ہی لطیف ہونے کے باعث قابل شنید ہے:

قرآن مجید میں دور وحدت کی بشارت

قرآن مجید میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ میں نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لئے بنایا ہے اور عبادت کے احکام شریعت میں دیئے ہیں۔ ان احکام عبادت میں سے ایک بڑا حکم اتحاد واتفاق کا ہے چنانچہ سورہ شوری پارہ ۔۲۵ میں فرماتا ہے:

(شرع لکم من الدّین ما وصّی به نوحا و الّذی او حینا الیك و ماو صّینا به ابرا هیم و موسی و عیسی ان اقیموا الدّین و لا تتفرّ قوا فیه، کبر علی المشرکین ما ندعو هم الیه، الله یجتبی الیه من یشاء و یهدی الیه من ینیب (الشوری : ۱۳)

خدا نے تمہارے لئے دینی راستہ وہی مقرر کیا ہے جس کا حکم نوح کو دیا تھا اور جو آپ کی طرف وحی کی ہے اور وہ جس کا حکم ہم نے ابراہیم وموسی کو دیا تھا یہی کہ دین کو قائم رکھو اور تفرقہ نہ کرو،

پھر فرماتا ہے:

و ما تفرّ قوا ا لّا من بعد ما جاء هم العلم بغيا بينهم ،و لو لا كلمة سبقت من ربك الى ا جل مّسمى لقضى بينهم ،و انّ الذين او ر ثوا الكتا ب من بعد هم لفى شكّ مر يب ۔ فلذ لك فا دع و استقم كما امر ت و لا تتبع اهواء هم و قل ء امنت بما انزل الله من كتا ب و أ مر ت لا عدل بينكم، الله ر بنا و ر بكم لنا اعما لنا و لكم اعما لكم لا حجة بيننا و بينكم

لوگوں نے علم حق آنے کے بعد حق سے سرکشی اور بغاوت کر کے تفرقہ کرلیا۔ اور اگر تیرے پروردگار کی طرف سے تمام فرقوں کے مٹانے کے لئے ایک دور معین نہ ہوتا تو اب تک ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اس کے آگے فرماتا ہے:

الله يجمع بيننا و اليه المصير ۔(الشوریٰ:۱۵)(خدا نے ہم سب کو جمع ومتحد کر دیا اور آخر کار خدا کی طرف یا اتحاد وجمع کی طرف ہی لوٹ جانا ہے)

سورۃ تغابن پ۲۸۔آیت ۹ میں فرماتا ہے

يو م يجمعكم ليو م الجمع ذا لك يو م التغا بن(التغا بن :۹)

(خدا تعالیٰ تم کو یوم الجمع یا دور وحدت میں باہم ملا دے گا۔اس دن جو لوگ وحدت سے اعراض کریں گے وہ نقصان اٹھائیں گے)۔

سورہ شوریٰ میں فرماتا ہے کہ، ہم نے عربی قرآن آپ کی طرف وحی کیا ہے تاکہ آپ ام القریٰ اور اس کے گرد وپیش والوں کو متنبہ کریں اور یو م الجمع کے لئے ہوشیار ومستعد بنا دیں۔ یہ یو م الجمع ایسا زمانہ ہوگا جس میں اوہام وشک معدوم ہو کر علم الیقین کی روشنی پھیل جائے گی ایک گروہ باغ و بہار میں ہے اور ایک گروہ جلن میں ۔ اور جب مشیت الٰہی کا ظہور ہوگا تو خدا لوگوں کو ایک ہی متحدہ جماعت بنا دے گا۔مگر یہ بھی ہے کہ قانون الٰہی کے مطابق جسے خدا چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لئے کوئی یار و مددگار نہیں۔ وہ آخر خدا کی رحمت سے محروم رہ جائیں گے تفرقے میں ہلاک ہوں گے

تر كنا بعضهم يو مئذ يمو ج فى بعضٍ و نفخ فى الصور

فجمعنا هم جمعاً (کہف:۹۹)
اور ہم لوگوں کو آزاد چھوڑ دیں گے کہ وہ موجوں کی مانند ایک دوسرے میں لہریں لیں گے نیک لوگ وحدت واتحاد کی موج میں ایک دوسرے سے ملیں گے ایک قوم دوسری قوم میں داخل ہوگی ظالم لوگ جنگ و پیکار کے لئے موجوں کی مانند ایک دوسرے پر پڑیں گے اور صور پھونک دیا جائے گا۔ ندائے امر اللہ بلند ہوگی سو ہم انہیں جمع اور باہم متحد کر دیں گے
سورہ ہود میں فرماتا ہے:

و لو شاء ربّك لجعل الناس امة وا حدة و لا یزا لو ن مختلفین ،الا من رحم ربك و لذلك خلقهم ۔(ہود:۱۱۸۔۱۱۹)
(اور جب مشیت الٰہی کا ظہور ہوگا تو خدا سب لوگوں کو ایک متحدہ جماعت بنا دے گا اور لوگ تو باہم مختلف رہیں گے بجز اسکے جس پر خدا رحم فرمائے اور رحم فرمانے کیلئے ہی انہیں پیدا کیا ہے)
یعنی اب تو لوگوں میں ان کا خود ساختہ اختلاف موجود ہے جو رحمت الٰہی سے انہیں دور رکھتا ہے وقت آئے گا جب خدا کی رحمت عام ہوگی اور لوگوں کے اختلافات مٹ جائیں گے اور وہ آخر کار متحد و متفق ہو جائیں گے۔ خدا کی رحمت سے ایسا ہوگا اور اسی کے لئے خدا نے انہیں بنایا ہے کہ وہ اختلافات و تفرقہ سے بچ کر اتحاد و محبت کی زندگی بسر کریں کیونکہ اتحاد و محبت رحمت الٰہی کا ظہور ہے اور خدا اپنے بندوں کے لئے رحمت ہی چاہتا ہے رحمت ہی کے لئے سب کو بنایا ہے۔

تمام کائنات آسمان و زمین میں دور وحدت:

خداوند عالم نے صرف یہی بشارت نہیں دی کہ تمام روئے زمین پر وحدت واتحاد کا دور دورہ ہوگا بلکہ یہاں تک خوش خبری سنائی ہے کہ تمام کرّات علوی اور کرہ ارض باہم مل جائیں گے اور ایک کرے کے باشندے دوسرے کرے میں آیا جایا کریں گے باہم تعلق واتحاد رکھیں گے سب ایک مشترکہ روح محبت سے مل کر رہیں گے تمام کائنات آسمان و زمین میں وحدت و محبت کا عالم ہوگا یہ ایک عظیم الشان پیش گوئی ہے جسے قرآن مجید

میں یوں لکھا گیا ہے:

و من آ یا ته خلق السماوا ت و الا ر ض و ما بثّ فیهما من دابّة و هو علی جمعهم ا ذا یشا ء قد یر (شوری:۲۹) اور خداوند عالم کی قدرت کے ظہورات ونشانات میں سے سماوات وارض یعنی بلند کرات اور زمین کی خلقت بھی ہے اوران کرات اور زمین میں خدا نے چلنے پھرنے والی مخلوق بھی پھیلا رکھی ہے اور جب اس کی مشیت کا ظہور ہوگا تو وہ تمام بلند کرّات کے بسنے والوں کو جمع کر دے گا متحد بنا دے گا وہ قدیر ہے یعنی اس نے اس کام کے لئے ایک وقت معین مقرر کر رکھا ہے اس کا پروگرام نہایت صحیح اوراٹل ہے جو پورا ہوکر رہے گا کیا ہی مبارک وقت ہوگا جب ساری کائنات میں وحدت ہی وحدت اور تمام کائنات کے باشندوں میں محبت ہی محبت ہوگی ۔ (بہائی میگزین بابت اپریل ۱۹۴۰ء ص ۱۶۔۱۷)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ دور بہائیہ میں ہر قسم کی عداوت اور نفسانیت وغیرہ دور ہو جائے گی سب انسان خدا کے کامل بندے آپس میں بھائی بھائی مخلص دوست اور ایک دل ہو جائیں گے۔

بعینہ یہی دعوی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کیا تھا کہ میرے آنے سے دنیا کے سب مذاہب باطلہ مٹ جائیں گے اور کل دنیا میں ایک ہی دین (اسلام) قائم ہو جائے گا۔

ناظرین غور کریں کہ یہ نظارہ کیسا دل فریب ہے اور یہ وعدہ کیسا دل خوش کن ہے مگر جب واقعات نے اس کی شہادت نہ دی اور قرینہ بھی یہی تھا کہ اس کی شہادت نہ ملے گی تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اوران کے اتباع نے اس کام کے لئے تین سو سال کی طویل مدت مقرر کر دی ۔ اسی طرح اہل بہاء نے اس دل خوش کن نظارہ وحدت کے ظہور کا غیر معین وقت بتانے کو لکھا ہے:

کیا ہی مبارک وقت ہوگا جب ساری کائنات میں وحدت ہی وحدت ہوگی اور تمام کائنات کے باشندوں میں محبت ہی محبت ہوگی ،

مطلب یہ ہے کہ اب تک تو اس کا ظہور نہیں ہوا مگر آئندہ ہو جائے گا عرب میں ایک شخص عرقوب نامی تھا جو دروغ گوئی میں ضرب المثل تھا جیسے راویان حدیث میں جابر جعفی بلکہ اس سے بھی زیادہ عرب کے ایک شاعر (کعب) نے اپنی محبوبہ (سعاد) کی وعدہ خلافیوں کا مقابلہ عرقوب کے ساتھ کرتے ہوئے لکھا ہے

كانت مواعيد عرقوب لها مثلاً
و ما مواعيدها الا الاباطيل

(عرقوب کے وعدے میری محبوبہ کے وعدوں سے ملتے جلتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ میری محبوبہ کے وعدے سراسر باطل ہیں)

پھر شاعر نے حسرت ناک لہجے میں اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا ہے:

اكرم بها خلةً لو انّها صدقت
موعودها اولو ان النصح مقبول

(میری محبوبہ کیسی اچھی ہوتی اگر اس کے وعدے سچے ہوتے یا وہ نصیحت قبول کرتی)

دونوں مدعیوں کے مواعید کیسے دل خوشکن ہیں کاش ان کا نتیجہ ظاہر ہوتا۔

سچ تو یہ ہے آج کل یورپ و ایشیاء کی جنگیں اور عام بنی نوع انسان کے حالات ان وعدوں کے صریح برخلاف شہادت دیتے ہیں اور بزبان حال وہی کہتے ہیں جو شاعر مذکور اپنے اس تیسرے شعر میں کہتا ہے:

لكنها خلة قد سيط من دمها
وجع و دلع و اخلاف و تبديل

(لیکن میری محبوبہ سعاد، کے خون میں وعدہ خلافی، وغیرہ رچادی گئی ہے)

ان دونوں مدعیوں کی بالکل یہی کیفیت ہے۔ کہتے ہوئے اس زور سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ سننے والا یقین کرنے پر مجبور ہو جائے مگر جب واقعات کی بابت سوال کیا جائے تو پہلو بچا کر صاف نکل جاتے ہیں۔ مرزا غالب نے سچ کہا ہے:

تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۴۰ء ص ۳۔۶)

میں خلیفہ قادیان سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں

بجواب اخبار فاروق قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مسیحی رسالہ اخوت میں ایک مذاقیہ نوٹ نکلا تھا کہ مولوی ثناء اللہ بوجہ علالت ضعیف ہو گئے ہیں۔ اگر وہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) سے مباہلہ کر لیں تو شاید ان کی عمر بڑھ جائے۔

میں نے اس کو ایک مذاق سمجھا، مگر قادیان کے اخبار فاروق میں ایک طویل مضمون اس بنا پر شائع کیا گیا جس میں مجھ سے خلیفہ قادیان سے مباہلہ کرنے کو دعوت دی گئی۔ اسلئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تفصیل پیش کر کے مباہلہ کو منظور کر لوں۔

مارچ ۱۹۰۷ء میں مرزا غلام احمد صاحب کو مباہلے کو میری آمادگی کا علم ہوا تو انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم مولوی ثناء اللہ کے ساتھ مباہلہ اس وقت کریں گے جب ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے گی اور ہم ان کو وہ کتاب بھیج دیں گے مولوی ثناء اللہ صاحب اس کتاب میں ہمارے دلائل صدق دیکھ کر تسلی نہ پائیں گے تو ہم ان کے ساتھ مباہلہ بھی کر لیں گے۔

اس التواء کی وجہ حاشیہ نشینان دربار قادیان نے ملا دو پیازے کے اتباع میں یہ لکھی تھی کہ

> حضرت صاحب چونکہ رحم مجسم ہیں اس لئے آپ کو مولوی ثناء اللہ کی جوانی پر رحم آیا آپ نے خیال فرمایا کہ حقیقۃ الوحی کو دیکھنے سے ثناء اللہ کی تسلی ہو جائے گی اور وہ مباہلہ کی موت سے بچ جائے گا (ملاحظہ ہو الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

کتاب حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی مگر میرے پاس نہ پہنچی تو میں نے بذریعہ رجسٹری خط مرزا غلام احمد صاحب سے کتاب مذکور طلب کی اس خط کا جواب بذریعہ اخبار بدر قادیان ۱۳ جون ۱۹۰۷ء یہ ملا کہ کتاب حقیقۃ الوحی آپ کو اس

غرض سے بھیجنی تھی کہ آپ مباہلہ سے پہلے اسے دیکھ کر اپنی تسلی کر سکیں اب تو مباہلہ ہی نہیں رہا کیونکہ خدا نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑ لیا ہے یعنی دعا آخری فیصلہ مشتہرہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے ذریعہ سے۔

اس کے بعد کیا ہوا۔اس کا جواب میرے سہ صدی دوست منشی قاسم علی اڈیٹر فاروق خوب دے سکتے ہیں ناظرین مناظرہ لدھیانہ کی روداد موسومہ فاتح قادیان پڑھ لیں.. یہاں پہنچ کر ہم قادیانی مباہلہ کی دعت جدید کا ذکر کرتے ہیں پس سنئیے!

دعائے آخری فیصلہ کی بنا پر آسمان وزمین کے باشندوں نے مرزا صاحب قادیانی پر ہماری نمایاں فتح تسلیم کر لی دور کی بات تو ہم نہیں کہتے اسلام کی کتب تواریخ دیکھ لو اس کی نظیر بتلانے سے قاصر ہیں کہ کسی مدعی اور اس کے مخالف کا فیصلہ اس صفائی سے ہوا ہو جیسا میرا اور قادیانی مسیح کا ہوا۔ باوجود اس کے آج فاروق ہم کو دعوت مباہلہ دیتا ہے تو کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ پہلے فیصلے کو جس میں وہ ۱۹۱۲ء میں بمقام لدھیانہ تین سو روپیہ بطور تاوان بھر چکا ہے کالعدم قرار دینا چاہتا ہے۔اچھا ہم اس بات سے بھی درگذر کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ:

ہم خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) سے مباہلہ کرنے کے لئے طیار ہیں بشرطیکہ وہ اپنے والد ماجد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریح کے مطابق مباہلہ کریں۔ وہ تصریح یہ ہے کہ مباہلے سے پہلے ازالہ شکوک کے لئے مباحثہ ہونا ضروری ہے دیکھو ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۶۳۸۔

پس حسب قول مرزا صاحب قادیانی ان کے جانشین صاحبزادہ صاحب کو لازم ہے کہ وہ مباہلہ سے پہلے رفع شبہات کے لئے میرے ساتھ مباحثہ کریں اس کے بعد مباہلہ اس طرح ہوگا کہ میں کہوں گا کہ:

میں مرزا صاحب متوفی کو ان کے دعوے مسیحیت موعودہ اور مہدویت مسعودہ میں سچا نہیں جانتا

میرے مقابلہ میں خلیفہ صاحب قادیان یوں کہیں گے کہ:

میں مرزا صاحب کو ان کے دعوی مسیحیت ومہدویت میں سچا سمجھتا ہوں۔

اس کے بعد ہم دونوں بحکم: فنجعل لعنة الله على الكاذبين یوں

گویا ہوں گے :

ہم میں سے جو فریق جھوٹا ہے اس پر ہم خدا کی لعنت ڈالتے ہیں۔
اس کا نتیجہ اور میعاد ہم متعین نہیں کریں گے بلکہ خدا کے حوالے کریں گے۔
مقام مباہلہ وہی ہوگا جہاں مرزا غلام احمد صاحب اور مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کا مباہلہ ہوا تھا، یعنی امرتسر کی عیدگاہ بیرون دروازہ رام باغ۔ اگر اس عیدگاہ کے متولی اجازت نہ دیں گے تو یہ مباہلہ عیدگاہ اہل حدیث بیرون دروازہ لاہوری میں ہوجائیگا۔
پس اڈیٹر صاحب اخبار فاروق قادیان کو چاہیے کہ وہ بہت جلد اس کام کو انجام دیں تاکہ ہمیں یہ کہنے کا موقع نہ ملے :

بہانہ کرتا ہے ساقیا کیا نہیں ہے شیشے میں مئے کا قطرہ
خدا نے چاہا تو دیکھ لیں گے تیرا سبو بھی نہیں رہے گا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۴۰ء ص ٦)

(اخبار پیغام صلح لاہور میں لکھا ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب اور معاصر اخوت لاہور

لاہور سے ایک عیسائی رسالہ شائع ہوتا ہے جس کا نام ہے اخوت۔ اس میں ایک مضمون پادری ایس ایم پال صاحب کا شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے عملی اور اسمی مسلمان۔
اس مضمون کا روئے سخن مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی طرف ہے مضمون کے شروع میں مدیر کا نوٹ ہے جس میں لکھا ہے:
ہمیں اہل حدیث سے یہ معلوم کر کے بے حد افسوس ہوا کہ قبلہ مولوی ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان ان دنوں صاحب فراش ہیں کل مسیحی جماعت آپ کی خدمات دربارہ مرزائیت و استیصال مسیحیت قادیان کو از بس بنظر استحسان دیکھتی ہے اور ہمارے ساتھ بہ صمیم قلب اس دعا میں شامل ہے کہ خدائے شافی آپ کو صحت عاجل اور شفائے کامل عطا فرمائے۔
معلوم دیتا ہے احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے مولوی ثناء اللہ صاحب عیسائی دنیا میں بہت ہر دلعزیز ہیں۔ اگر ایک خالص اسلامی جماعت کی مخالفت کر کے عیسائی حلقوں میں نام پیدا ہو جائے تو برا ہی کیا ہے یار لوگوں کو تو شہرت سے غرض ہے لیکن مولوی صاحب موصوف پر یہ امر

روشن ہونا چاہیے کہ مندرجہ بالا اقتباس میں حب علی کام نہیں کر رہی بلکہ بغض معاویہ کارفرما ہے حقیقت یہ ہے کہ عیسائی مناظر اور مبلغین احمدیوں سے دبتے ہیں اور ان کے مقابلہ پر آتے ہوئے ان کی ہمت قصور کرتی ہے اور دوسرے احمدیت نے ایک منظّم صورت میں عیسائیت کے ہر محاذ پر دانت کھٹے کئے ہیں۔ اس لئے لازمی طور پر ان زخم خوردہ مبلغین کو معاندین سلسلہ احمدیہ سے ہم دردی اور محبت ہے کیونکہ طبعی طور پر انسان کو اپنے دشمن کے دشمن سے محبت ہوتی ہے۔

اس بڑھی ہوئی محبت اور انس کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ یہ مولوی حضرات عیسائیوں کے مقابلہ میں بہت کمزوری کا اظہار کرتے ہیں چنانچہ پادری ایس ایم پال صاحب اپنے اس مذکورہ بالا مضمون میں لکھتے ہیں کہ ان کا ایک مناظرہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے گوجرانوالہ میں ہوا تھا مناظرہ مسئلہ توحید پر تھا اس کے ضمن میں پادری صاحب نے مولوی صاحب پر ایک سوال کیا تھا جس کے متعلق وہ لکھتے ہیں:

سوال کیا تھا مولوی صاحب کے لئے بم کا گولہ ثابت ہوا اس وقت مولوی صاحب کا چہرہ دیکھنے کے قابل تھا ایک رنگ آتا اور دوسرا جاتا تھا سٹ پٹائے تو بہت لیکن افغانی گرفت سے کب چھوٹ سکتے تھے۔

اب معاملہ بالکل واضح ہے کہ مولوی صاحب عیسائیوں کی گرفت میں آ کر چھوٹ نہیں سکتے اس لئے یہ انہیں عزیز ہیں اور دوسرے احمدی انہیں کیوں عزیز ہونے لگے کیونکہ احمدی جب میدان میں آتے ہیں تو قرآن مجید کی اس آیت کا نقشہ کھنچ جاتا ہے جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا اور مولوی صاحب اس میدان میں ہمیشہ زخم کھا کر پلٹتے ہیں اور ایسا ہونا ضروری ہے کیونکہ:

از سواد کعبہ چوں آہو رمید۔ ناوک، سیاد پہلویش درید

(پیغام صلح لاہور۔۳ جون ۱۹۴۰ء ص ۶۔)

عیسائیوں کے دانت کھٹے کرنے کی خوب کہی۔ قادیانیوں کے پیرو مرشد مرزا غلام احمد نے اپنی زندگی میں عیسائیوں سے جو مشہور مناظرہ امرتسر میں ۱۸۹۳ء میں کیا تھا اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ کئی روز تک جاری رہنے والے مباحثہ میں جب دلائل کا ذخیرہ ختم ہو گیا اور مخالف خاموش نہ ہوا تو آسمانی نشان کا سہارا لیا کہ تم ۱۵ ماہ کے اندر مر جاؤ گے۔

وہ مناظر بھی ایسا سخت جان نکلا کہ بوڑھا پنشنر ہونے کے باوجود پندرہ ماہ نکال گیا۔ مرزا صاحب قادیانی کی خوب ہنسی اڑی۔

۱۵ ماہ کی مدت کی تکمیل کے بعد جب وہ مزید ۲۲ ماہ زندہ رہ کر فوت ہوا، تو مرزا صاحب نے فرمایا: کیا ہوا کہ مدت کے اندر نہیں مرا، آخر مرتو گیا۔ بتاؤ اب آتھم کہاں ہے؟۔ خوب علم کلام ہے۔ کوئی کہے کہ پنڈت لیکھ رام نے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک خاص مدت میں مرجانے کی پیش گوئی کی تھی، وہ پوری ہوگئی کیونکہ کیا ہوا جو مرزا صاحب قادیانی، پنڈت لیکھ رام کی بتائی ہوئی مدت کے اندر نہیں مرے، آخر مرتو گئے۔ بتاؤ اب مرزا غلام احمد صاحب کہاں ہیں؟ تو اس کا کیا جواب ہوگا۔ بہاء)

سکندر آبادی سیٹھ کا تقاضا اور ہمارا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آباد (حیدر آباد دکن) کے رہنے والے پرانے احمدی (مرزائی) ہیں۔ ان کو قادیانیوں نے ایک ہی سبق پڑھا رکھا ہے کہ آپ مولوی ثناء اللہ سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کذب پر بمیعاد ایک سال حلف مؤکد بعذاب طلب کیجئے۔ چنانچہ وہ بار بار وہی سبق دہراتے ہیں جو استاد ازل نے ان کو پڑھایا ہے۔ اخبار اہلحدیث امرتسر میں ان کو بارہا جواب دیا گیا۔ آخری اور مفصل جواب اہل حدیث ۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء میں درج ہو چکا ہے، بلکہ بصورت اشتہار مطبوع ہوکر حیدر آباد دکن وغیرہ میں بکثرت شائع بھی ہو چکا ہے۔ اب انہوں نے پھر استاد ازل کی تعلیم کے ماتحت اخبار الفضل قادیان ۸ جون ۱۹۴۰ء میں ایک مضمون دھر گھسیٹا ہے جس کی سرخی ہے:

مولوی ثناء اللہ اور موکد بعذاب حلف

اس میں آپ نے پھر وہی راگ الاپا ہے۔ اس لئے میں سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آبادی کو بطور ہمدردی آخری بات کہتا ہوں۔

سیٹھ صاحب! سنئیے! آپ کے ساتھ ہمارا جھگڑا ایک مذہبی عقیدہ کے متعلق ہے کسی دنیاوی معاملہ کے متعلق نہیں۔ اس لئے اس کا تصفیہ بھی مذہبی ہدایت (قرآن، حدیث) کے ماتحت ہونا چاہیے۔ پس آپ حلف موکد بعذاب یا سادہ حلف طلب کرنے کی بابت کوئی آیت یا حدیث پیش کیجئے جس کا مضمون ہو کہ کسی نبی یا مامور من اللہ کے منکر پر حلف خصوصاً موکد بعذاب لازم یا واجب اس کے سوا ہم آپ کی کسی بات کا جواب دینے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ بلکہ آپ کی اور قادیانی جماعت کی طرف سے محض ٹال مٹول سمجھتے ہیں جیسا کہ اس کی تفصیل ہم اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء میں بخوبی کر چکے ہیں جس کا جواب قادیانی جماعت کی طرف سے نہیں آیا۔ جو صاحب اس حلف کے متعلق مفصل معلومات حاصل کرنا چاہیں وہ انجمن اہل حدیث سکندر آباد دکن محلہ مشیر آباد سے رسالہ حلف طلب کریں۔

حاجی عبداللہ الہ دین صاحب سنئیے! کافر کی سزا کے لئے اس کا کفر ہی کافی ہوتا ہے اس کے لئے قسم کی ضرورت نہیں۔ کافروں نے جب کبھی انکار رسالت کیا، سادہ الفاظ میں کیا چنانچہ ارشاد ہے:

ویقول الذین کفروا لست مر سلاً (الرعد:۴۳)

ادھر جواب میں یہ نہیں کہا گیا کہ آؤ حلف اٹھاؤ۔ یہ تو بچوں کا کھیل ہے جو آپ جیسے بوڑھوں کے شایان شان نہیں۔ مگر محض آپ کی خاطر میں آج پھر اعلان کرتا ہوں کہ:

مرزا صاحب قادیانی اپنے دعویٰ مسیحیت اور مہدویت میں جھوٹے تھے۔

پس میرا یہ قول آیت مرقومہ بالا کے مطابق دیکھ لیجئے۔ اس پر جتنی مزیت چاہیں اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے دیجئے۔

نوٹ: آج سے پہلے کئی مرتبہ میں تکذیب مرزا پر حلف اٹھا چکا ہوں حتی کہ قادیان میں بھی بموقع جلسہ اسلامیہ حلف اٹھایا تھا جس کا ذکر الفضل مورخہ ۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء میں ملتا ہے۔ اب میں بغیر دلیل شرعی کے آپ کی کوئی بات سننے کو تیار نہیں کیونکہ میں جان چکا ہوں کہ آپ لوگوں کو تحقیق حق منظور نہیں بلکہ دفع الوقتی کرنا چاہتے ہیں۔ پس آئندہ مجھ سے جو مطالبہ کریں وہ از روئے قرآن وحدیث کریں۔ ورنہ میرا حق

ہے کہ میں خاموش رہوں کیونکہ شیخ سعدی مرحوم مجھے نصیحت فرما گئے ہیں:

آنکس کہ بقران و خبر زر نہ دہی
ایں است جوابش کہ جوابش نہ دہی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۴۰ء ص ۷)

قادیانی یتیموں کی دیوار نصف گر گئی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے خطبہ میں ایک بڑا عارفانہ نکتہ بتایا تھا کہ سلطنت برطانیہ اور فرانس احمدیت کے لئے اس طرح کی دیوار ہیں جیسے حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے زمانے میں ایک دیوار تھی جس کے نیچے یتیموں کا خزانہ تھا۔ اس دیوار کا ذکر کرنے کے بعد خلیفہ قادیان نے جو کچھ کہا ان کے الفاظ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۴ جون ۱۹۴۰ء میں درج ہو چکے ہیں مگر قارئین کے استحضار کے لئے دوبارہ نقل کرتے ہیں:

انگریز اور فرانسیسی وہ دیوار ہیں جن کے نیچے احمدیت کی حکومت کا خزانہ مدفون ہے اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ دیوار اس وقت تک قائم رہے جب تک خزانہ کے اصل حق دار جوان نہیں ہو جاتے۔ ابھی احمدیت چونکہ بالغ نہیں ہوئی اور بالغ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس خزانہ پر قبضہ نہیں کر سکتی، اس لئے اگر اس وقت یہ دیوار گر جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرے لوگ اس پر قبضہ جما لیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم پھر ایسی دیوار کو بنا دیں تا جب احمدیت اپنی بلوغت کاملہ کو پہنچ جائے تو اس وقت وہ اس خزانہ کو سنبھال لے۔ دنیاداروں کی نگاہ میں بیشک یہ عجیب بات ہے مگر جو بات خدا تعالیٰ کے حضور مقدر ہے وہ عجیب نہیں اور وہی طبعی اور حقیقی فیصلہ ہے۔

(الفضل قادیان ۴ جون ۱۹۴۰ء)

واقعات کی رو سے ہمیں سخت افسوس ہے کہ قادیان کے یتیموں کے خزانہ کی دیوارنصف ٹوٹ گئی کیونکہ سلطنت فرانس نے مغلوبیت کا اظہار کر دیا۔ یہاں تک کہ فرانس نے اپنے دشمنوں کی شرائط جو سخت ہتک آمیز ہیں منظور کر لیں۔ جن کی نسبت مبصرین کی عام رائے ہے کہ سلطنت فرانس ختم ہوگئی یا اختتام کے قریب پہنچ گئی ہے۔ تاریخی حیثیت سے بھی ہمیں افسوس ہے کیونکہ سلطنت فرانس بہت پرانی سلطنت ہے اور یورپ کے براعظم میں سب سے پہلے بیدار ہونے والی یہی قوم ہے۔ ترکوں کے عروج زمانے کے زمانے میں ترکوں کے ساتھ اس کے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ گو کبھی کبھی جنگ کا موقعہ بھی آجاتا تھا۔ بہرحال ایک شہ زور سلطنت تھی جس کے زوال پر آج دنیا میں افسوس کیا جا رہا ہے۔ لیکن ہمیں افسوس خاص اس وجہ سے ہے کہ قادیان کی احمدیت ابھی نابالغہ ہے اور اس کے خزانے کی دیوارنصف گر گئی۔ ظاہر ہے کہ جس دیوار کا نصف حصہ گر جائے خزانہ محفوظ نہیں رہ سکے گا اب اس کی حفاظت کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔ قادیانی جماعت ہماری رائے شاید نہ سنے مگر ہم تو اپنی مخلصانہ رائے ظاہر کرنے سے رک نہیں سکتے وہ یہ ہے کہ:

قادیان کے خلیفہ (مرزا محمود احمد) مع اپنے اتباع کے جو بقول ان کے لاکھوں کی تعداد میں ہیں جلد فرانس پہنچ کر جنرل ڈیگال کے ماتحت ہوکر شیطان جرمنی کا مقابلہ کریں تاکہ گری ہوئی کھڑی ہو جائے نہیں تو احمدیت کے خزانے کا خدا حافظ۔

ناظرین کرام! آپ لوگ حیران ہوں گے کہ قادیان سے ایسی چیستانیں شائع ہوتی ہیں یا اہل حدیث ان پر افترا کرتا ہے جواب یہ ہے کہ اہل حدیث ان پر افتراء نہیں کرتا کیونکہ اہل حدیث کا عقیدہ ہے:

انّما یفتری الکذب الذین لا یومنون بآیات اللہ (النحل: ۱۰۵)

(اللہ کی آیات پر جھوٹ موٹھ افترا وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے)

بلکہ واقعہ یہی ہے کہ خلیفہ قادیان یہی سمجھیں ہیں کہ ہم جو کچھ کہیں گے اس کے ماننے کو مریدان باصفا تیار ہیں ہم پیغام صلح کے اس مقولہ سے متفق نہ ہوں گے کہ:

خلیفہ قادیان (محمود احمد) کے مریدوں نے خلیفہ کے ہاتھ عقل بیچی ہوئی ہے۔

(پیغام صلح لاہور ۳۱ مئی ۱۹۳۲ء)

مگر اتنا تو ہم کہنے سے نہیں رک سکتے کہ جن لوگوں نے مرزا غلام احمد صاحب کو نبی ملہم یا مجدد اسلام مان لیا، ان سے ایسی باتوں کا تسلیم کرنا کوئی تعجب نہیں۔ آج کل پیری مریدی حقیقت میں یہی اثر پیدا کرتی ہے۔ پس آپ لوگ اندازہ کر لیں کہ کہاں یتیموں کی دیوار، اور کہاں برطانیہ اور فرانس کی سلطنتیں، اور کہاں احمدیت کا خزانہ۔ یہ سب حقیقت میں کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ شیخ چلی کی خاندانی یادگار ہیں جس کے ماننے والوں نے یہ عہد کیا ہوا ہے:

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جائے
قدن سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جائے

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۵ جولائی ۱۹۴۰ء ص ۶)

قادیانی اور لاہوری جماعتوں سے سوال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قادیانی اور لاہوری جماعتوں میں مباحثہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ مضمون مباحثہ نبوت مرزا اور تکفیر منکرین ہوگا۔ جماعت قادیان نبوت مرزا کو مبحث قرار دینے پر زور دیتی ہے اور جماعت لاہور یہ تکفیر منکرین پر۔ ہمارے خیال میں نبوت اور تکفیر آپس میں اصل اور فرع کی نسبت رکھتی ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ ان دونوں فریقوں کا مباحثہ ہوگا بھی یا نہیں، اگر ہوگا تو کب؟ اس لئے ہم ان دونوں کے سامنے ایک علمی سوال پیش کر کے جواب باصواب کے منتظر ہیں۔

قادیانیوں سے سوال:

آپ لوگ مرزا غلام احمد صاحب کے منکروں کو اس لئے کافر کہتے ہیں کہ وہ نبوت مرزا سے منکر ہیں۔ نبوت کے منکر دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ لوگ جو کسی نبی کی نبوت کو نہیں مانتے، مگر اس کو مصلح (ریفارمر) جانتے ہیں۔ جیسے آج کل برہمو سماجی۔ دوسرے وہ لوگ جو سلب نبوت کے ساتھ صلاحیت کی بھی نفی کرتے ہیں

جیسے ہمارے زمانہ کے آریہ سماجی ۔شرعی اصلاح میں یہ دونوں کافر ہیں ۔

پس قادیانیوں سے ہمارا سوال ہے کہ لاہوری احمدی (مرزائی) جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے سلب نبوت کرتے ہیں یہ لوگ بھی برہموسماجیوں کی طرح کافر ہیں یا نہیں؟ انصاف اور دیانت سے جواب دیجئے ۔

لاہوری مرزائیوں سے سوال :

کسی غیر نبی کو وصف نبوت سے موصوف ماننا خدا پر افتراء ہے یا نہیں، جیسے شیخ بہاء اللہ ایرانی کے اتباع کرتے ہیں ۔ پس ایسے لوگ جو کسی غیر نبی کو نبی مانیں وہ آپ لوگوں کے نزدیک کافر ہیں یا نہیں؟

یہ ایک مذہبی سوال ہے اگر آپ لوگوں نے جواب نہ دیا بلکہ حیلہ بہانہ سے ٹال دیا تو ہم خود اس کا جواب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریحات کی روشنی میں شائع کر دیں گے :

ستعلم لیلی ای دین تداینت
و ای غریم فی التقاضی غریمها

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جولائی ۱۹۴۱ء ص ۷)

ترک مرزائیت کا اعلان

مولوی عتیق الرحمان صاحب لکھتے ہیں:

حضرات ! ناچیز کی دلی خواہش تو یہی تھی کہ میں ترک مرزائیت کی وجوہات نہایت تفصیل کے ساتھ فرزندان اسلام کے سامنے پیش کروں مگر اقتضائے وقت کے ماتحت فی الحال ان مختصر سی چند سطور پر ہی اکتفا کرتا ہوں مفصل آئندہ انشاء اللہ تعالی

جماعت مرزائیہ میں میرا عہدہ اور مقام :

حضرات ناچیز کی جماعت مرزائیہ میں اچھی پوزیشن تھی مبلغ جماعت کی حیثیت سے کام کرتا تھا افراد جماعت میں مجھے عزت واحترام اور نظر محبت و وقار سے

دیکھا جاتا تھا۔ جماعت کی جانب سے دنیاوی معاملات میں مدد وتعاون کرنے میں کئی ایک احسانات ہیں جن کا ناچیز کو بہرصورت اقرار واعتراف ہے۔ غرضیکہ دنیاوی نقطہ نگاہ اور ظاہری خواہشات اور نفسانی ضروریات (نکاح وغیرہ) کے لحاظ سے ناچیز کا ہر مقصد ومطلب ہرطرح ہی پورا ہو چکا تھا اور کسی قسم کی تکلیف نہ تھی باوجود اس راحت و آرام اور عیش وعشرت کے جماعت مرزائیہ سے کیوں علیحدگی اختیار کی؟ پس اس سوال کا جواب دوحصوں میں عرض ہے۔

حصہ اول کا تعلق تو قادیانی خلافت کے اعمال وافعال اور اخلاق و عادات کے ساتھ وابستہ ہے خلیفہ قادیان کو ابھی تک یہ طاقت و جرأت نصیب نہیں ہوئی کہ وہ اپنے والد بزرگوار (مرزا غلام احمد قادیانی) کے مقرر کردہ معیار مباہلہ کے مطابق اپنی پوزیشن صاف کریں حالانکہ معترضین جناب خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے مریدوں کی طرف سے کئی مرتبہ مباہلہ کا چیلنج کیا گیا مگر جناب خلیفہ صاحب کی طرف سے اس کا کوئی معقول اور تسلی بخش جواب نہیں دیا گیا۔

حصہ دوم کا تعلق مرزا غلام احمد قادیانی کے غیر از حقیقت اور خالی از صداقت دعاوی کے ساتھ وابستہ ہے۔

حضرات! خادم ہذا نے دوران ملازمت میں مرزا صاحب قادیانی کی تمام کتابوں کا ترتیب وار بغور مطالعہ کیا اور مرزائیوں کے ہر دوفریق یعنی قادیانیوں اور لاہوریوں کے تمام لٹریچر کو بنظر تحقیق پڑھا۔ اس کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مرزا صاحب اپنے دعاوی، کشوف اور پیش گوئیوں میں کاذب ہیں اور ان کی تصنیفات محض پریشان خیالات کا مجموعہ ہیں جن پر لا یسمن و لایغنی صادق آتا ہے۔

بہرکیف ایسے مدعیوں کا پیدا ہونا آنحضرتﷺ کی پیش گوئیوں کے مطابق ضروری تھا۔ مرزا غلام احمد صاحب کے غیر صادق ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ کہ مرزا قادیانی آنجہانی اپنے تمام مقاصد میں دنیا سے سراسر ناکام گئے خداوند قدوس نے اپنے مخصوص فضل وکرم سے رؤیا صادقہ کے ذریعہ مجھے اطلاع دی کی مرزائی جماعت ایک گم کردہ راہ فرقہ ہے۔

میں اپنی تمام تحقیقات ومعلومات اور خداوندی بشارات واطلاعات کے بعد

اس مرزائی جماعت سے علیحدہ ہوتا ہوں اور مولانا عنایت اللہ صاحب چشتی امیر جماعت مسلمانان قادیان کے دست حق پرست پر مرزائیت سے تائب ہو کر فرقہ ناجیہ یعنی جماعت حقہ اہل سنت والجماعت میں شامل ہوتا ہوں اور رب العزت سے دعا ہے کہ حق تعالی اسی حق پسند جماعت میں میرا خاتمہ بالخیر کرے اور مرزائیت سے ہر مومن کو محفوظ رکھے اور مری طرح دوسرے مرزائیوں کو بھی قادر مطلق اور ہادی برحق نور ہدایت سے منور فرمائے۔ آمین:

راقم: احقر العباد عتیق الرحمان فاروق قادیانی سابق مبلغ جماعت مرزائیہ۔

مورخہ ۸ جون ۱۹۴۰ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جولائی ۱۹۴۰ء ص ۷)

مرزا قادیانی اور انقلاب عالم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جو شخص صرف قادیانی اخبارات پڑھتا ہو، اور کوئی تحریر اس کی نظر سے نہ گزرتی ہو، نہ کوئی آواز اس کے کانوں تک پہنچتی ہو، وہ یقین کرسکتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی آمد سے دنیا میں بہت بڑا مذہبی انقلاب برپا ہوا ہے۔ اور خاص کر دین اسلام تو روشن چراغ کی طرح نہیں بلکہ شمس نصف النہار کی طرح تاباں و درخشاں ہو گیا ہے۔ قادیان کا کوئی پرچہ اٹھا کر دیکھو۔ مرزا صاحب قادیانی کے کمالات کا ثبوت اس میں ضرور ملے گا لیکن جب ان کمالات کی تنقیح دفتر اہل حدیث امرتسر میں کی جاتی ہے، تو اس مصرع کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔

سپنے اندر راجہ بھیو جاگت بھیو کنگال

چنانچہ آج ہم الفضل قادیان کا ایک نوٹ بغرض جواب نقل کرتے ہیں جو ۲۱ جون کی اشاعت میں نکلا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں ایمان اور اسلام دنیا سے

اٹھ جائے گا۔ جسے ایک فارسی الاصل شخص کے ذریعہ دنیا میں دوبارہ قائم کیا جائے گا۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں

لو کان الایمان معلقاً بالثریا لناله رجل من فارس

سو اس پیش گوئی کے مطابق خدا نے حضرت مرزا غلام احمد کو جو فارسی الاصل تھے مسیح موعود بنا کر بھیجا اور آپ نے ایمان کو دنیا میں از سرنو قائم کرتے ہوئے اسلام کی خدمت اور حفاظت کے لئے ایک زبردست جماعت پیدا کر دی جس کے ذریعہ آج اسلام کو تقویت حاصل ہو رہی ہے اور نیک طبع لوگ اس جماعت میں شامل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

(الفضل قادیان ۲۱ جون ۱۹۴۰ء ص ۴)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

اللہ رے دلیری! اس مضمون نگار کے نام کے ساتھ مولوی فاضل بھی لکھا ہے، مگر ان کو یہ معلوم نہیں (یا کسی غرض کے تحت قصداً چشم پوشی کی ہے) کہ لو کا حرف بلحاظ معنی ماضی کے لئے ہوتا ہے قرآن مجید سے ثبوت لیجئے ارشاد ہے:

لو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر۔ اگر میں غیب جانتا ہوتا۔ الخ نہ یہ کہ آئندہ جانوں گا۔

قرآن مجید کی بابت تو مولوی صاحب عذر کر سکتے ہیں کیونکہ مولوی فاضل کے نصاب میں قرآن داخل نہیں لیکن کتب عربیت تو داخل ہیں پس سنیئے۔ ایک عرب شاعر کہتا ہے

لو کنت من مازن لم تستبح ابلی

اگر میں مازن کی قوم سے ہوتا تو میرے اونٹ نہ کھوئے جاتے

پس الفضل کی پیش کردہ حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمانؓ فارسی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ شخص اس ذہین قوم میں سے ہے جس کی شان ہے کہ اگر دین ثریا پر بھی ہوتا تو ان میں سے ہر ایک آدمی اس کو لے آتا چنانچہ ایک دوسری روایت میں رجل کی بجائے رجال بصورت جمع آیا ہے اس لحاظ سے یہ کلام آئندہ کے لئے پیش گوئی نہیں بلکہ گزشتہ زمانہ کے متعلق پس گوئی

ہے۔اب سنیئے اپنے اصل دعوی کا جواب۔

ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اوران کے اتباع کو کس جماعت سے تشبیہ دیں۔ کہلانے کو تو یہ لوگ متکلمین کی جماعت کہلاتے ہیں اور بڑے مرزا صاحب سلطان المتکلمین بنتے تھے۔مگر واقعہ یہ ہے کہ نہ ان لوگوں کا دعوی منقح ہوتا ہے اور دلیل میں قوت۔جیسا موقع دیکھتے ہیں ویسا ہی کہہ جاتے ہیں۔علمی اصطلاح میں ان کے دلائل کو ہم مغالطات عامۃ الورود کہیں تو بجا ہے اوران لوگوں کا نام اصحاب السفسطہ رکھیں تو بالکل موزوں ہے۔دیکھئے یہاں حدیث سے اپنا مطلب لینے کے لئے مرزا صاحب قادیانی کو فارسی الاصل بنا دیا ہے۔اس کے علاوہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی ایک پیش گوئی ہے جس کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے تریاق القلوب میں بایں الفاظ نقل کیا ہے:

> آخری بچہ جو اس دنیا میں پیدا ہوگا، وہ چین میں ہوگا اوراس کی زبان چینی ہوگی۔اس کے بعد نسل انسانی میں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا اور قیامت آجائے گی۔

شیخ ممدوح کے الفاظ یہ ہیں

> یکو ن مو لدہ بالصین و لغتہ لغت بلدہ و یسری العقم فی الر جا ل و النساء فیکثر النکا ح من غیر و لا دۃٍ

اس پیشگوئی کو مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے حق میں لیا ہے۔ چونکہ اس میں آخری بچہ کا چینی ہونا صاف مذکور ہے، اس لئے مرزا صاحب قادیانی اس پیش گوئی کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ:

> یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ (موعودلڑکا) قوم مغل اور ترک سے ہوگا

پھر اس پیش گوئی کو اپنی ذات پر چسپاں کیا ہے تریاق القلوب طبع اول ص ۱۵۸۔

(مرزا صاحب قادیانی کو نہ چینی زبان آتی تھی، نہ ترکی آتی تھی۔مرزا صاحب نے قوم کی تاویل تو کر دی ،زبان کی کیا تاویل ہوئی۔بہاء)

اس پیش گوئی کی تفصیل میں جانا ہمارا اصل مقصد نہیں ہے۔ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے ایک ضروری مقصد کے لئے اپنی قومیت مغل اور

ترک بتائی ہے۔ ناممکن ہے کہ آپ اس بیان میں جھوٹے ہوں کیونکہ اگر اس میں بھی جھوٹے ہوں تو شیخ ممدوح کی پیش گوئی آپ کی ذات پر چسپاں نہ ہوسکے گی۔ اس کی مزید تشریح مرزا صاحب نے خود فرمائی ہے۔ چنانچہ حقیقت الوحی صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں:

ہمارا خاندان جو شہرت کے لحاظ سے مغلیہ خاندان کہلاتا ہے اس پیش گوئی کا مصداق ہے اور ضلع گورداسپور خاص کر تحصیل بٹالہ کے سرکاری کاغذات میں قادیان کا پورا نام قادیان مغلاں لکھا جاتا ہے۔

ہاں ہم مانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعض تحریروں میں بھی آپ کا فارسی الاصل ہونا پایا جاتا ہے۔ جب وہ تحریریں ہمارے جواب میں شائع ہوں گی تو ان کا صحیح مطلب بتائیں گے اور قادیانی دوستوں سے کہلوائیں گے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس شعر کے مصداق تھے

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت جتائی جاتی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جولائی ۱۹۴۰ء مطابق ۵ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ ۵۔۶)

قادیانی کی کامیابی کے متعلق ایک فیصلہ کن بات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ سے ہمارا دعوی ہے جس کا اظہار ہم ان لفظوں میں کرتے آئے ہیں:

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

مگر اتباع مرزا ہماری بات کو مخالفت پر مبنی سمجھتے رہے۔ آج ہم واقعات صحیحہ پیش کر کے فیصلہ ناظرین کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔

پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تشریف آوری کی غرض کیا تھی۔ اس کا جواب ہم اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ قادیانی اخبارات کے

الفاظ میں بتاتے ہیں۔ قادیانی اخبار فاروق میں ایک طویل مضمون نکلا ہے جو دراصل مولوی محمد علی لاہوری کے جواب میں ہے۔ ان کے باہمی معاملہ میں دخل دینا ہمارا کام نہیں کیونکہ: محتسب را درون خانہ چہ کار

ہاں ہمارے مطلب کی بات اس میں اتنی ہے کہ مضمون نگار نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعثت کی غرض بتائی ہے جو اسی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

حضرت مسیح موعود کی بعثت کی غرض نہ تو برلن میں ایک عظیم الشان مسجد بنانا تھی، نہ تین یورپیئن زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کرنا تھی، نہ پانچ زبانوں میں اسلامی رسالے جاری کرنا تھی، نہ تیس زبانوں میں کسی قدر لٹریچر شائع کرنا تھی، نہ دس ہزار کاپی انگریزی ترجمہ قرآن کی مفت دینا تھی، نہ دو ہزار جرمن ترجمہ کرنا، نہ پندرہ ہزار کاپی سیرۃ نبوی کی پہنچانا تھی، نہ پچاس ہزار سے اوپر رسالے تعلیم الاسلام پر دنیا میں مفت پہنچانا تھی، نہ دو ہائی سکول بنانا، اور ان کی عمارتوں اور بورڈنگ ہاؤسوں کا اضافہ کرنا تھی، نہ وہ اسلامی لٹریچر جو کہ لاہوری جماعت نے شائع کیا، شائع کرنا تھی۔

حضور (مرزا قادیانی) کی بعثت کی غرض تو محض ایک تھی اور وہ یہ کہ انسان کا تعلق اپنے خالق اور اس کی مخلوق کے ساتھ سنور جائے۔ اس مشت خاک میں سے پھر رب ارنی کی جگرسوز آہیں نکلیں۔ وہ پھر محبوب حقیقی کی یاد میں رویا کرے۔ بے کل ہو جائے۔ تڑپا کرے۔ سرتاپا سوز ہو جائے تا ناسوت کی خاک سے شعلے اٹھیں، اور وہ مشت خاک لاہوت کی ذات میں جذب ہو جائے۔ اور انسان پھر ایک نقطہ مرکزی پر جمع ہو جائیں۔ وہ پھر جماعت بن جائیں۔ وہ پھر ایک امیر المومنین کی اقتداء میں آ جائیں اور اس نعمت سے مستفید ہوں جو برحمتہ اخوانا کا نتیجہ ہے جو اشد حباً للہ ہے لوگ اس مامور کی آواز پر مستانہ وار لبیک یا رب لبیک کہتے ہوئے آئیں اور اسلام آسمانی نشانوں اور اپنی تعلیم کی خوبی کے ساتھ ادیان باطلہ پر غالب آئے۔ (اخبار فاروق قادیان ۲۸ جون ۱۹۴۰ء ص ۵)

بس یہ وہ غرض ہے جو (بقول مرزائیاں) خدا کے علم میں مرزا غلام احمد صاحب

کی تشریف سے وابستہ ہے، یعنی دنیا میں دین داری کا غلبہ ہوکر ہر قسم کی غلط کاری ختم ہو جائے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے سارے مسلمانوں کو علی وجہ الکمال متقی بنانا اپنی غرض بعثت بتائی تھی۔ مگر آج کل بعض اتباع مرزا نے اس غرض کو محدود کر کے صرف اپنی ہی جماعت کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ ہمیں اس سے بھی بحث نہیں کہ ان لوگوں نے دریا کو کوزے میں بند کر کے حجّرت واسعاً (تو نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا)۔ یہ فقرہ آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کے حق میں فرمایا تھا جس نے دعا کرتے ہوئے محبت بھرے لہجہ میں کہا تھا

اللھم ارحمنی و محمد و لا ترحم معنا احداً۔ (اے اللہ مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم کر۔ ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر۔ ثناء اللہ) کا الزام کیوں اپنے اوپر لیا اس لئے ہم اس امر کی تحقیق کرتے ہیں کہ کیا اتباع مرزا کو یہ وصف حاصل ہو گیا؟ کلا (ہرگز نہیں) سب سے پہلے ہم بڑے مرزا صاحب کی شہادت پیش کرتے ہیں آپ نے ایک جگہ لکھا ہے:

> اخی مکرم حضرت مولوی نور الدین صاحب سلمہ تعالی بارہا مجھ سے تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے اسلام علیک نہیں کر سکتے، چہ جائے کہ خوش خلقی اور ہم دردی سے پیش آویں۔ اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینہ پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔

(اشتہار التوائے جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء ص ۲ ملحق بشہادت القرآن از مرزا)

مرزا غلام احمد صاحب کی یہ تحریر دسمبر ۱۸۹۳ء کی ہے۔ اس کے بعد گمان ہو سکتا تھا کہ شاید مرزائی جماعت نے وہ صلاحیت حاصل کر لی ہے جو مرزا صاحب کی تشریف آوری سے مقصود تھی۔ مگر ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ قادیان کی خلافت ثانیہ کے زمانہ میں بھی خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو اپنی جماعت کی اخلاقی کمزوری کی وہی شکایت رہی جو مرزا صاحب متوفی کو تھی۔ آپ فرماتے ہیں:

مجھے نہایت افسوس ہے کہ ابھی تک ہماری جماعت میں اتحاد عمل کی روح پیدا نہیں ہوئی۔ کئی لوگ بعض معمولی اور ادنی باتوں پر آپس میں لڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے ناراض رہتے ہیں۔ (الفضل ۱۴ جنوری ۱۹۳۲ء)

اس کی مزید تصدیق لاہوری جماعت نے ان لفظوں میں کی ہے:

خلیفہ قادیان مغرور آدمی ہے اور اس کی جماعت بغض و کینہ رکھنے والی جماعت ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۸ جولائی ۱۹۳۵ء)

ناظرین کرام! فریقین کا یہ اعتراف اپنا مضمون بتانے کو کافی ہے۔ ان حوالہ جات کی روشنی میں جماعت مرزائیہ کے حق کوئی یوں کہے کہ: تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا، بالکل بجا ہے۔

مقام حیرت ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب متوفی اپنے کو محمد ثانی بحیثیت بعثت ثانیہ کہا کرتے تھے، اس لئے ضروری تھا کہ قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کی بعثت اولی کا جو نقشہ دکھایا ہے وہی نقشہ جماعت مرزائیہ میں پایا جاتا۔ ہم بطور نمونہ جماعت اولی (صحابہ کرام) اور جماعت ثانیہ (اتباع مرزا) کی تصویر عربی الفاظ میں پیش کرتے ہیں کیونکہ جماعت اولی کا ذکر قرآن کے عربی الفاظ میں ہے اسی مناسبت سے جماعت مرزائیہ کا ذکر بھی ہم عربی الفاظ میں ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

جماعت صحابہ:

محمد رسول الله و الذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم

جماعت مرزائیہ:

مرزا (علی قوله) رسول الله و الذین معه اشداء علی انفسهم متنازعون بینهم اشد تنازعاً

اعیان جماعت احمدیہ! اس مقابلہ کو ذرا انصاف کی نظر سے دیکھ کر بتاؤ کہ بعثت محمدیہ ثانیہ بعثت محمدیہ اولی کے مطابق ہے؟ اگر ہے تو یہ باہمی چپقلش کیوں ہے جس کا ثبوت حوالہ جات مرقومہ میں ملتا ہے۔ اگر مطابق نہیں تو:

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جولائی ۱۹۴۰ء مطابق ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ ص ۵۔۶)

خلیفہ قادیان کی دعائیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے یہ خطبہ دیا ہے کہ حکومت برطانیہ مجھ سے دعا کی درخواست کرے تو جنگ میں فتح یاب ہوسکتی ہے، اخبارات میں عجیب عجیب چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ ایک آریہ اخبار نے لکھا تھا کہ حکومت کو چاہیے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے منہ سے ایک نلکی لگادے اور اس کا دوسرا سرا میدان جنگ تک پہنچادے، تاکہ خلیفہ صاحب کے منہ کی دعا آلود ہوا دشمن کی فوج بھگا دے۔

خیر یہ تو ایک مذاق ہے کیونکہ دعا نلکی کے ذریعہ نہیں جایا کرتی بلکہ وہ براہ راست خدا کے پاس پہنچتی ہے۔ بڑے مرزا صاحب کا بھی یہ دعوی تھا کہ میری دعائیں قبول ہوتی ہیں ان کے اس دعوی کو اتباع مرزا خصوصاً مولوی محمد علی صاحب لاہوری رسالہ ریویو آف ریلی جنز میں بطور معجزہ پیش کرتے رہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جیسے باپ بیٹے کے مراتب میں فرق ہے، ایسے ہی ان کی دعاؤں میں بھی فرق ہے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ مرزا صاحب کلاں کی دعا قبول ہوتی تھی جو شخص ہمارے دعوی کو غلط سمجھے وہ بتائے کہ مرزا غلام احمد موصوف نے جو یہ دعا کی تھی کہ:

اے اللہ ہم دونوں (مرزا قادیانی اور ثناء اللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں فوت کر دے،

اس دعا کو آپ نے فیصلہ کن قرار دیا تھا۔ کیا کوئی ہے جو اس دعا کو غیر مقبول کہہ سکے۔ نہیں یہ دعا صحیح اور صریح طور پر قبول ہوئی جس کا نتیجہ پبلک نے بچشم خود دیکھ لیا مگر نہ ماننے والوں کا کیا علاج ؟

خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی دعاؤں کی تفصیل ہمیں ایک احمدی کے شائع کردہ ٹریکٹ (رسالہ) سے ملی ہے، جو درج ذیل ہے:

جناب خلیفہ صاحب نے اپنے خطبہ میں زوردار الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ اگر حکومت برطانیہ مجھ سے دعا کی درخواست کرے تو میری دعا کے سبب حکوت برطانیہ کو یقیناً فتح ہوگی۔ مخلص خلافت بھی جناب خلیفہ صاحب کے اس دعوی کو بڑی اہمیت دے رہے ہیں تا جناب خلیفہ صاحب کا تعلق باللہ اور دعاؤں میں غیر معمولی قبولیت ثابت ہو۔ لیکن ہم اس معمہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ایک طرف تو خلیفہ صاحب برٹش ایمپائر کی وفاداری کا راگ الاپا کرتے ہیں دوسری طرف یہ حال ہے کہ ان کی کامیابی کے لئے سچے دل سے دعا تک کرنے کو بھی تیار نہیں، جب کہ رعایا کا بچہ بچہ گورنمنٹ سے ہمدردی رکھتا ہے، اور ان کے عدل و انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے دلی اخلاص سے فتح کی دعائیں مانگ رہا ہے۔ اس وقت خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) حکومت کے مصائب میں اور اضافہ کرنے کا باعث بن رہے ہیں اور انہیں الٹا اپنے سامنے جھکانا چاہتے ہیں اور ان کی کامیابی کو مشکوک نظروں سے دیکھ رہے ہیں حالانکہ ہمارے بادشاہ کی کامیابی یقینی ہے۔

ہمیں تو ان کی وفاداری سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیوں ان مشکلات کی گھڑیوں میں بھی بغیر گورنمنٹ کی درخواست کے دعائیں نہیں کر سکتے۔

لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے اس بلند بانگ دعوی میں کہاں تک صداقت ہے اور ان دعاؤں کو کہاں تک قبولیت حاصل ہے اگر ان کی دعاؤں میں ایسی ہی قبولیت ہے جیسا انہوں نے دعوی کیا ہے تو میں پوچھتا ہوں

۱۔ جب آپ نے احمدیہ سٹور قوم کے ہزاروں روپئہ کے سرمایہ سے جاری

کیا تھا، اوراس میں آپ نے اپنی ذمہ داری پر لوگوں سے روپیہ لیا تھا، کیا اس کی کامیابی کے لئے دعائیں نہ کیں تھیں۔ اگر کی تھیں تو سٹور کیوں تباہ و برباد ہوا جسکے صدمے سے کئی احمدی پاگل ہو گئے اور بہت سارے اپنی تمام عمر کی کمائی سٹور میں تباہ و برباد کر کے مفلس و قلاش بن کر رہ گئے۔

۲۔ ایسٹرن ٹریڈنگ کمپنی میں قوم کا کس قدر روپیہ برباد ہوا۔ گلوب ٹریڈنگ کمپنی کا کس قدر سرمایہ تباہ ہوا۔ گڑ فیکٹری کا کیا حشر ہوا۔ پھر قومی سرمایہ سے قائم شدہ بک ڈپو کا سرمایہ کہاں گیا۔ یہ تمام کام جو قومی سرمایہ سے شروع ہوئے اور آپ کی زیر سرپرستی جاری رہے اور آپ ان کی ترقی اور کامیابی کے لئے دعائیں فرماتے رہے۔ کیا پھر بھی ان کا انجام ناکامی نہ ہوا۔ اس وقت آپ کی دعائیں کیوں کارگر نہ ہوئیں۔

۳۔ کیا جناب کو یاد نہیں کہ جب آپ کے نہایت قیمتی گھوڑے چور لے گئے اور آپ نے ان کی واپسی کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ گھوڑے تو کیا واپس آنے تھے الٹا آپ سے جھونکے کی رقم بھی لے کر کھا گئے۔ اس وقت آپ کی دعاؤں کو کیا ہوا۔

۵۔ پھر کیا جناب کو علم ہے کہ آپ نے دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان (جن کے آپ واحد مالک ہیں) کی ایک شاخ جب کٹرہ جیمل سنگھ امرتسر میں کھولی، جس کا افتتاح آپ نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے وہاں پہنچ کر لمبی چوڑی دعاؤں کے بعد کیا۔ اس کے بعد جو اس کا حشر ہوا کیا آپ بھول سکتے ہیں اس وقت آپ کی دعائیں کیوں بے اثر ہو گئیں۔

۵۔ نثار ہوزری قادیان کے لئے آپ نے احمدی احباب پر کس قدر زور ڈال کر سرمایہ وصول کیا۔ اس کا جو حشر ہو رہا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ اسکے لئے آپ دعائیں نہیں فرماتے۔

۶۔ قاضی محمد علی نوشہروی کو سزائے پھانسی سے بچانے کے لئے آپ نے نہ صرف خود ہی دعائیں کیں بلکہ تمام جماعت سے بھی دعائیں کروائیں، اور روزے رکھوائے، اور قوم کا ہزاروں روپیہ خرچ کر کے پریوی کونسل تک

اپلیں بھی کی گئیں ۔کیا اس وقت آپ کی دعائیں روزے اور اپلیں اکارت نہ گئیں اور قاضی محمد علی کو پھانسی نہ ہوئی ۔

۲ ۔کیا قادیان میں احرار کانفرنس کو روکنے کیلئے ایڑی چوٹی تک کا زور نہیں لگایا اور ہر رنگ میں اسکو روکنے کی کوششیں نہیں کیں ۔ پھر کیا احرار کانفرنس قادیان میں منعقد ہوئی یا نہ ۔اسوقت آپ کی دعائیں کہاں گئیں ۔

۸ ۔کیا احرار کانفرنس کے بعد سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو پھنسانے کے لئے کوئی کسر باقی رکھی ۔ نتیجہ کیا ہوا ۔ مقدمہ بخاری کے خلاف فیصلہ آپ کے خلاف ہوا۔جسکی اپیلوں وغیرہ پر قوم کا کم ازکم چالیس ہزار روپیہ کا خرچ بتایا جاتا ہے۔اس وقت آپ کی دعائیں کہاں جا چھپیں ۔

۹۔ چوہدری فتح محمد سیال کو (جوکہ آپ کے ناظر اعلیٰ ہیں) جب آپ نے الیکشن کے لئے کھڑا کیا ۔ کیا ان کی کامیابی کیلئے دعائیں نہ کی تھیں جب کہ ظاہرا طور پر قوم کا پسینہ کی جگہ لہو بہا کر کمایا ہوا روپیہ ہزاروں کی تعداد میں بے دریغ بہایا گیا اور صبح سے شام تک آپ خود بڑی عرق ریزی سے قادیان پولنگ سٹیشن پر ووٹ گزارتے رہے کیا پھر بھی اس میں ناکامی کا منہ دیکھنا نہ پڑا۔اسوقت آپ کی دعائیں کیوں رد ہوئیں ۔

۱۰۔کیا عزیز احمد قلعی گر کو پھانسی سے بچانے کے لئے آپ نے دعائیں نہ کیں ۔اور قوم کا ہزاروں روپیہ برباد کر کے پریوی کونسل تک اپلیں نہ کی گئیں ۔اور کیا آپ کی دعاؤں کا الٹا اثر یہ نہ ہوا کہ جب آپ نے قلعی گر کو بچانے کے لئے لاہور ہائی کورٹ میں اپیل کرائی تو ہائی کورٹ نے قاتل کو تو کیا بری کرنا تھا،الٹا آپ کے خلاف ہی ریمارکس پاس کر دیئے جس پر آپ نے ایک بیان کے دوران میں تسلیم کیا کہ ان ریمارکس سے جو آپ کے خلاف ہوئے جو آگ آپ کے دل کو لگی ہوئی ہے اسکو کوئی پانی ٹھنڈا نہیں کر سکتا ۔اب آپ خدارا غور فرمائیں کہ اب بھی آپ کی دعاؤں کی قبولیت میں شک کیا جا سکتا ہے۔

۱۱۔پھر آپ نے اس آگ کو بجھانے کیلئے تین قابل وکلاء کی خدمات حاصل

کر کے ہائی کورٹ میں ریکارکس حذف کرانے کی درخواست دی جس کے بالمقابل یہ خاکسار ایک معمولی سے وکیل کو ہی لیکر پیش ہوا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی تمام کوششیں اور دعائیں بے اثر ثابت ہوئیں اور اللہ تعالی نے اپنے فضل سے مجھ جیسے کمزور بے کس انسان کو فتح دی اور آپ کی اپیل خارج ہو گئی ۔

اسی قسم کے اور بیسیوں واقعات جنکی تفصیل کی اس جگہ گنجائش نہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ آج تک آپ کی دعائیں الٹ ہی اثر دکھاتی رہی ہیں اس کے بالمقابل آپ کے بعض سادہ لوح مردوں کا یہ لکھ دینا کہ ہمارا فلاں کام آپ کی دعاؤں سے ہوا کچھ حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ ایسے اتفاقی واقعات دنیا میں ہوتے ہی رہتے ہیں اور سادہ لوح مرید ایسے واقعات کو اپنے پیروں کی کرامات ہی ظاہر کیا کرتے ہیں دیکھنا تو یہ ہے کہ وہ امور جن میں آپ نے پوری کوشش توجہ اور انہاک سے دعائیں کیں اور قوم سے بھی کروائیں ان میں ناکامی کیوں ہوئی ۔ اس کا تو صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالی کے حضور رقطعاً کوئی خاص مرتبہ حاصل نہیں ۔ اور نہ ہی آپ کی دعاؤں میں غیر معمولی قبولیت ہے اور اس وقت آپ کا گورنمنٹ کو دعا کی درخواست کر نے کیلئے مائل کرنے کی کوشش کرنا محض حسن بن صباح والی چال ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے اپنے معترضین کے خلاف ہمیشہ دعا کا پاکیزہ اشتہار استعمال کرنے کی بجائے کفار والا گندہ حربہ (بائیکاٹ) استعمال کیا۔

اگر آپ یہ فرمائیں کہ اس وقت آپ کو یہ مقام حاصل نہ تھا جواب ہوا ہے تو اب بھی ہماری طرف سے آپ کو کھلا چیلنج ہے کہ اگر آپ کو یقین ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ اور مقرب بن چکے ہیں اور وہ الزامات جو آپ کی ذات پر آئے دن لگ رہے ہیں غلط اور بے بنیاد ہیں تو آؤ اللہ تعالی کے حضور میں مل کر دعا کریں اور میدان مباہلہ میں نکلیں تا روز روز کا جھگڑا ختم ہو کر حق و باطل میں فیصلہ ہو ۔ اور وہ تمام سعید روحیں جو آپ کی بریت ثابت نہ کرنے کی وجہ سے ہدایت سے محروم ہو چکی ہیں ہدایت پانے میں ..

وہ تمام مذبذب جو اس تنازع کی کی وجہ سے تذبذب میں پڑتے ہیں اور وہ تمام مخلصین جماعت جو منافق قرار دیئے جا چکے ہیں راہ راست پر آئیں اور تمام اعتراضات جو آئے دن ان حالات کی وجہ سے سلسلہ پر لگ رہے ہیں ختم ہوں۔

بالآخر میں امید کرتا ہوں کہ آپ سلسلہ احمدیہ اور اس کے بانی کی عزت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضرور میدان مباہلہ میں نکلیں گے اور اگر آپ نے میدان مباہلہ میں آنے کی جرأت کی تو میں نہ صرف اکیلا ہی بلکہ کم ازکم بیس افراد کو اپنے ہمراہ لاؤں گا جو دعا مباہلہ میں شریک ہوں گے اور کم ازکم دو ہزار ایسے اشخاص بھی ساتھ لاؤنگا جو ہمیشہ کے لئے اس نشان کے زندہ گواہ ٹھہریں گے لیکن اگر آپ اللہ تعالی کی وعید و لا یتمنوہ ابداً بما قدمت اید یھم سے ڈر گئے اور میدان مباہلہ میں نہ نکلے تا یاد رکھیں کہ آپ کے وہ تمام دعاوی جن کو آپ آئے دن کرتے رہتے ہیں غلط اور بے بنیاد ٹھہریں گے اور ماننا پڑے گا کہ آپ کو اللہ تعالی کے حضور ہرگز ہرگز کوئی مرتبہ حاصل نہیں اور آپ کا اپنی طاقت کے نشہ میں ہم کمزور اور بے کس احمدیوں کو منافق قرار دینا غلط اور ظلم عظیم ہے ورنہ کسی ایک خدا کے برگزیدہ کی مثال پیش کرو جو منافقوں کے بالمقابل میدان مباہلہ میں نہ نکلا ہو

و السلام علی من اتبع الھدی ۔

خاکسار: حکیم عبدالعزیز احمدی سکرٹری انجمن انصار احمدیہ قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان نکی دعاؤں کی قبولیت کے بارے میں ہمیں شک رہتا تھا، ہم چاہتے تھے کہ یہ شک زائل ہو جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ حکیم عبدالعزیز صاحب کے رسالہ مذکورہ بالا کو دیکھنے سے ہمارا شک زائل ہونے کی بجائے اس درجہ تک پہنچ گیا کہ ہم خلیفہ صاحب کے حال کے بارے میں عرفی کا یہ شعر صحیح پاتے ہیں

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال مے تواں بتمنا گریستن

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے ان واقعات میں دعا کرنے سے انکار کیا ہے اور دعا کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ دعا اس کو کہتے ہیں کہ تا حصول مقصد خدا سے مسلسل درخواست کی جائے۔ (الفضل ۲۰ جولائی)۔

شائد خلیفہ صاحب بڑے مرزا صاحب کی دعا بھول گئے جو انہوں نے، مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ، کے عنوان سے بدیں الفاظ شائع کی تھی:

اے خدا مجھ میں اور مولوی ثناء اللہ میں سچا فیصلہ کر کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔،

اس درخواست کا نام مرزا غلام احمد صاحب نے دعا رکھا ہے اور میاں محمود احمد صاحب نے بھی رسالہ تشحیذ الاذہان میں اس کو دعا کہا ہوا ہے، حالانکہ اس کی قبولیت کا اظہار ایک سال ایک ماہ سے زیادہ عرصہ بعد ہوا تھا یعنی ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کی ہوئی دعا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو قبول ہوئی جب کہ مرزا صاحب قادیانی فوت ہو گئے۔

اب خلیفہ صاحب کی تحریر کے مطابق یہ دعا، دعا نہیں۔ مگر ان کے والد بزرگوار کی تصریح کے مطابق یہ دعا ہے۔ اس اعتراض کو اٹھانا خلیفہ صاحب موصوف کا کام ہے دیکھئے۔ اس کے جواب میں کیا کہتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جولائی ۱۹۴۰ء مطابق ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ، ص ۷۔۹)

(خلیفہ قادیان کی دعاؤں کی تاثیر کے متعلق پیغام صلح میں ایک مضمون بایں الفاظ شائع ہوا:

<u>الفضل کیوں خاموش ہے</u>

پیغام صلح مورخہ ۲۶ جون ۱۹۴۰ء میں ہم نے ایک مقالہ افتتاحیہ جناب خلیفہ صاحب قادیان اور موجودہ جنگ، کے عنوان سے لکھا تھا جس میں اس امر کی خوب وضاحت کی گئی تھی کہ موجودہ جنگ جناب میاں صاحب (مرزا محمود احمد) کی دعاؤں اور بددعاؤں سے برپا نہیں ہوئی بلکہ اس کی وجوہات خالص عمرانی اخلاقی اور معاشی ہیں۔

جس کے جواب میں معاصر الفضل نے تحکمانہ انداز میں

دعاؤں کے متعلق حضرت مسیح موعود کی تعلیم سے غیر مبایعین کی ناواقفیت،

کے عنوان سے ایک مضمون لکھا۔ جس کا جواب پیغام صلح مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۴۰ء میں دے دیا گیا معاصر الفضل کا جواب دلائل کے لحاظ سے بالکل تشنہ تھا، غالبا اس کی فرو مائیگی کو محسوس کرتے ہوئے جناب میاں صاحب (محمود احمد) نے ایک طویل ہمارے اس مضمون کے متعلق دیا جو الفضل اور سن رائز میں چھپ چکا ہے

لیکن جناب میاں صاحب نے بھی ہمارے اصل سوال کو چھوا تک نہیں، بلکہ سارا زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ جماعت لاہور کے افراد دعاؤں کی قبولیت کے قائل نہیں ہیں۔

یہ درست نہیں ہے۔ ہم، خداوندتعالی کے فضل و کرم سے دعاؤں کی قبولیت کے قائل ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ خداوند تعالی اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ہمارا یقین محکم ہے کہ خداوندتعالی نے حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کو سنا۔

ہمیں جو اعتراض تھا وہ جناب میاں (محمود) صاحب کی تحدی پر تھا۔ جناب میاں صاحب نے اپنی تقریر میں کہا تھا:

مجھے یقین کامل ہے کہ اگر یہ انگریز سچے طور پر توحید کا اقرار کر کے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالی ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا لیکن ابھی انہیں اپنی طاقت پر بہت گھمنڈ ہے اور ان کے لئے یہ ماننا سخت مشکل ہے کہ قادیان میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی دعا سے ہٹلر کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں۔

ہم نے اس تحدی پر اعتراض کیا تھا۔ کیونکہ یہ تحدی خلاف اصول تھی جو دعاؤں کے متعلق حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے قائم کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے نزدیک سوائے ان دعاؤں کے جو فرض اور عبادت میں شامل ہیں ضروری نہیں کہ اللہ تعالی سب دعاؤں کو قبول کرے۔ یہ اس کی مرضی ہے چاہے تو قبول کرے اور چاہے تو رد کر دے۔

سوایک مٹی کا بنا ہوا ضعیف اور عام انسان اپنی کسی خاص دعا کے متعلق اپنی طرف سے تحدی نہیں کرسکتا کہ وہ دعا یقیناً قبول ہوگی۔ ہاں اگر یہ وثوق مشیت الٰہی سے مشروط ہو تو ایک علیحدہ بات ہے۔ اس صورت میں وہ وثوق بھی خدا تعالی کی مشیت میں شامل ہوتا ہے ورنہ اس کے علاوہ جو شخص بھی تحدی کرے گا وہ شرک فی التوحید کا مرتکب ہوگا۔

اپنی دعا کی قبولیت کے متعلق کون شخص دعوی کرسکتا ہے دعاؤں کے متعلق تو بعض دفعہ انبیاء کو بھی زجر وتوبیخ کر دی جاتی ہے اور جناب میاں صاحب تو عام انسانوں کی صف میں ہیں..

(پیغام ۲۱صلح لاہور جولائی ۱۹۴۰ء ص ۴)

حکیم عبدالعزیز احمدی نے مذکورہ بالا مضمون میں جن الزامات کی طرف اشارہ کیا کہ جو آئے دن مرزا محمود احمد صاحب کی ذات پر لگ رہے تھے، ان الزامات کا ذکر قادیانی پریس میں کئی بار ہوا ہے۔ اخبار پیغام صلح لاہور میں ۱۹۲۹ء کے ایک شمارے میں ذیل کا مضمون ہوا:

نادان مرید

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء میں اللہ دتا صاحب جالندھری سکرٹری انجمن احمدیہ خدام الاسلام کا حسب ذیل استفتاء شائع ہوا ہے:

الف نے ب پر الزام زنا لگایا مگر چار گواہ پیش نہیں کرتا بلکہ اس سے عاجزی کا اقرار پیش کر کے شریعت کے اس حکم کو ناممکن العمل قرار دیتا ہے۔ اور ب سے مطالبہ حلف کرتا ہے بلکہ اس کو مباہلہ کی دعوت دیتا ہے۔ ب مطالبہ حلف اور مباہلہ کو اس باب میں نا جائز قرار دیتا ہے از روئے شریعت اسلامیہ حقیقت اور اصلیت کیا ہے۔

اسی اخبار میں مذکورہ بالا سوال کے متعلق یہ فتوی درج کیا گیا ہے

الزام زنا کا ثبوت بے شک چار شاہدوں سے ہوتا ہے۔ اگر الزام لگانے والا شہادت مکمل پیش نہ کر سکے تو ملزم کا حق ہے کہ اس پر دعوی ہتک کر کے سزا دلائے مگر یہ دونوں صورتیں عدالت کے متعلق ہیں۔ یعنی گواہوں کا لینا یا دعوی کا سننا۔ قاضی وحاکم کا یہ کام ہے۔ اگر حکومت تک یہ معاملہ نہیں گیا تو ملزم کو چاہیے کہ جو الزام لگانے سے اس کی نسبت لوگوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا ہوگئی ہے یا ہونے کا احتمال ہے، اس کو بحکم حدیث اتقوا موا ضع التھم حلف اٹھا کر یا مباہلہ کرنے سے دور کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرتﷺ اعتکاف میں تھے آپ کی بیوی صفیہؓ ملنے آئیں آپ ان کو رخصت کرنے کے لئے دروازہ مسجد تک تشریف لے گئے ۔دونوں میاں بیوی دروازہ پر کھڑے تھے اتنے میں دو شخص سامنے سے گذرے حضور نے فرمایا علی ر سلکما (ٹھہرو) ٹھہرا کر فرمایا کہ یہ صفیہ میری بیوی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کیا حضور ہم میں سے کوئی بدگمان ہوسکتا تھا؟ فرمایا شیطان انسان کے خون میں جاری ہو کر اثر کر جاتا ہے۔ آج نہیں تو کل بدگمانی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔

ہمیں تعجب ہے کہ جن لوگوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے انہی سے فتویٰ بھی طلب کیا جاتا ہے۔ جھگڑا تو تھا میاں صاحب اور ان مریدوں کے درمیان تھا کہ مرید ان پر کچھ الزام لگاتے تھے اور میاں صاحب سے مطالبہ حلف کرتے تھے اور اس مطالبہ حلف اور مباہلہ کی تائید میں حضرت مسیح موعود کی بعض تحریروں کو پیش کرتے تھے۔ مگر اس جھگڑے میں قادیانی مولوی فاضل صاحب کا حضرت صاحب کو چھوڑ کر ان علماء کی طرف رجوع کرنا جن کو وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں سمجھتے الغریق یتشبث بالحشیش کا مصداق ہے یعنی ڈوبتا ہوا آدمی تنکوں کا سہارا پکڑتا ہے

رجوع کرنا چاہیے تھا قرآن شریف کی طرف جہاں شہادت کے نہ ہونے کی صورت میں میاں بیوی کے لئے اگر ان میں سے ایک دوسرے پر الزام دے قسم کھانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یا حدیث کی طرف رجوع ہونا۔ یا بالآخر حضرت مسیح موعود کی تحریروں کی طرف۔ مگر ان سب کو چھوڑ کر ان علماء کی طرف رجوع کرنا جن کو عقیدۃً کافر سمجھا جاتا ہے شائد صرف اسی غرض سے تھا کہ اگر وہاں سے فتویٰ مل جائے کہ ایسے حالات میں حلف اٹھانا خلاف شریعت ہے تو اسی کا سہارا لیا جائے۔ میاں صاحب کو چاہیے کہ ایسی مذموم حرکات سے اپنے مریدوں کو روکیں جو واقعی ان کے نادان دوست معلوم ہوتے ہیں۔

(پیغام صلح لاہور ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء مطابق ۲۶ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ جلد ۱۷ نمبر ۲۷ ص ۲)

اسی طرح ۱۹۴۲ء کے پیغام صلح کے ایک شمارے میں مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کی تحریر شائع ہوئی جس کا ایک حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

<u>میاں محمود احمد صاحب قادیانی پر الزامات کے متعلق ہمارا طریق عمل</u>

فرقان جولائی ۱۹۴۲ء میں جناب چوہدری محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ ای اے سی کا بیان کہ

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری اور اس کے ساتھیوں کے الزامات محض جھوٹ ہیں

کے عنوان سے ایک مضمون نکلا ہے۔ اس کا ایک کٹنگ میرے پاس کسی دوست نے جواب کے لئے بھیجا ہے۔ اگر مضمون کو چوہدری صاحب کے بیان تک محدود رکھا جاتا تو مجھے قطعاً ضرورت نہ تھی کہ اس معاملہ میں کچھ لکھتا مگر مجھے خواہ مخواہ درمیان میں لا کر اس مضمون میں یہ لکھا گیا ہے

کہ میں ان الزامات کو غلط بھی قرار دیتا ہوں جو جناب میاں (محمود احمد) صاحب کے مرید... ان پر لگاتے ہیں اور ان کی تشہیر میں مدد دیتا ہوں حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔

میاں (محمود احمد) صاحب کے نادان دوست ان الزامات کی تشہیر خود کر رہے ہیں اور پھر الزام دوسروں پر دیتے ہیں۔ ایسے ناپاک الزامات کے معاملہ میں جن کے لگانے والے میاں صاحب کے اپنے مخلص مرید ہیں جس قدر خاموشی اختیار کی جاتی بہتر تھا اگر اس میں کوئی بولنے کا حق رکھتا تھا تو وہ خود میاں (محمود احمد) صاحب تھے اور ان کے لئے دو موقعے ایسے آئے تھے کہ وہ پبلک کو مطمئن کر سکتے تھے۔

پہلا موقع وہ تھا جب مولوی عبدالکریم مباہلہ والے نے میاں صاحب سے ان الزامات پر مباہلہ کرنا چاہا تھا اگر وہ اس کو منظور کر لیتے تو ان الزامات کے سچا یا جھوٹا ہونے کا فیصلہ ہو جاتا مگر قادیان کی منطق عجیب ہے میاں صاحب نے فرمایا کہ میں اس بات پر مباہلہ کرنے کو تیار ہوں کہ زنا کے الزام پر مباہلہ کرنا جائز ہے یا نہ، مگر اس بات پر مباہلہ کرنے کے لئے تیار نہیں کہ مجھ پر زنا کا الزام سچا ہے یا جھوٹا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود کی صاف تحریر موجود ہے کہ زنا کے الزام پر مباہلہ ہوسکتا ہے۔ جناب میاں صاحب نے اس معاملہ میں حضرت مسیح موعود کے جواز مباہلہ کے فیصلہ کے ہوتے ہوئے مباہلہ سے انکار کر کے کوئی اچھا اثر پبلک پر پیدا نہیں کیا۔

اس پر کچھ عرصہ گذر گیا تو ایک جماعت مخلصین کی قادیان سے اٹھی جس نے اسی قسم کے بلکہ اس سے بھی بدتر الزامات کے متعلق تحقیقات کا مطالبہ کیا اور اپنی ہی جماعت کے کمیشن کے سامنے اپنا ثبوت پیش کرنے کے لئے میاں صاحب سے درخواست کی۔

یہ بات کس قدر معقول تھی مگر میاں (محمود احمد) صاحب نے اس مطالبہ کو بھی منظور نہ کیا اور تحقیقات کے ذریعہ سے بھی اصل حقیقت کو ظاہر نہ ہونے دیا۔

ایک پیغمبر حضرت یوسفؑ پر جھوٹا الزام لگتا ہے تو وہ قید خانہ سے نکلنے سے انکار کرتے ہیں جب تک کہ ان پر الزام کی تحقیقات نہ ہو جائے۔ اور وہ تحقیقات بھی ایک غیر بادشاہ کے ذریعہ کرائی اور جھوٹ کا جھوٹ ہونا ظاہر ہوگیا۔ مگر میاں صاحب نے خود اپنی جماعت کے کمیشن کے سامنے بھی تحقیقات سے انکار کر دیا۔ مریدوں کا سوال نہیں دنیا اس سے کیا نتیجہ نکالے گی؟ تو میاں صاحب کے مریدوں نے اب ان الزامات جھوٹا ثابت کرنے کے لئے جنہیں خود میاں صاحب جھوٹا ثابت کرنے کی جرأت نہیں رکھتے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ لوگوں کے پاس

دوڑے پھرتے ہیں کہ تم ان الزامات کو غلط سمجھتے ہو یا صحیح اور کیا تم خیال کرتے ہو کہ میاں صاحب (مرزامحمود احمد) سے ایسے ناکردنی افعال سرزد ہوئے ہوں گے۔ اگر کہیں بیس میں سے ایک نے کہہ دیا کہ نہیں، تو بس اسی کو لے دوڑے کہ دیکھو یہ ثابت ہو گیا کہ میاں صاحب (مرزامحمود احمد) پر یہ الزامات غلط ہیں اور باقی انیس کا نام نہ لیں گے۔

یہ مریدوں نے نرالا طریق پیر کی بریت کا اختیار کیا ہے۔ کسی ایسے مرید سے ہی دریافت کر لیتے جو جج ہو یا جج رہ چکا ہو کہ کیا اس طریق سے کبھی کسی ملزم کی بریت ثابت ہوگئی ہے کہ ملزم خود تو کہے کہ میں نہ الزامات کا جواب دوں گا، نہ بریت کا ثبوت پیش کروں گا، نہ تحقیقات ہونے دوں گا، نہ بالمقابل حلف اٹھاؤں گا، اور ایک تیسرا شخص عدالت میں آ کر کہہ دے کہ میں ان الزامات کو غلط سمجھتا ہوں کیونکہ یہ شخص ایک بڑا لیڈر ہے، اور اس بلند مقام کے لحاظ سے اس سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایسے افعال کا ارتکاب کرے۔

چوہدری محمد اسماعیل صاحب کا بیان جسے بڑے فخر سے شائع کیا گیا ہے وہ کیا ہے؟ صرف اس قدر کہ میاں صاحب (مرزامحمود احمد)، حضرت مسیح موعود کے فرزند ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ایسا کام نہیں کیا۔

مگر کیا نیکوں کے فرزندوں کے برا کام کرنے کی کوئی مثال نہیں؟

یا یہ کہ میاں صاحب (مرزامحمود احمد) چونکہ قادیان میں رہتے ہیں جہاں حضرت مسیح موعود رہتے تھے اسلئے انہوں نے ایسا کام نہیں کیا،

تو کیا صلحاء کے رہنے کے مقامات پر اور اچھے لوگوں کی گدیوں پر زنا اور شراب خوری اور طرح طرح کی بدکاریاں نہیں ہوتیں؟

یا یہ کہ میاں صاحب (مرزامحمود احمد) چار بیویوں کے خاوند ہیں، اسلئے ان کے نزدیک وہ زنا کا ارتکاب نہیں کر سکتے۔ حالانکہ نہ کسی کا مجرد ہونا اس کی زناکاری کی دلیل ہے، نہ کسی کا چار چھوڑ چار سو بیویوں کا خاوند ہونا اس کی پاک بازی کی شہادت ہے۔

اگر میاں صاحب کے مرید دنیا کو ان الزامات کے جھوٹا ہونا کا قائل کرنا چاہتے ہیں تو اس کی اب بھی وہی دو سیدھی راہیں ہیں۔ وہ میاں صاحب کو تیار کریں کہ الزام لگانے والوں کے مقابلہ پر مباہلہ کریں یا جس طرح شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے کہا ہے اپنی جماعت کا ایک کمیشن مقرر کر کے ان الزام لگانے والوں کو موقعہ دیں کہ وہ اپنے ثبوت ان الزامات کی تائید

میں پیش کریں اور میاں صاحب (مرزا محمود احمد) ان کا جواب دیں....
ہم نے تو انتہائی شرافت سے کام لیا۔ کبھی ان گندے الزامات سے بھری ہوئی تحریروں کو شائع نہیں کیا جو میاں صاحب کے مریدوں نے شائع کیں۔ کبھی ان گندے الزامات سے بھرے ہوئے بیانات کا نام نہیں لیا، جو ایک کثیر تعداد میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ اور یہ باوجود اس کے کہ میاں صاحب نے ہمارے خلاف جو کچھ مل سکا ہے اسے شائع کرنے پر اپنے اخباروں کی پیٹھ ٹھونکی۔ میں تو ان باتوں کو لکھنا بھی نہ چاہتا تھا مگر میں مجبور ہوں کہ جب میرے متعلق غلط بیانی کی جائے تو اسکی تردید کروں۔
اب میاں (مرزا محمود احمد) صاحب کا اختیار ہے کہ اپنے مریدوں کو سمجھائیں یا نہ سمجھائیں کہ ناپاک الزامات کی تشہیر کا موجب وہ خود ہیں۔ خاکسار محمد علی۔ ڈلہوزی۔ ۲۹ جولائی ۱۹۴۲ء
(پیغام صلح ۲۹ جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۱۴ رجب ۱۳۶۱ھ جلد ۳۰ نمبر ۱۳۱)
اور پیغام صلح کے ۱۹۴۷ء کے ایک شمارے میں ذیل کی تحریر شائع ہوئی:

قاضی کا جرم:

جناب میاں محمود احمد صاحب اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۱۴ فروری (مندرجہ الفضل ۲۱ فروری) میں ارشاد فرماتے ہیں:
شریعت کہتی ہے کہ بدکاری کے جب تک چار گواہ نہ ہوں اس وقت تک ان کی گواہی قبول نہ کی جائے۔ لیکن کسی موقعہ پر کوئی شخص اکیلا گواہ ہے اور معاملہ کسی طرح قاضی کے پاس پہنچتا ہے اور قاضی اس کو گواہی کے لئے بلاتا ہے تو وہ قاضی کو کہہ سکتا ہے کہ میں نے دیکھا یا نہیں دیکھا اس کا سوال نہیں لیکن آپ کو گواہی لینے کا حق نہیں جب تک چار گواہ نہ ہوں۔
غرض اس جرم میں شریعت قاضی کو مجرم ٹھہراتی ہے کہ اس نے اس سے شہادت کیوں طلب کی اور اس شخص نے شریعت کی ہتک نہیں کی بلکہ قاضی نے شریعت کی ہتک کی ہے کہ صرف ایک آدمی سے گواہی مانگی۔
معلوم نہیں یہ کون سی شریعت ہے جو ایک سچی گواہی طلب کرنے پر قاضی کو مجرم ٹھہراتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ گواہ کافی نہ ہونے یا مقدمہ کا ثبوت بہم نہ پہنچنے کی وجہ سے قاضی مقدمہ کو خارج کردے۔ لیکن گواہی لینے کو شریعت کی ہتک قرار دینا اور قاضی کو مجرم ٹھہرانا جناب میاں (

محمود احمد) صاحب ہی کی انوکھی اختراع ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی غور طلب ہے کہ اگر ایک ہی شخص کی بدکاری کے مختلف واقعات کے ایک ایک یا دو دو گواہ ہوں، جن سب کی مجموعی تعداد چار یا ان سے کہیں زیادہ ہو جائے، تو کیا ایسی صورت میں بھی ان سے گواہی طلب کرنے پر قاضی ہی کو مجرم ٹھہرایا جائے گا، اور بدکاری کا مرتکب بری قرار دیا جائے گا۔ بینوا و تو جروا (پیغام صلح لاہور ۱۹ مارچ ۱۹۴۷ء ص ۴)

قادیانی اور مباہلہ

بما قدّمت ایدیھم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ ہوا مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے اپنے مخالفوں کو مباہلے کا حربہ دکھا کر دھمکایا تھا، لیکن اللہ کا ایک بندہ (صوفی عبدالحق غزنوی امرتسری) اس حربے سے نہ ڈر کر سامنے آیا، اور عیدگاہ امرتسر میں مرزا صاحب قادیانی سے مباہلہ کیا۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا غلام احمد صاحب، صوفی عبدالحق صاحب کے سامنے وفات پا گئے اور صوفی عبدالحق ان کے بعد سات سال تک زندہ رہے۔

یہ مباہلہ ..۱۸۹۳ء میں ہوا تھا اور اس سے پندرہ ماہ بعد مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی متعلقہ آتھم (عیسائی مناظر) جھوٹی نکلنے پر چاروں طرف سے مرزا صاحب پر حملوں کی بوچھاڑ ہونے لگی، اور بقول مرزا صاحب مباہلہ مذکور پر سوا سال گذر چکا تھا اس موقع پر صوفی عبدالحق غزنوی نے اشتہار دیا جس میں اپنی فتح اور قادیانی کی شکست ظاہر کرنے کو یہ شعر لکھا:

مدد ہے مباہل کو یہ آسمانی
ہوئی جس سے ہے ذلت قادیانی

مرزا غلام احمد صاحب نے ۱۸۹۶ء میں کتاب انجام آتھم لکھی اس میں چند علماء کو مباہلہ کی دعوت دی مگر جوں ہی کوئی عالم آمادگی ظاہر کرتا، آپ پھسل جاتے اور

کوئی نہ کوئی بہانہ پیش کر کے مباہلہ کوٹال دیتے ۔چنانچہ میرے متعلق مرزا غلام احمد صاحب کو جب خبر ملی کہ میں ان سے مباہلہ کے لئے تیار ہوں تو جھٹ یہ کہہ دیا کہ

ہم مولوی ثناء اللہ کے ساتھ مباہلہ اس وقت کریں گے جب ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے گی اور ہم وہ کتاب مولوی صاحب کو بھیج دیں گے۔اگر مولوی صاحب ہمارے دلائل پڑھ کر بھی کہیں گے کہ میری تسلی نہیں ہوئی تو پھر ہم ان کی درخواست پر ان کے ساتھ مباہلہ بھی کر لیں گے

(اخبار الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

حاشیہ نشینان دربارمصر نے اس جواب کی بڑی تحسین کی۔لیکن جب ۱۵ مئی کو کتاب چھپ کر شائع ہوگئی مگر میرے پاس نہ پہنچی تو میں نے طلب کی۔مرزا غلام احمد صاحب کی طرف سے اس کا جواب آیا کہ اب مباہلہ کی حاجت نہیں رہی کیونکہ ہم تمہارے حق میں دعا فیصلہ کر چکے ہیں۔یہی معنی ہیں اس شعر کے:

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفاء ہی کریں گے
کیا وعدہ انہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

جب بڑے میاں کی جرأت کا یہ حال ہے،تو چھوٹے میاں (مرزا محمود احمد) کی ہمت کا اندازہ کرنا بالکل آسان ہے۔

قصرخلافت قادیان کے دربان اخبار فاروق نے اپنی ۲۸ مئی ۱۹۴۰ء کی اشاعت میں مجھے مباہلے کا چیلنج دیا تھا۔جس کا جواب اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۱ جون ۱۹۴۰ء میں قبولیت کے الفاظ میں دیا گیا جو ناظرین کی نظر سے گزرا ہوگا۔یہ جواب کیسا صاف مدلل اور معقول تھا،مگر قادیانی اور معقول پسندی

ضدّان مفترقان ای تفرق

ہم نے سمجھا تھا کہ عنقریب مباہلہ ہو جانے کے بعد قادیانیوں کا یہ ارمان بھی نکل جائے گا۔گو ہم جانتے تھے کہ جو لوگ خدائی فیصلہ سے بھی ہدایت یاب نہیں ہوئے ان کو کوئی چیز رہنمائی نہیں کرسکتی ،کیونکہ ان کی حالت وہی ہو جاتی ہے جس کو بانی فطرت ان الفاظ میں بتاتا ہے

ان یّروا سبیل الرشد لا یتّخذوہ سبیلا ۔

مباہلہ مذکورہ پر ہماری آمادگی دیکھ کر اخبار فاروق قادیان نے وہی راہ اختیار کی جو بڑے میاں (مرزا غلام احمد قادیانی) نے کی تھی۔ یعنی لکھ دیا کہ مباہلہ کی وہ تمام شرائط تسلیم کرو جو ہم نے خواجہ حسن نظامی دہلوی اور سید محمد شریف گھڑیالوی، علمائے دیو بند اور مجلس احرار کے سامنے پیش کی تھیں۔

قادیانی دوستو! غور سے سنو۔ ہمارا تمہارا معاملہ خاص ہے جس میں (دہلوی ہو، یا گھڑیالوی، احرار ہوں یا ابرار) کوئی بھی ہمارا شریک نہیں ہے کیونکہ ہم یوسف کے خریدار اس وقت سے ہیں جب کہ وہ ابھی مصر میں بھی نہیں آیا تھا۔ اگر نہ سمجھے ہوں تو سنو ہم یہ مضمون ایک شعر کی صورت میں تم کو سمجھاتے ہیں

ہم سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

آئندہ ایسی غلطی کا ارتکاب کبھی نہ کرنا کہ ہمیں کسی اور کے فعل کا پابند بناؤ۔ سنو ہم تینوں (میں، مرزا کلاں، اور مرزا خرد) میں جو نسبت ہے وہ کسی اور میں نہیں ہے۔ اس مباہلہ کے لئے آپ مرزا صاحب خرد (مرزا محمود احمد) کو امرتسر کی عیدگاہ متصل کمپنی باغ میں لے آیئے جہاں مرزا صاحب کلاں نے مباہلہ کیا تھا اور میں بھی وہاں پہنچ جاؤنگا۔ حسب ارشاد مرزا صاحب کلاں مندرجہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ہم خلیفہ صاحب کے ساتھ مباہلہ کریں گے چلے آؤ۔ ورنہ:

خاموش کہ ایں شور و فغان چیزے نیست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔ اگست ۱۹۴۰ء مطابق ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۴۰ ص ۵)

ایک سوال کا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ایک صاحب مولوی فضل صاحب چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مرید تھے۔ آپ مرزا صاحب کی ارادت میں یہاں تک ترقی کر گئے تھے کہ مدعی الہام بن کر پیش گوئیاں کرتے تھے۔ آخری عمر

میں آپ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ارادت سے تائب ہوگئے تھے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر میں کبھی کبھی تفریح کے طور پر ان کے الہام شائع ہوتے تھے۔ چنانچہ اہل حدیث ۲۸ جون ۱۹۳۵ء کے پرچہ میں بھی ان کا ایک الہام شائع ہوا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

> ۳۔ جون ۱۹۳۱ء کو خدا تعالی نے عربی ممالک کے متعلق ایک قافیہ دار فقرہ میں یہ خبر فرمائی۔ یہ آئندہ کے لئے خبر ہے کہ، عربی دنیا مٹ جائے گی دیکھ لینا دوستو!
>
> مورخہ ٦ جون کو میں نے خدا تعالی کے حضور میں یہ عرض کی کہ آیا یہ قومیں اسلام کی طرف آئیں گی یا نہیں؟
>
> اور پھر عرض کی گئی کہ ان کو اسلام میں لانے کی کتنی مہلت عطا فرمائی گئی؟
>
> اس کا جواب خدا تعالی نے عربی زبان کے لہجہ میں بالفاظ ذیل مرحمت فرمایا عشرین سنة یعنی بیس سال کے عرصہ کے اندر اسلام میں آ گئے تو یہ ممالک بچ جائیں گے ورنہ فنا کئے جائیں گے۔ پہاڑ اڑیں گے اور سمندر اچھل پڑے گا۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۸ جون ۱۹۳۵ء ص ۴)

اس اقتباس کی بنا پر ایک صاحب نے یہ سوال بغرض جواب بھیجا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

> پرچہ اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۸ جون ۱۹۳۵ء میں مولوی فضل احمد کی پیش گوئی لکھی ہے۔ اب جب کہ یورپ میں جنگ چھڑی ہوئی ہے اور وہ پیش گوئی قریب قریب عمل میں آ رہی ہے آپ کا کیا خیال ہے۔
>
> مدیر کاشف از علی گڑھ

ہم نے پرچہ مذکورہ کی عبارت ساری نقل کر دی ہے تاکہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

پیش گوئی مذکورہ کا مضمون صاف ہے کہ اس کی تاریخ اشاعت ۳ جون ۱۹۳۱ء سے بیس سال بعد یعنی ۳ جون ۱۹۵۱ء تک یورپ کو مشرف باسلام ہونے کی مہلت دی گئی ہے۔ اس عرصہ میں اہل یورپ اگر مسلمان ہوگئے تو بچ رہیں گے، ورنہ

تباہ کئے جائیں گے۔

موجودہ جنگ کو اس سے کیا تعلق؟

ہماری سمجھ تو یہ رہنمائی کرتی ہے کہ یہ جنگ اس پیش گوئی کی تردید کر رہی ہے ۔ایک تو اس لئے کہ موجودہ جنگ بیس سالہ مہلت گزرنے سے پہلے آگئی ہے، دوسرے اس لئے کہ یورپ میں اسلام کی تبلیغ اور اس کی تکذیب کا قابل ذکر سلسلہ شروع ہی نہیں ہوا ۔ نہ وہاں تبلیغ ہوئی نہ تصدیق یا تکذیب ۔ بہر حال یہ گونگے کی بولی ہے جسے گونگے کی ماں ہی سمجھ سکتی ہے ۔

مولوی صاحب اگر قادیانی ارادت سے تائب ہو کر نہ مرے ہوتے، تو ہم ان کی پیش گوئی پر یہ شعر پڑھ دینا کافی سمجھتے:

بک گیا ہے جنوں میں کیا کیا
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔ اگست ۱۹۴۰ء مطابق ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۴۰ ص ۶)

سید احمد شہید، قادیانی کے مقدمۃ الجیش تھے؟

جناب شاہ محمد ہادی عطا سلونی، رائے بریلی سے لکھتے ہیں:

نئی کتابوں پر تبصرہ کرنا ایک بہت ہی مفید اور عمدہ کام ہے۔آج کل کے تمام علمی پرچے قریب قریب یہ کام انجام دیتے ہیں۔

مارچ ۱۹۳۹ء میں ہندوستان کی سب سے بڑی تحریک جہاد کے ہیرو حضرت سید احمد شہید کی سیرت شائع ہوئی ہے۔ بہت سے رسالوں نے اس پر تبصرہ کیا اور ریویو لکھے۔لیکن جون ۱۹۴۰ء کے ریویو آف ریلی جنز میں کتاب مذکور پر تبصرہ کی سرخی پڑھ کر مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ خلاف امید اس رسالہ میں ایسی بات نظر آئی۔

میں نے نہایت شوق سے اس کو پڑھنا شروع کیا مگر قریب ڈیڑھ صفحہ پڑھنے کے بعد میری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی جب میں نے فاضل اڈیٹر کے یہ الفاظ سید

احمد صاحب کے متعلق پڑھے کہ:

آپ (سید احمد صاحب بریلوی) آنحضرت ﷺ کے اس ظل کامل کے ارہاص (پہلے آکر ظہور کی خبر دینے والے) تھے جس کو مسیح اور مہدی کا نام پا کر چودھویں صدی میں اسلام کو از سرِ نو زندہ کرنا تھا۔ جس طرح حضرت یحیٰ، حضرت مسیح کا راستہ صاف کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے، سید احمد رائے بریلوی نے احمد قادیانی کا راستہ صاف کیا۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:

آپ نے (یعنی سید احمد) نے اس حیات مستعار کے ۴۵ سالوں میں صدیوں کا کام کیا۔ شائد اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مستقبل قریب ہی میں ایک عظیم الشان مصلح کے ذریعہ ایک نئے نظام عالم کے قیام کا ارادہ فرما چکا تھا آپ کی تحریک کامیاب نہ ہوئی لیکن اس مصلح اعظم کے راستہ کو صاف کرنے کا کام باحسن وجوہ آپ سرانجام دے گئے۔

اوپر کے الفاظ پڑھنے کے بعد مجھے یہ راز معلوم ہوا کہ کیوں اس رسالہ میں اس کتاب پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ ساون کے اندھے کو ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے ہمارے مخاطب کو ہر جگہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مسیحیت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے، اور ان کا جلوہ نظر آتا ہے۔ غور کرنے کی بات ہے اور ٹھنڈے دل سے سوچنے کا مقام ہے کہ کیا واقعی ایسا ہے؟

جن لوگوں نے سید احمد صاحب بریلوی کی سیرت پڑھی ہے اور جو ان کے حالات سے کچھ بھی واقف ہیں، وہی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کس قدر صریح کذب اور بہتان ہے۔ اللہ اکبر! سید صاحب کی ذات گرامی اور مرزا صاحب قادیانی کی مقدمۃ الجیش!

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

دیکھئے یہ کہنا کہ فلاں شخص فلاں کا مقدمۃ الجیش ہے، اس کا یہ مطلب ہے کہ دوسری ذات، جو پہلی سے بلند تر ہے، اس کے مقاصد اور مطالب کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کرنا اور اس کے لئے راستہ ہموار کرنا پہلی ذات کے مدنظر ہوتا ہے اور اسی لئے پہلی ذات دوسری ذات کی پیشین گوئی کرتی ہے۔

حضرت زکریا کو خطاب کر کے حضرت یحی کے متعلق قرآن نے کہا ہے کہ

انّ الله یبشر ك بیحی مصدقاً بکلمة من الله (آل عمران)

(بے شک اللہ تجھے یحی کی بشارت دیتا ہے جو تصدیق کرنے والا ہے اللہ کے کلمہ کی (مسیح کی)

معتبر اور مشہور تفسیروں میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت یحی پیدا ہو کر کہیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے سچے اور برگزیدہ پیغمبر ہیں۔

اس طرح حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا

انّی رسو ل الله الیکم مصدقا لما بین یدی من التوارة و مبشراً بر سو ل یا تی من بعدی اسمه ا حمد ۔

(بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں میں تصدیق کرتا ہوں تورات کی اور خوش خبری دیتا ہوں اپنے بعد ایک رسول کے آنے کی جس کا نام احمد ہوگا)۔(سورۃ صف۔ع ا)

اوپر کی دو آیتوں کے نقل کرنے سے میرا مقصود قرآن سے یہ ثابت کرنا تھا کہ وہ بزرگ ہستی جس کے پہلے کوئی ہستی اس کے مقدمۃ الجیش کی صورت میں ہوتی ہے تو وہ ضرور اس کے متعلق پیش گوئی کرتی ہے اور اس عظیم الشان ہستی کے آنے کی خبر مخلوق کو کر دیتی ہے جو اس کے بعد آنے والی ہے۔

لیکن پوری سیرت سید احمد پڑھ ڈالئے کہیں پر آپ کو یہ نہ ملے گا کہ انہوں نے اپنی ۴۶ سال کی عمر میں کچھ بھی جناب مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق فرمایا ہو۔ ان کے ایک دو نہیں، لاکھوں مرید تھے۔ کیا کسی نے ان سے کبھی کسی زمانہ میں یہ بات نقل کی؟ کیا سید احمد پر یہ صریح بہتان نہیں ہے؟

اب دوسری حیثیت سے دیکھئے۔ سید احمد صاحب بریلوی نے اسلامی عقاید کی اصلاح کی۔ ان کی تحریک مسلمانان ہند کی ایک عظیم الشان اصلاحی تحریک تھی۔ یہ تحریک خود اڈیٹر ریویو کے خیال کے مطابق:

> ایک طرف کفر اور بے دینی کی قوتوں کے خلاف جہاد تھی اور دوسری طرف فسق جہالت بد اعمالی فواحش اور دین سے بے رغبتی کے خلاف اعلان جنگ تھی۔ سیرت پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہو جا تا ہے کہ جہاں جہاں سید صاحب تشریف لے گئے جہالت بے ایمانی اور فسوق کے قلعے مسمار ہو

گئے اور خلوص للّٰہیت اتحاد اور تنظیم کی رفیع الشان عمارتیں قائم ہوگئیں۔

ان کی تحریک نے مذہبی علمی اخلاقی سیاسی اور معاشرتی غرض ہر قسم کا فائدہ پہنچا مگر مرزا صاحب کی تحریک پر نظر ڈالئے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

علاوہ اس عقیدہ کے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے مخصوص ہے (یعنی ختم نبوت کا مسئلہ) دوسرے تمام عقاید میں بڑا فرق ہے۔ ختم نبوت کا مسئلہ ایک مستقل بحث الگ ہے، اس کو چھوڑ کر ضمنی اور سرسری طور پر دیکھئے کہ سید احمد صاحب اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں کیا نسبت ہے۔

جہاد ہی کو لیجئے۔ سید احمد صاحب کی زندگی کا مقصد ان کی ہستی کا خلاصہ اور ان کے وجود کی غرض و غایت جہاد تھی۔ یہاں جہاد سرے سے مفقود بلکہ منسوخ ہے۔ سید صاحب نے جہاد کرتے کرتے اپنی جان تک قربان کر دی، یہاں عمر بھر عیش میں گذری اور جہاد ایک بغاوت متصور ہوتا رہا۔ جو جد و جہد سید احمد شہید صاحب نے مسلمانوں کی اصلاح کے لئے کی کیا اس کا عشر عشیر بھی آنحضرت ﷺ کے اس ظل کامل نے انجام دیا جس کا ارہاص سید احمد کو کہا گیا ہے: ببیں تفاوت راہ از کجا تا بہ کجا

سید احمد صاحب کی ذات وہ ذات تھی جس نے مسلمانوں کو احساس زیاں کرا کر ان کا لہو گرما دیا، اور فقر کی سان چڑھا کر انہیں تلوار کر دیا۔ پھر بھلا ان کو اس ذات سے کیا مناسبت ہوسکتی ہے جس کی امامت ملت بیضا کے لئے فتنہ ہو اور جو مسلمانوں کو سلاطین کا پرستار کرنے کی کوشش کرے۔ اس بعد المشرقین کے ہوتے ہوئے اڈیٹر صاحب ریویو کو کچھ زیب نہیں دیتا کہ وہ یہ الفاظ لکھیں کہ:

سید احمد بریلوی نے احمد قادیانی کا راستہ صاف کیا۔،

کہاں سید احمد بریلوی اور کہاں مرزا صاحب قادیانی۔

سید احمد رائے بریلوی وہ ہیں جنہوں نے اپنی عظیم الشان اصلاحی تحریک سے ملک میں ایک ہیجان برپا کر دیا تھا۔ ہر طرف ان کی بدولت اصلاح نفس اور تزکیہ باطن کی کوششیں جاری تھیں۔ ان کے اثر سے تقوی اور پرہیزگاری کا ملک بھر میں دور دورہ تھا۔ انہوں نے اسلام کی خاطر مسلمانوں کی خاطر اور حق کی خاطر اپنی جان قربان کر کے ہمیں بہت بڑا درس حریت دیا ہے۔

ایک منصف مزاج انسان ایک ہی نظر میں سید احمد صاحب اور مرزا صاحب قادیانی کا فرق جان سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سید احمد صاحب بریلوی سے مرزا غلام احمد صاحب کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ اگر ہے تو نسبت تبائن ہے۔

سید احمد بریلوی کا ہر خادم اسلام کا سپاہی اور مذہب کی عزت کا حامل تھا۔ ان کے ہر مرید نے مسلمانوں کی اصلاح میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ جہاں جہاں بھی ان کے مریدوں کے قدم پہنچے وہاں دین داری تقوی اور پرہیزگاری پھیل گئی۔

انہیں بزرگوں کا فیض ہے اور انہیں کی اصلاح کا نتیجہ ہے کہ آج سو برس کے بعد بھی خدا کی عنایت سے مسلمانوں میں اتنا احساس اور اتنی دین داری موجود ہے کہ قادیانیت اپنی پوری طاقت صرف کر دینے کے باوجود بھی زیادہ کامیاب نہیں ہو سکی اور غالباً جب تک جہاں جہاں سید صاحب اور دوسرے بزرگان دین کے فیض کا چشمہ جاری رہے گا مرزائیت اور بے دینی کی وبا آسانی سے نہ پھیل سکے گی،

(مدیر اہل حدیث مع عملہ دفتر سید احمد صاحب مرحوم کے خادموں سے ایک خادم ہے اس کے مقابلہ میں مرزا صاحب کو شکست فاش ہوئی تھی جس پر سارا ملک گواہ ہے۔ ثناء اللہ)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۔ اگست ۱۹۴۰ء مطابق ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۴۰ ص ۶۔۸)

مسیح قادیانی کی بعثت کا مقصد، اور اس کا حصول

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

قادیانی مباحث میں یہ مبحث اصلی اور فیصلہ کن ہے۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ فریقین خدا کا خوف دل میں رکھ کر اس مبحث پر خوب غور کریں تو ایک منٹ میں فیصلہ ہو سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنے دعوے میں سچے تھے یا جھوٹے۔

قادیان کے رسالہ ریویو آف ریلی جنز بابت جولائی میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے: مسیح موعود کی بعثت کا مقصد،

جس کے راقم اور اڈیٹر کو بعد شکریہ یہ ہم توجہ دلاتے ہیں کہ وہ دل میں خدا کا

خوف رکھ کر ہمارے جواب کو اپنے مضمون کے ساتھ ملا کر پڑھیں ۔ ریویو کا مضمون حشو و زوائد سے پر ہونے کی وجہ سے بہت طویل ہے ہم اس کو اختصار کے ساتھ ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں۔ ریویو لکھتا ہے کہ:

خدائے قہار کا غضب بھڑک اٹھا ہے کیونکہ دنیا نے اس کو بھلا دیا ہے ۔ اپنے علم و عقل صنعت و حرفت ساز و سامان خود ساختہ تہذیب و تمدن کو اپنا خدا بنا لیا..

یورپ والوں نے طاقت و استیلا خودی و انانیت کے راستے میں .. مذہب کو حائل دیکھا تو اس کو اڑا دیا اور ایشیا والوں نے افسانہ خوانی میں وہ لطف پایا کہ افیونیوں کی طرح عمل سے بے نیاز ہو گئے ..

یورپ خدا ہی سے بے گانہ ہو گیا اور ایشیا افسانوں میں گم ۔ یاجوج ماجوج مست ہاتھیوں کی طرح زنجیریں توڑ کر اٹھ بھاگے ..

تمام دنیا پر ایک تاریکی چھائی ہوئی ہے اور تمام قومیں غفلت اور عصیان کے سیلاب میں بہی جا رہی ہیں اور چلائے جا رہی ہیں کہ کوئی ہادی اور رہنما آئے جو اس ڈوبتی ناؤ کو کنارے لگائے ..

جب تاریکی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور پیاس سے دنیا جان بلب ہوتی ہے تو خدائے رحیم سیاہ بادلوں سے انوار رحمت کی بارش کا نزول فرماتا ہے ..

مبارک ہو کہ آفتاب مشرق سے نکل آیا اور مغربی افق پر اس کی کرنیں پڑنے لگیں۔ مسلمانوں کو پھر مسلمان کرنے کا وقت آ گیا ۔ اس مقصد کے لئے خدا کے فرستادہ (مرزا غلام احمد قادیانی) نے ایک جماعت قائم کر دی اور اس کا نام جماعت احمدیہ رکھا ..

(خدا کے اس فرستادہ نے اعلان کیا کہ) اس مطلب کے واسطے خدا نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں ان سب غلطیوں کو دور کر کے اصلی اسلام پھر دنیا میں قائم کروں ...

الختصر آپ (مرزا قادیانی) کا کام یہ ہے کہ اول تمام قوموں پر اسلام کی سچائی کی حجت پوری کریں ۔ دوم اسلام کو غلطیوں اور الحاقات بے جا سے منزہ کر

کے وہ تعلیم جو روح اور راستی سے بھری ہوئی ہے خلق اللہ کے سامنے رکھیں۔
سوم، ایمانی نور تمام قوموں کے مستعد دلوں کو بخشیں..
حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) آئے اور گزر گئے نشانات دکھا گئے اور آئندہ کے لئے پیش گوئیاں بھی کر گئے...
اب بھی کوئی ہے جو قبولیت دعا کا نشان دیکھ کر یقین کی راہوں پر چلے..
ابھی ابھی خدا کی ذات پر یقین دلانے کے لئے اور اپنا خدا کی ذات پر یقین ثابت کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی (محمود احمد) نے فرمایا ہے کہ:
مجھے یقین کامل ہے کہا گر یہ (انگریز) سچے طور پر توحید کا اقرار کر کے جنگ میں فتح یابی کے لئے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالی ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا...
آپ (مرزا) نے خدا سے خبر پا کر اپنی عمر کے سال بھی بتا دیئے..
پس زمانہ کو ضرورت تھی کہ خدا اور بندے کے درمیان صلح کرائی جائے اور یہ بغیر یقین اور ایمان کے ممکن نہیں۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے یہ نعمت دنیا کو بخشی۔ دنیا کو ضرورت تھی کہ لوگ پاک اور صالح ہو جائیں اور یہ خدا پر یقین کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ یقین حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اپنے سچے متبعین کے اندر پیدا کر دیا...
المختصر احمدیت کی ضرورت اس لئے پیدا ہوئی کہ دنیا کا خدا پر یقین نہیں رہا۔ اس احمدیت کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں خدا کا یقین قائم کر دے جس کا لازمی نتیجہ صلح اور امن ہے اور دنیا میں بادشاہت کا قیام آج کل خدا اور بندوں کے درمیان صلح نہیں رہی قوموں اور قوموں میں دشمنی پیدا ہوگئی ہے اور سوسائٹی کا ایک طبقہ دوسرے سے برسر پیکار ہے اور حکومت اور رعایا کی بن نہیں آتی۔ (ریویو آف ریلی جنز جولائی ۱۹۴۰ء ص ۳۴ تا ۵۵ ملخصاً)

ناظرین! ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ مسیح موعود اسی غرض کے لئے آئیں گے جو غرض مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعثت کی بتائی گئی ہے۔ پس اصولی طور پر تو ہم اور قادیانی گروہ متفق ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں بغض وتہاجر اور کینہ وعدات

وغیرہ عادات قبیحہ دنیا سے رخصت ہو جائیں گی۔اس بارے میں حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں

و لتذ هبن الشحناء و البغضاء

(مسیح موعود کی آمد کی آمد برکت سے کینے اور عداوتیں ختم ہو جائیں)

لیکن سوال یہ ہے، کیا ایسا ہو گیا ہے؟

مرزائی دوستو! خدارا مثنی اور فرادای اور قائم اور قاعد ہو کر سوچو کہ تمہارے مسیح موعود کی بعثت کی یہ غرض و غایت حاصل ہوگئ؟

کیا مسلمان نیک و صحیح العقیدہ شرک و بدعت سے متنفر ہو کر احکام شرعیہ کے پابند ہو گئے؟

اور دنیا کے دیگر اہل مذاہب خدا پر یقین کامل پیدا کر کے امن و امان سے رہنے لگ گئے؟

اس کے جواب میں میں آپ ہی کا ایک مرقومہ شعر نقل کرتا ہوں جس میں آپ نے موجودہ دنیا کی تہذیب و شائستگی کا نقشہ دکھایا ہے۔وہ یہ ہے

پردہ تہذیب میں غارت گری آدم کشی
کل روا رکھی تھی تم نے میں روا رکھتا ہوں آج

بلکہ سچ پوچھو تو مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے دنیا کی تہذیب و شائستگی کا جو نقشہ دکھایا ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر ہے۔آپ نے کیا ہی سچ فرمایا ہے

پوچھا جو کل انجام ترقی بشر
یاروں سے کہا پیر مغاں نے ہنس کر
باقی نہ رہے گا کوئی انساں میں عیب
ہو جائیں گے چھل چھلا کر سب عیب ہنر

میں اس بحث کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا بلکہ آپ کے جواب میں آپ ہی کے مضمون کا آخری اقتباس مکرر نقل کئے دیتا ہوں آپ اسے غور سے پڑھیئے اور بحکم خدا تعالی کونوا قوّا مین بالقسط شهداء لله و لو على انفسكم ۔اس پر خوب غور کیجئے۔ میں اس اقتباس کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ممتاز شکل میں دکھاتا ہوں،

ناظرین بھی غور سے پڑھیں اور اپنے ارد گرد مرزائیوں کو بھی پڑھائیں اور جواب طلب کریں:

۱۔ احمدیت کی ضرورت اس لئے پیدا ہوئی کہ دنیا کا خدا پر یقین نہ رہا۔

۲۔ اس (احمدیت) کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کا خدا پر یقین قائم کردے۔

۳۔ اس یقین کا لازمی نتیجہ صلح اور امن ہے اور دنیا میں خدا کی بادشاہت کا قیام۔

مندرجہ بالا تین فقرے احمدیت کا مقصد اور نتیجہ صاف بتا رہے ہیں۔ ہم اپنے لفظوں میں اس کی ایک مثال دینا چاہتے ہیں جو یہ ہے:

مثال: حکومت نے کسی بستی میں ایک بڑا ہسپتال بنایا۔ وجہ یہ بتائی کہ یہاں بیماری بکثرت موجود ہے ہسپتال کا مقصد بیماروں کا علاج کرنا ہے جس کا نتیجہ صحت وتندرستی کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ مگر چند روز کے بعد حکومت خود ہی اعلان کردے کہ جس وقت ہسپتال بنا تھا اس وقت جتنی بیماری تھی آج اس سے دوگنی یا چوگنی ہوگئی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ ہسپتال کا مقصد حاصل نہیں ہوا۔

میں آپ ہی کے مضمون کا اقتباس پیش کر کے ایک سوال کرتا ہوں۔ اقتباس یہ ہے کہ:

> ۴۔ آج کل خدا اور بندوں کے درمیان صلح نہیں رہی۔ قوموں اور قوموں کے درمیان دشمنی پیدا ہوگئی ہے۔ اور سوسائٹی کا ایک طبقہ دوسرے سے برسر پیکار ہے۔ حکومت اور رعایا کی بن نہیں آتی۔ (ص۵۴-۵۵)

سوال: صاف صاف بتائیے کہ آپ کا مسیح موعود اپنے مقصد میں کامیاب ہوا یا حکومت کے ہسپتال کی طرح فیل (ناکام) رہا۔ دنیا کے واقعات کو آپ مٹا نہیں سکتے نہ دنیا کے لوگوں کی آنکھوں میں آپ دھول ڈال سکتے ہیں۔

خلیفہ قادیان کی دعا بحق برطانیہ کا ذکر اخبار اہل حدیث کے جولائی کے ایک شمارے میں ہو چکا ہے۔ اس مبحث پر ہمارے پاس بھی اور بھی بہت سا مواد موجود ہے، مگر ہم زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

تصرف قدرت دیکھئے کہ وہ آپ کی ساری تقریر کی تردید آپ ہی کے قلم سے کرواتی ہے۔ چنانچہ اس کے پہلے تین فقروں کی تردید چوتھے فقرہ میں کرادی۔ یہی معنی ہیں:

قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ اگست ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۴۱ ص ص ۵۔۷)

مسیح موعود کا نزول منارہ بیضاء کے پاس

پیراشوٹ کے ذریعہ سے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حدیث ترمذی میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ مسیح موعود دو زرد چادریں اوڑھے ہوئے دمشق میں منارہ سفید کے پاس آسمان سے اتریں گے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جب مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو ان پر اعتراض ہوا کہ آپ نہ دمشق میں آئے، نہ زرد چادریں اوڑھے ہوئے ہیں۔

انہوں نے جواب دیا کہ دمشق سے مراد قادیان ہے، اور زرد چاروں سے مراد میری دو بیماریاں ہیں۔ ایک ذیابیطس دوسری مراق۔

بات معقول تھی اور ماننے والے معقول تر، جنہوں نے قسم کھا رکھی ہے کہ:

میں وہ نہیں کہ تجھ بت سے دل مرا پھر جا
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے میرا خدا پھر جا

اس پیرے کو چھوڑ کر دوسرا پیرا سنئیے:

قادیانی اخبار الفضل مورخہ ۳۔ اگست ۱۹۴۰ء میں ایک نوٹ نکلا ہے جس میں علمائے اسلام کی ہنسی اڑاتے ہوئے لکھا ہے کہ:

موجودہ جنگ میں جس طرح جرمنی نے ہوائی جہازوں سے بذریعہ پیراشوٹ (فضائی چھتری) ناروے ہالینڈ اور بلجیئم میں فوج اتاری ہے اسی طرح اگر کوئی شخص دو زرد چادریں اوڑھے ہوئے دمشق (شام) کے سفید منارہ سے بذریعہ پیراشوٹ ہوائی جہاز سے اتر کر کہے کہ میں مسیح موعود

ہوں تو علمائے اسلام کوتسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ واقعی مسیح موعود ہے۔

جواب: یہ واقعہ جب ظہور میں آئے گا تو دیکھا جائے گا کہ وہاں کے مقامی علماء اس سے کیا برتاؤ کرتے ہیں۔اگر ہماری نوبت آئے گی تو ہم جواب دیں کہ مسیح موعود کو اس کے کاموں سے پہچاننا چاہیے۔لیکن اگر کوئی شخص ذیابیطس اور مراق جیسی امراض کا مریض قادیان میں آکر کہے کہ میں مسیح موعود ہوں جو ان دو زرد چادروں (بیماریوں) کے ساتھ آیا ہوں، تو قادیان کے لوگ غالبًا اسے مسیح موعود مان لیں گے۔اگر نہ مانیں تو کیا عذر کر سکتے ہیں جب کہ وہ دونوں زرد چادریں اوڑھ کر آیا ہے۔کیا یہ نشان غلط ہے:

میرے محبوب کے دو ہی پتے ہیں۔کمر پتلی صراحی دار گردن

اسی مضمون میں راقم میر محمد اسحٰق صاحب نے ایک عجیب بات لکھی ہے۔ فارسی والے کہا کرتے ہیں کہ بات کرتے ہوئے ہشیار رہا کرو، کیونکہ دیوار ہم گوش دارد (دیوار بھی سنتی ہے)۔ہم بارہا قادیانیوں کو مشورہ دے چکے ہیں کہ مضمون لکھتے ہوئے سوچ لیا کرو کہ اہل حدیث سنتا ہے۔

غور کیجئے کہ میر محمد اسحاق صاحب کیسے مکروہ پیرائے میں مسئلہ حیات مسیح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> صحابہ کرام کے زمانہ میں حیاۃ مسیح کا عقیدہ رائج نہیں تھا۔لیکن صحابہ کے بعد جلد ہی یہ ظلمت دنیا بھر پر چھا گئی اور فیج اعوج میں یہ بطالت پورا زور پکڑ گئی۔یہاں تک کہ عیسائیوں کے عروج اور دجال اور یاجوج ماجوج کے خروج کے زمانہ میں جب یہ مسئلہ عیسائیوں کے ہاتھ میں اسلام کے خلاف بطور ہتھیار استعمال ہونے لگا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے مجدد بلکہ مجدد اعظم کے ذریعہ دنیا پر اس کی بطالت کی تردید شروع کی۔

میر محمد اسحاق صاحب قادیان میں ایک ذی علم آدمی ہیں۔تعجب ہے کہ آپ بھی مرزا غلام احمد صاحب کی محبت میں گرویدہ ہوکر اضلّه الله علی علمٍ کے ماتحت آگئے ہیں۔ناظرین ان کا مندرجہ بالا اقتباس بغور پڑھیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ مجددیت خاص حیات مسیح کے ابطال کے

لئے تھا۔اب ہم میر (محمد اسحٰق) صاحب اوران کے ہم خیالوں کوتوجہ دلاتے ہیں کہ وہ براہین احمدیہ کودیکھیں کہ یہ کتاب مرزاغلام احمد صاحب قادیانی نے بزمانہ مجددیت لکھی تھی۔اس کے صفحہ ۴۹۹ پر حیاۃ مسیح کا عقیدہ صاف الفاظ میں ملتا ہے۔ اگر یہ عقیدہ ایسا ہی غلط اور باطل تھا کہ اس کی اصلاح کیلئے مجدد اعظم (مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) کو مبعوث کرنے کی ضرورت پڑی ،تو خودخود مجدداعظم کیوں اسی غلط عقیدہ کے قائل ہوکر ظلمت وضلالت میں مبتلا ہو گئے ۔

صحابہ کرام کے زمانہ میں اگر یہ مسئلہ نہ ہوتا تو حضرت ابو ہریرہؓ حیات مسیح کی آمد ثانی کا ذکر کرتے ہوئے کیوں فرماتے

اقرؤ ا ان شئتم :ان من اهل الكتا ب الا ليو منن به قبل مو ته

قادیانی ممبرو! اہل حدیث تمہاری ہر چال ڈھال سے خوب واقف ہے۔ اسی لئے اس کا قول ہے:

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔اگست ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۴۲ ص ص ۶۔۷)

قادیانی مسیح اور ذوالقرنین

حسین ہو مہ جبیں ہو دل نشیں ہو
لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

درج بالا شعرکسی شاعر نے اپنے معشوق کے حق میں کہا ہے جو محبت کے تقاضے پر مبنی ہے۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خود اپنے حق میں اسی مضمون کے بہت سے اشعار لکھے ہیں۔ مثلاً آپ درثمین میں فرماتے ہیں:

آدمم نیز احمدِ مختار
در برم جامہء ہمہ ابرار

مرزا غلام احمد صاحب کے اوصاف محمودہ میں سے ایک وصف ذوالقرنین بھی ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اور مرزا صاحب قادیانی نے اپنے آپ کو اس لقب سے بھی ملقب کیا ہے۔قادیانی جماعت نے اس امر کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

قرآن شریف میں چونکہ ذوالقرنین کے منکروں کو کافر کہا گیا ہے اس لئے مرزا صاحب کے منکر بھی کافر ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب کے ذوالقرنین ہونے کی وجہ حکیم نورالدین قادیانی نے اپنے رسالہ نورالدین میں جو لکھی ہے وہ قابل دید وشنید ہے۔لکھا ہے کہ:

ذوالقرنین کے معنی ہیں دوصدیوں والا ،مرزا صاحب نے اس مروجہ سن کی دوصدیاں پائیں۔

مثلاً آپ انیسویں صدی عیسوی (۱۸۳۹ء) میں پیدا ہوئے اور بیسویں صدی (۱۹۰۸ء) میں فوت ہوئے۔

اسی طرح تیرھویں صدی (۱۲۶۱) ہجری میں پیدا ہوئے اور چودھویں صدی (۱۳۲۶) ہجری میں فوت ہوگئے۔

اسی طرح ہندی سن کی دوصدیاں پائیں۔،

باقی رہا ذوالقرنین کی حکومت اور یاجوج ماجوج کی روک تھام، سو اس کا کیا ذکر؟ سب کچھ نصیب اعداء ہے۔ یاجوج ماجوج بقول مرزا صاحب انگریز وغیرہ یورپی اقوام ہیں (حمامۃ البشریٰ)۔ان کی تو حکومت ہی میں مرزا صاحب پیدا ہوئے بلکہ بقول خود اسی یاجوجی حکومت کے لئے تعویذ تھے۔(نورالحق حصہ دوم۔ص ۳۲۔۳۳)

حیرت ہے کہ یہ لوگ دنیا کو اتنا بے سمجھ کیوں سمجھتے ہیں یا خود بے سمجھ ہیں۔ کہاں ذوالقرنین اور اس کی شاندار حکومت اور یاجوج ماجوج کی روک تھام کے لئے سد سکندری جیسی عالی شان دیوار، اور کہاں یاجوج ماجوج کی غلامی:

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا کجا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔اگست ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۴۲ ص ۷)

قبولیت دعا کا ادعا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اعلان کیا ہے کہ انگریزی حکومت اگر مجھ سے دعا کی درخواست کرے تو جنگ میں اس کی فتح کے سامان پیدا ہو جائیں گے، اسی وقت سے قادیانی اور لاہوری اخباروں میں ان کی دعا کی بابت مذاکرہ علمیہ ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے سربستہ راز منکشف ہو رہے ہیں جن کے اظہار کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ہم صرف وہ اقتباس لیتے ہیں جو ہمارے متعلق ہے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۶ جولائی میں حکیم عبدالعزیز احمدی مقیم قادیان کا ایک مضمون درج ہوا تھا۔ اس کا جواب الفضل قادیان میں نکلا ہے اس میں ہمارے متعلق بھی یہ الفاظ درج ہیں:

> مولوی ثناء اللہ صاحب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ جس شخص کو قبولیت دعا کا دعوی ہو اس کی ہر دعا قبول ہونی چاہیے، ورنہ اس کا دعوی درست نہیں ہوسکتا۔
>
> (الفضل قادیان ۸۔ اگست ۱۹۴۰ء ص ۳)

یہ بات ذرا تشریح طلب ہے۔ ملہم اگر اپنے الہام میں یہ بات ظاہر کر دے کہ خدا تعالی میری ہر دعا قبول کرتا ہے اور اس کے اظہار کے لئے خدا کی طرف سے یہ الہام بھی شائع کر دے

> اجیب کل دعائك الا فی شرکائك (تریاق القلوب طبع اول۔ ص ۳۸)
>
> (اے مرزا میں تیری ہر ایک دعا قبول کرونگا مگر وہ دعا جو تیرے شریکوں (برادری) کے حق میں ہوگی، قبول نہ ہوگی)

اس سے ظاہر ہے کہ مستثنی دعاؤں کو چھوڑ کر باقی ہر ایک دعا کی قبولیت یقینی ہے۔ یا کوئی شخص اپنی کسی خاص دعا کے متعلق کہہ دے کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میں نے اسے قبول کرلیا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے دعا آخری فیصلہ مرقومہ ۱۵۔

اپریل ۱۹۰۷ء کی بابت اخبار بدر ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع کیا تھا:

ثناء اللہ کی بابت ہم نے جو دعا کی تھی اس کے متعلق مجھے الہام ہوا ہے

اجیب دعوة الداع۔

یعنی میں (خدا) نے تیری دعا قبول کر لی۔

ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی یہ دعا ضرور قبول ہوئی ۔ایک تو اسلئے کہ یہ دعا الہام اجیب کل دعائك میں داخل ہے، دوسرے اس لئے کہ مرزا صاحب قادیانی کو اس کی قبولیت کی اطلاع دی گئی۔

ہاں خلیفہ قادیان کی دعاؤں میں اس قسم کی مستجاب دعاؤں کا نمونہ نہیں ملتا حکیم عبدالعزیز قادیانی اور لاہوری جماعت احمدیہ اسی کی تلاش میں ہیں جس کی بابت اخبار الفضل کیا مزے سے لکھتا ہے کہ:

حضور (مرزا محمود احمد) کی دعاؤں کے بکثرت پورا ہونے کے جماعت کے ہزاروں لوگ گواہ ہیں۔ (حوالہ مذکور)

کیا ہی اچھا ہوتا کہ الفضل خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی مقبولہ دعاؤں کی مثالیں پیش کر کے معترضین کا منہ بند کر دیتا۔اب ہم مرزا صاحب قادیانی کی مستجاب دعاؤں میں سے ایک اور مقبول دعا کو پیش کرتے ہیں جو اپنے معنی میں بے مثال ہے۔ اس کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

مجھے ایک دفعہ پچاس روپیہ کی بڑی ضرورت تھی ۔میں نے قادیان سے باہر جا کر علیحدگی میں بہت دعا کی ۔ جب دعا سے فارغ ہو کر میں گھر آیا تو مجھے لدھیانہ سے ۵۰ روپئے کا منی آرڈر ملنے کی اطلاعی چٹھی ملی۔

(تریاق القلوب طبع اول۔ص ۴۳)

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ امرتسر اور بٹالے کے درمیان ریل کا سلسلہ نہیں تھا ،تو قادیان تک کیسے ہوتا۔اس حقیقت کو ملحوظ رکھ کر اس امر کو سوچنا چاہیے کہ لدھیانہ سے منی آرڈر کب چلا، اور کتنے عرصہ میں قادیان پہنچا۔ پھر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ کہنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ:

دعا کر کے گھر آتے ہی مجھے منی آرڈر آنے کی اطلاعی چٹھی مل گئی۔

ناظرین اس واقعہ کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ منی آرڈر کا آنا مرزا صاحب قادیانی کی دعا کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ اتفاقی امر تھا۔ اس کی مثال تو بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی حاملہ عورت کسی پیر صاحب سے اولاد کے لئے دعا کرائے اور اتفاق ایسا ہو کہ اس عورت کو گھر جاتے ہی بچہ پیدا ہو جائے۔ اس پر پیر صاحب بڑے فخر سے کہیں کہ یہ بچہ میری دعا سے پیدا ہوا ہے۔ عورت مذکورہ پیر صاحب کے حق میں اپنا حسن عقیدہ ان لفظوں میں ظاہر کرے

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

نوٹ: اس سلسلہ میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی ایک دعا کا ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کا مختصر بیان یہ ہے:

خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کا کوئی مرید ان کو خط لکھتا ہے کہ میں نے آپ کو اپنے کسی عزیز کی بیماری سے شفا یابی کے متعلق دعا کرنے کو لکھا تھا۔ ادھر دعا کے لئے میں نے لیٹر بکس میں خط ڈالا ادھر اس کی تکلیف رفع ہوگئی۔ الفضل نے تو اس واقعہ کو خلیفہ صاحب کی کرامت کی شکل میں پیش کیا ہے مگر مولوی محمد علی امیر جماعت لاہور مضحکہ خیز پیرائے میں اس پر یوں اظہار رائے کرتے ہیں:

اب یہ واقعہ کوئی انوکھا نہیں لیکن اس کو میاں صاحب کی قبولیت دعا کا رنگ دینا قبولیت دعا کے ساتھ کھیل نہیں تو اور کیا ہے؟ گویا میاں صاحب اور خدا ایک جگہ بیٹھے تھے اور جب خدا نے دیکھا ہے کہ خلیفہ کے نام دعا کا خط لکھا گیا ہے فوراً خلیفہ کو دعا کی تحریک کرادی اور منٹوں کے اندر مصیبت دور ہوگئی۔ (پیغام صلح لاہور ۳۰ جولائی ۱۹۴۰ء ص ۵)

سوال: کیا مولوی محمد علی لاہوری اور ان کا اخبار مرزا غلام احمد قادیانی کی پچاس روپئے والی دعا کے متعلق بھی اسی قسم کی رائے ظاہر فرمائیں گے یا یوں کہیں گے

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلی
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اگست ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۴۳ ص ۵۔٦)

قادیان سے مباہلے کی دعوت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارا روئے سخن گو بڑے مرزا صاحب سے تھا اس لئے ان کی جو قدر و عزت ہمارے دل میں تھی اس کی بنا پر ہم ان کے حق میں تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی دعا بعض اوقات قبول ہو جاتی تھی جس کا نتیجہ ہو بہو وہی ہو جاتا تھا جو وہ مانگتے تھے۔ جیسے آخری فیصلے والی دعا جو قبول ہوئی اور یقیناً قبول ہوئی: ہر کہ شک آرد کافر گردد

خلیفہ قادیان کی جماعت کے بعض افراد ان کے بعض افعال سے ناراض ہو کر ان سے منحرف ہو رہے ہیں۔ اس کشیدگی میں ان کو مباہلے کی دعوت بھی دے رہے ہیں۔ اس خصوص میں دوسرا ٹریکٹ ہمارے پاس پہنچا ہے جو حکیم عبدالعزیز احمدی سکرٹری انصار احمدیہ قادیان کی طرف سے ہے۔

اس میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) سے مباہلے کی استدعا مکرر سہ کرر کی گئی ہے۔ اس ٹریکٹ کے سارے مضمون کے لئے تو اخبار میں گنجائش نہیں چند فقرے اخیر کے جو نہایت ہی دل پر اثر کرنے والے ہیں ناظرین تک ہم پہنچاتے ہیں جو یہ ہیں:

اصل بات یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالی کے حضور کوئی خاص مرتبہ ہی حاصل نہیں۔ پھر اگر آپ دعا کرتے بھی تو اس کا کیا فائدہ ہو سکتا تھا۔ جن امور میں آپ نے دعائیں کیں اور کروائیں ان میں کون سی کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا تا ان امور کے متعلق افسوس کیا جائے جن میں آپ فرماتے ہیں کہ آپ نے دعائیں نہیں کیں دعاؤں میں غیر معمولی قبولیت کا نشان صرف اس کے برگزیدوں کو ہی عطا کیا جاتا ہے جس سے آپ بکلی محروم ہیں۔

اگر آپ کو اللہ تعالی کے حضور قرب اور دعاؤں میں غیر معمولی قبولیت حاصل ہوتی تو مولوی عبدالکریم صاحب مولوی فاضل آپ کو چیلنج مباہلہ کر کے بچ نہ

جاتے جو آج دنیاوی طور پر ایک باعزت زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور خاص مرتبہ حاصل ہوتا تو سید محمد شریف صاحب گھڑیالوی کے بالمقابل میدان میں نکلنے کی بجائے آپ ٹال مٹول نہ کرتے۔

اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کا غیر معمولی قرب حاصل ہوتا تو مولوی ثناء اللہ کے بالمقابل تفسیر نویسی سے راہ فرار نہ ڈھونڈتے۔

اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور مرتبہ حاصل ہوتا تو احرار کو چیلنج مباہلہ دے کر میر قاسم علی صاحب کی طرح گریز نہ کرتے۔

اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی مرتبہ حاصل ہے تو آپ ہی فرمائیں کہ پھر میدان میں نکل کر اس روز روز کے جھگڑے اور تنازعہ کا احکم الحاکمین کی عدالت سے فیصلہ کروالینا زیادہ آسان ہے، یا وہ انسانیت سوز مظالم جو قادیان میں ہم پر کیے جا رہے ہیں۔ مثلاً ہمارا سختی سے بائیکاٹ کرنا، ہمارے گھروں کے سامنے پہریدار بٹھانا، احمدی دکانداروں کو ہماری ضروریات زندگی تک دینے سے روکنا، خلاف ورزی کرنے والے کو سزائیں دینا، ہمیں مساجد میں جانے سے روکنا، ہمارے قریب ترین رشتہ داروں کو تنگ کرنا کہ ہم سے سلام کلام تک ترک کر دیں۔ ہمارے بیماروں اور مردوں کے لئے کسی انسانی ہمدردی کا روا، نہ رکھنا۔ ہمیں منافق و مرتد قرار دے کر ہمارے قتل کو جائز قرار دینا اور قادیان جیسی مقدس بستی میں دن دہاڑے قاتلانہ حملہ کیا جانا (جس سے خاکسار نیم مقتول اور مولانا فخر الدین صاحب ملتانی مالک احمدیہ کتاب گھر شہید ہوئے) وغیرہ زیادہ اچھے ہیں۔ (ٹریکٹ نمبر ص ۱۴۔۱۵)

یہ فقرات تو حکیم عبدالعزیز صاحب راقم مضمون کے خاص اس مقدمے کے متعلق ہیں جن کا اثر جماعت احمدیہ مخلصہ تابع خلافت پر ہونا چاہیے، ہم پر جن فقرات نے اثر کیا وہ یہ ہیں:

بالآخر میں آپ کو خدا اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ یا تو آپ میدان مباہلہ میں نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت سے

فیصلہ کر والیں یا پھر ان انسانیت سوز مظالم سے جو ہم پر کئے جا رہے رک جائیں ورنہ یاد رکھیں کہ ہم غریب و بے کس احمدیوں کی آہیں خالی نہ جائیں گی ۔ آپ اپنی ہوشیاری اور اثر و رسوخ سے کام لے کر دنیاوی گورنمنٹ کے قانون سے تو بچ سکتے ہیں لیکن علیم وخبیر اور جبار و قہار خدا کے عذاب سے نہیں چھوٹ سکتے ۔ (ٹریکٹ نمبر ۲ ص ۱۵۔۱۶)

راقم مضمون کے فقرات نے ہم پر جو اثر کیا ہے اس کو ہم راقم کی طرف سے ایک شعر میں ظاہر کرتے ہیں جو سارے مضمون سے بڑھ کر موثر ہے:

ہم خاک نشینوں کا ستانا نہیں اچھا
ہل جائیں گے افلاک جو فریاد کریں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اگست ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۴۳ ص ۶۔۷)

جنگ یورپ اور قادیانی تفسیر آیہ دخان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم اس بات کے قائل ہیں کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں یہ کمال تھا کہ آپ قرآن و حدیث کے معنی ایسے کیا کرتے تھے جن کے حق میں یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ

لا عین رأت و لا اذن سمعت (نہ آنکھوں نے دیکھے، نہ کانوں نے سنے)

مثلاً دمشق سے مراد قادیان، خر دجال سے مراد ریل اور دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں وغیرہ، ایسی بے شمار دل بہلانے والی باتیں آپ کیا کرتے تھے۔ یہی ملکہ اب ان کے اتباع کو حاصل ہو گیا ہے جو کچھ چاہتے ہیں تفسیر قرآن کے نام سے کہہ دیتے ہیں۔

پہلی باتوں کو تو ناظرین سن چکے ہوں گے، آج ہم ان کو ایک نئی بات سناتے ہیں ۔ کئی روز جنگ یورپ کی خبروں میں ایک خبر یہ بھی آئی تھی کہ جرمنی کے ہوائی

جہازوں نے انگلستان پر ہوائی حملہ کرتے وقت اتنا دھواں چھوڑا کہ فضا میں کئی میل تک سخت اندھیرا چھا گیا۔ یہاں تک کہ طیارہ شکن توپوں کو حملہ آور ہوائی جہاز نظر نہ آتے تھے۔ اس دھوئیں کے متعلق قادیانی اخبار الفضل میں ایک مضمون نکلا ہے جسے دیکھ کر بے ساختہ ہمارے منہ سے یہ شعر نکل گیا

بوئے گل نالہ دل دود چراغ محفل
جو تیری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

شاعر نے کمال ادعا سے چراغ کے دھوئیں کو بھی پریشانی میں اپنے ساتھ ملا لیا۔ اسی طرح الفضل قادیان کے نامہ نگار نے بھی بڑے بلند تخیل سے کام لے کر سورہ دخان کی آیت فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین کی تفسیر کی ہے۔ آپ کے مضمون کی سرخی یہ ہے: موجودہ جنگ اور صداقت اسلام۔

یہ تو اس گروہ کا خاصہ ہے کہ جو بھی نئی بات ایجاد کرتے ہیں اس میں خدمت اسلام کا ضرور اظہار کرتے ہیں گو وہ مخالفین کی نظر میں تکذیب اسلام کا باعث ہو، مگر وہ یہی کہے جائیں گے کہ ہم اسلام کی خدمت کرتے ہیں جس پر مرزا غالب کا یہ مصرع خوب صادق آتا ہے:

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

بہرحال یہ مضمون اصل الفاظ میں درج ذیل ہے:

اسلام کی صداقت اور اس کے زندہ مذہب ہونے کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ قرآن کریم میں ایسی پیش گوئیاں موجود ہیں جو ہر زمانہ میں پوری ہوتی رہتی ہیں۔ اس وقت صرف ایک پیش گوئی کا ذکر کیا جاتا ہے جو ایسے زمانہ میں کی گئی جب کہ موجودہ زمانہ کی ترقیات اور حالات کے پیدا ہونے کا خیال بھی کسی انسان کو نہ آ سکتا تھا مگر خدا تعالی نے سب سامان پیدا کئے تا کہ اس کا دین اور اس کا رسول سچا ثابت ہو۔

موجودہ زمانہ میں اقوام متحاربہ نے ایسی ایسی محیر العقول ایجادات و اختراعات کی ہیں کہ آج سے چند سو سال پیشتر کوئی انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ان ایجادات میں سے ایک ہوائی جہاز بھی ہیں، جو نہایت

بلندی پر پرواز کر کے اپنے دشمن پر بے پناہ حملے کرتے ہوئے تباہ کن اور آتش گیر بم پھینکتے ہیں۔ جن سے تیل اور پٹرول وغیرہ کے ذخائر کو آگ لگ جاتی ہے۔ مکانات تباہ ہو جاتے ہیں انسانی جانوں کو نقصان پہنچتا ہے ذرائع رسل ورسائل منقطع ہو جاتے ہیں۔ ریلوے سٹیشن مسافر خانے اور گرجا گھر برباد ہو جاتے ہیں۔ لاکھوں روپے کے بحری جہازوں کو بے کار کر دیا جاتا ہے۔ اشیاء خوردنی اور معدنیات کے خزائن اور ذخائر کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ غرض ہوائی جہاز ایک بہت بڑا عذاب ہیں جو دنیا کی ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اور جب طیارہ شکن توپوں سے ان پر حملہ کیا جاتا ہے تو اپنے بچاؤ کے لئے آن کی آن میں اپنے اردگرد کئی میلوں تک سخت سیاہ دھواں پھیلا دیتے ہیں اور اس میں چھپ کر بھاگ جاتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں جرمنی کے ہوائی جہازوں نے انگلستان پر حملہ کیا۔ اس کا ذکر اخبار زمیندار مجریہ ۱۴۔ اگست نے اس عنوان سے کیا ہے کہ،

انگلستان کے جنوب مشرقی ساحل پر ایک سو جرمن طیاروں کا حملہ،
اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے بعد ۱۵ میل تک دھوئیں کے بادل پھیلا دیئے ..

قرآن کریم کی سورۃ دخان میں ان واقعات کی صریح پیش گوئی موجود ہے اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالی فرماتا ہے

فا ر تقب یو م تأ تی السماء بد خا ن مبین ۔ یغشی الناس ھذا عذا ب الیم (الدخان: ۱۰۔۱۱)۔

اے متلاشی حق تو اس دن کو سامنے رکھ جب کہ آسمان بہت سخت سیاہ دھواں لائے گا، اور لوگوں کو ڈھانپ لے گا (جس طرح دھواں طیارہ شکن توپیں چلانے والوں کے سامنے آجاتا ہے اور وہ دشمن کو دیکھ نہیں سکتے کہ کہاں ہے) اور دنیا پکار اٹھے گی ہائے یہ تو نہایت ہی دردناک عذاب ہے۔

آگے خدا تعالی نے یہ بتایا ہے کہ اس وقت لوگوں کی کیا حالت ہوگی۔ اور بتایا ہے کہ یہ عذاب کیوں آیا اور کس طرح رک سکتا ہے۔ فرماتا ہے:

ر بنا اکشف عنّا العذاب انّا مو منون (الدخان:۱۲)
دنیا پکار اٹھے گی اور دعاؤں میں لگ جائے گی (جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے) کہ اے ہمارے رب ہم سے اس عذاب کو ہٹا لے۔ہم معترف ہیں کہ ہم نے دنیا میں عیش وعشرت میں پڑکر تجھے بھلا دیا۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے...
انّی لھم الذّکری وقد جاء ھم رسول مبین۔ ثمّ تو لّوا عنه و قالوا معلّم مجنو ن (الدخان:۱۳۔۱۴)
اب پشیمانی کس طرح فائدہ دے سکتی ہے اور معترف ہونے کے کیا معنی؟ ان پیش آمدہ حادثات سے قبل ہم ایسا رسول بھیج چکے ہیں جس کی صداقت کے دلائل واضح موجود ہیں۔ (اس رسول مبین سے آنحضرتﷺ اور حضرت مسیح موعود، مرزا، دونوں ہوسکتے ہیں) مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی اور اس سے اعراض کیا بلکہ اسے معلم اور مجنون کے خطابات دیئے کہ اسے کوئی شخص اس قسم کی اٹکل پچو باتیں سکھاتا رہتا ہے اور یہ دیوانوں والی باتیں کرتا ہے۔اور کہتا ہے اگر مجھے قبول نہ کیا تو تم پر عذاب آئے گا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
انّا کا شفوا العذا ب قلیلاً انّکم عا ئدو ن (الدخان: ۱۵)۔
ہم اتمام حجت کے لئے ان کی چیخ و پکار سن کر تھوڑے عرصہ کے لئے اس عذاب کو ہٹا لیں گے (جیسا کہ اب کچھ عرصہ سے فتح فرانس کے بعد عام جنگ قریباً بند ہے) مگر اے لوگو تم باز آنے کے نہیں انکم عا ئدو ن ۔تم پھر اپنی حالت کی طرف لوٹ جاؤ گے یعنی تم پھر اپنا وہی شغل بنا لو گے جو اس جنگ سے قبل تھا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے
یو م نبطش البطشة الکبری انّا منتقمو ن (الدخان:۱۶)
اگر یہی حالت رہی اور تم باز نہ آئے تو پھر ایک دن وہ آجائے گا جب کہ دنیا کی تمام سلطنتیں اور ریاستیں میدان کارزار بن جائیں گی اور دنیا پر وہ تباہی آئے گی جس کی مثال پہلے نہیں مل سکے گی۔ بہرحال ہم مجرم لوگوں کو ان کے جرم کی سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔
ناظرین! یہ مضمون غور سے پڑھیئے اور بتایئے کہ دھوئیں کی شکل میں عذاب

کس ملک پر اور کس نے اس عذاب کے دفعیہ کے لئے ربنا اکشف عنا العذا ب کے الفا ظ میں دعا کی ۔ اس ابہام کی تفصیل کے لئے نا مہ نگار کے الفا ظ منقولہ از زمیندار دیکھئے جن میں انگلستان کا لفظ ملتا ہے ۔ پس بقول قا دیانی اخبار جرمن حملے کا عذاب انگلستان پر مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے آیا ہے اور ابھی باقی ہے ۔ اس کے دفعیہ کا آسان علاج یہ ہے کہ اہل انگلستان مع اپنی نوآبادیات ومقبوضات کے مرزا غلام احمد صاحب قا دیانی پر دل وجان سے ایمان لے آئیں ۔ مگر ایسا ایمان نہ ہو جس کا ذکر اس آیت میں ملتا ہے کہ وہ لوگ جو اس عذاب میں مبتلا ہوں گے پھر کفر میں لوٹ جائیں گے ۔ اس خیال سے کہیں انگلستان بھی دورخی نہ کرے نا مہ نگار نے پہلے ہی اسکو دھمکا دیا ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ:

ایک دن وہ آجائے گا جب کہ دنیا کی تمام سلطنتیں میدان کارزار بن جائیں گی اور دنیا پر وہ تباہی آئے گی جس کی مثال پہلے نہ مل سکے گی (حوالہ مذکور)

نوٹ ۔ قانون مطابع کی رو سے ہر ایک جدید الطبع کتاب کا ایک نسخہ ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں دینا ضروری ہے لیکن گا ہے گا ہے سال کے اندر دوسری تیسری دفعہ طلبی آجاتی ہے ۔ خاص خاص کتابوں کا ایک ایک نسخہ انگلستان بھیجا جاتا ہے ۔ تفسیر ثنائی اردو ، اور الہامات مرزا کے نسخے جب دوبارہ طلب کئے گئے تو میں نے دوبارہ طلبی کی وجہ پوچھی ۔ تحصیلدار صاحب کی طرف سے جواب ملا کہ یہ نسخے ولایت کے کتب خانے کے لئے طلب کئے گئے ہیں ۔ تفسیر ثنائی اردو تو شائد قرآن فہمی کے لئے طلب کی گئی ہو، الہامات مرزا کی بابت ہمارا خیال ہے کہ چونکہ وہاں مسیحیوں کی آبادی بکثرت ہے اس لئے مسیح موعود کی تحقیق کے لئے منگوایا ہوگا ۔ پس ہم قادیانیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ دعا کریں کہ خدا کرے وہ نسخہ انگریزوں کی نظر سے نہ گذرا ہو، جسے پڑھ کر وہ مرزا صاحب قادیانی پر ایمان لانے سے رک گئے ہوں کیونکہ ہماری خوشی اسی میں ہے کہ انگریز قوم بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر ایمان لے آئے جیسا کہ آپ کے الہام کے ماتحت روسیوں میں احمدیوں کی کثرت ہو کر خود حکومت بھی احمدی ہو چکی ہے ۔ (ریویو آف ریلی جنز قادیان ۱۹۱۷ء ص ۳۴۴)

اگر انگریز بھی مسلمان ہو گئے تو ہندوستان میں تحریک پاکستان کو بڑی تقویت

پہنچے گی اہل انگلستان کے قادیانی اسلام میں داخل ہونے پر ہم ابھی سے ان کی خدمت میں بطور استقبال یہ شعر پیش کرتے ہیں :

یاں کے آنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دونگا خدا وہ دن کرے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰۔ اگست ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۴۴ ص ۶۔۷)

بزم توحید کی ضرورت، قادیان سے آواز

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۹۔ اگست ۱۹۴۰ء میں بزم توحید سے متعلق جو مضمون لکھا گیا تھا اس میں اظہار واقعہ کے طور پر یہ ذکر بھی آیا تھا کہ قادیانیوں نے قبر پرستی کے انسداد پر کوئی کوشش نہیں کی کیونکہ ان کی ساری کوشش مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی شخصیت منوانے پر صرف ہوتی رہی ہے ۔ اس کے جواب میں الفضل قادیان میں ایک لمبا مضمون شائع ہوا ہے جو بجائے تردید کے ہمارے دعوی کی تائید ہے۔ الفضل کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں :

پس مسلمانوں میں توحید قائم کرنے کا یہ طریق نہیں کہ مزاروں اور مقبروں پر مارے مارے پھریں، اور جو لوگ وہاں مشرکانہ حرکات کرتے ہوں ان سے دو بدو ہوں ۔ اس طرح اصلاح کی بجائے فتنہ بڑھنے کا خطرہ ہے ...

دراصل مسلمانوں کو اسلامی تعلیم پر کاربند کرنے کا طریق یہ ہے کہ ان میں زندہ ایمان پیدا کیا جائے ..

اسی لئے خدا تعالی نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو مبعوث فرمایا ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس موقع پر جماعت احمدیہ کے خلاف کوئی اور اعتراض نہیں سوجھا تو انہوں نے یہی کہہ دیا کہ اس جماعت کی ساری تگ و دو سے ان کی غرض و غایت مرزا صاحب کی شخصیت منوانا ہے ۔

(الفضل قادیان ۱۱۔اگست ۱۹۴۰ء ص۱)

ناظرین کرام! الفضل کی عبارت مرقومہ کو بغور دیکھئے اور ہمارے بیان کی تصدیق کیجئے۔ہم بتاتے ہیں کہ حقیقت یہ نہیں ہے کہ مزاروں پر توحید کا وعظ کہنے سے قادیانیوں کو فتنے کا خوف ہے۔ایسا نہیں ہے بلکہ خوف کچھ اور ہے وہ یہ ہے کہ قادیانی مبلغ مثلاً اجمیر یا لاہور جا کر لوگوں کو سمجھائیں کہ تم ان بزرگوں کو حاجت روا اور مشکل کشا نہ سمجھو بلکہ قادیان میں تمہارے لئے ایک مسیح موعود آ چکا ہے اس کی بات کو مانو۔ وہ لوگ اگر قادیانی تحریرات سے واقف ہوں گے تو فوراً یہ کہہ دیں گے کہ کیا ہم اس شخص کو مسیح موعود مانیں جس کا قول ہے

اعطیت صفت الا فناء و الا حیاء (خطبہ الہامیہ طبع اول ص ۲۳)

(یعنی مجھ (مرزا) کو دنیا کے فنا کرنے اور پھر اسے زندہ کرنے کی طاقت دی گئی ہے)

ہم اپنے ولیوں اور بزرگیوں کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہیں تو تم نے ہمارے سابقہ عقیدے کو غلط قرار دے کر اس کی بجائے کون سا صحیح عقیدہ پیش کیا ہے ۔تب ہجوم کی طرف سے آواز آئے گی بزنید۔جس پر حافظ مرحوم کا یہ شعر صادق آئیگا:

محتسب خم شکست و من سر او
السن بالسن و الجروح قصاص

بس یہی وہ فتنہ ہے قادیانیوں کو جس کا خوف ہے ۔اس کی ہم بھی تائید کرتے ہیں۔خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی جو تمہید کے طور پر لکھی گئی ہے۔اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ بزم توحید کی آواز قادیان سے کیسے آئی؟ اس کے لئے اخبار الفضل قادیان کا ایک نوٹ پڑھیں جو مع سرخی درج ذیل ہے:

مسلمانوں کی قبر پرستی کا افسوس ناک نظارہ

دہلی سے قریباً ۱۲ میل دور مہرولی میں ایک بزرگ قطب الدین صاحب بختیار کاکی کا مزار ہے۔حال ہی میں مجھے وہاں جانے کا اتفاق ہوا چونکہ ان دنوں اجمیر میں عرس ہے، اس لئے بہت سے لوگ جن میں سے اکثر حیدر آباد دکن اور بنگال وغیرہ کے مسلمان تھے ان بزرگ کے مزار کی زیارت کرنے جا رہے تھے۔زائرین کا تانتا بنا ہوا تھا۔جب میں مقبرہ کے پاس

پہنچا تو سنا کہ ہر ایک سے کہا جا رہا تھا کہ وضو کر کے زیارت کرنے جاؤ۔ مزار پر پہنچ کر دیکھا کہ اردگرد چھوٹی چھوٹی دیوار بنی ہوئی ہے، مگر پاؤں کی طرف کچھ کھلی جگہ ہے۔ قبر پر ایک بہت بڑی زرد رنگ کی چادر پڑی تھی لوگ پھول اس چادر پر پھینکتے۔ اور شیرینی جو پاس مجاور بیٹھا تھا اسے دیتے۔ وہ کہتا بھائی خواجہ صاحب کی نذر کرو، تب وہ تبرک دیں گے۔ اس پر زائر کچھ پیسے قبر کے پاؤں کی طرف رکھ دیتا اور مجاور پھینکے ہوئے پھولوں میں سے کچھ پتیاں اٹھا کر اور تھوڑی سی شیرینی بھی دے دیتا۔ مزار کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے والے یا خواجہ کہہ کر مرادیں مانگتے اور جو کم از کم ایک روپیہ دیتا اس کے سر پر پہلے اس چادر کے حصہ سے جو ململ کی قبر پر ڈالی ہوئی تھی ایک ٹکڑا باندھ دیتے پھر اسے قبر کے پاؤں کی طرف لاکر کہتے خواجہ صاحب کی پائنتی میں سجدہ کرو۔ وہ سجدہ کرتا اور مجاور چادر اس کے سر پر ڈھانپ دیتا۔ کچھ عرصہ وہ سجدہ میں گرا ہوا خواجہ کو مخاطب کر کے حاجات پیش کرتا اور مجاور بھی ساتھ دہراتا۔ اس کے بعد خلیفہ صاحب کے مقبرہ پر بھی یہی عمل کیا جاتا۔ واپس ہونے والوں کے رستہ میں پانی لے کر دو آدمی کھڑے ہوتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ قبر کا دھویا ہوا تبرک ہے پی لو اور پیسے مانگتے ہیں۔ ایک بنگالی جب مزار پر سجدہ کر چکا تو اسے نذر دینے کے لئے کہا گیا اس بے چارے کے پاس چند پیسے تھے نکال کر وہاں پھینک دیئے مگر اسے کہا گیا کہ کم از کم ایک روپیہ دینا پڑے گا ایک مجاور دوسرے سے کہنے لگا تم کیسے آدمی ہو کہ ایسے آدمی کو بغیر نذر لئے سجدہ کرا دیا۔ میں نے کہا بھئی جس کے پاس روپیہ نہ ہو تو کیا اس کو خواجہ صاحب برکت نہیں دیتے۔ اس پر خاموش ہو گئے اور اس بے چارے کی جان چھوٹی۔ میرے دل میں تڑپ پیدا ہو چکی تھی کہ ان لوگوں کو سمجھاؤں اور میں موقع کی تلاش میں تھا۔ آخر میں نے بعض کو اپنی طرف متوجہ پا کر کہا نبی ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لوگوں پر لعنت کی کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی

قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا اور یہاں تو ان لوگوں کی قبروں کو بھی سجدہ گاہ بنایا ہوا ہے جن کے متعلق خیال ہے کہ وہ ولی اللہ تھے نہ کہ نبی۔
اکثر نے سنجیدگی سے غور کیا اور اپنے فعل کو برا گردانا۔ مزار سے ایک طرف ایک مکان میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے جن میں سے اکثر بنگالی تھے ان کو میں نے تبلیغ شروع کی چند لوگان میں سے اردو جانتے تھے۔ وہ سب باتیں قبول کرنے لگے۔ (الفضل قادیان ۲۳۔اگست ۱۹۴۰ء ص ۵)

برادران توحید! کیا یہ آواز سن کر بھی آپ لوگ بزم توحید قائم کرنے میں غفلت سے کام لیں کیا ابھی کچھ اور بھی سننا چاہتے ہیں۔ میری رائے کو کوئی صاحب غلط نہ ٹھہرائیں تو میں یہ کہنے سے نہیں رک سکتا کہ مسلمان قوم آپس میں تقسیم کار کرلے۔ سیاسی مسلمان جن میں مرزائی بھی شامل ہیں بے شک غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت کریں اور ان کو کلمہ پڑھا کر مردم شماری کی حیثیت میں مسلمانوں کی تعداد بڑھاتے جائیں جو ان کی اصلی غرض ہے مگر اہل توحید اصحاب یہ کام اپنے ذمہ لیں کہ مسلمانوں میں جو رسوم شرکیہ رائج ہوچکی ہیں وہ ان کی اصلاح پر توجہ کریں تاکہ وہ لوگ صحیح معنوں میں عنداللہ مسلمان ہوجائیں۔

پس دونوں فریق اپنا اپنا کام کرتے جائیں ہمارے مشورہ پر عمل کریں تو دونوں اپنے اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ میری تو دلی خواہش ہے کہ اہل توحید اپنے فرض منصبی (اشاعت توحید) پر مضبوط ہوکر مسلمانوں کو توحید وسنت اختیار کرنے کی ترغیب دیں کیونکہ ایسے نام کے مسلمانوں سے جو شرک آلودہ ہیں اسلام کی غرض پوری نہیں ہوسکتی اس لئے کہ اسلام کی غرض صرف مردم شماری میں تعداد بڑھانا نہیں، بلکہ مسلمانوں کو خدا کے مقبول بندے موحد متبع سنت بنانا ہے:

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلی
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ ستمبر ۱۹۴۰ء ص ۷۔۸)

فاطمہ الزہراؓ ، اور قادیانی مسیح مرزا

الفضل کو ثنائی جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی علم کلام کے تو ہم مدت سے قائل ہیں کہ یہ لوگ جس دعوے کو چاہیں مغالطات عامۃ الورود سے ثابت کر سکتے ہیں۔ جن لوگوں کو ہماری بات کا یقین نہ آئے وہ مندرجہ ذیل قادیانی استدلالات کو غور سے پڑھیں تو ان کو یقین ہو جائے گا کہ دنیا میں کوئی قضیہ کاذبہ ایسا نہیں ہے جو قادیانی علم کلام سے صحیح ثابت نہ کیا جاسکے۔ ہمارے خیال میں قادیانی علم کلام کا یہ کمال ہے کہ اس کے ماہرین قدرت رکھتے ہیں کہ ہر دعوے کو صحیح ثابت کر دکھائیں آج جو مضمون ہم نقل کرنے کو ہیں اس کو دیکھ کر ناظرین کو قادیانی علم کلام کے متعلق حیرت ہوگی۔ ہم ان کی حیرت رفع کرنے کو آج سے بہت پہلے کا واقعہ جو مرزا غلام احمد صاحب متوفی کے انتقال کے متصل ہی ۱۹۰۸ء میں ظہور پذیر ہوا تھا، پیش کئے دیتے ہیں۔

مرزا صاحب کلاں کا جب انتقال ہو گیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ آسمانی نکاح وقوع پزیر ہونا ناممکن ہو گیا۔ یعنی آپ نے جو کہا تھا کہ محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری میرے نکاح میں ضرور آئے گی، آپ کی وفات سے یہ نکاح قطعی طور پر باطل ہو گیا۔

اس کے جواب میں خلیفہ اول حکیم نورالدین نے قادیانی علم کلام کے طریق پر یہ جواب دیا کہ چونکہ لڑکی کی لڑکی بھی اپنی ہی لڑکی ہوتی ہے، اورلڑکے کا لڑکا بھی اپنا ہی لڑکا ہوتا ہے، اس لئے مرزا غلام احمد صاحب کا لڑکا درلڑکا درلڑکا نفخہ اولی تک اور محمدی بیگم کی لڑکی درلڑکی درلڑکی فنائے دنیا تک، ان دونوں سلسلوں کو ملحوظ رکھ کر ممکن ہے کسی درجہ میں مرزا صاحب قادیانی کے کسی لڑکے کی شادی محمدی بیگم کی کسی درجے

کی لڑکی سے ہو جائے۔

ناظرین کرام! یہ ہے وہ قادیانی علم کلام جس پر اتنا فخر کیا جاتا ہے۔ اب وہ مثال سنیئے جس کے لئے ہم نے یہ نوٹ لکھا ہے:

' مرزا صاحب متوفی نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ میرا سر خاتون جنت فاطمہ زہراء کی ران پر ہے۔

اس پر بڑی چہ مہ گوئیاں ہوئیں۔ اس کشف کی تصحیح کیلئے قادیانی اخبار الفضل مورخہ ٦۔ ستمبر ۱۹۴۰ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس کے لکھنے والے مولوی میر اسحٰق، مرزا غلام احمد صاحب کے چھوٹے سالے اور موجودہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے ماموں صاحب ہیں۔ آپ نے بھی اسی علم کلام سے کام لیتے ہوئے اس کشف کی تصحیح کی ہے۔ اس کے متعلق آپ کے اصل الفاظ درج ذیل ہیں۔

' حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا ایک کشف ہے کہ میں حضرت فاطمہ سے ملا۔ آپ نے نہائت محبت اور شفقت سے جو ماؤں کو بچوں سے ہوتی ہے میرے سر کو اپنے زانو پر رکھا۔ اس کشف پر مخالفوں کی طرف سے وہ بدگوئی سننے میں آئی ہے کہ الامان ...

واقعہ میں اگر حضرت فاطمہ اس دنیا میں تشریف لے آویں اور مرزا صاحب زندہ ہوں تو گو امت کو ان سے کس قدر عقیدت کیوں نہ ہو، امت کے مردوں سے معصومہ بتول پردہ کریں گی۔ کیونکہ ان کے مقدس باپ کی شریعت یہی ہے کہ کوئی عورت کسی غیر محرم کے سامنے نہ ہو۔ مگر مرزا صاحب بھی شریعت اسلام کے مطابق یہ حق رکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کا چہرہ دیکھیں۔ اور صدیقہ زہراء حضرت مرزا صاحب کو مادرانہ شفقت سے اپنے پاس بلا کر ان کے سر پر دست شفقت پھیریں۔ اور کیا تعجب ہے کہ وہ اپنے زانوئے مادرانہ پر پیار سے مرزا صاحب کا اپنے بیٹوں کی طرح سر رکھ دیں۔ کیونکہ مرزا صاحب گو سید نہیں مگر سید زادی سے بیاہ کر کے زہراء کے داماد بن چکے ہیں۔ اور خدا کی شریعت میں بیٹے کی طرح داماد بھی محرم ہوتا ہے۔ پس اس کشف کا مطلب تو یہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی شادی ایک ایسی خاتون

سے ہونے والی ہے جس سے نکاح کر کے آپ حضرت فاطمہ کے فرزند ہو جائیں گے۔ میں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مسلمان علماء سے پوچھتا ہوں کہ اگر فاطمہ زہرا اس وقت دنیا میں تشریف لے آویں تو کیا وہ ہر مسلمان سے پردہ کریں گی۔ یا سادات کے سامنے ہو سکیں گی۔ اور یہ کہ جو شخص کسی سید زادی سے بیاہا جائے وہ حضرت فاطمہ کا پوت داماد ہونے کی وجہ سے محرم بن جاتا ہے یا نہیں؟ (الفضل قادیان ۶ ستمبر ۱۹۴۰ء ص ۵)۔

راقم مضمون میر اسحاق صاحب چونکہ ذی علم آدمی ہیں اور قوم کے سید بھی کہلاتے ہیں، اس لئے اپنا جواب آپ کے جواب پر مبنی کرنے کو آپ سے ایک شرعی سوال کرتے ہیں کہ دو سید زادے بھائی بھائی ہیں۔ ایک کا نام اسماعیل ہے اور دوسرے کا نام اسحٰق۔ اسماعیل کا بیٹا ہے اور اسحٰق کی بیٹی۔ آپ کے مرقومہ اصول کے مطابق اسماعیل کا بیٹا بھی حضرت فاطمہ کا بیٹا ہے اور اسحٰق کی بیٹی بھی حضرت فاطمہ کی بیٹی ہے۔

تو اب کیا فرماتے ہیں قادیانی علماء دین اور مفتیان شرع متین کہ سید اسماعیل کے بیٹے کا نکاح سید اسحاق کی بیٹی سے جائز ہے یا نہیں؟

مہربانی کر کے قادیانی علماء اس پر روشنی ڈالیں کہ ان کی شرع میں اس کا کیا حکم ہے؟

اگر جائز ہے تو اس سوال کو بھی حل کر دیں کہ بھائی بہن کا نکاح ایک دوسرے سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟

اگر ناجائز ہے تو یہ بھی بتا دیں کہ اس قسم کے رشتے آج تک سادات میں ہوئے بھی ہیں یا نہیں؟

اگر ایسے بے شمار رشتے ہو چکے ہیں تو کیا یہ سب نکاح ناجائز ہوتے ہیں؟ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان سیدہ زادہ ہونے کی وجہ سے حضرت فاطمہ کے بیٹے ہوئے اور ڈاکٹر اسماعیل کی بیٹی سید زادی ہونے کی وجہ سے فاطمہ زہرا کی بیٹی ٹھہری۔ اب یہ دونوں اولاد فاطمہ ہونے کی وجہ سے آپس میں بہن بھائی ہوئے۔ تو ان کا باہمی نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

اگر یہ نکاح ہو چکا ہے تو اس کی بابت علماء قادیان کا کیا فتوی ہے؟

اگر کہیں کہ بعد نسل کی وجہ سے حرمت اصلیہ باقی نہیں رہی اس لئے اہل حدیث نے جو مثالیں پیش کی ہیں ان سب صورتوں میں نکاح جائز ہے تو ہم کہیں گے ما هو جوا بكم فهو جوا بنا یعنی جس طرح بعد نسل کی وجہ سے سید زادی کا خاوند حضرت فاطمہ کیلئے ان کے حقیقی داماد کی طرح محرم نہیں اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی خاتون جنت کیلئے حقیقی محرم نہیں ہو سکتے۔ پس آپ کا جواب تار عنکبوت سے زیادہ ضعیف ہے۔

میر (اسحٰق) صاحب نے آپ نے اس مشکل مسئلہ کا جواب ہم سے طلب کیا ہے ہم نے آپ ہی کے خاندان سے مثال پیش کر دی ہے۔ اگر آپ کو اس مثال سے ملال پیدا ہو تو مرزا غالب مرحوم کا یہ شعر اپنے او پر وارد کر کے پڑھ لیجئے:

دھول دھپہ اس سر پا ناز کا شیوہ نہ تھا
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک دن

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۷ ستمبر ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۴۸ ص ۴۔۵)

قادیانی کا درجہ روایت حدیث میں کیا تھا؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے جہاں تک مرزا غلام احمد صاحب کی تصانیف کو دیکھا ہے ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو روایت حدیث کے باب میں ثقہ نہیں پایا۔

راویان حدیث میں سے دو نام عدم ثقاہت میں ایسے مشہور ہیں کہ جس روایت میں وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک مذکور ہو، ہر طالب علم اس روایت کو غیر معتبر جان لیتا ہے۔ ایک کا نام ابن لہیعہ ہے اور دوسرے کا نام جابر جعفی ہے۔ ابن لہیعہ کی نسبت جابر جعفی عدم اعتبار میں زیادہ ترقی یافتہ ہے کیونکہ ابن لہیعہ میں نسیان غالب تھا، مگر جابر جعفی کو محدثین نے کذاب لکھا ہے۔

روایت حدیث کی حیثیت سے ہم مرزا صاحب کو ابن لہیعہ سے زیادہ یعنی جابر جعفی کے مماثل سمجھتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں ہمارے پاس بہت سی شہادتیں ہیں جن میں سے ایک شہادت ہم اہل حدیث امرتسر یکم مارچ ۱۹۴۰ء میں پیش کر چکے ہیں جس کا جواب باوجود تقاضا کرنے کے اتباع مرزا سے آج تک نہیں ہو سکا۔

لطف یہ ہے کہ مرزا صاحب روایت حدیث میں سہو ونسیان کی وجہ سے کذب بیانی نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی اغراض کے ماتحت کرتے تھے۔ شہادت اولی مندرجہ اہل حدیث یکم مارچ میں اس کی تفصیل مذکور ہو چکی ہے، آج ہم شہادت ثانیہ پیش کر کے اہل علم ناظرین سے دادخواہی کرتے ہیں۔ خصوصاً مرزا غلام احمد صاحب کے ذی علم اتباع سے درخواست کرتے ہیں وہ از راہ مہربانی تعصب کو الگ رکھ کر ہماری پیش کردہ شہادت کو غور سے پڑھیں اگر وہ حسن عقیدت کی وجہ سے ہماری پیش کردہ شہادت پر غور کر کے منصفانہ رائے نہیں دیں گے تو وہ سن رکھیں:

اگر تو مے نہ دہی داد روزے دادے ہست

ایک عربی مقولہ مشہور ہے جس کا ترجمہ ہے کہ:

اے رسول اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمان نہ بناتا لو لا ك لما خلقت ا لا فلا ك

اس فقرے کو حدیث قدسی کے نام سے بیان کیا جاتا ہے، مگر نہ اس کی کوئی سند ہے، نہ یہ از روئے روایت صحیح ہے۔ صرف غیر معتبر واعظوں کی زبان پر چڑھا ہوا ہے۔ اس مقولہ کے متعلق اخبار الفضل ۱۸ ستمبر ۱۹۴۰ء میں مفتی محمد صادق کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> رسول کریم ﷺ کی شان میں ایک حدیث قدسی بیان کی جاتی ہے جس میں اللہ تعالی نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ
>
> لو لا ك لما خلقت ا لا فلا ك یعنی اے محمد مصطفیٰ اگر تو نہ ہوتا تو میں زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا۔
>
> لوگوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث محدثین کے اصول کے مطابق صحیح نہیں مگر ایک دفعہ یہی سوال حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اس حدیث کی تصدیق کی اور فرمایا گو محدثین کے اصول کے

مطابق یہ حدیث درست نہیں مگر ہمیں کشفی طور پر معلوم ہوا ہے کہ یہ حدیث اپنے مطلب اور مفہوم کے لحاظ سے صحیح ہے۔ اس حدیث سے رسول کریم ﷺ کی بلند شان کا پتہ لگتا ہے۔ (الفضل قادیان ۱۸ ستمبر ۱۹۴۰ء ص اول)۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: محدثین کے نزدیک تو یہ مقولہ بے ثبوت ہونے کی وجہ سے بجوئے نارزد، اس کے علاوہ مقصود کے لحاظ سے بھی بالکل غلط ہے کیونکہ اس سے مقصود یہ بتایا جاتا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ نہ ہوتے تو خدا دنیا کو بھی پیدا نہ کرتا، حالانکہ اس مطلب کے لحاظ سے عربی الفاظ یوں ہونے چاہییں لو لا ک لما خلقت الد نیا، یاما خلقت شیئاً یعنی اے پیغمبر اگر تو نہ ہوتا تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا، یا کوئی چیز پیدا نہ کرتا۔

بہر حال مرزا غلام احمد صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب دونوں نے یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ محدثین کے نزدیک یہ روایت بے ثبوت ہے۔ ہاں مرزا صاحب نے اس معنی کو صحیح قرار دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں آپ کی ایک غرض مخفی ہے۔ یہ مقولہ گو آنحضرت ﷺ نے اپنے حق میں ارشاد نہیں فرمایا اور نہ کوئی سچا نبی ایسا کہہ سکتا ہے لیکن مرزا صاحب قادیانی نے اس مقولہ کو اپنا الہام ظاہر کر کے اس کو اپنے حق میں بتایا ہے۔ آپ کے اصل الفاظ مع ترجمہ یہ ہیں:

يظهر ك الله و يثنى عليك لو لا ك لما خلقت ا لا فلا ك

خدا تجھے غالب کر دے گا اور تیری تعریف لوگوں میں شائع کر دے گا

(یہ ترجمہ لفظی نہیں ہے مرزا صاحب کی اپنی ایجاد ہے۔ لفظی ترجمہ یہ ہے کہ خدا تیری تعریف کرتا ہے۔ ثناء اللہ) اگر میں تجھے (مرزا کو) پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو بھی نہ بناتا

(حقیقۃ الوحی۔ ص ۹۹)

اللہ رے تعلّی: استاد داغ نے اپنے محبوب کی اسی قسم کی تعلّی کا ذکر اس شعر میں کیا ہے

آ گیا داغ ان کے دل میں یہ غرور
شکل ہے دنیا میں لاثانی مری

اس روایت کو صحیح المعنی بتانے سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اصل

غرض یہی ہے کہ اس کو اپنے حق میں چسپاں کریں

قادیانی اور لاہوری ممبرو! فقرہ مذکورہ کو آپ لوگ حسب تصریح محدثین آنحضرت ﷺ کا ارشاد تو نہیں مانتے ہوں گے کیونکہ سند کے لحاظ سے یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ مگر مرزا صاحب کے الہام کے ماتحت اس کو انکے حق میں ضرور مانتے ہوں گے کہ اگر مرزا صاحب نہ ہوتے تو خدا دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک اور آج سے فنائے عالم تک جو کچھ پیدا ہوا ہے یا آئندہ ہوگا، یہ سب مرزا صاحب کے وجود کی برکت ہے۔ کیا یہ عقیدہ کسی صحیح الفہم انسان کا ہوسکتا ہے۔ تم میں سے کوئی فرد اس کا انکار نہیں کرسکتا ہے، کیونکہ یہ مرزا صاحب کا الہام ہے جس کو صحیح جاننا اس کے ہر ایک مرید کا فرض ہے اسلئے ہم ہر اس شخص سے جو اپنے نام کے ساتھ احمدی لکھتا ہے یا کہتا ہے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ وہ خدا کو حاظر ناظر جان کر اور اس کے خوف کو دل میں جگہ دے کر بتائے کہ اس قسم کی تعلیم کسی نبی یا ولی کسی مجدد یا مجتہد نے پیش کی ہے۔ جہاں تک ہمارا ناقص علم رہبری کرتا ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب اس میں متفرد ہیں۔ اس لئے ہمارا یہ دعوی صحیح ہے

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری اس تعلیٰ کو
بہت سے ہو چکے ہیں گر چہ تم سے مدعی پہلے

مرزا غلام احمد قادیانی تو اس دنیا میں نہیں ہیں، انکو چھوڑ کر ان کے اتباع کو ہم اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ اسلامی دنیا میں عموماً اور ملک ہندوستان میں خصوصاً بفضلہٖ تعالی خادمان حدیث بکثرت موجود ہیں جن میں اخبار اہل حدیث امرتسر ایک ادنی خادم ہے اور یہ وہی گروہ ہے جس کی بابت مولانا الطاف حسین حالی نے کہا ہے

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا
مناقب کو چھانا مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا
آئمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

اس لئے ان لوگوں کو چاہیے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی روایت کردہ حدیث کو پیش کرتے ہوئے یہ سمجھ لیا کریں کہ خادمان حدیث زندہ ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔اکتوبر ۱۹۴۰ء مطابق یکم رمضان ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۴۹ ص ۷، ۸)

جنگ یورپ کا نقشہ و اسباب

قادیانی اخبار فاروق میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج دنیا جنگ میں مبتلا ہے ہر ایک ملک اپنی حفاظت کی فکر میں ہے۔ نار حرب کے شعلے دن بدن تیز سے تیز تر ہو رہے ہیں۔ ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق اسباب جنگ کی تلاش میں ہے۔ شیخ سعدی نے جنگ کا سبب جو بتایا ہے اہل دانش کے نزدیک وہی صحیح ہے۔ آپ کے شعر کا ترجمہ یوں ہے:

اگر کوئی بادشاہ سات ولایتوں پر بھی قبضہ کر لے، تب بھی اور ملکوں کی تسخیر کے فکر میں مشغول رہے گا۔

یہ ہے بادشاہوں کی لڑائی کا اصل سبب یعنی جوع الارض، مگر قادیانی گروہ اپنے پیشوا کی تعلیم کے ماتحت جنگ کے متعلق جو خیال رکھتا ہے اسے ہم قادیانی اخبار فاروق کے الفاظ میں ناظرین تک پہنچاتے ہیں۔ فاروق ۱۴ ستمبر ۱۹۴۰ء میں مرقوم ہے:

بحر و بر میں فساد:

ظهر الفساد فی البرّ و البحر بما کسبت ایدی النّاس لیذ یقهم بعض الّذی عملوا لعلّهم یر جعو ن (الروم:۴۱)

خشکی اور تری میں اس کی وجہ سے فساد ظاہر ہو گیا جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا تاکہ انہیں اس کا مزہ چکھائے جو انہوں نے کیا تاکہ وہ رجوع کریں۔

ہاتھوں کے کسب سے مراد انسان کے اعمال یا اپنے ہاتھ کی کاریگری کے ہیں

آج دنیا کو اپنی صنعتوں پر بڑا ناز ہے ۔ صانع حقیقی کو یکسر فراموش کر دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا کرشمہ دکھلائے گا اور ثابت کر دیگا کہ حقیقی صانع وہی ایک ہے انسان کے ہاتھوں نے جو کمایا، یعنی انسان کی بداعمالیاں یا عظیم الشان مصنوعات ان کی وجہ سے فسادات عظیم رونما ہونگے چنانچہ آج بحر و بر میں انسان کی بداعمالیوں شرارتوں اور صنعتوں نے وہ فساد برپا کیا کہ الامان والحفیظ ۔ موجودہ زمانہ کی جنگیں خشکی اور تری پر پھیلی ہوئی ہیں زمین پر عالمگیر فساد اور سمندروں میں بھی آتش جنگ بھڑکائی جا رہی ہے جہازوں کی غرقابی اور ہزاروں جانوں کا اتلاف گویا ایک فساد عظیم ہے جو بحر و بر پر پھیلا ہوا ہے ۔

قیامت وسطی

الف : و اما الذین فسقوا فمأ وا هم النار کلما ارادوا ان یخرجوا منها اعیدوا فیها و قیل لهم ذوقوا عذا ب النار الذی کنتم به تکذ بو ن۔ و لنذ یقنهم من العذا ب الا دنی دو ن العذاب ا لا کبر لعلّهم یر جعو ن۔ و من اظلم ممن ذکّر بآ یا ت ر بّه ثمّ اعرض عنها انّا من المجرمین منتقمون (السجدة : ۲۰۔۲۲)

اور جو نافرمان ہیں تو ان کا ٹھکانہ آگ ہے جب کبھی چاہیں گے کہ اس سے نکل جائیں اس میں لوٹا دیئے جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے اور یقیناً ہم انہیں نزدیک کا عذاب بڑے عذاب سے پہلے چکھائیں گے تاکہ وہ رجوع کریں اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جائے پھر وہ روگردان ہو، ہم مجرموں کو سزا پہنچانے والے ہیں ۔

ان آیات میں عذاب ادنی سے مراد عذاب دنیا ہے اور عذاب اکبر سے عذاب آخرت مراد ہے ۔ قرآن مجید میں عذاب دنیا کا نقشہ عذاب آخرت کے رنگ میں پیش کیا گیا ۔ گویا دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کا پیش خیمہ

ہے اور اس کی صداقت پر گواہ۔
اور مذکورہ آیات میں بتلایا کہ کافروں کو عذاب ادنی کی صورت میں اس دنیا میں بھی آگ کا عذاب دیا جائے گا۔
آگ کا عذاب کیا ہے؟ عرب میں یہ دستور تھا کہ اعلان جنگ کے لئے کسی اونچی پہاڑی یا بلند مقام پر ایک بڑی آگ روشن کرتے تھے جو نارالحرب کہلاتی۔قرآن مجید میں بھی اس نارالحرب کا ذکر ہے
کلما أو قدوا ناراً للحر ب (المائدۃ:۶۴)
پس مذکورہ آیات میں عذا ب النار سے مراد نار الحر ب
یعنی لڑائی کی آگ ہے اور یوں بھی موجودہ جنگوں میں اسلحہ آتش بار کے ذریعہ آگ برسائی جاتی ہے پس یہ جو فرمایا کہ کافروں کو عذاب ادنی کی صورت میں آگ کا عذاب دیا جائے گا اس میں پیش گوئی ہے کہ عظیم الشان جنگیں ہوں گی جن میں اسلحہ آتش بار کے ذریعہ آگ بھڑکائی جائے گی پھر فرمایا کلما ارا دو ان یخر جوا منها اعیدوا فیها
کہ جب چاہیں گے کہ اس آگ سے نکل جائیں وہ اس میں لوٹا دیئے جائیں گے۔اب دیکھ لو نارالحرب سے نجات پانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا صلح جوئی کی کوششیں کی گئیں انٹرنیشل لیگ بنائی لیکن ناکام گذشتہ جنگ عظیم میں انگلستان کے وزیر اعظم مسٹر ایسکوئتھ نے ہر ممکن کوشش کی کہ یہ عذاب الٰہی ٹل جائے مگر کچھ نہ بنا۔کہتے ہیں کہ مسٹر ایسکوئتھ کے منہ پر اس عذاب کے خوف اور ناکامی صلح کے باعث ایک رات میں بڑھاپا برسنے لگا تھا۔اور موجودہ جنگ سے پیشتر مسٹر چیمبرلین نے کیا کیا جتن نہ کئے لیکن ناکام۔اور دنیا اس آگ میں دھکیل دی گئی۔آج یورپ پر واقعی آگ برس رہی ہے خطرناک جنگ کی صورت میں جہنم بھڑک اٹھا اور و اذا الجحیم سعّرت (جہنم بھڑکائی جائے گی) کا زمانہ آنکھوں کے سامنے ہے اور قرآن مجید کی پیشگوئی کے مطابق آگ کا عذاب دیا جارہا ہے
(ب)۔ فلهم عذا ب جهنم ولهم عذا ب الحر يق (۸۵:۱۰)

کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے ۔ ربیع سے روایت ہے کہ عذاب جہنم آخرت کا عذاب ہے اور عذاب الحریق یعنی جلنے کا عذاب اس دنیا کا عذاب ہے

(ج)۔کذا لك العذاب، و لعذا ب الآخرة اکبر لو کا نوا یعلمون (القلم:۳۳) اسی طرح عذاب (دنیا) آئے گا اور آخرت کا عذاب یقیناً اس سے بڑا ہے

(د)۔ انّ عذا ب ربك کا ن محذورا ۔و ان من قر یة الا نحن مهلکو ها قبل یو م القیامة او معذ بو ها عذا باً شدیداً (الاسراء: ۵۷۔۵۸) بے شک تیرے رب لا عذاب ڈرنے کی چیز ہے اور کوئی بستی نہیں مگر ہم اسے قیامت کے دن سے پیشتر ہلاک کر دیں گے یا اسے سخت عذاب دیں گے۔

مذکورۃ الصدر آیات میں صراحت سے عذاب دنیا اور عذاب آخرت یا دوسرے لفظوں میں قیامت وسطی اور قیامت کبری کا ذکر موجود ہے اور ایسے عالم گیر عذابوں کی پیش گوئی ہے جو اطراف عالم پر چھا جائیں گے جن کی لپیٹ سے ایک بستی بھی باہر نہ رہے گی ۔ ربنا آ تنا فی الد نیا حسنة و فی ا لآ خرة حسنة ....

انّا ار سلنا الیکم رسو لًا شا هداً علیکم کما ار سلنا الی فرعون رسو لًا ۔فعصی فرعو ن الرّ سو ل فأ خذ ناه ا خذاً وبیلاً ۔ فکیف تتّقو ن ان کفر تم یو ماً یّجعل الولدا ن شیبا ن السّماء منفطر به کا ن وعده مفعو لًا (المزمل:۱۵۔۱۸)

ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پر گواہ ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی سو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔سو اگر تم انکار کرو تو اس دن سے کس طرح بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا آسمان اس سے لپیٹ پڑنے والا ہے اسکا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

جس طرح موسیٰ کے مقابلہ پر فرعون اٹھا تھا اسی طرح مثیل موسیٰ کے مقابل سب سے بڑا جس نے سر اٹھایا ہے وہ دجال کا فتنہ ہے اتنا عظیم الشان فتنہ کی جس کی ابتداء آفرینش سے لے کر قیامت تک کوئی ایک مثال بھی نہیں پس فرمایا کہ یہ (آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا) دجالی گروہ اس آخری زمانہ کے عذاب شدید سے کیونکر بچ سکتا ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا جس سے آسمان پھٹ پڑیں گے یعنی بے پناہ شدائد و مصائب اور آسمانی آفات نازل ہوں گی ...

نیلی آنکھوں والے مجرم:

یو م ینفخ فی الصّور و نحشر المجر مین یو مئذ زر قاً

(طہ: ۱۰۲) جس دن قرنا میں پھونکا جائے گا ہم اس دن نیلی آنکھوں والے مجرموں کو اکٹھا کریں گے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ اقوام یورپ کی آنکھیں نیلی ہیں جنگ کا بگل بجایا گیا اور لاکھوں نیلی آنکھوں والے مجرم مجتمع ہو گئے اور ایک دوسرے سے برسر پیکار ہو گئے پس یہاں حشر کے لفظ میں نیلی آنکھوں والی قوموں کے دنیوی حشر کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت مسیح موعود (مرزا) کی جلالی آواز:

دیکھو آج میں نے بتا دیا زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا اور ہر یک جو زمین کو اپنی بدیوں سے پاک کرے گا وہ پکڑا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے قریب ہے کہ میرا قہر زمین پر اترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی۔ پس اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے خبر دی تھی ...

یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیش گوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں

قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی زمین پر اس قدر تباہی آئے گی کہ اس روز کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیر وزبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقل مند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے۔ (منقول از فاروق ۱۴ستمبر ۱۹۴۰ء ص ۵۔۷)

اس سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے

۱۔ یہ جنگ بقول مرزائیاں دجالی گروہوں کے مابین ہو رہی ہے

۲۔ نیلی آنکھوں والے یورپئن مجرموں کے درمیان ہو رہی ہے

۳۔ راستی چھوڑ کر شرارت اختیار کرنے والے گروہوں میں جاری ہے

۴۔ یہ جنگ اور سابقہ جنگ عظیم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش گوئیوں کے مطابق ظہور پذیر ہوئیں

۵۔ اس لڑائی کا سبب یہ ہے کہ، بنی نوع انسان نے اپنے سچے خدا کی پرستش چھوڑ دی

ان سب فقروں میں قابل غور فقرہ بالفاظ مرزا یہ ہے کہ:

اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں تاخیر ہو جاتی۔

مطلب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ:

اہل دنیا نے عموماً اور ان متحارب قوموں نے خصوصاً میرا انکار کیا تو یہ جنگ بصورت عذاب ان پر نازل ہوئی جیسے کہ امم سابقہ عادیوں ثمودیوں پر انبیاء کے انکار کی وجہ سے عذاب آیا تھا۔

ہمیں یورپ کی کسی دوسری قوم سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہمارا تعلق انگریز قوم سے ہے جس کی ہم رعیت ہیں۔ خاص انگریزوں کے پر رونق ملک انگلستان پر جنگ کی وجہ سے جو تکلیف نازل ہو رہی ہے وہ کسی اخبار بین یا باخبر انسان سے مخفی نہیں ہے۔ اس ساری تکلیف کو ملحوظ رکھ کر ہم مرزا صاحب کے اس قول پر نظر کریں تو عجیب حقیقت معلوم ہوتی ہے آپ اپنی خدمات متعلقہ حکومت برطانیہ شمار کر کے لکھتے ہیں:

میں ان امدادوں میں ایک زمانہ طویل صرف کیا ہے یہاں تک کہ گیارہ برس انہی اشاعتوں میں گذر گئے اور میں کچھ کوتاہی نہیں کی پس میں یہ دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ میں ان خدمات میں یکتا ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں ان تائیدات میں یگانہ ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لئے بطور ایک تعویذ کے ہوں اور بطور ایک پناہ کے ہوں جو آفتوں سے بچا وے۔ (نورالحق حصہ اول۔ص ۳۲۔۳۳)

مرزا صاحب کی یہ عبارت اس وقت کی ہے جس وقت یورپ کی جنگ جو اقوام جو آج کل برسر جنگ ہیں اسلام کی عموماً اور مرزا صاحب کی خصوصاً منکر تھیں ان کے دل میں اسلام یا مرزا صاحب کی تصدیق کا واہمہ بھی نہ تھا باوجود اس کے مرزا صاحب حکومت برطانیہ کے حرز اور تعویز تھے پھر معلوم نہیں کہ اب انکی تکذیب کا یہ الٹا اثر کیوں پیدا ہو گیا کہ اقوام متحاربہ مع انگلستان کے عذاب کی مورد ہو گئیں حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے اتباع مختلف رنگ اختیار کر لیتے ہیں جیسا وقت آیا ویسا گیت گا دیا۔ اسلئے ہماری طرف سے یہ شعر ان کی نذر رہے

ہم بھی قاتل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء مطابق ۸ رمضان ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۵۰ ص ۳۔۶)

انّی مهين من اراد اها نتك

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب متوفی کا یہ ایک الہامی فقرہ ہے اس کا ترجمہ یہ ہے؛

اے مرزا! جو شخص تیری توہین کا ارادہ کرے گا میں اس کو ذلیل کروں گا۔

اس کا مضمون بالکل صاف ہے مگر مرزا صاحب قادیانی کے حق میں یہ کبھی صادق نہیں آیا۔ ان کی توہین کرنے والوں کی توہین کبھی نہیں ہوئی بلکہ تعظیم ہوتی رہی ہے۔ آج ہم اس الہام کے معنی ایک جدید واقعہ پیش کر کے بتاتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۴۰ء میں حدیث

لو کا ن الا یما ن معلقاً با لثر یا

پر بحث کرتے ہوئے ہم نے یہ نحوی مسئلہ لکھا تھا کہ حرف لو اصل میں ماضی کے لئے وضع ہوا ہے اور حدیث کے معنی یہ بتائے تھے کہ اگر ایمان ثریا سے بھی معلق ہوتا تو بھی اہل فارس اس کو لے آتے۔ ہمارے دعوے کا ثبوت کافیہ کی یہ عبارت ہے:

ا ن للا ستقبا ل و ان د خلت فی الما ضی و لو عکسه ۔

یعنی حرف ان مستقبل کے لئے آتا ہے اور حرف لو ماضی کے لئے

اس کی شرح میں شارح جامی نے لکھا ہے کہ:

و لو عکسه یعنی للما ضی و ان د خلت علی الستقبل ۔

یہ ہے حرف لو کی اصل حقیقت اس کو چھوڑ کر مستقبل کے معنی مراد لینا ایسا ہی ہے جیسا اسد (شیر) سے شجاع مراد لینا جو استحالہ حقیقت اور قرینہ مجاز کا محتاج ہے حدیث میں زیر بحث دونوں امور نہیں پائے جاتے۔ یعنی نہ حقیقت کا استحالہ ہے، نہ مجاز کا قرینہ ہے۔ اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی اور اتباع مرزا جب کبھی ہماری توہین کے مرتکب ہوئے مرزا صاحب قادیانی کے مذکورہ الہام کے ماتحت انہی لوگوں کی توہین ہوئی۔ چنانچہ یہی مضمون نگار صاحب جن کا تعارف اڈیٹر صاحب فاروق نے ان لفظوں میں کرایا ہے:

مکرمی مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب ذبیح مولوی فاضل،
اسی بحث میں میرے متعلق مندرجہ ذیل توہین آمیز فقرات لکھے ہیں:
مولوی صاحب تعصب کی وجہ سے اعتراض تو کر گئے لیکن نا معلوم بڑھاپے کی وجہ سے یا حق کی مخالفت کی وجہ سے وہ یہ معلوم نہ کر سکے کہ میں اس علمی نکتہ میں باب جہالت وا کر رہا ہوں۔ مولوی صاحب خدا تعالی آپ کی عمر بہت لمبی کرے اور حواس خمسہ درست رکھے تاکہ آپ حسب ارشاد خود لمبی عمر پانے والوں کا فخر حاصل کر سکیں۔ آپ کی سمجھ کیلئے بطور اختصار جواب عرض کیا جاتا ہے امید ہے کہ آپ اس پر نظر غور فرما کر اپنی غلطی کا اقرار کریں گے۔ (فاروق قادیان ۲۸ ستمبر ۱۹۴۰ء ص ۷)

ناظرین! ان فقرات کو بغور پڑھیئے اور الہام مذکور (انی مھین ..) کا نتیجہ سنیئے! آپ حرف لو کا استعمال مستقبل کے لئے بتانے کو چند مثالیں دیتے ہیں ان میں سے ایک مثال یہ ہے:

و لو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت و الملائکة باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون (انعام۔ ۹۳) کہ کاش تو دیکھتا جب کہ ظالم موت کی بے ہوشی میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں (اور کہہ رہے ہوں) نکالو اپنے آپ کو آج تم بدلہ دیئے جاؤ گے بصورت عذاب رسوائی۔ اس آیت میں بھی لفظ اخرجوا ماضی ہے لیکن بمعنی مستقبل

(اخبار فاروق تاریخ مذکور)

ناظرین کرام! لفظ اخرجوا قرآن مجید میں بکسر الراء (رے کے کسرہ سے) صیغہ امر ہے۔ ہمارا اعتبار نہ ہو تو قادیان کا مطبوعہ قرآن دیکھ لیں یا حافظوں سے پوچھ لیں۔ قادیان کے مولوی فاضل صاحب نے اس فعل امر کو فعل ماضی بتایا ہے۔ کیوں؟ محض تصرف قدرت کے ماتحت الہام مذکور (جو مرزا صاحب قادیانی کو مخاطب کر کے میرے حق میں کہا گیا ہے) ان لوگوں کو اپنا جلوہ دکھائے۔ قادیانی دوستو! غور سے سنو:

تکبر عزازیل را خوار کرد۔ بزندان لعنت گرفتار کرد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء مطابق ۲۲ رمضان ۱۳۵۹ھ ص ۴۔۵)

لولاک (یا مرزا) لما خلقت الافلاک

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء میں اس روایت پر بحث ہو چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روائت موضوع (محض بناوٹی) ہے۔ مرزا صاحب قادیانی نے بھی اس کو محدثین کے نزدیک غیر ثابت کہا ہے۔ باوجود اس کے اس کو اپنے حق میں بھی بطور الہام پیش کیا ہے۔ ہم نے اتباع مرزا (ہر دو صنف) سے سوال کیا تھا کہ ہم لوگ تو آنحضرت ﷺ کی شان رفیع کو اس روایت مکذوبہ کا مصداق تسلیم نہیں کرتے یعنی ہم یہ نہیں کہتے کہ اگر آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک نہ ہوتی تو خدا تعالی دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا ایسا کہنے کو ہم غلو اور افتراء علی اللہ سمجھتے ہیں مگر تم لوگ (اتباع مرزا) حسب الہام مرزا صاحب قادیانی اعتقاد رکھتے ہو گے کہ مرزا صاحب نہ ہوتے تو خدا تعالی دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ کیا یہ اعتقاد صحیح ہے؟

ایسے آسان سوال کا جواب قادیانی اخبار فاروق میں جس انداز سے نکلا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا سوال امت مرزائیہ کے لئے بہت ہی پریشان کن ثابت ہوا ہے چنانچہ اسی پریشانی میں وہ ایسی بہکی بہکی باتیں کہہ گئے ہیں کہ مرزا صاحب متوفی نے بھی آتھم عیسائی کے متعلق اپنی پیش گوئی کی میعاد ختم ہونے پر نہ کہی ہوں گی ۔اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

یہ حدیث ہے تو بے سند مگر مشہور ہے۔ اور مشہور حدیث معتبر ہوتی ہے۔،

اصل الفاظ یہ ہیں:

مولوی صاحب! اس حدیث کو جو زبان زد خلائق ہے اور جس سے ہر چھوٹا بڑا مسلمان واقف و آگاہ ہے آپ ہرگز اس وجہ سے رد نہیں کر سکتے کہ اس کی کوئی سند نہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حدیث علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کو بھی محدثین نے بے سند مانا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری

موضوعات کبیر کے صفحہ ۴۸ پر فرماتے ہیں:

حد یث علماء امتی کا نبیاء بنی اسرا ئیل قا ل الد میر ی و العسقلا نی لا ا صل له و کذا قا ل الز ر کشی ۔

یعنی امام دمیری امام عسقلانی اور امام زرکشی کے نزدیک یہ حدیث بے سند ہے اور اس کا اصل ہی کوئی نہیں۔

لیکن یہ حدیث زبان زدخلائق ہے اس لئے اس حدیث کو مشہور قرار دیا ہے

۔(فاروق قادیان ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء ص ۳)

مرزائی مجیب صاحب اگر زیادہ نہیں صرف مقدمہ صحیح مسلم ہی پڑھ لیتے تو ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ مقدمہ مذکور میں صرف ایک خاص باب ضرورۃ الاسناد کے نام سے مقرر ہے۔ سند حدیث محدثین کے نزدیک ایسی ضروری چیز ہے کہ محدثین کی اصطلاح میں حدیث سند ہی کا نام ہے جہاں وہ کہتے ہیں کہ حدیث ضعیف ہے یا صحیح ہے تو اس سے مراد سند ہی ہوتی ہے الفاظ حدیث نہیں۔ ایسا کہنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حدیث کے متن پر خود بخود حکم لگ جاتا ہے۔

خیانت مرزائی: مرزائی مجیب نے بڑے فخر سے لکھا ہے کہ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرا ئیل کو بے سند ہونے پر بھی صرف مشہور ہونے کی وجہ سے صحیح قرار دیا گیا ہے۔ محض جھوٹ ہے۔ آپ نے موضوعات کبیر کا حوالہ دیا ہے اسی میں اس کی سند کا ذکر ان لفظوں میں ملتا ہے:

روی عن سند ضعیف (تذکرہ موضوعات للفتنی مطبوعہ مصر ص ۲۰)

یعنی یہ حدیث ضعیف سند سے روایت کی گئی ہے۔

بے سند اور ضعیف السند ہونے میں بڑا فرق ہے۔

بے سند مشہور حدیث کی مثالوں میں شرح نخبہ کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے:

قو له ما لا یوجد له اسناد ا صلاً امثا له کثیرة منها حد یث لو لا ك لما خلقت ا لا فلا ك ۔ (شرح نخبہ ص ۹) (یعنی بے سند حدیثوں کی مثالیں بہت ہیں ان میں سے ایک یہ ہے لو لا ك لما خلقت الا فلا ك)

اس طرفہ پر طرہ یہ ہے کہ اس روایت مکذوبہ کو موضوع ماننے کے باوجود

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو جس کوشش سے اس کا مصداق بنایا گیا ہے وہ بھی قابل دید ہے آپ لکھتے ہیں:

ان سب بیانات سے آنحضرت ﷺ کی حدیث لو لا ك لما خلقت الافلا ك کے معنی ومطلب کا بخوبی علم ہوسکتا ہے اوراسی معنی کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ کے طفیل اور برکت سے حضرت مسیح موعود (مرزا) کو بھی یہ فرمایا گیا کہ اگر آپ مبعوث نہ کئے جاتے تو خدا تعالی نے آنحضرت ﷺ کے امتی نبی کے ذریعہ جس روحانی زمین اور نئے آسمان کے پیدا کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا وہ بھی پیدا نہ کرتے۔ (فاروق قادیان تاریخ مذکور۔ص۴)

اصل مطلب پر اب آئے کہ اپنے صنم (مرزا قادیانی) کو بت پرستوں کی طرح معبود کی حیثیت میں دکھائیں کیا اچھا فقرہ ہے کہ اگر مرزا صاحب قادیانی، مبعوث نہ ہوتے تو نیا آسمان زمین نہ بنتا۔

ایسا کہنے والا دراصل مرزا صاحب کی توہین کرتا ہے کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے جہاں نیا آسمان بنانے کا ذکر کیا ہے وہاں اس کو اپنی نبوت کا نتیجہ نہیں بتایا بلکہ اپنی الوہیت کی شان میں پیش کیا ہے۔آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

ر أیتنی فی المنا م عین الله و تیقنت اننی هو ...

ثم خلقت سما ء الد نیا وقلت انا زینا السماء الد نیا بمصا بیح

(آئینہ کمالات اسلام۔ص۵۶۴۔۵۶۵)

(یعنی میں (مرزا) نے خواب میں اپنے آپ کو بعینہ اللہ دیکھا اوریقین کرلیا کہ میں سچ مچ اللہ ہوں ..پھر میں نے آسمان دنیا بنایا اور کہا ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کر دیا ہے)۔

ناظرین کرام! مرزائیوں کی لاہوری جماعت قادیانیوں کو اس بنا پر غالی کہا کرتی ہے کہ قادیانی لوگ مرزا صاحب کو نبی کہتے ہیں اب لاہوری جماعت ہمیں بتائے کہ ہم خود مرزا صاحب کو کیا کہیں جو اپنے آپ کو اللہ قرار دے کر خالق آسمان و زمین بنتے ہیں ایسے مہا پرش کی (جو خالق آسمان ہونے کا مدعی ہو) کس قدر توہین ہے کہ خدا کی طرف سے اس کو کہا جائے کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں (خدا) دنیا پیدا نہ کرتا (اناللہ)

ہم سچ کہتے ہیں کہ بت پرستوں نے اپنے بتوں کو اور مسیح پرستوں نے مسیح کو

خدا کا شریک بنایا ہے تو امت مرزا بھی ان سے کم نہیں انہوں نے مرزا صاحب کو خدائی کے درجہ تک پہنچا دیا غالباً اس کی بنا مرزا صاحب قادیانی کا یہ الہام ہے:

انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون (حقیقۃ الوحی)

(اے مرزا تیری یہ شان ہے کہ جس چیز کو تو کہہ دے، ہوجا، وہ فوراً ہوجاتی ہے)۔

اللہ رے تیری شان! سچ ہے

بت کریں آرزو خدائی کی شان ہے تیری کبریائی کی

اظہار تعجب۔ ایک ایسا مہا پرش جس کا امر کن فیکون ہو، وہ اپنے مخاطب کے حق میں (جسے اپنا سخت ترین مخالف سمجھتا ہو) آخری فیصلہ کی صورت میں پیشگوئی شائع کرے جس کا مضمون یہ ہے کہ:

ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا،

ناظرین غور فرمائیں کہ اس صورت میں اس مہا پرش مرزا کا اصل مطلب یہی تھا کہ ان کا مخاطب (ثناءاللہ) پہلے مرے گا اور یہ کام ان پر کوئی مشکل بھی نہ تھا۔ اتنا کہہ دینا کافی تھا مت یاثناء اللہ (اے ثناءاللہ مرجا)، وہ مرجاتا۔

مگر یہ کیا غضب ہے کہ وہ تو آج تک زندہ ہے اور کن فیکون کے مالک کی وفات پر آج ۳۲ سال کا عرصہ گزر گیا۔ کیا پہلے کہیں اس کی مثال ملتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ ہے کون و مکان کے مالک کی بااختیار شخصیت۔ مرزائی دوستو: کیا ہی سچ ہے

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا۔ یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم نومبر ۱۹۴۰ء مطابق ۲۹ رمضان ۱۳۵۹ھ ص ۶۔۷)

قادیانی اور لاہوری جماعتوں میں دل چسپ گفتگو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امت مرزائیہ بطور فخر اظہار کیا کرتی ہے کہ مسلمانوں کے فرقے چھوٹی چھوٹی باتوں (مثلاً آمین بالجہر اور رفع یدین وغیرہ) پر لڑ رہے تھے کہ ہمارے مسیح موعود نے

آ کر ان سب مباحث کا خاتمہ کر دیا۔ بس فرما دیا کہ جس طرح کوئی چاہے عمل کرے ۔گو اپنا عندیہ منوانے کے لئے بھی کوشاں رہے۔ چنانچہ منشی عبداللہ سنوری کو رفع یدین کرنے سے اشارۃً منع کر دیا اور انہوں نے اس ارشاد کی تعمیل میں ترک بھی کر دی اور حکیم نور الدین صاحب کو حنفی کہلانے کا حکم دیا انہوں نے بھی اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھنا شروع کر دیا۔

بہت اچھا، مگر آج کل امت مرزائیہ جن امور پر اپنا زور قلم دکھا رہی ہے وہ تو قادیانی علم کلام کے گویا اہم مسائل ہیں اس کی تفصیل قابل دید وشنید ہے۔ پس ناظرین توجہ سے سنیں اور اس گروہ متکلمین کے مشاغل ضروریہ پر حیرت کی نگاہ ڈالیں

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) بیماری کے باعث بہت کمزور ہو گئے ہیں یہاں تک کہ بقول خود خطبہ کے وقت ان کی ٹانگیں کانپتی ہیں آپ حکم دیتے ہیں کہ رمضان میں روزہ دار میرے لئے دعا کریں۔

اس پر بقول خلیفہ صاحب لاہوری جماعت کے بعض افراد کہتے پھرتے ہیں کہ خلیفہ کی عمر ۵۲ سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔، یعنی وقت قریب ہے۔

ہمارے خیال میں لاہوریوں کا یہ کہنا کہ خلیفہ قادیان جلدی مرجائے گا کسی الہام کی بنا پر نہیں ہے، بلکہ ایسا کہنے والوں کا خیال اس مشاہدہ پر مبنی ہوگا کہ جس ٹانچی میں چار ٹونٹیاں لگی ہوں وہ بہت جلد خالی ہو جاتی ہے۔

خلیفہ قادیان کہتے ہیں کہ اگر وہ لوگ میری عمر ۵۲ سال سے زیادہ نہیں سمجھتے تو وہ اس مضمون کی تحریر شائع کر دیں پھر دیکھیں کہ خدا ان کو کیسے جھوٹا ثابت کرتا ہے (الفضل ۲۴۔ اکتوبر۔ ۱۹۴۰ء)

ہمارے خیال میں خلیفہ صاحب کا یہ کہنا قادیانی علم کلام کے خلاف ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں کہ کسی کے حق میں ۱۵ مہینوں کے اندر مجذوم ہو جانے کی پیش گوئی کی جائے، اور پندرہ ماہ صحیح سلامت گزار کر بیسویں مہینے میں مجذوم ہو جائے تو بھی پیش گوئی جھوٹی نہیں ہوگی۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۸۵)

اگر لاہوریوں نے خلیفہ صاحب کی عمر ۵۲ سال لکھ بھی دی اور آپ ۵۲ سال کی بجائے ۷۲ سال بلکہ ۸۰ سال کی عمر میں مر گئے تو بھی کیا حرج ہوگا۔ آخر دونوں

گروہوں کا باوا آدم تو ایک ہی ہے ۔لاہوری اصحاب مرزا صاحب قادیانی کا قول پیش کر دیں گے کہ ایسے تخلف سے نفس پیش گوئی پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔

ہاں مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے خلیفہ صاحب کی بیماری اور دعا کے متعلق جو خیال ظاہر کیا ہے وہ اہل نظر کے لئے قابل غور ہے۔اسے مع جواب ہم اخبار الفضل سے نقل کرتے ہیں۔اس بارے میں الفضل لکھتا ہے:

> حضرت امیر المومنین خلیفہ قادیان کی وصیت کی اشاعت پر جماعت احمدیہ نے اپنے امام کے متعلق جس اخلاص اور محبت کا ثبوت دیا ہے اور جس بے چینی اور اضطراب کا اظہار کیا ہے اس کی مثال قریب سے قریب اور عزیز سے عزیز دنیوی تعلقات میں بھی کہیں نہیں ملتی۔
>
> دراصل جماعت احمدیہ جب حضور کے غیر معمولی فیوض اور برکات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی اور دل سے محسوس کر رہی ہے تو یہ قدرتی بات ہے کہ حضور کی جدائی کے تصور سے ہی مخلصین کے رونگھٹے کھڑے ہو جائیں، اور وہ بے تابانہ احکم الحاکمین کی بارگاہ میں یہ التجا کریں کہ ان پر حضور کے ذریعہ تا دیر برکات کا نزول ہوتا رہے۔
>
> چونکہ اس قسم کے اخلاص اور محبت کا غیر مبایعین میں مولوی محمد علی صاحب کے متعلق شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔اس لئے مولوی صاحب موصوف ہر ایسے موقعہ پر جب جماعت احمدیہ حضرت (مرزا محمود خلیفہ قادیان) کی ذات والا صفات کے متعلق کسی رنگ میں اخلاص کا اظہار کر کے غصہ سے بھر جاتے ہیں اور پھر نہایت تلخ اور ترش الفاظ میں اپنے دل کا بخار نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔اب کے وہ ابھی تک خاموش تھے اور ہم نے سمجھا کہ ان کے سخت دل میں بھی اس قدر نرمی ضرور پیدا ہوگئی ہے کہ اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کا دل دکھا کر انہوں نے اس کے غم اور بے چینی میں اضافہ کرنا مناسب نہیں سمجھا لیکن افسوس کہ ہمارا یہ حسن ظن درست نہ نکلا،اور آخر مولوی صاحب بول ہی پڑے۔ چنانچہ ۱۸۔اکتوبر کو انہوں نے حسب معمول تمسخر اور استہزاء سے کام لیتے ہوئے خطبہ جمعہ میں جہاں اور بہت کچھ برا بھلا کہا

،وہاں یہ بھی بیان کیا کہ خلیفہ یا اس کے چند مریدوں کو کچھ خوفناک خوابیں آگئیں اب اس پر اس قدر شور ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ساری دعائیں ہی خلیفہ کے لئے وقف کر دینی چاہییں۔ میں کہتا ہوں کہ انسان ہی حیثیت ہی کیا ہے مٹی کا پتلا آج نہیں مرے گا تو کل مر جائے گا۔

پھر کہا:

قادیان میں ویسے تو دعاؤں پر اس قدر زور دیا جاتا ہے لیکن کن باتوں کے لئے دعائیں کی اور کرائی جاتی ہیں۔خلیفہ بیمار ہے، اس کے فلاں فلاں رشتہ دار بیمار ہیں، ان کے لئے دعا کرو۔

بے شک بیماروں کے لئے دعا کرنی چاہیے یہ ایک انسانی فرض ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ خدا کے قرب کے حصول اور غلبہ اسلام کے لئے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ دعائیں کرو اسکے بعد بیماروں کی صحت اور دیگر دنیوی مقاصد کے لئے بھی دعائیں کرو،۔

مولوی صاحب کو چونکہ اپنا دل ہلکا کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ چاہیے اس لئے وہ اتنی سی بات پر برس پڑے کہ حضرت (مرزا محمود خلیفہ قادیان) کی صحت اور درازی عمر کے لئے خاص طور دعائیں کیوں کی اور کرائی جا رہی ہیں اور اس کی بجائے یہ حکم نافذ کیا کہ، خدا کے قرب کے حصول اور غلبہ اسلام کے لئے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ دعائیں کرو،

اگر ہر دعا سے پہلے خدا کے قرب کے حصول اور غلبہ اسلام کے لئے دعا کرنا لازمی شرط ہے تو آج تک مولوی صاحب اور ان کے ہم نواؤں نے بھی کبھی اس پر عمل نہیں کیا اور جب وہ خود اس پر عامل نہیں تو انہیں دوسروں کو اس کی تلقین کرنے کا کیا حق ہے۔ پھر معلوم ہوتا ہے مولوی صاحب نے اس بارے میں غور و فکر سے کام لینے کی ضرورت نہیں سمجھی ذرا غور تو فرمائیں کسی کو ایک ایسے عزیز کے متعلق جس سے زیادہ دنیا میں اس کے لئے کوئی عزیز نہ ہو نہایت ہی تشویشناک اطلاع ملے اور وہ بے تابانہ اللہ تعالی کے حضور اس کی صحت و سلامتی کے لئے دعا کرنے میں مصروف ہو جائے ،تو کیا اس کو

اس وقت یہ کہنا مناسب ہے کہ خدا کے قرب اور غلبہ اسلام کے لئے سب سے پہلے ارسب سے زیادہ دعائیں کرو اس کے بعد بیمار کی صحت کے لئے بھی دعا کر لینا۔ خدا کے قرب کے حصول اور غلبہ اسلام کے لئے دعا کرنا نہایت ہی ضروری ہے لیکن: ہر سخن موقعہ و ہر نکتہ مقامے دارد
ہر بات کے لئے محل اور موقعہ ہوتا ہے۔ اور بے محل اعلیٰ سے اعلیٰ بات بھی اچھا نتیجہ نہیں پیدا کر سکتی۔ (الفضل قادیان ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء ص ۴)

ناظرین کرام! متکلمین احمدیہ کا آج کل یہ مشغلہ ہے کہ ایک جماعت اپنے امام کی صحت کے لئے دعا کرتی ہے، اور دوسری اس پر ناراض ہوتی ہے۔ مگر ہماری فراخ دلی ملاحظہ فرمائیے کہ ہم خلیفہ صاحب کی زندگی الی یوم یبعثون تک چاہتے ہوئے یہ مصرع پڑھتے ہیں: تم سلامت رہو قیامت تک
دیکھئے لاہوری پارٹی اس پر آمین کہتی ہے یا نہیں:

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ نومبر ۱۹۴۰ء مطابق ۷ شوال ۱۳۵۹ھ ص ۴۔۵)

پنجاب کے دو خدارسیدہ مدعیان اصلاح

بجواب انوار الصوفیہ بابت اکتوبر ۱۹۴۰ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل مسلمان ایسے راہ نما و ہادی کی تلاش میں سرگردان اور پریشان پھرتے ہیں جو ان کی روحانی و اخلاقی رہنمائی کر سکے۔ مگر واہ رے قسمت جو مدعی اٹھتا ہے وہ اصلاح اخلاق کرنے کی بجائے اور بداخلاقی سکھاتا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ دونوں مدعی صوفیانہ رنگ میں جلوہ نما ہوئے ہیں، چنانچہ ان کا دعویٰ ہے کہ ہم مسیح زمان اور مجدد دوراں ہیں، ان میں سے ایک کا نام ہے مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی

معہود جن کا دعوی تھا اور جسکی اشاعت اب بھی ان کے مریدان باصفا برابر کر رہے ہیں

میں کبھی آدم کبھی موسی اور کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

اور دوسرے صاحب ان سے کچھ کم نہیں۔ بلکہ بعض وجوہ سے زیادہ ہی ہیں۔ آپ کا نام نامی مع القاب یوں شائع کیا جاتا ہے

عالی جناب، فضیلت انتساب، اعلی حضرت، عظیم البرکت، رفیع الدرجات، امیر الملت، مصدر الحسنات والفیوضات، معدن الخیرات والکرامات، سید السادات، امام الاولیاء والعارفین، سلطان الاصفیاء والسالکین، مرشد الکاملین والاکملین، محبوب رب العالمین، فرزند ختم المرسلین، مہر سپہر شریعت وطریقت، آفتاب حقیقت ومعرفت، واقف اسرار ربانی، محرم رموز یزدانی، مجدد دوراں، قیوم زمان، حاجی الحرمین الشریفین، سرکار علی پوری

لازال شموس سهم على رؤس المستر شدين

ہمیں ان بزرگ کے دعاوی والقاب سے کچھ رنج نہیں ہے اور نہ حسد کیونکہ ہمارے ہندوستان میں ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جن کا دعوی ان دونوں سے بڑھ کر ہے ان کا کلمہ یہ ہے: لا اله الا الله يحي عين الله

البتہ ہمارا سوال ان صاحبوں سے بقول شیخ سعدی یہ ہوتا ہے

ہنر بنما اگر داری نہ جوہر

یعنی کام دکھاؤ صرف دعوی نہ کرو۔ بس اس سوال کے اٹھنے کی دیر ہے کہ ان لوگوں کے غیظ وغضب کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ ہمارا اختلاف ان لوگوں سے بس یہی ہے کہ ہم انکے دعاوی کا ثبوت ان کے اعمال سے چاہتے ہیں اور یہ دونوں صاحب زبانی دعووں سے ہمیں خاموش کرانیکی کوشش کرتے ہیں۔

اول الذکر نے دعوی کیا تھا کہ میں ساری دنیا کی اصلاح کے لئے آیا ہوں جو اصلاح انہوں نے کی وہ سب کو نظر آ رہی ہے۔ مسلمان دن بدن قعر مذلت میں گرتے جا رہے ہیں۔ شرک وکفر اور رسوم قبیحہ کے نشہ میں سرشار ہیں۔ مگر باوجود اس کے ان کے مریدان کی کامیابی کا ڈھنڈورہ پیٹتے جا رہے ہیں۔

دوسرے صاحب وہ ہیں جو مسلمانوں کی سخت گھبراہٹ کے وقت اٹھ کر یوں گویا ہوئے تھے کہ میں اس اضطراب میں تمہاری رہنمائی کروں گا اور تمہاری حاجت براری کیلئے سینہ سپر ہو کر گولیاں کھاؤں گا اور پیچھے نہ ہٹوں گا۔

اپنے مریدان با صفا کے ذریعہ سے پروپاگنڈا کرا کر راولپنڈی کے ایک جلسہ میں جو اسی غرض سے ہوا تھا اپنا نام امیر الملت تجویز کرایا، اور مقصد یہ قرار دیا کہ میں لاہور کی مسجد شہید گنج مسلمانوں کو دلوا کر رہوں گا۔ امیر ملت بن کر آپ نے امرتسر میں جلسہ منعقد کیا جس میں فرمایا کہ میرا نام جماعت علی ہے۔ یعنی میرے ساتھ ایک جماعت ہے جو ہمیشہ ساتھ رہے گی۔ میں کھسکلو شاہ نہیں ہوں کہ تکلیف کے وقت جماعت المسلمین کو چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔

یہ سنکر سامعین بہت خوش ہوئے۔ آخر جو کچھ ہوا وہ سب نے دیکھ لیا کہ مسجد شہید گنج ہمیشہ کے لئے سکھوں کے قبضہ میں چلی گئی۔ باوجود اس کے انکے مرید یہ شعر پڑھے جا رہے ہیں

نظر سے ہوئے جن کے لاکھوں ولی ہیں
وہ قطب زمان شاہ جماعت علی ہیں

اپنے اپنے دعاوی میں ناکام رہنے کے علاوہ ان دونوں مدعیوں میں ایک اور وصف مشترک ہے۔ وہ ہے اپنے مخالف رائے رکھنے والے کو کوسنا، بدزبانی کرنا، گالیاں دینا، اور کہنے کو اپنا نام مجدد زمان اور مسیح دوراں بتانا۔

مرزا صاحب قادیانی کی گالیوں کا نمونہ دیکھنا ہو تو ہمارا رسالہ ہندوستان کے دو رفارمر ملاحظہ کیجئے (اس رسالہ میں مرزا جی اور سوامی دیانند کی گالیوں کا نمونہ دکھایا گیا ہے)

پیر صاحب علی پوری چونکہ صاحب قلم نہیں اسلئے ان کی شیریں کلامی کا مظاہرہ صرف تقریروں میں ہوتا ہے جن میں وہ اپنے مخالفین کو سور، کتے وغیرہ الفاظ سے یاد کیا کرتے ہیں۔ جسکا ثبوت ہم نے رسالہ، پیر جماعت علی کی قیادت کی ابتداء وانتہاء میں دیا ہوا ہے (یہ رسالہ مفت ہے جو صاحب دیکھنا چاہیں وہ محصول ڈاک بھیج کر دفتر اہل حدیث سے مفت حاصل کر سکتے ہیں) تازہ ثبوت ہم اس مضمون میں پیش کرتے ہیں۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۷ ستمبر میں ایک اشتہار

درج ہوا تھا جسے پیر جماعت علی شاہ کے مریدان باصفا نے بنگلور میں بطورِاڈریس پیش کیا تھا۔ چونکہ اس کا مضمون شریعت کی حد اعتدال سے متجاوز تھا مثلاً قیوم جہان، جو خدا کی خاص صفت ہے جس کا ذکر آیت الحی القیوم میں ہے، اسی قسم کے بعض اور الفاظ بھی تھے جن پر ہم نے تعاقب کیا تھا چنانچہ اشتہار مذکور میں ہم نے مختلف مقامات پر نوٹ لگا کر اپنے ناظرین کو اس کی غلطیوں سے آگاہ کیا تھا۔ ہمارا سارا جواب قرآن وحدیث کی ہدایات پر مبنی تھا جس میں پیر صاحب کے غالی مریدوں کو ان کا غلو بتا کر رہنمائی کی گئی تھی کہ وہ آئندہ ایسی غلطی نہ کریں۔

اس کے جواب میں پیر صاحب کی طرف سے انجمن خدام صوفیہ کے سکرٹری (جو ایک بڑے صوفی صاحب ہیں) نے جس غصے کا اظہار کیا ہے وہ قابل دید وشنید ہے اور لطف یہ ہے کہ ہمارے اعتراضات پورے کیا، ادھورے بھی درج نہیں کئے اور جواب دینا شروع کر دیا۔ یہ ہے علی پوری علم کلام کا نمونہ۔ اس فاش غلطی کے باوجود آپ اپنی تعریف میں رطب اللسان ہیں کہ ہم تو صوفی صافی اور مسکین (گربہ) ہیں۔ کوئی ہمیں کتنا ہی برا کہہ جائے ہم جواب دینا پسند نہیں کرتے ہمارا مشرب مرنج مرنج ہے چنانچہ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

مولوی ثناء اللہ امرتسری کی ہرزہ سرائی کا جواب

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

ہم خادمان صوفیہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ہیں ہمارا مسلک کسی کی دل آزاری یا اذیت رسانی نہیں۔ ہم مرنجامرنج زندگی بسر کرتے ہیں۔ نہ رنجیدن نہ رنجانیدن پر اپنا عمل ہے۔ بلکہ جو کوئی ہماری ذات کو ایذا رسانی بھی کرے اور نقصان پہنچائے اس کے ساتھ بھی اگر موقع ملے تو نیک سلوک کرنا ہمارا دستور العمل ہے

حقد وحسد عداوت و دشمنی وبغض و کینہ سے ہماری ذات بہت دور ہے اور الحب للہ و البغض للہ ہمارا عین مسلک ہے

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن

آئین ما ست سینہ چو آئینہ داشتن

نہ ہی کسی کی ہرزہ سرائی نہ دشنام دہی سے اپنے آپ کو مخاطب کرنا چاہتے ہیں چونکہ

دشنام دہد اگر خسیسی۔ چارہ نبود بجز شنید ن
پائے کسے سگے گزیدہ، لازم نبو د درا گزیدن

ہم کسی سے کسی وقت برسر پر خاش ہونا یا الجھنا نہیں چاہتے۔ نہ ہی کسی کی بد زبانی اور اتہام اور افترا پردازی کا جواب دینا پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسے زیان کاران یزید صفت و راندگان درگاہ صمدیت بیشمار دنیا میں گذرے ہیں اوراب بھی موجود ہیں جو اپنی بوجہلی صفت یا ذریت انا خیر منہ ہونے کی وجہ سے سرکار دو عالم ﷺ کی اولاد طہر ومطہر سے طبعاً حسد بغض اور کینہ و عداوت رکھتے ہیں۔ مگر جب ہم نے دیکھا کہ ایسے ہرزہ سرایان کی رسی بہت دراز ہو رہی ہے اور وہ اپنی ازلی شقاوت کی وجہ سے مودت ومحبت اہل بیت سے محروم ہیں اور اپنی ژاژ خائی بے با کی اور بے ادبی میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور امت مرحومہ کے سادہ لوح مسلمانوں کو بے راہ کرنے اوران کے دین وایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی سعی لا حاصل کر رہے ہیں چونکہ بقول مولانا روم

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

چار ونا چار ایسے محرومان سعادت اور بد بختان کی عیاری دھوکہ بازی اور بے دینی اور مقبولان بارگاہ صمدیت کے مراتب سے ان کی لاعلمی اور عداوت کا راز طشت از بام کرنے کے لئے ان چند سطور کے تحریر کرنے پر ہم مجبور ہوئے۔ (انوار الصوفیہ بابت اکتوبر ۱۹۴۰ء ص ۱۶)

مولانا چناء اللہ لکھتے ہیں: یہ اقتباس صوفیاء کی اس جماعت کے مافی الضمیر کا پتہ دیتا ہے کہ یہ لوگ اپنے مخاطب کو کن الفاظ سے یاد کرنے کے عادی ہیں۔ ملاحظہ ہوں الفاظ مندرجہ ذیل:

ہرزہ سرا۔ ابولہب، حاقد، حاسد، دشمن، خسیس، سگ (کتا) افترا پرداز، زیاں کار، راندہ درگاہ، بوجہل صفت، ذریۃ شیطان (انا خیر منہ کہنے والا) ژاژ خا، بے باک، بے ادب، ایمان کا ڈاکو، ازلی شقی، بدبخت، دھوکہ دہ، بے دین، وغیرہ

یہ الفاظ تو مندرجہ بالا اقتباس سے مستخرج ہیں، اصل جواب کے شروع میں جس شیریں کلامی کا مظاہرہ کیا ہے اسے بھی ملاحظہ کیجئے۔ صوفی صاحب لکھتے ہیں کہ:

> مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بمقتضائے سرشت خود آتش حسد سے سوختہ ہوکر اپنے اخبار اہل حدیث مجریہ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۰ء میں غلط و بے بنیاد اعتراضات کر کے اپنی کور باطنی وقساوت قلبی اور عداوت اہل بیت اطہار کا ثبوت دیا، اور خسر الدنیا و الآخرة کا سارٹی فیکیٹ حاصل کیا
>
> (انوار الصوفیہ اکتوبر ۱۹۴۰ء ص ۲۰)

یہ ہے آج کل کے صوفیائے کرام اور سید السادات کے حاشیہ نشینان کے اخلاق فاضلہ جو سب کچھ کھالینے کے باوجود روزہ دار کہلاتے ہیں۔ سچ ہے

گربہء مسکین اگر پر داشتے
تخم کنجشک از جہاں بر داشتے

ناظرین ہم نے جو دعوی کیا ہے کہ پیر جماعت علی صاحب تقریر کرتے ہوئے اپنے مخالفین کے حق میں سخت کلامی کیا کرتے ہیں یہ اقتباس ہمارے دعوی کی دلیل ہے کیونکہ یہ لوگ فنا فی الشیخ کی اس حد تک پہنچے ہوئے ہیں کہ ان کا مقولہ ہے

آنچہ استاد ازل گفت ہماں مے گویم

اس صوفی مجیب نے ہم پر خفگی کی وجوہات میں سے سب سے بڑی وجہ یہ بتائی ہے کہ ہم آل رسول (سید جماعت علی شاہ) کے حق میں بے ادب ہیں۔ ہم ان صاحب سے ایک سوال پوچھتے ہیں جس سے سارا عقدہ حل ہو جائے گا۔ وہ سوال ایسا ہے کہ پیر صاحب کے مرید اور ہر وہ شخص جو سید بن کر اپنے کو تعظیم وتکریم کا مستحق سمجھتا ہے نہ صرف توجہ کرے بلکہ ہمیں جواب سے بھی مطلع کرے یہ ان کا اختیار ہے کہ ہمیں پیٹ بھر کر کوس لے مگر جواب ضرور دے یہ سوال کچھ مشکل نہیں ہے۔ سنئے:

مرزا صاحب قادیانی کے خسر سید نواب ناصر دہلی کے ایک معزز خاندان

سے ہیں۔ جن کے مورث اعلیٰ میر درد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ سید نواب ناصر نے اپنی لڑکی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نکاح میں دے دی بلکہ خود بھی ان کے معتقد ہو گئے۔ آج کل ان کے دو صاحبزادے سید اسماعیل اور سید اسحاق قادیان میں تبلیغ مرزائیت میں مصروف ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ تینوں صاحبان بھی آپ لوگوں کے نزدیک عزت و احترام کے مستحق ہیں یا کچھ فرق ہے۔

اگر فرق ہے تو سوائے مذہبی غلطی کے اور کیا چیز ہے۔

پس معلوم ہوا کہ محض نسب کے لحاظ سے سید ہونا تعظیم و تکریم کے لئے کافی نہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے من بطائه عمله لم یسرع به نسبه اس حدیث کا مضمون عرب کے مشہور شاعر متنبّی نے یوں ادا کیا ہے

اذا لم تکن نفس انسیب کاصله
فما ذا لذی یغنی کرام المناسب

یعنی غلط عقیدہ اور غلط کار شخص کا نسب کسی کام کا نہیں ہوتا

اس سوال کا جواب آنے پر ہم اصل حقیقت بالتفصیل بیان کریں گے جس سے مدعیان سیادت کے دعوی کی حقیقت روشن ہو جائے گی۔

ہمارے اعتراضوں کے جو جوابات ان صوفی صاحب نے دیئے ہیں ان سے ہمارے اعتراضات مدفوع ہونے کی بجائے اور زیادہ مضبوط ہو گئے ہیں۔ بطور نمونہ اب ہم چند جوابات کا ذکر کرتے ہیں

پہلا اعتراض ہم نے جملہ قیوم جہاں پر کیا تھا جو پیر صاحب کے مریدوں نے ان کے حق میں استعمال کیا تھا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے صوفی صاحب نے انوار الصوفیہ اکتوبر کے پرچہ میں مختصر سا ذکر کر کے تفصیل کے لئے ستمبر کے پرچہ کا حوالہ دیا ہے (بابت اکتوبر ۱۹۴۰ء ص ۲۴) اس لئے ہم ستمبر کے پرچہ کو دیکھتے ہیں جس میں قیوم کی بابت یہ عبارت ملتی ہے:

حدیث شریف قال ان الله عز وجل یبعث لهذه الا مت علی رأس کل مأة سنة من یجدد لها دینها۔

و علماء امتی کانبیاء بنی اسرا ئیل ۔
ارشاد فرمایا ہے تو ان کی ظاہری تشریف بری کے بعد اس دنیا کے روحانی انتظام اور تعلق عبد و معبود کا استوار اور صحیح قائم رکھنے کے لئے ہر دور، ہر زمان ہر وقت میں ایک قیوم وقت مجدد عصر خداوند تعالی کی طرف سے مقرر ہوا کرے گا۔ جسکو انتظام ملکی ملی روحانی پر ہر طرح سے دسترس حاصل ہوگی وہ مرکز انجذاب ہوگا۔ تمام ارواح کا وہ کعبہ اور قبلہ ہوا کرے گا اور تمام ارواح خود بخود اس کی نورانیت کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ اور اگر وہ اپنے آپ کو مخفی بھی رکھے تو بھی اس کی نورانیت روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہوگی۔

(انوار الصوفیہ ستمبر ۱۹۴۰ء ص ۳)

حضرت مولا نا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: یہ عبارت اس حدیث کی تشریح میں لکھی گئی ہے جو مجدد کے متعلق آئی ہے لیکن دراصل یہ حدیث نہیں بلکہ تحریف ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں من یجدد لها دینها، مجدد کا کام صرف دین کی اشاعت اور حفاظت کرنا ہے،۔ باقی رہی یہ بات کہ انتظامات ملکی، ملی اور روحانی مجدد کے اختیار میں ہوتے ہیں اور اس کو قیوم وقت کہا جاتا ہے یہ مضمون نہ حدیث کا ترجمہ ہے نہ حدیث اس متحمل ہے بلکہ مجیب صاحب کا اپنا دعوی ہے جس کا قرآن وحدیث سے ثبوت دینا اس کا فرض اولین ہے۔

یہ تو تھا ایک عام اصول جو باوجود غلط ہونے کے اپنے عموم پر بحال رہے گا مجیب صوفی صاحب نے اصل جواب دینے کی کوشش بھی کی ہے یعنی یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اس قسم کے مجدد اور قیوم وقت جس کو انتظام ملکی ملی و روحانی حاصل ہوں وہ پیر جماعت علی شاہ علی پوری ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

پیشتر اس کے کہ میں قیوم وقت مجدد مائۃ حاضرۃ قطب دوراں غوث زمان اعنی حضرت امیر ملت مدظلہ العالی کی ذات ستودہ صفات کی نسبت وہ وجوہات و واقعات وشہادتیں عرض کروں جن سے اعلی حرت سرکار علی پوری کے مجدد عصر ہونے کی تصدیق ہوتی ہے میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی طرف سے قیوم اور ضرورت قیوم پر کوئی لفظ پیش نہ کروں بلکہ صوفیاء کے اقوال

برائے استفادہ ناظرین پیش کرتا ہوں۔(انوار صوفیہ ستمبر ۱۹۴۰ء ص ۶)

اس سارے مضمون میں پیر صاحب علی پوری کو قیوم یا مجدد ثابت کرنے پر اکتوبر کے رسالہ میں بھی کوئی توجہ نہیں کی (آئندہ دیدہ باید) اس لئے ہم قطع مسافت اور قصر امل کرنے کی ایک آسان تجویز پیش کرتے ہیں جو بہت معقول ہے۔ آپ شاہ صاحب علی پوری کو مجدد ثابت کرنے کی مزید تکلیف نہ کریں۔ آسان بات یہ ہے کہ چونکہ آپ کے بقول مجدد اور قیوم کو کل اختیارات ملکی وملی اور روحانی حاصل ہوتے ہیں اس لئے آپ اپنے قیوم وقت سے درخواست کریں کہ ممدوح اپنی خاص توجہ روحانی سے مسلمانوں کی حالت زار کو غور سے دیکھیں اور ان کی سابقہ دیانت و سیاست کو مدنظر رکھ کر ان کی شوکت اور دیانت مسلوبہ کی بحالی کے لئے حکم جاری فرمائیں ۔لوگ خود دیکھ لیں گے کہ واقعی مجدد اور قیوم وقت ایسے ہوتے ہیں ۔اگر آپ نے ایسا نہ کیا، یا پیر صاحب نے مسلمانوں کو ذلیل حالت سے اٹھا کر اعلی مرتبے پر پہنچانے کی طرف توجہ نہ کی، تو ہم بلکہ جملہ مسلمانان دنیا بالخصوص مسلمانان ہند اس کا ذمہ دار پیر صاحب علی پوری کو قرار دیں گے۔ سر دست تو ہم بامید اصلاح حال یہ شعر خدمت والا میں پیش کرتے ہیں

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

لیکن اگر آپ کے پیر مرشد نے یہ کام نہ کیا یعنی مسلمانوں کو حالت زار میں تڑپتے ہوئے چھوڑ دیا تو یاد رکھئے مسلمان یہ دوسرا شعر آپ کی نذر کریں گے

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

علی پور شریف سے تعلق رکھنے والے مریدو! مسلمانان ہندوستان....کو اپنی کرامات دکھا کر رام کرلو، اور اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ ایک دفعہ پہلے ہم مسجد شہید گنج کے واقعہ میں فیل ہو چکے ہیں۔ کیا ہوا بہادر لوگ گر کر بھی اٹھا کرتے ہیں۔ پیر صاحب کے دعوے کو یاد کرو کہ میں جماعت علی شاہ ہوں کھسکلو شاہ نہیں ہوں اٹھو آگے بڑھو اور بقول مرزا غلام احمد قادیانی

کرامت گرچہ بے نام ونشان است ۔ بیا بنگر زغلمان محمد

دوسرا اعتراض ہم نے لفظ روشن ضمیر پر کیا تھا۔اس کا جواب بھی مجیب نے اپنی روش پر دیا ہے۔قرآن حدیث سے نہیں دیا، جومسلمانوں کا عموماً اور ہم اہل حدیثوں کا خصوصاً مسلک ہے سنئے ہمارا مسلک یہ ہے:

ناحق تجھے اور کچھ ہوس ہے۔قرآن وحدیث تجھ کوبس ہے

روشن ضمیر کے معنی ہیں عالم الغیب جو ہرایک بھید کواس طرح جانتا ہو کہ اس کے حق میں وہی کہا جائے جو پیرصاحب علی پوری کے حق میں کہا گیا ہے:

دل کے بھیدوں سے تو واقف راز سینہ تجھ پہ وا

ایسا عقیدہ کسی نبی بلکہ سیدالانبیاء کے حق میں رکھنا بھی قرآن حدیث اورفقہ کی رو سے کفر ہے۔ ملاحظہ ہو کتب فقہ مسامرہ شرح فقہ اکبراور فتاوی قاضی خان۔

صوفی صاحب نے حضرت عمرؓ کے اس قصہ سے استدلال کیا ہے جس میں یا سارية الجبل کا جملہ آتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اول تو یہ روایت بے سند مشہور ہے۔ پیر جماعت علی صاحب کے مرید اس کی سند نقل کر دیں تو ہم ان کے شکر گذار ہونے کے علاوہ اس کی تنقید بھی کر کے دکھا دیں۔

دوم، اگراس جماعت میں کوئی صاحب علم منطق سے واقف ہوں تو ان سے پوچھ لیں ورنہ کسی دیو بندی عالم سے پوچھ لیں کہ

مطلقہ عامہ یا وقتیہ مطلقہ دائمہ مطلقہ کومستلزم ہوتا ہے؟

ہرگزنہیں۔ ذرا واضح لفظوں میں یوں سمجھو کہ اگرحضرت عمرؓ روشن ضمیر ہوتے، تو اپنے حملہ آور کوگرفتار کر لیتے یا کم سے کم اس کے ضرر سے بچ جاتے۔یہی معنی ہیں اس آیت کریمہ کے

لو كنت اعلم الغيب لا ستكثرت من الخير و ما مسّنى السوء

اسی طرح آپ کے پیر صاحب علی پوری روشن ضمیر ہوتے تو اپنے صاحبزادے کے مقدمہ میں وکیلوں اور بیرسٹروں کے پیچھے کیوں بھاگے بھاگے پھرتے

درخانہ اگرکس است یک حرف بس است

مسجد شہید گنج کے متعلق ہمارا اعتراض تھا کہ باوجود دعا کے پیرصاحب اس

کے حصول میں نا کام رہے۔صوفی صاحب نے ہمارے اعتراض کو صحیح تسلیم کرلیا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں ؛

مسجد شہید گنج کے قضیہ کا اعتراض بھی بالکل نا جائز ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت سرکار علی پوری نے ہندوستان پنجاب کے مختلف شہروں میں جلسے منعقد کر کے تمام واقعات مسجد شہید گنج اہل اسلام کے سامنے پیش کیئے اور مسجد کے حصول کے لئے ہر طرح سے ان کو ترغیب دلائی اور بیت المال اور دار القضاء اور بھرتی رضا کاران کا ارشاد فرمایا...

مگر بعض نا کارہ ہستیوں نے در پردہ مخالفت کر کے اہل اسلام کے جذبات کو سرد کر دیا اور ارشادات اعلیٰ حضرت کی تعمیل سے باز رکھا جسکے سبب سے مسجد شہید گنج کے حصول میں نا کامیابی ہوئی ۔ (انوار الصوفیہ اکتوبر ۱۹۴۰ء ص ۳۰)

ناظرین ! یہ جواب پیر جماعت علی صاحب کی نا کامی کا واضح اعتراف ہے مگر نا کامی کی جو وجہ بتائی ہے وہ بجائے خود پیر صاحب کے حق میں مظہر تو ہین ہے، کیونکہ امرتسر کی تقریر میں پیر صاحب نے کہا تھا کہ

میرا نام جماعت علی ہے اور میرے ساتھ جماعت ہے میں کھسکلو شاہ نہیں ہوں۔

اب نا کارہ لوگوں کے ذمہ لگا دیا۔اگر صوفی صاحب ان نا کارہ لوگوں کے نام بھی شائع کر دیتے تو پبلک ان کی صفات حسنہ سے پورے طور پر واقف ہو جاتی۔

اس واقعہ کی اصلیت صرف اتنی ہے کہ پیر صاحب نے اپنی نا تجربہ کاری کی وجہ سے شاہی مسجد لاہور میں غیر مسلموں کے بائیکاٹ کی پر زور تقریر کی۔جس کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں بہت برا نکلا۔تمام محنت پیشہ لوگ مثلاً مستری راج مزدور وغیرہ تمام خوردہ فروش چھابڑی والے فریق مخالف کے ردعمل کیوجہ سے بے کار پھرنے لگے، اور پیر صاحب پر اعتراضات کی وہ بوچھاڑ ہوئی کہ تو بہ ہی بھلی۔

اس وقت آپ کے مخلص مریدوں نے، جن کو آپ نے نا کارہ کہا ہے، پیر جماعت علی صاحب کو مشورہ دیا کہ آپ کی نجات اسی میں ہے کہ آپ حج کا بہانہ کر کے حجاز کو تشریف لے جائیں۔

چنانچہ آپ نے اپنی ساری جماعت کو حیرانی وپریشانی کی حالت میں چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی، اور اپنے حق میں کھسکلو شاہ کا لقب اختیار کرنا پسند کیا۔

اگر آپ واقعی علم وفضل اور غیرت دینی کا حصہ رکھتے تو اس کام میں صدیق اکبرؓ کو اپنے لئے اسوہ حسنہ بناتے جنہوں نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی بھی میرا ساتھ نہ دے گا، تو میں اکیلا ہی جہاد کے لئے نکلوں گا۔

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جاں شدہ آواز نیاید

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ نومبر ۱۹۴۰ء مطابق ۱۴ شوال ۱۳۵۹ھ ص ۳۔۶)

مولوی محمد علی لاہوری کی غلط بیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

غلط گوئی کرنا ہر جگہ گناہ عظیم ہے، مگر خاص کر ممبر پر چڑھ کر خطبے میں غلط بیانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ہم واقعات کی بنا پر افسوس سے کہتے ہیں کہ قادیان اور لاہور کے دونوں منبر جمعہ کے روز خطبے کی حالت میں بھی اس عیب سے خالی نہیں رہتے۔ تعجب ہے کہ غلط بیانی بھی ایسے واقعات کی نسبت کی جاتی ہے جن کا ثبوت سورج سے بھی زیادہ واضح ملتا ہے۔ مولوی محمد علی لاہوری کا خطبہ جمعہ ۴ نومبر ۱۹۴۰ء کے پیغام صلح میں چھپا ہے جس میں موصوف نے اپنے ماتحتوں کو درس قرآن جاری کرنے کی ترغیب دی ہے۔ بہت اچھا کیا۔ خدا ان کو اور ہر مسلمان کو قرآن سمجھنے کی توفیق بخشے۔ مگر غضب یہ کیا اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، جماعت مرزائیہ کی عادت ہے کہ وہ خود کو ہر نیک رسم کا بانی قرار دیتی ہے، درس قرآن کے متعلق بھی انہوں نے یہی دعوی کیا ہے کہ ہم ہی اس کے بانی ہیں۔ چنانچہ پیغام صلح لاہور لکھتا ہے:

غیر از جماعت حلقوں میں سلسلہ درس قرآن:

حضرت مولانا نورالدین نے نہ صرف ہماری جماعت کے اندر درس قرآن

کی بنیاد رکھی بلکہ جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ باقی مسلمانوں نے بھی اس بنیاد اور رواج کو قائم کیا...

درس قرآن جماعت احمدیہ کی خصوصیات و روایات میں سے ہے..اسے غیروں نے بھی ہم سے لیا ہے۔ وغیرہ۔ (پیغام صلح لاہور ۴ نومبر ۱۹۴۰ء ص ۵)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ دعوی ایسا غلط ہے کہ ہندوستان کا بچہ بچہ اس کی تردید کرسکتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

سب سے پہلے ترجمہ قرآن مجید فارسی شاہ ولی اللہ دہلوی نے کیا جو اہل حدیث اور احناف کے مسلمہ بزرگ ہیں۔ پھر ان کے صاحبزادہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اردو ترجمہ کیا۔ یہ سلسلہ تحریری تھا۔

اس خاندان سے فیض یافتہ حضرت شمس العلماء مولانا سید نذیر حسین عرف میاں صاحب سرگروہ اہل حدیث نے ...دہلی کی مسجد میں ترجمہ قرآن کا درس جاری کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مرزا غلام احمد صاحب اور حکیم نورالدین صاحب غالباً ابھی پیدا نہ ہوئے تھے۔ اور اگر پیدا ہو چکے تھے تو نابالغ تھے کیونکہ مرزا صاحب قادیانی کی پیدائش ۱۸۴۰ء کی ہے اور حضرت میاں نذیر حسین صاحب مرحوم کا درس حدیث اور قرآن اسی زمانے کے قریب قریب جاری ہوا تھا کیونکہ ۱۸۵۷ء واقعہ غدر کے زمانہ میں آپ کے درس کی شہرت ہندوستان سے گزر کر دوسرے ملکوں تک پہنچ چکی تھی اور اس شہرت کی بنا پر حضرت عبداللہ غزنوی مرحوم ایام غدر میں میاں نذیر حسین صاحب کے ہاں حدیث پڑھتے تھے۔ اور میاں صاحب کے دونوں درس اس زمانے سے بھی پہلے جاری ہو چکے تھے۔

بتایئے اس زمانے میں مرزا غلام احمد صاحب اور حکیم نورالدین صاحب کہاں رہتے تھے۔ موجودہ دنیا میں آئے بھی تھے یا نہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ یہ جماعت جس کی بابت مرزا صاحب قادیانی کا دعوی ہے:

من دخل فی جماعتی دخل فی صحابة محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(خطبہ الہامیہ) (یعنی میری جماعت، رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں داخل ہے)۔

ایسی متبرک جماعت بھی اپنی ناموری کے لئے جھوٹے دعوے کرے تو اس آیت کی مصداق کیوں نہ ٹھہرے گی یحبّو ن ان یحمدوا بما لم یفعلوا ۔

ہم نے بارہا لکھا ہے کہ ایسے مضامین لکھتے ہوئے یہ خیال کرلیا کیجئے کہ اہل حدیث زندہ ہے۔ مگر یہ اپنی غلط بیانیوں کے نشہ میں ایسے سرشار ہیں کہ جو چاہتے ہیں کہہ جاتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کو ایک بار پھر متنبہ کرتے ہیں کہ وہ ایسا مضمون لکھتے ہوئے اس خیال کو دل سے نکال دیا کریں کہ اہل حدیث ان کی غلط بیانی پر خاموش رہے گا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ اس کا دعوی ہے

رند بھی ہوں میں پارسا بھی ہوں
میری نگاہ میں ہیں رند وپارسا ایک ایک

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ نومبر ۱۹۴۰ء مطابق ۱۴ شوال ۱۳۵۹ھ ص ۷)

(مولانا ثناءاللہ امرتسری کے اس مضمون پر پیغام صلح لاہور میں بایں الفاظ تبصرہ ہوا:

جماعت احمدیہ اور درس قرآن کریم: اہل حدیث کی غلط بیانی

از: مولوی دوست محمد سابق اڈیٹر پیغام صلح

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری کی یہ عادت ثانیہ ہوچکی ہے کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے کوئی بھی نیک تحریک ہو یا کسی نیک کام کی بنا رکھے جانے کا ذکر ہو اس کی تردید کئے بغیر نہیں رہ سکتے اور جھٹ غلط بیانی کا الزام دیتے ہیں ...ایک اسی قسم کی غلط بیانی کا الزام مولوی صاحب نے ۱۵ نومبر ۱۹۴۰ء کے اہل حدیث میں حضرت امیر (مولوی محمد علی) پر لگایا ہے اور شروع میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

غلط گوئی کرنا ہر جگہ گناہ عظیم ہے مگر خاص منبر پر چڑھ کر غلط بانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے ...

جماعت مرزائیہ کی عادت ہوگئی ہے کہ وہ اپنے کو ہر نیک رسم کا بانی قرار دیتی ہے۔

کیا یہ کھلی غلط بیانی نہیں؟ کب جماعت احمدیہ نے ہر نیک رسم کا بانی اپنے آپ کو قرار دیا...

ہم مانتے ہیں کہ ہندوستان میں ترجمہ قرآن کی بنیاد شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے رکھی اور انہوں نے اور ان کے صاحبزادہ شاہ عبدالقادر اور بعض دیگر بزرگوں نے قرآن کریم کے فارسی اور اردو تراجم شائع کر کے ایک احسان عظیم مسلمانوں پر کیا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے اگر کسی نیک کام کی بنا ڈالی گئی ہو تو اس کا ذکر تک نہ کیا جائے۔ نہ

ہی ایسے ذکر سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ جماعت اپنے آپ کو ہر نیک رسم کا بانی قرار دیتی ہے ۔ ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اگر ایسی غلط گوئی سے کام لیں تو انہیں معذور سمجھنا چاہیے کیونکہ ان کے نزدیک تو جھوٹ بول کر بھی آدمی متقی رہ سکتا ہے (بیان عدالت گورداسپور)..

زیر نظر مضمون میں جس غلط گوئی کا الزام حضرت امیر (مولوی محمد علی) پر لگایا گیا ہے سوائے اس کے کہ اسے مولوی ثناء اللہ صاحب کی عادت ثانیہ کا نتیجہ قرار دیا جائے کہ انہیں جماعت احمدیہ کی کوئی نیک تحریک ایک آنکھ نہیں بھاتی اور کوئی حقیقت اس کے اندر نہیں۔حضرت امیر (مولوی محمد علی) نے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا:

حضرت مولانا نورالدین نے نہ صرف ہماری جماعت کے اندر درس قرآن کی بنیاد رکھی بلکہ جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں باقی مسلمانوں نے بھی اس بنیاد اور رواج کو قائم کیا۔

درس قرآن جماعت احمدیہ کی .. روایات میں سے ہے...اسے غیروں نے بھی ہم سے لیا۔ (پیغام صلح لاہور ۴ نومبر ۱۹۴۰ء)

مولوی ثناء اللہ کے نزدیک یہ غلط گوئی ہے کیونکہ جماعت احمدیہ یا حضرت مولانا نورالدین صاحب سے پہلے شاہ ولی اللہ صاحب نے قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ کیا پھر ان کے صاحبزادہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اردو ترجمہ کیا اور اس کے علاوہ مولوی سید نذیر حسین صاحب نے پھاٹک حبش خان دہلی کی مسجد میں ترجمہ قرآن کا درس جاری کیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کے تراجم قرآن کا درس قرآن سے کیا تعلق ہے اس کو امرتسری مولوی فاضل ہی سمجھ سکتے ہیں کسی سلیم العقل انسان کی سمجھ میں آنا مشکل ہے۔

رہ گیا مولوی سید نذیر حسین صاحب کا درس قرآن، اول تو حضرت امیر (مولوی محمد علی) کے بیان سے اس کی تغلیط نہیں ہوتی، کیونکہ اگر مولوی صاحب درس قرآن دیا کرتے تھے، تو وہ ان کی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ان کے بعد اس رواج کو قائم رکھنے والے لوگ پیدا نہ ہوئے لیکن مولانا نورالدین صاحب کے درس قرآن کی تقلید نہ صرف جماعت احمدیہ میں آج تک ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی بلکہ عام مسلمانوں میں بھی اس کو رواج دیا جارہا ہے۔...(سید نذیر حسین نے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا تو اسکے بعد برصغیر میں اہل حدیث کی بیشتر مساجد میں یہ سلسلہ چل نکلا ، اور آج تک جاری ہے۔ یہ کیوں نہیں کہا جاسکتا کہ نورالدین نے بھی میاں نذیر حسین کے درس قرآن کی تقلید کی ہے۔ بہاء)(پیغام صلح لاہور ۴ فروری ۱۹۴۱ء ص ۱۰)

تحریک احمدیت کی خصوصیات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے اتباع کی یہ عادت ہے، یا یوں کہیے کہ ان کے علم کلام کا یہ اصل الاصول ہے کہ بجائے دلیل دینے کے دعوی پر دعوی کئے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک مصادرہ علی المطلوب کوئی چیز نہیں ہے۔ کوئی امر نظری ہونے کی وجہ سے خواہ کتنا ہی محتاج ثبوت ہو، مگر یہ لوگ اپنی چرب لسانی کے زور سے اپنے دعوے کے محض الفاظ ہی رٹتے جائیں گے اور دلیل کا نام نہیں لیں گے۔ احمدیت یا بالفاظ دیگر مرزائیت کی یہی ایک بڑی خصوصیت ہے۔ اگر ہم بھی محض دعوی ہی پیش کر کے مضمون ختم کر دیں تو ہم میں اور ان میں کیا فرق ہوا؟ اس لئے ہم اپنے دعوے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

لاہوری مرزائیوں کے اخبار پیغام صلح میں ایک سلسلہ مضمون شائع ہوا ہے جو ہمارے دعوے کا ثبوت ہے۔ راقم مضمون لکھتا ہے:

> تحریک احمدیت کی یہ ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ اس نے ایسے نازک اور آڑے وقت میں اسلام کی حفاظت اور مدافعت کی ہے جب کہ سب علماء ان فرائض کو فراموش کر چکے تھے اور اپنے کردار سے اسلام کے لئے باعث ننگ تھے۔ ہر وہ تحریک جو اسلام کے خلاف اٹھی احمدیت نے اس کا مقابلہ کیا ہے اور صرف مقابلہ ہی نہیں بلکہ احمدیت نے مسلمانوں کے قلوب میں جو زوال کی وجہ سے بیٹھے جا رہے تھے اور دشمنوں کی یورش کی وجہ سے ہمتیں پست ہوئی جا رہی تھیں ان کے اندر طاقت وتوانائی پیدا کی۔ اور ایسے نازک وقت میں جب کہ اسلامی مدبر مغربی ثقافت اور طبعی فلسفہ کے سامنے سرنگوں اور سر بہ زانو تھے، غلبہ اسلام کا نعرہ بلند کیا۔ اور صرف نعرہ ہی نہیں بلکہ براہین قاطعہ سے اس غلبہ کو ثابت کیا۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی کتابوں

میں جو اس وقت غلبہ اسلام کے متعلق تحریریں ملتی ہیں وہ کسی مسلمان ہم عصر کی تصنیف اور تقریر میں نہیں دکھائی جا سکتیں۔ (پیغام صلح ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء)

بس یہی ایک بیان ہے جو بطور مقدمہ دلیل قادیانی علم کلام میں ہمیشہ پیش کیا جاتا ہے جس کی تردید واقعات سے کافی ہو جاتی ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کے پیدا ہونے سے پہلے بھی عیسائیوں کا مقابلہ مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی اور ڈاکٹر وزیر خاں صاحب کیا کرتے تھے جن کے مقابلہ سے پادری فنڈر نے راہ فرار اختیار کی تھی ان مرحومین کی مساعی جمیلہ کی یادگار کتاب، اعجاز عیسوی، آج بھی ملتی ہے۔

منشی اندرمن مرادآبادی جب اسلام پر حملہ آور ہوئے تو ان کے جواب پر بھی علمائے زمانہ کمر بستہ ہو گئے تھے۔ ان کی یادگار کتاب ،سوط اللہ الجبار، آج تک موجود ہے۔ اسی زمانہ میں شہر لاہور کے اندر حافظ ولی اللہ لاہوری عیسائیوں کے مقابلہ میں بہت بڑے مناظر پیدا ہوئے، جن کے سامنے آتے ہوئے بھی عیسائی مناظر جھجکتے تھے۔ دہلی میں مولوی عبدالمجید صاحب بہت بڑے مناظر تھے جو دیگر مذاہب کے ساتھ عموماً اور عیسائیوں کے ساتھ خصوصاً مناظرے کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ دہلی میں سید ابو المنصور ناصر الدین صاحب بھی بہت بڑے مناظر تھے جن کی تصنیف نوید جاوید تردید عیسائیت میں نہایت عمدہ کتاب ہے۔ مولانا محمد علی ناظم اول ندوۃ العلماء اس میدان کے شہسوار تھے اور مولوی غلام نبی صاحب امرتسری تاجر کتب اس فن کے بڑے ماہر تھے۔ اسی طرح دیگر علماء کرام بھی اپنی اپنی جگہ خدمت اسلام میں مشغول رہا کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ابھی مرزا غلام احمد صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اگر پیدا ہو چکے تھے تو سیالکوٹ میں سیاہ نویسی کی خدمت پر بمشاہرہ ۱۵ روپئے ماہوار ملازم ہوں گے۔ خود مرزا صاحب قادیانی نے ان بزرگوں کی اسلامی خدمات کا اعتراف کیا ہے جس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔

ہاں احمدیت کی بہت بڑی خصوصیت نامہ نگار ہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ فاضل نامہ نگار اس سلسلہ میں لکھتا ہے:

تحریک احمدیت کی یہ سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ اس نے صرف عقل کو ہی انسان کا رہنما خیال نہیں کیا، بلکہ وحی اور الہام کو اس کا حقیقی خضر راہ

تصور کیا ہے۔ اور بانی سلسلہ احمدیہ نے جہاں اسلام کی صداقت پر عقلی براہین و دلائل دیئے ہیں، اس کی صداقت کے لئے اپنے وجود کو پیش کیا ہے اور اپنے الہامات اور کشوف سے ثابت کیا ہے کہ اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے جس کی صفت کلام کبھی ساکت نہیں ہوتی۔ (پیغام صلح ۱۲۸۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء ص ۲)

بے شک یہ ایک بڑی خدمت ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کی ذات سے مخصوص ہے دوسرے علماء میں نہیں ہے۔ یعنی آپ خدا کی طرف سے الہام اور وحی پانے کے مدعی تھے اور دوسرے علماء اس سے محروم ہیں۔ اس امتیازی خصوصیت کا ذکر مرزا صاحب قادیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی مناظر کے ساتھ مناظرہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا تھا:

میں حیران تھا کہ اس مبحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں (یہ کہنا گویا علمائے اسلام کی خدمات کا اعتراف ہے۔ ثناء)

اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے وقت تھا۔

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے، وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔

مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، مجھ کو پھانسی دیا جائے، ہر ایک بات کے لئے تیار رہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا، زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔

یہ مناظرہ ۱۸۹۳ء میں بمقام شہر امرتسر ہوا تھا جس کی مصدقہ روداد جنگ مقدس کے نام سے شائع شدہ ملتی ہے۔

عبارت مندرجہ بالا سے دو نتیجے پیدا ہوتے ہیں ایک یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب کا مناظرہ جو ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ ۱۵ روز تک ہوتا رہا ویسا ہی مناظرہ تھا جیسا کہ عموماً اہل علم کیا کرتے تھے۔ مرزا صاحب قادیانی کی کتاب سے منقولہ الفاظ

کو ناظرین سے غور سے پڑھیں۔

دوسرا نتیجہ وہی خصوصیت ہے جس کو نامہ نگار نے بڑی خصوصیت سے تعبیر کیا ہے، اور ہم بھی اسے بڑی خصوصیت ہی سمجھتے ہیں۔ یعنی الہام خداوندی کے ذریعہ اطلاع پاکر پیش گوئی کرنا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم ۱۵ ماہ کے اندر فوت ہو جائے گا۔

بے شک یہ اتنی بڑی خصوصیت ہے کہ دوسرے علماء اس کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا محض دعوی کرنا ہی کافی ہے یا واقعہ میں اس کا ثبوت بھی ضروری ہے۔ کوئی عقل مند تو کیا بے عقل بھی نہیں کہے گا کہ صرف دعوی ہی کافی ہے۔ اس لئے ہم اس خصوصیت کی تنقید کرنے کو مذکورہ پیش گوئی کی تھوڑی سی تفصیل کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب نے یہ پیش گوئی ۵ جون ۱۸۹۳ء کو کی تھی جسکی میعاد ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ختم ہو گئی مگر اس عرصہ میں ڈپٹی آتھم نہیں مرا۔ پھر کب مرا؟ اس کا جواب ہم اپنے لفظوں میں نہیں مرزا صاحب کے الفاظ میں بتاتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں

مسٹر عبداللہ صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے۔

(انجام آتھم۔ ص ۱)

یعنی مقررہ میعاد (۱۵ ماہ) سے ایک سال پونے گیارہ مہینے زیادہ گزار کر فوت ہوئے۔ گویا سود اصل رقم سے زیادہ ہو گیا۔ اس کے باوجود مرزا صاحب قادیانی کا کمال دیکھئے کہ آپ اپنے مخالفین کو للکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

بتاؤ اب ڈپٹی آتھم کہاں ہے؟

سنو! اسی انداز میں اگر کوئی مخالف تم سے پوچھے کہ بتاؤ اب مرزا غلام احمد صاحب کہاں ہیں؟ تو تم لوگ کیا جواب دو گے؟

یہ ہے الہامی خصوصیت اور یہ ہے اس کا انجام۔ احمدی دوستو! ۱۵ مہینے کا وعدہ کر کے ۳۸ ماہ بعد رقم ادا کرنے والا بھی سچا کہلا سکتا ہے؟

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

پیغام صلح لاہور نے ہمیں مرزا غلام احمد صاحب کی خصوصیات میں سے بڑی

خصوصیت ان کی الہامی حیثیت بتائی ہے۔ ہم بہت خوش ہوں گے اگر ہمارے مخاطب اس خصوصیت پر بحث کرنے آمادگی ظاہر کریں۔ وہ اپنے دعوی پر پختہ رہیں اورآئندہ سالانہ جلسہ پر ہمیں مرزا صاحب کی اس الہامی خصوصیت پر تبادلہ خیالات کا موقع دیں

میرے ملنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دونگا خدا وہ دن کرے

ناظرین کرام ! یہ حقیقت اصلیہ ہے کہ مرزا صاحب متوفی اور دیگر علمائے اسلام میں امتیازی نشان یہی تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب الہام اور وحی پانے کے مدعی تھے۔ چنانچہ آپ کہا کرتے تھے:

میرے ساتھ خدا ہم کلام ہوتا ہے اور میرے قلم کو روح القدس چلاتا ہے،

ان کے مقابلہ میں علماء کا یہ دعوی نہ تھا اور نہ ہے۔ اس لئے ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ واقعات کی روشنی میں مرزا صاحب قادیانی کا دعوی صحیح ثابت نہیں ہوتا۔ بس واقعات کو ملحوظ رکھ کر ہمارا یہ کہنا بالکل ٹھیک ہے:

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ نومبر ۱۹۴۰ء مطابق ۲۱ شوال ۱۳۵۹ھ ص ۵۔۶)

مرزائی ذہن

حافظ محمد اسحاق چک نمبر ایک۔۴۔ایل تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری لکھتے ہیں:

ناظرین! حال ہی میں جماعت مرزائیہ کے دوٹریکٹ احقر کی نظر سے گزرے ہیں جو چار چار صفحات پر مشتمل ہیں۔ ہر دو انجمن نشر و اشاعت نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کے شائع کردہ ہیں۔ ایک کا عنوان ہے:

کیا آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت غیر تشریعی کے اجراء کا قائل کافر ہے؟

اور دوسرے کا عنوان ہے،

آسمانی آواز،

اول الذکر پر مصنف کا نام نہیں دوسرا مولوی اللہ دتہ جالندھری کا لکھا ہوا ہے۔ دونوں کا مقصد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت کو ثابت کرنا ہے۔ ہمارے خیال میں پہلے کا عنوان (کیا مرزا صاحب مدعی نبوت ہوکر کافر ہیں؟) ہونا چاہیے تھا کیونکہ اجراء نبوت کا ثبوت امکان ہے اور دعوے نبوت وقوع۔ امکان شئے سے وقوع شیء ثابت کرنا مرزائی علم وفضل کی روشن دلیل ہے۔ مدعی نبوت اجراء نبوت ممکن ہونے کے باوجود بھی کافر ہوسکتا ہے۔ ملاحظہ ہو

و من اظلم ممن افتری علی الله کذباً او قال اوحی الیّ و لم یوح الیه شیء و من قال سانزل مثل ما انزل الله

(الانعام: ۹۳)

فمن اظلم ممّن کذب علی الله وکذّب بالصدق اذ جاءه الیس فی جهنم مثوی للکافرین (الزمر: ۳۲)

پس لازم ہوا کہ امکانی دلائل کے علاوہ وقوعی دلائل کی بھی ضرورت ہے، ورنہ ہر مدعی نبوت سچا ماننا پڑیگا۔

اجرائے نبوت کے امکان پر جو دلائل دیئے ہیں اگرچہ وہ تار عنکبوت سے بھی کمزور ہیں تاہم جو نتیجہ نکالا ہے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے:

پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا دعوی نبوت جو کہ آنحضرت ﷺ کی اتباع میں اور اسلامی تعلیم اور بزرگان سلف کے اقوال کے عین مطابق ہے، درست ہے۔ اس پر کفر کا فتوی لگانا اسلام کی تعلیم سے ناواقفیت یا محض تعصب ہے۔

سچ ہے: چاول سفید ہیں لہذا زمین گول ہے۔

دوسرے ٹریکٹ کا انداز بیان پہلے سے جداگانہ ہے۔ اس کے دلائل تشریعی اور غیر تشریعی نبوت کی قید سے بالاتر ہیں بلکہ علی الاطلاق نبوت اور رسالت کو ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ قوم کی بداعمالی اور اس کی اصلاح کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

ایسے عذابوں سے قبل اللہ تعالی ضرور کسی عظیم الشان نبی کو مبعوث فرماتا ہے،

اس پر قرآن مجید کی آیت بطور دلیل پیش کی ہے:

و لو انّا اھلکنا ھم بعذا ب من قبله لقا لوا لو لا ار سلت الینا رسو لًا فنتّبع آیا تك من قبل ان نذ لّ و نخزی ۔(طہ:۱۳۴)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

یہ آخری زمانہ (آخری زمانہ ہے اور عظیم الشان نبی کا آنا ضروری ہے۔سبحان اللہ۔محمد اسحاق) اس میں بدی انتہاء کو پہنچ گئی ہے۔ بنا بریں اس زمانہ میں کسی عظیم الشان نبی کا آنا ضروری ہے۔

کلمہ عظیم الشان اولوالعزم کا مترادف ہوکر اور آیت کا مفہوم جب کہ رسول سے مراد یقیناً آنحضرت محمد ﷺ تشریعی نبوت کے بدرجہ اولی متحمل ہیں بہرحال ان ہر دوٹریکٹ سے دونظریئے ماخوذ ہوتے ہیں:

۱۔نبوت غیر تشریعی کا اجراء۔۲۔نبوت مطلق کا اجراء۔

اس اختلاف کا ماخذ مرزا غلام احمد صاحب ہی کی متعدد تحریریں ہیں جن میں سے ہم صرف ایک دونقل کرتے ہیں۔الہام ہوتا ہے:

یس ۔انك لمن المر سلین ۔

سبحان اللہ ا کیسا صاف مرسل ہونے کا دعوی ہے۔شاید کوئی صاحب جھٹ کہہ دیں کہ مرسل کا لغوی معنی ہے بھیجا ہوا، اور ہر نبی بھیجا ہوا ہی ہوتا ہے،لہذا لغوی معنی کے لحاظ سے مرسل کا اطلاق غیر تشریعی نبی پر بھی ہوسکتا ہے۔لیکن یہ صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ یہاں اصطلاحی معنی ہی مراد ہے کیونکہ یہ الفاظ قرانی ہیں جو آنحضرت ﷺ کو باشریعت اور کامل نبی بناتے ہیں اور اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ مرسل اور نبی میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔اس کے علاوہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود مرسل کا معنی باشریعت اور مستقل نبی کرتے ہیں ملاحظہ ہووہ تحریر جس میں وہ نبوت مستقلہ کی نفی کرتے ہیں اور متبع اور مجازی نبی بنتے ہیں۔وھو ہذا:

و ما عنی الله من نبو ت الّا کثرۃ المکا لمة و المخا طبة و لعن الله من اراد فو ق ذا لك او حسب نفسه شیئاً او اخر ج عنقه من الر بقة النبوية ۔ ان رسو لنا خا تم النبیین علیه انقطعت

سلسلة المر سلين فليس حق احد ان يد عى النبوة بعد رسولنا المصطفى على الطر يقة المستقلة ۔ و ما يقى بعده الا كثرة المكا لمة و هو بشر ط ا لا تباع لا بغير متا بعة خير البر ية و و الله ما حصل لى هذاالمقا م الّا من انوار اتباع الا شعة المصطفوية و سمّيت نبياً من الله على طر يق المجاز لا على وجه الحقيقة (ضمیمہ حقیقۃ الوحی۔ص۶۴۔۶۵)

یہاں مرزا غلام احمد صاحب مرسلین کا معنی باشریعت انبیاء کرتے ہیں، ورنہ لازم آئے گا کہ مرزا صاحب قادیانی کچھ بھی نہیں۔ پس لاہوری مرزائیوں کی چاندی ۔اور یہی وہ تحریریں ہیں جن کو پیش کر کے وہ نبوت کے منکر اور مجددیت کے حامی ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی کی تحریریں تین مختلف نظریوں پر حاوی ہیں:

۱۔رسالت کا دعوی۔۲۔نبوت کا دعوی۔۳۔ مجددیت کا دعوی

اب ہم مرزا صاحب قادیانی کی ایک اور تحریر پیش کرتے ہیں لکھتے ہیں:

مسیح ابن مریم موسی کا آخری خلیفہ ہے (خدائی تصرف ہے کہ لفظ، ہے، سے عیسی کی زندگی ثابت کر گئے۔محمد اسحاق) اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں جو خیر الرسل ہے

اس عبارت میں چند اشکالات ہیں؛

۱۔ شاید مرزائی صاحبان اب مرزا صاحب کے بعد باب نبوت مسدود سمجھتے ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو اب نبوت جیسی نبوت کیوں بند ہوگئی؟ اور اجراء نبوت کے دلائل جواب تک دیئے جا رہے ہیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ان کا کیا مطلب؟اجراء نبوت کا امکان ثابت کرتے ہوئے آخری خلیفے کا کیا مفہوم۔

۲۔اگر یہ کہا جائے کہ جیسے مسیح آخری خلیفہ ہوکر نبوت کو ختم نہیں کرتے ،اسی طرح مرزا صاحب کا آخری خلیفہ ہونا ان کے بعد نبوت کو مانع نہیں ہے،تو لازم آئے گا کہ ان کے بعد صاحب شریعت نبی آئے کیونکہ موسوی دور مسیح پر ختم ہوا،اور محمدی مرزا صاحب پر۔اب نیا دور شروع ہوگا۔ با ایں ہمہ نبوت تشریعی کا انکار چہ معنی دارد جب کہ دور کا پہلا نقطہ ہی تشریعی نبوت ہے۔یہاں تو نبی ﷺ کی فضلیت بھی خطرہ میں ہے فافہموا۔

۳۔مسیح اور مرزا کی باہمی مماثلت ثابت کرتی ہے کہ مرزا صاحب تشریعی ہوں۔ دیگر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔(حقیقۃ الوحی۔ص ۱۴۸)

سوال ا۔بحوالہ ریویو آف ریلی جنز جلداول نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷۔ یہ امر مسلم ہے کہ غیر نبی ، نبی پر اور غیر تشریعی نبی ،تشریعی نبی پر اپنی تمام شان میں فضلیت نہیں رکھ سکتا باوجود اس کے نبوت کا انکار یا غیر تشریعی نبوت کا اقرار چہ خوب۔

منکرے بودن ہم رنگ مستاں زیستن

حدیث تجدید (کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالی ایک مجدد بھیجتا ہے جو اس کے دین کو تازہ کرتا ہے) کو صحیح مان کر آخری خلیفہ کا کیا مفہوم ہو گا؟ بہر حال یہ ایک معمہ ہے جس کو مرزائی ذہن ہی حل کرسکتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ اپنے ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں: ہمارے ناظرین آگاہ ہوں گے کہ ہم مباحث قادیانی کے میدان میں اقرب راستہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا صدق و کذب جانتے ہیں۔ یہ ایک ایسا راستہ ہے کہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اسی کو تجویز کیا ہوا ہے (آئینہ کمالات اسلام)

پس نبوت کی بحث فرع ہے صادق القول کی۔ جب کوئی شخص صادق القول ہی نہیں ہے، تو اس کی نبوت پر بحث کرنا کیونکر مفید ہوسکتا ہے۔

اتباع مرزا کے ہتھ کنڈوں میں سے ایک ہتھ کنڈا یہ بھی ہے کہ وہ بے خبر لوگوں کو اجرائے نبوت اور وفات مسیح کی بحث میں مشغول کر لیتے ہیں، حالانکہ ان دونوں مسائل کے بعد بھی مرزا صاحب قادیانی کا دعوی دلیل کا محتاج رہتا ہے۔

نامہ نگار نے اچھا کیا کہ مرزائی ٹریکٹوں پر تبصرہ کر دیا۔ ہمارے ناظرین جب کبھی مرزا ئیوں سے گفتگو کریں تو مرزا صاحب قادیانی کے صدق و کذب کے سوا کسی مسئلہ پر بحث نہ کریں کیونکہ یہ مبحث فیصلہ کن ہے: بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ نومبر ۱۹۴۰ء مطابق ۲۱ شوال ۱۳۵۹ھ ص ۶۔۸)

قادیانی علم کلام ۔۱

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے مسلمانوں میں علم کلام جاری ہو کر مختلف فرقوں میں منقسم ہوا ہے ہر فرقہ نے اپنا اپنا اصول الگ تجویز کر لیا ہے۔ کسی نے منقول کو معقول پر راجح رکھا ہے اور کسی نے معقول کو اصل سمجھ کر منقول کی تاویل کی۔ مگر قادیانی علم کلام کا اصل الاصول سب سے نرالا ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ اپنے سے مخالف رائے شخص کا جب ذکر کیا جائے تو اس پر بہتان اور افتراء اور غلط بیانیوں کی اتنی بھر مار کی جائے کہ وہ قادیانی حلقہ بگوشوں کی نظر میں نہایت ذلیل اور حقیر ہو جائے تا کہ اس کی آواز کوئی نہ سنے۔ اس کی ابتداء اصل میں قادیانی مدعی مسیح موعود نے کی جس نے بقول

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

ساری قادیانی بنیاد کو ٹیڑھا کر دیا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ٹیڑھی بنیاد کو مثال پیش کر کے میں اصل مضمون پر آتا ہوں۔ موصوف نے رسالہ اعجاز احمدی میں میرے حق میں لکھا ہے کہ:

مولوی ثناء اللہ دو دو آنے کے لئے خراب ہوتے پھرتے ہیں۔ مردوں کے کفن اور وعظ کے پیسوں پر ان کا گذارہ ہے۔ (اعجاز احمدی۔ص۲۳)

حالانکہ یہ سب کچھ محض غلط اور محض بہتان ہے۔ ہم نے بارہا تقاضا کیا ہے کہ قادیانی اعیان کبھی امرتسر میں آ کر اس کا ثبوت دیں۔

خیر یہ تو ایک گذشتہ واقعہ تھا جو بنیادی پتھر کی حیثیت سے تمہید کے رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ میرے متعلق جب کوئی واقعہ قادیان یا لاہور سے شائع ہوتا ہے، اس میں اس غلط بنیادی پتھر کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔ حال ہی میں پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۴۰ء میں ایک پرانا واقعہ نظر سے گزرا ہے جس میں میری شکست اور پریشانی کا

ذکر اسی غلط بیانی سے کیا گیا ہے جس کی بنیادی اینٹ ان کے ہیرو قادیانی مسیح موعود نے رکھی تھی۔ اس سے پہلے کچھ اور واقعات درج کئے ہیں جو قابل دید و شنید ہیں۔ نامہ نگار جو ایک معزز سرکاری عہدہ پر فائز رہا ہے، لکھتا ہے:

مولویوں کی اسلام دشمنی

حقیقت میں مولویوں نے خود ہی دشمن کے ہاتھ میں وہ ہتھیار دے دیئے تھے جن سے وہ اسلام کا قلع قمع کرسکتا تھا۔ حضرت مسیح کی معجزانہ ولادت، اس کا بچپن میں نبوت کا دعوی کرنا، اس کا مردے زندہ کرنا، ایک دم سے بیماروں کو شفا بخشنا، جانوروں کا پیدا کرنا، اس کا زندہ آسمان پر چلا جانا، اور اب تک زندہ رہنا، وغیرہ ایسے مسلمات تھے جو اس کی خدائی کے کامل ثبوت تھے اور انہی مسلمات کو لے کر عسکر دجال اسلام کو مٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔

(پیغام صلح لاہور ۱۷ نومبر ۱۹۴۰ء ص ۲)

حضرت مسیح ابن مریم کی معجزانہ ولادت خود مرزا غلام احمد صاحب نے بھی تسلیم کی ہے (اخبار الحکم قادیان ۲۴ جون ۱۹۰۱ء)۔ آسمان پر چلے جانا، اور وہاں جا کر زندہ رہنا، براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۹ پر مرقوم ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ یہ مولویوں کی اسلام دشمنی ہے یا مرزا صاحب قادیانی کی؟ حالانکہ ان دنوں بھی مرزا غلام احمد صاحب مجددیت کے مدعی تھے اور لاہوری پارٹی آج بھی ان کو اسی منصب پر فائز مانتی ہے۔ پھر ایسے دشمن اسلام کو مجدد کیوں مانا جاتا ہے۔ بس یہ بات قابل غور ہے۔

اس کے علاوہ مسیح ابن مریم کی معجزانہ ولادت وغیرہ کو اس کی خدائی کی دلیل قرار دینا بھی کتنی غلط بیانی ہے۔ اگر یہ معجزانہ ولادت کے اقرار سے حضرت مسیح کی خدائی کا ثبوت ہوسکتا ہے تو آپ کے مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے یہ کیوں کہا:

من عجب تر از مسیح بے پدر۔ (ازالہ اوہام)

اس کے بعد نامہ نگار نے ہندوؤں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہندو قوم نے بھی بشکل آریہ اسلام پر یورش (حملہ) شروع کر دیا۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

ایسی حالت میں جب کہ اسلام چاروں طرف سے نرغے میں پھنسا ہوا تھا صداقت اور براہین کی تلوار لے کر وہ جلیل القدر مجاہد (مرزا قادیانی) نکلا...

محض حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کے دم قدم سے اسلام بچ نکلا..
دجالی لشکر (پادری لوگوں) پر اس مجاہد اسلام کا رعب طاری تھا..
صرف ایک احمدی کی موجودگی پادریوں کو بھگانے کے لئے کافی تھی۔

حضرت مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہے فاضل مضمون نگار کا دعوی۔ ہم اس بات کی فی الجملہ تصدیق کرتے ہیں کہ عیسائیوں کے اکثر پادری مرزائیوں کے ساتھ مباحثہ کرنے کو نہیں آتے۔ کیوں نہیں آتے؟ اس لئے کہ جب سے عیسائی مناظر عبداللہ آتھم کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ۱۵ ماہی پیش گوئی غلط نکلی ،واقف حال عیسائیوں نے اپنے اپنے حلقہ اثر کے مسیحیوں کو اس امر کا یقین دلا دیا کہ قادیانی مدعی، دجال ہے اور اس کے اتباع دجاجلہ ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پادریوں نے مرزائیوں کے مقابلہ میں آنا بے فائدہ سمجھ کر ان سے روگردانی کر لی۔

ادھر مرزا غلام احمد صاحب نے مسیح کے حق میں ایسے ایسے الفاظ استعمال کئے جن سے مسیحیوں کو یقین ہو گیا کہ ان کا گمان صحیح ہے۔ وہ الفاظ اس قابل نہیں کہ کوئی مسلمان یا عیسائی دل پر پتھر رکھے بغیر ان کو آرام سے سن سکے۔ اس بارے میں مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ یہ ہیں:

مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیؤ، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، خود بین، خدائی کا دعوی کرنے والا۔ (مکتوبات احمدیہ۔ج ۳ص ۲۳۔۲۴)

کس قدر فحش کلامی اور بدزبانی ہے۔ چونکہ اتباع مرزا زبانی مناظروں میں بھی اپنے پیشوا کی سنت کے اتباع میں ایسے الفاظ منہ سے نکال دیا کرتے ہیں، اس لئے جمہور عیسائیوں نے ان سے گفتگو کرنا ترک کر دیا۔

تاہم بعض دل گردے کے جری پادری ایسے بھی ہیں جو قادیانیوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کو قادیان تک پہنچے، اور اب بھی پہنچنے کو تیار ہیں۔ ان میں سے قابل ذکر پادری عبدالحق اور ان کی پارٹی کے ممبر ہیں جو قادیان میں بھی پہنچ گئے مگر قادیانی علماء نے ان سے مناظرہ نہیں کیا۔

اب ہم مرزا غلام احمد صاحب کی خوش کلامی کی ایک مثال پیش کرتے ہیں جو آپ نے ہندوؤں کے مقابلہ میں فرمائی ہے۔ آپ اپنی خوش کلامی کا مظاہرہ کرتے

ہوئے لکھتے ہیں:

آریوں کا پرمیشور کوشلیا کا بیٹا ہے ... وید تعلیم دیتا ہے .. جو نہایت گندی اور قابل شرم تعلیم ہے۔ یعنی یہ کہ پرمیشور ناف سے دس انگل نیچے ہے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں۔ (چشمہ معرفت۔ص ۱۰۶)

ناظرین! ایسے خوش کلام اور شستہ گفتار کے مقابلہ میں کوئی معمولی انسان کیونکر آ سکتا ہے۔ کس قدر شرمناک اور تہذیب سے گرا ہوا طرز تحریر ہے جو اس مصلح زمان مجدد دوراں اور مسیح موعود نے اختیار کیا ہوا تھا۔ باوجود اس کے اتباع مرزا کہتے ہیں کہ ہمارے مخالف ہمیں برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ کیا خوب:

تمہیں تقصیر اس بت کی جو ہے میری خطا لگتی
ارے لوگو! ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: قریباً چالیس سال کا عرصہ ہوا کہ لاہور میں پادریوں کے بڑے انگریز پادری بشپ لیفرائے نے جلسے کر کے چند اسلامی مسائل پر مخالفانہ تقریریں شروع کر دیں۔ مسلمانوں نے ان کے جواب کے لئے مجھے بلایا۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکا میں نے کہا۔ اس جلسہ میں مرزا صاحب قادیانی کا ایک مضمون نبی اسلام کی عصمت پر پڑھا گیا۔ اور اسی مسئلہ پر میں نے بھی تقریر کی۔ حاضرین پر اس کا جو اثر ہوا وہ قابل دید تھا۔ پیغام صلح لاہور کے قابل مضمون نگار نے اس واقعہ کا ذکر جس پیرائے میں کیا ہے وہ اسی قادیانی بنا پر مبنی ہے جس کا ذکر ہم شروع میں کر چکے ہیں۔ چنانچہ لکھتا ہے:

مسلمانوں کی پریشانی۔ لاہور کے مسلمان بہت پریشان تھے انہوں جواب دینے کے لئے امرتسر سے مولوی ثناء اللہ صاحب کو بلایا...

حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے مضمون چھپوا کر بھیج دیا۔ بشپ صاحب نے بڑے زور شور سے لیکچر دیا۔ نہ صرف انجیل بلکہ قرآن شریف اور احادیث سے ثابت کیا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں۔

مولوی ثناء اللہ کی شکست اور بے بسی۔ سب کی نگاہیں مولوی ثناء اللہ کی طرف اٹھنے لگیں اور مولوی صاحب بڑی شان سے کھڑے ہوئے مگر مسیح کی

زندگی کے متعلق تو کچھ نہ کہا اور کچھ کہہ بھی نہ سکتے تھے صرف وقت کوٹا لنے کے لئے اِدھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں ...مولوی صاحب نے ایسی فاش شکست کھائی کہ خود بخود ہی شرم سار ہو گئے (ایضاً)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

یہ عبارت خود ہی اپنی تردید کے لئے کافی ہے۔کسی انگریز بشپ کی تقریر ہو، اس کا جواب بے قاعدگی سے دیا جائے تو وہ انگریز ایسی بیہودہ تقریر پر کان کیسے لگا سکتا ہے۔

اصل قصہ میں بتاتا ہوں جسے سن کر قادیانی سلطان القلم کا علم کلام معلوم ہو جائے گا۔قصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کا مضمون عصمت النبی پر تھا جو مفتی محمد صادق صاحب نے پڑھا تھا۔اس میں مرزا صاحب قادیانی نے آنحضرت ﷺ کی عصمت پر یہ آیت بطور دلیل پیش کی تھی:

و اللہ یعصمك من الناس (پ٦)

اس کا ترجمہ آپ نے یوں کیا تھا:

خدا آپ کو لوگوں میں سے معصوم (بے گناہ) بنائے گا۔

یہ ترجمہ سن کر حاضرین میں کھلبلی پڑ گئی کیونکہ آیت کا صحیح ترجمہ یوں ہے:

خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی راستی کے زمانہ میں براہین احمدیہ میں یہی ترجمہ کیا تھا:

خدا تجھے ان لوگوں کے شر سے بچائے گا۔(براہین احمدیہ۔ ص ۲۶)

چونکہ مرزا صاحب قادیانی نے اس موقع پر تحریف قرآن کا ارتکاب کیا تھا اسلئے قدرتی طور پر وہاں ایک نشان بھی ظاہر ہوا۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ، برقی روشنی تو تھی نہیں۔ ہاں مٹی کے تیل سے لیمپ جل رہے تھے جس لیمپ کی روشنی میں مفتی محمد صادق مرزا صاحب کا مضمون پڑھ رہے تھے اسے آگ لگ گئی۔لوگوں نے اس کو تازیانہ قدرت سمجھا۔

یہ ہے صحیح واقعہ جس کو الٹ پلٹ کر میرے برخلاف بنایا گیا ہے۔

تعجب ہے کہ امت مرزا کوئی بات کہتے یا لکھتے ہوئے یہ وہم بھی دل میں نہیں لاتی کہ کوئی اس کی تردید کردے گا تو ہم کیا جواب دیں گے۔ جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں اور جو دل میں آتا ہے لکھ دیتے ہیں۔

اخبار الفضل قادیان کی لن ترانیوں کے جواب میں ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۴۰ء میں واقعات کی شہادت سے ثابت کیا تھا کہ علمائے اسلام مرزا صاحب قادیانی کی پیدائش اور ان کے دعوے سے پہلے بھی اسلام کی خدمت بجا لا رہے تھے۔

ہم نے علماء اور ان کی تصانیف کے نام بھی بتائے تھے۔ الفضل ہمارے بیان کی تردید تو نہیں کر سکا، ہاں اس نے کھسیانے ہو کر بعض بزرگوں کی تحریریں اس مضمون کی نقل کی ہیں کہ علماء زمانہ یہود کا نمونہ بن گئے ہیں۔

اس کے بعد الفضل قادیان ایک مضحکہ خیز سوال کرتا ہے کہ:

> اہل حدیث خود ہی بتائے کہ جب سیدنا (مرزا قادیانی) کی بعثت سے پہلے علماء سوء کی یہ حالت تھی، تو یہ کہنا کہ حفاظت اسلام کا کام علماء نے ہی کیا ہے، حق پوشی اور صریح غلط بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔ (الفضل ۲۸ نومبر ۱۹۴۰ء ص ۳)

اس بھولے پن پر قربان جایئے۔ اتنا بھی نہیں جانتے کہ اس قسم کے خطابی کلاموں میں دونوں طرف قضایا مہملہ ہوتے ہیں، جن میں تعارض اور تضاد نہیں ہوتا۔ مگر اتباع مرزا اس علمی اصول کو کیسے سمجھ سکتے ہیں جن کا پیشوا اتنا بھی نہیں جانتا تھا کہ قضایا ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں کیا نسبت ہوتی ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ منطقی مسئلہ حکیم نورالدین سے پوچھا تھا۔

اس کے باوجود انکا دعوی تھا کہ میں خدا کا شاگرد ہوں کوئی عالم علم میں میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ استاد داغ نے انہی معنی میں کہا ہے:

آ گیا داغ اس کے دل میں غرور
شکل ہے دنیا میں لا ثانی میری

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۴-۶)

قادیانی علم کلام کا بنیادی پتھر: وہی غلط بیانی۔۲

شیخ عبدالرحمٰن مصری کو جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہماری تحقیق جو بصیرت پر مبنی ہے یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود اور ان کے سر کردہ اہل قلم اتباع میں سے ایک شخص بھی فن روایت کی حیثیت سے ثقہ راوی (سچا راوی) نہیں ہے۔ ہم ان محدثین کرام کے پیرو ہیں جن کا طریق کار مولانا حالی مرحوم نے یوں بتایا ہے:

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا
مناقب کو چھانا مسالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح دیکھا بتایا
آئمہ میں جو عیب پایا جتایا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ صوفی کو چھوڑا نہ ملا کو چھوڑا

اسی لئے محدثین عظام نے صدق مقال اور صحت روایت کو اتنی اہمیت دی کہ باوجود مخالفت مذہبی کے صادق القول اہل بدعت کی روایات بھی قبول کیں کیونکہ غلط گو انسان خواہ کیسا ہی دیندار بنا پھرتا ہو، مگر فن روایت میں وہ ثقہ نہیں کہلا سکتا۔

ہم نے بارہا اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ خود بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فن روایت میں ثقہ راوی نہ تھے۔ ملاحظہ ہو اخبار اہل حدیث امرتسر یکم مارچ ۱۹۴۰ء۔ اس لئے لازمی تھا کہ بحکم:

کفر گیرد کاملے ملت شود

اس عدم ثقاہت کا اثر اتباع مرزا میں بھی پایا جاتا ہے۔ ہم ہمیشہ دیکھتے ہیں اور اپنے

ناظرین کو بھی دکھاتے رہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کے اتباع کذب بیانی سے پرہیز نہیں کرتے۔ اس موقع پر ہمیں حضرت مسیح کا یہ قول یاد آ جاتا ہے کہ:

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

مضامین سابقہ کے علاوہ ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۰ دسمبر میں اتباع مرزا کی غلط بیانی کا ایک نمونہ دکھایا تھا۔ آج ہم چند نمونے اور دکھاتے ہیں۔ ان نمونوں کو پیش کرتے ہوئے ہمیں خاص صدمہ ہوتا ہے کیونکہ یہ نمونے ایک ایسے شخص کے قلم سے نکلے ہیں جو اپنا آبائی دھرم چھوڑ کر اسلام میں آیا اور دینی تعلیم حاصل کرنے کو مصر بھی گیا اور اسی وجہ سے مصری کہلاتا ہے۔ ایسے شخص کو تعصب اور بے جا حمایت سے کوسوں دور رہنا چاہیے تھا۔ مگر افسوس ہے کہ مقولہ مشہورہ: ہر چہ در کان نمک رفت نمک شد، موصوف بھی غلط بیانی سے نہ بچ سکے۔ انا للہ

مزید افسوس یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے واقعات کے متعلق بھی چراغ بکف داشتہ غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں جو شائع شدہ ہونے کی وجہ سے مخالفین کو اچھی طرح معلوم ہیں۔

ناظرین کرام! اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ کیجئے۔ شیخ عبدالرحمان مصری نے ایک مضمون اخبار پیغام صلح لاہور میں شائع کرایا ہے جس کی سرخی یہ ہے:

تفسیر نویسی کا مقابلہ اور حضرت مسیح موعود کی نمایاں فتح

یہ تفسیر نویسی کس زمانے کا واقعہ ہے؟ اس پر آج چالیس سال سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ اس واقعہ کے بیان میں عبدالرحمٰن مصری صاحب نے کئی ایک غلط بیانیاں کی ہیں:

کذب نمبر ا:

پیغام صلح (لاہور) کے جلسہ نمبر میں مضمون دینے کیلئے جب مجھے تحریک کی گئی تو میری توجہ فوراً ایک عظیم الشان نشان کی طرف پھر گئی جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی صداقت کو ثابت کرنے اور دیگر ادیان اور مخالف علماء پر حجت تمام کرنے کیلئے اللہ تعالی کی طرف سے ٹھیک انہی ایام میں ظاہر ہوا تھا جو کہ ایام جلسہ (۲۴ تا ۲۷ دسمبر) سالانہ کیلئے مقرر ہیں۔ اس لئے اس مناسبت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اس عظیم الشان نشان کو ان ایام سے ہے، میں نے

یہی مناسب سمجھا کہ اس پرچہ میں جو خصوصیت کے ساتھ جلسہ ہی کی یادگار میں نکالا جا رہا ہے اس نشان کی یاد کو بھی تازہ کر دیا جائے تاکہ اگر کوئی سعید روح اس الٰہی نشان سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اٹھالے۔

(پیغام صلح لاہور ۱۲ دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۱۶)

اس عبارت میں آپ نے یہ کذب بیانی کی ہے کہ تفسیر نویسی کے چیلنج کا زمانہ ماہ دسمبر بتایا ہے (کیونکہ لاہوری جماعت کا جلسہ ماہ دسمبر ہی میں ہے) حالانکہ اس مقابلہ کے لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو اشتہار دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی زمانہ میں پیر مہر علی گولڑہ والے مرزا صاحب قادیانی کے مقابلہ میں لاہور آ گئے تھے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

خیر یہ تو ایک معمولی کذب ہے۔ نمبر دو ملاحظہ ہو

کذب نمبر ۲

حضرت اقدس اور تفسیر نویسی کا چیلنج:

حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے جب مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اپنی طرف بلایا، تو علماء نے لوگوں کو حضور کی طرف متوجہ ہونے سے روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔

حضور کو نعوذ باللہ جاہل، بے دین، ملحد، کافر، دجال، دشمن اسلام وغیرہ قرار دے کر عوام کو متنفر کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔

حضور نے .. بالمقابل قرآن شریف کی تفسیر لکھنے کا چیلنج بھی دیا...

علماء جو اپنی علمی بے بضاعتی اور تائید الٰہی سے اپنی محرومیت سے کما حقہ واقف تھے انہیں اس چیلنج کو قبول کرنے میں اپنی موت نظر آتی تھی، اس لئے وہ مختلف قسم کے حیلوں بہانوں سے اس چیلنج کو ایک عرصہ تک ٹالتے رہے لیکن چونکہ اس چیلنج کو قبول نہ کرنے میں انہیں یہ بھی خطرہ تھا کہ عوام پر اس کا برا اثر پڑے گا اس لئے عوام کو قابو میں رکھنے کے لئے ہمیشہ فکر و فریب سے کام لیتے ہوئے ان پر یہ اثر ڈالتے رہے کہ ہم تو بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے تیار ہیں مگر مرزا صاحب ہی نعوذ باللہ مقابل میں آنے سے بھاگ رہے

ہیں۔ (پیغام صلح مذکور)

اس اقتباس میں شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے کمالِ مرزائیت کا ثبوت دیا ہے پہلے تو ہمیں گمان ہوا تھا کہ شاید آپ ان دنوں نابالغ ہوں گے، مگر آپ کے سفید بالوں کو دیکھ کر یہ گمان صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ دراصل وہی کذب بیانی ہے جس کا اثر آپ نے مرزا صاحب قادیانی کی تعلیم سے حاصل کیا ہے۔

سنئیے! اس بیان میں اول تو آپ نے مجرمانہ حد تک اخفاء واردات سے کام لیا ہے۔ یعنی یہ نہیں بتایا کہ جن علماء کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا، انہوں نے اس کا کیا جواب دیا۔ کیا وہ مرزا صاحب سے ڈر کر ہندوستان سے باہر چلے گئے تھے۔ کیا وہ بالکل صم بکم ہو کر بیٹھے رہے تھے۔

ایسا ہرگز نہیں ہوا، کیونکہ مخاطبوں میں میرا نام بھی تھا اور پیر مہر علی صاحب گولڑہ والے بھی مخاطب تھے۔

میں نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اشتہار ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے جواب میں ۲۶ جولائی ۱۹۰۰ء کو اپنی آمادگی کا اشتہار دیا۔ پیر مہر علی مرحوم نے تو یہاں تک آمادگی ظاہر کی کہ آپ حسب اعلان گولڑہ سے چل کر لاہور پہنچ گئے اور بزبان حال للکار کر کہتے رہے

ہم وہ نہیں کہ دون کی بیٹھے لیا کریں
ہم وہ نہیں کہ دور سے باتیں کیا کریں
اپنا تو یہ ہے حال کہ آئے ہیں آیئے
دعوی اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

مگر مرزا غلام احمد صاحب نے نہ قادیان چھوڑا نہ لاہور پہنچے۔ اس پر پیر مہر علی صاحب کے ایک مرید سلطان محمود نے اشتہار دیا جس میں مرزا صاحب قادیانی کو مخاطب کر کے ایک شعر یوں لکھا تھا:

بنایا آڑ کیوں جورو کا چرخہ
نکل دیکھیں تیری تفسیر دانی

پیر صاحب گولڑہ کی تشریف آوری کی تقریب پر علماء اسلام بھی لاہور میں جمع

ہو گئے تھے۔ مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی، مولانا محمد علی صاحب بھوپڑی، قاضی عبدالاحد خان پوری، پیر جماعت علی شاہ علی پوری اور یہ خاکسار (ثناءاللہ امرتسری) اور دوسرے علماء بکثرت شریک مجلس ہوئے تھے۔ جب یہ لوگ مرزا صاحب کا انتظار کرتے کرتے اکتا گئے تو انہوں نے جامع مسجد لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا جس میں شرکت کے لئے ہم لوگ جارہے تھے تو عین اس حالت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مریدوں کی طرف سے اشتہار چسپاں پائے گئے جن کی سرخی تھی: پیر مہر علی کا فرار

لوگ ایک طرف پیر مہر علی صاحب گولڑوی کو لاہور میں موجود پاتے اور دوسری طرف ان اشتہاروں کو پڑھتے تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکل جاتا:

عجب ہوشیاری کہ نادان بن کر
ہمیں سے ہمارا گلہ ہو رہا ہے

پھر اس کذب بیانی میں کیا شک ہے جو شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے ان الفاظ میں کی ہے کہ:

علماء کو اس چیلنج قبول کرنے میں اپنی موت نظر آتی تھی۔

ناظرین کرام! علمی دنیا میں عام طور شکایت ہے کہ ہمارے ملک ہندوستان کی تاریخ بھی صحیح نہیں لکھی گئی کیونکہ لکھنے والوں نے اپنی اپنی اغراض کے ماتحت جو چاہا لکھ دیا۔ یہ شکایت اگر صحیح ہے تو افسوس کا مقام ہے کیونکہ وقائع نگار کا فرض ہے کہ وہ واقعات کو صحیح پیرایہ میں پیش کرے۔ اگر وہ واقعات کو اپنے مذہب اور عقیدے کے ماتحت بیان کرتا ہے تو بددیانت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کے اہل قلم اتباع سراسر اس صفت سے موصوف نظر آتے ہیں۔

مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے تفسیری چیلنج کو باقاعدہ قبول کیا گیا تھا مگر مرزا صاحب خود ہی مقابلے پر نہ آئے۔ کیوں نہ آئے:

زاہد نہ تاب داشت جمالِ پری رخاں
کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

کذب نمبر ۳

اللہ تعالیٰ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ اپنے مکروفریب سے حق کو مشتبہ کر رہے

ہیں اور صدقت کو ظاہر نہیں ہونے دیتے، تو اس نے بھی بالمقابل ایک تدبیر اختیار کی جس سے ان کے تمام مکروفریب کا تانا بانا ٹوٹ کر رہ گیا اور جس سے یہ مجبور ہو کر تفسیر نویسی کے لئے میدان مقابلہ میں نکل آئے اور اپنی خطرناک ہزیمت سے خدا تعالی کے مامور کی صداقت پر ہمیشہ کے لئے مہر لگا گئے

وہ تدبیر یہ تھی کہ اللہ تعالی نے لاہور کے بعض اکابر کے دل میں یہ تحریک پیدا کر دی کہ لاہور میں ایک مذہبی جلسہ منعقد کیا جائے جس میں تمام مذاہب کے نمائندے تقریریں کریں...

حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے تو فوراً منتظمین جلسہ کو اطلاع دے دی کہ حضور کا مضمون اس جلسہ میں پڑھا جائے گا۔ اگر اسلام کی طرف سے بھی صرف حضور ہی کا مضمون پڑھا جاتا اور دیگر علماء شریک نہ ہوتے اور حضرت اقدس کا مضمون غالب رہتا تو بوجہ مقابلہ نہ ہونے کے معاملہ پھر بھی مشتبہ ہی رہتا۔ کیونکہ علماء کہہ سکتے تھے کہ اگر ہمیں بھی موقع ملتا تو ہم بھی اس سے بڑھ کر نہیں تو کم از کم اس جیسا مضمون تو ضرور پیش کر دیتے۔ (پیغام صلح مذکور)

ناظرین! اس اقتباس کو غور سے پڑھیئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہبی جلسہ جو لاہور میں منعقد ہوا مرزا صاحب قادیانی کے تفسیری چیلنج کے بعد ہوا تھا، اسی لئے اس کو علماء کو ذلیل کرنے والی الٰہی تدبیر بتایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ جلسہ چیلنج تفسیر نویسی سے چار سال پہلے کا ہے کیونکہ یہ ماہ دسمبر ۱۸۹۶ء کی آخری تاریخوں میں ہوا تھا اور تفسیر نویسی کا چیلنج جولائی ۱۹۰۰ء میں دیا گیا تھا۔ معلوم نہیں اس کذب بیانی سے (جو شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے کی ہے) کیا فائدہ ان کے پیش نظر ہے۔

لطف یہ ہے کہ اسی مضمون میں شیخ عبدالرحمٰن صاحب نے خود ہی جلسہ مذکور کی تواریخ ۲۶ تا ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء لکھی ہیں اور قادیان کے رسالہ ریویو آف ریلی جنز بابت دسمبر ۱۹۴۰ء میں بھی چودھری فتح محمد نے اس جلسہ کی یہی تاریخیں لکھی ہیں۔ ملاحظہ ہو ریویو مذکور صفحہ ۴۲۔

میرا عقیدہ ہے کہ اس قسم کی غلط بیانیوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ مگر پھر بھی یہ

لوگ کیوں کرتے ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ تصرف قدرت ہے جو ان سے ایسا کروا رہا ہے، تاکہ اہل بصیرت کی نگاہ میں ان کی دیانت اچھی طرح ظاہر ہو جائے۔

کذب نمبر ۴

خدا تعالیٰ کا منشاء چونکہ ہمیشہ کے لئے اس اشتباہ کو دور کرنے کا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے علماء کے دل میں بھی تحریک کر دی کہ وہ بھی اس جلسہ میں شریک ہوں چنانچہ آپ نے اس قانون کے ماتحت کہ نستدرجهم من حيث لا يعلمون (کہ دشمنان حق کو بعض اوقات ہم ایسے رنگ میں مقابلہ کے لئے لاتے ہیں کہ ان کو محسوس بھی نہیں ہوتا کہ وہ مقابلہ کے لئے جا رہے ہیں) وہ پکڑ کر ان علماء کو مقابلہ کے لئے لے آیا اور ان کو محسوس بھی نہ ہوا کہ وہ تفسیر نویسی کے مقابلہ کے لئے جا رہے ہیں ان کے دماغ پر یہی ایک خیال مستولی رہا کہ اتنے بڑے جلسہ میں ہماری شرکت ہمارے نام کو ہمیشہ زندہ رکھے گی۔ چنانچہ پنجاب کے اس وقت کے دو چوٹی کے علماء یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی اپنے اپنے مضمون پڑھنے کے لئے نام بھجوا دیئے۔ (پیغام صلح مذکور)

یہ اقتباس بھی پر از کذب و زور (سراسر جھوٹ) ہے۔ علماء نے جلسہ میں خواہش نہیں تھی بلکہ جلسہ کی منتظمہ کمیٹی کی طرف سے ان کو دعوت شرکت آئی تھی، اس کو انہوں نے قبول کر لیا۔ اور نہ وہ جلسہ تفسیر نویسی کے لئے تھا۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کو لکھتے ہوئے یہ خیال نہ آیا کہ ایک ایسا جلسہ جو بالمقابل تفسیر نویسی کے لئے منعقد ہو، اس میں ہندو، سکھ، برہمو، جینی، وغیرہ آزاد منش لوگ تقریریں کریں۔ کیا وہ بھی قرآن کی تفسیر نویسی کے لئے آئے تھے؟ ان سب مقررین کی تقریریں کتاب، جلسہ مذاہب، میں درج ہیں۔ ناظرین ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

کذب نمبر ۵

مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کو حضرت اقدس (مرزا قادیانی) سے جس قدر دشمنی تھی، وہ کسی سے مخفی نہیں...

لیکن اس تمام کوشش کے باوجود اس مقابلہ میں انہیں سخت ناکامی کا سامنا

کرنا پڑا اور میدان حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے ہاتھ رہا۔

(پیغام صلح مذکور)

یہ اقتباس بھی شیخ عبدالرحمٰن صاحب کی صرف شیخی کا نمونہ ہے۔ میرے مضمون کی نسبت اب تو آپ جو چاہیں سو کہیں، مگر اس جلسہ کے صدر آپ کے خلیفہ اول حکیم نورالدین قادیانی تھے۔ میری تقریر کے خاتمے پر موصوف نے جو الفاظ کہے وہ درج کئے جاتے ہیں آپ کے ملاحظہ کے لئے ان کو نقل کرتا ہوں حکیم نورالدین صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ:

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے محبت بھرے الفاظ آپ کو بہت پسند آئے ہوں گے میں اپنی طرف سے اور آپ صاحبان کی طرف سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (رپورٹ جلسہ اعظم ص ۲۶)

شیخ صاحب! آپ نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں میری دشمنی کا اظہار کیا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کی وجہ سے حکیم نورالدین صاحب سے بھی میری وہی نسبت ہوگی، اس لئے میں حکیم صاحب کے الفاظ اور آپ کے قول کو سامنے رکھ کر یہ کہوں تو بالکل صحیح ہے: الفضل ما شھدت به الاعداء

کذب نمبر ۶

اللہ اللہ! اس وقت ان علماء کے دل کی کیا کیفیت ہوگی جب کہ ان کی آنکھوں کے سامنے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے مضمون کو سن سن کر لوگ وجد میں آرہے تھے۔ وقت ختم ہو جاتا ہے لیکن مضمون کا ایک حصہ باقی رہ جاتا ہے۔ لوگوں کے اشتیاق کا یہ عالم ہے کہ وہ منتظمین جلسہ پر زور ڈالنا شروع کر دیتے ہیں کہ اس مضمون کے لئے وقت بڑھایا جائے۔ آخر لوگوں کے اصرار پر منتظمین جلسہ کو ایام جلسہ میں ایک دن کا اضافہ کرنا پڑا۔

(پیغام صلح ۱۲ دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۱۶)

یہ بھی جھوٹ ہے کہ خاص مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مضمون کے لئے ایک روز کا اضافہ کیا گیا۔ اس کذب کے اظہار کے لئے رپورٹ مذکور سے چند فقرات ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:

چوتھا اجلاس: بروز منگل بتاریخ ۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء۔
آج ہمارا آخری اجلاس تھا۔مختلف فرقوں کی طرف سے عام طور پر درخواست ہونے لگی کہ ان کے وکلاء کو تقریر کا موقع دیا جائے۔لیکن موجودہ حالات کے ماتحت ان درخواستوں پر کار بند ہونا محالات میں سے تھا۔ تاہم جس قدر تقریریں ضروری تھیں ان کے لئے بھی روزمرہ کے اوقات پورے نہ تھے، اس لئے مناسب یہی سمجھا گیا کہ کاروائی ساڑھے نو بجے صبح کے شروع ہو۔ (رپورٹ جلسہ اعظم ص ۱۷۱)

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ چوتھا روز (۲۹ دسمبر) جلسہ کے ایام میں داخل تھا جو مختلف بقایا تقریروں کے لئے دیا گیا تھا۔اس لئے یہ کہنا کہ خاص مرزا صاحب قادیانی کی تقریر کے لئے ایک دن بڑھایا گیا، محض جھوٹ ہے۔

ناظرین کرام! کہاں تک ہم کذب شمار کریں۔ہم مکرر افسوس کرتے ہیں کہ شیخ عبدالرحمٰن مصری وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے خلیفہ قادیان محمود احمد کے حق میں از راہ دیانت جو صحیح سمجھا ظاہر کر دیا، گو ان کو اس میں نقصان عظیم اٹھانا پڑا مثلاً آپ جماعت قادیان سے خارج کئے گئے، آپ کا بائیکاٹ کیا گیا، ملازمت سے برطرف کئے گئے، جان کے خطرے میں پڑ گئے ، وہی شیخ صاحب بڑے مرزا صاحب قادیانی کی شان بڑھانے کے لئے ایسی کذب بیانیاں کریں، تو ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہوگا کہ:

ہم تو شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو عمامے کے سوا ہیچ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۵-۸)

قادیان اور لاہور کے جلسوں میں ہمارا تحفہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
کوئی مانے یا نہ مانے ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ امت مرزائیہ کے ساتھ ہمیں

خاص تعلق ہے۔اس لئے قادیان اور لاہور کے سالانہ جلسوں میں دونوں جماعتوں کی خدمت میں ہماری طرف سے تحفہ پیش کیا جاتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ یہ دونوں گروہ ہمارے تحفے کو ناپسند کریں مگر ہماری نیت مخلصانہ رنگ میں یہی ہوتی ہے کہ یہ لوگ جس گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں اس سے باہر نکل آئیں ۔فرمان خداوندی

و ذکّر به ان تبسل نفس بما کسبت (الانعام:۷۰)

ہروقت ہمارے پیش نظر رہتا ہے۔

مرزاغلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی دانش مندانہ حیثیت سے اپنے متعلق مباحث کو بہت پیچیدہ بنا رکھا ہے۔کہیں وفات مسیح کی بحث ہے، تو کہیں اجرائے نبوت کی ، اور کہیں منارہ دمشق کا جھگڑا ہے۔ہم چونکہ ان رموز سے بخوبی واقف ہیں اس لئے جہاں تک ہم سے ہوسکتا ہے ہم اتباع مرزا کو ان الجھنوں سے نکال کر سیدھی راہ پر لانے کی کوشش کیا کرتے ہیں ۔اس دفعہ ہم نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا صدق وکذب جانچنے کے لئے جو معیار بصورت اشتہار پیش کیا ہے، وہ آسان ہونے کے علاوہ بہت ہی صاف اور روشن ہے۔گویا وہ معیار اس آیت کا مصداق ہے هذا بصائر للناس و هدی و رحمة لقوم یوقنون۔

بغرض افادہ ناظرین وہ اشتہار درج ذیل ہے

جماعت احمد یہ کے لئے قابل غور بات

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی نے اپنے مناصب بہت سے تجویز کئے اور ہر ایک کے لئے اپنے خیال میں دلائل بھی دیئے۔فریق مخالف کی طرف سے بھی مختلف متعدد کتابیں نکلتی رہیں جو علماء نے لکھیں اور فریقین نے پڑھیں ۔آج ہم ایک ایسی بات پیش کرتے ہیں جو بالکل صاف اور نتھری ہوئی صداقت ہے۔ایسی کہ اس کی مثال زمانہ رسالت میں ہم کو یوں ملتی ہے کہ کفار قریش نے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے بائیکاٹ کا باہمی معاہدہ چمڑہ پر لکھ کر بند کر کے کعبہ کی چھت میں بند کردیا تھا جس کی وجہ سے صحابہ کرام کو بڑی سخت تکلیف پہنچی تو حضور ﷺ نے فرمایا

مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس معاہدہ کے چمڑے کو کرم کھا گئی ہے۔ آپ کے چچا ابو طالب نے قریش کو کہا اس معاہدہ کو نکالو۔ اگر میرا بھتیجا (محمد ﷺ) اس بات میں جھوٹا ہوگا تو میں اس کو چھوڑ دونگا۔

اس معاہدے ..کو دیکھا گیا تو واقعی اس کو کرم کھا چکی تھی۔

اسی قسم کا وعدہ مرزا صاحب متوفی نے بھی شائع کیا ہوا ہے جو اپنے الفاظ کے لحاظ سے بہت مختصر ہے مگر معانی کے لحاظ سے دریائے ناپیدا کنار ہے۔ وہ ایسا معاہدہ ہے کہ کل قادیانی مباحث اس سے فیصل ہو سکتے ہیں۔ ہم اپنی طرف سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر وہ صورت پائی گئی جس پر مرزا صاحب نے اپنی صداقت کو مبنی کیا ہے تو ہم مرزا صاحب کے مشن کی مخالفت چھوڑ دیں گے۔ اسی طرح جماعت احمدیہ (اتباع مرزا قادیانی) سے ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ درصورت منفی ہونے اس شرط کے وہ بھی مرزا صاحب کو چھوڑ دیں گے۔ مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

اگر قرآن میں میرا نام ابن مریم نہیں رکھا، تو میں جھوٹا ہوں۔

(تحفہ ندوہ۔ص ۵)۔

احمدی دوستو! اس اعلان کو پڑھیئے اور اصل کتاب میں دیکھئے۔ از راہ مہربانی قرآن مجید کی سورۃ، آیت اور رکوع کا حوالہ دے کر الفاظ نقل کر دیجئے جہاں مرزا صاحب کے نام کی حیثیت سے لفظ ابن مریم آیا ہو۔ بتانے پہلے خود مرزا صاحب کا یہ شعر ملاحظہ کر لیجئے جس کے الفاظ یہ ہیں:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

یہ شعر صاف بتا رہا ہے کہ مرزا غلام احمد اور ابن مریم دو ہستیاں الگ الگ ہیں۔ پس زیادہ عرض کی ضرورت نہیں۔ مطلب صاف ہے

مسلمان دوستو اور احمدی ممبرو! ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کا یہ یقین ہے کہ راستی کو چھوڑنے کذب کو اختیار کرنے کا ضرر کسی دوسرے پر نہیں، بلکہ فاعل ہی پر ہوتا ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد واضح ہے

انما بغیکم علی انفسکم

پس ارشاد خداوندی کوملحوظ رکھ کر اعلان مرزا صاحب کو پڑھ کر آپ لوگ فیصلہ کریں کہ مرزا صاحب قادیانی سچے تھے یا جھوٹے۔

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری ۲۵۔دسمبر ۱۹۴۰ء

ناظرین! آپ صاحبان نے کبھی عدالت میں ایسا مقدمہ دیکھا ہوگا جس میں مدعی نے یہ بیان دیا ہو کہ مدعی کا حساب میرے بہی کھاتہ میں مرقوم ہے، اگر نہ ہو تو میرا دعوی خارج۔ نیز مدعا علیہ نے کہا ہو کہ یہ صورت فیصلہ مجھے منظور ہے۔ ایسے موقع پر عدالت کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ مدعی کا بہی کھاتہ طلب کر کے اس کو دیکھے۔

پس ناظرین اہل حدیث سے عموماً اور اتباع مرزا سے خصوصاً ہماری درخواست ہے کہ ہمارے پیش کردہ حوالے کا ثبوت اگر مل جائے، تو اس سے صحیح نتیجہ پیدا کریں۔ رہا اتباع مرزا کا عذر جو ایسے حوالوں کی نسبت وہ پیش کیا کرتے ہیں کہ:

ایک آدھ بات سے کیا ہوتا ہے، جب کہ ہزاروں دلائل اور نشانات مرزا صاحب کی صداقت پر موجود ہیں، کوئی ایک بات اگر صحیح نہیں ہے تو نہ سہی۔

ہم ایسے بھولے بھالے لوگوں کو کیا کہیں اور ان کو کس طرح سمجھائیں کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے۔ یہ تو ایک عقلی اصول ہے خدا جانے امت مرزا قادیانی اس کو سمجھے یا نہ سمجھے، اس لئے ہم ان کو ایک سیدھی بات پر توجہ دلاتے ہیں۔ پس وہ غور سے سنیں۔

مدعی عدالت میں ایک کاغذ پیش کرتا ہے جو مدعا علیہ کی طرف سے قرضہ لینے کا تمسک ہے۔ اس کاغذ میں کل سولہ سطریں ہیں۔ ہر ایک سطر میں متعدد جملے ہیں۔ مگر جس لفظ کے ساتھ قرضے کی رقم مرقوم ہے، وہ شکستہ ہونے کی وجہ سے مشکوک ہے۔ مدعا علیہ عدالت کو مشکوک لفظ پر توجہ دلا کر کہتا ہے کہ مدعی کا دعوی خارج ہونے کے قابل ہے۔ اس پر اگر مدعی یہ جواب دے کہ صاحب! ایک لفظ کے غلط ہونے سے سارا اسٹامپ کیونکر غلط ہوسکتا ہے، باقی تو سارا صحیح ہے۔ تو اتباع مرزا ہمیں بتائیں کہ ایسا مدعی کس قسم کے سلوک کا مستحق ہوگا۔

ایسی واضح تکذیب کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اپنی ضد پر اڑا رہے تو کہا جائے گا کہ اس کا عقیدہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں اس شعر کا مصداق ہے۔

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۴ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ا ص ۶۔۷)

خلیفہ قادیان اور حکومت پنجاب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان میں آج کل مرزائیوں کا سالانہ جلسہ ہو رہا ہے۔اس میں مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان نے تقریر کرتے ہوئے حکومت پنجاب کو مخاطب کر کے جو کچھ فرمایا ہے معاصر، پرتاپ، میں اس طرح مرقوم ہے:

قادیان میں شکروار کو احمدیوں کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے خلیفہ قادیان مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنی تقریر میں پنجاب گورنمنٹ کو انتباہ دیا کہ وہ اپنی اینٹی احمدیہ پالیسی کو ترک کر دے، ورنہ اسے پتہ لگ جائے گا۔

مرزا صاحب نے کہا کہ احمدیہ فرقہ اور گورنمنٹ کے تعلقات بڑے خراب ہوتے جا رہے ہیں۔گورنمنٹ کے اس تازہ ترین فیصلہ نے جس کی رو سے قادیان میں سکھوں کو دیوان منعقد کرنے کی اجازت دی ہے، میرے پیرؤوں میں تلخی پیدا کر دی ہے۔

اگر گورنمنٹ کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو احمدی جوابی کاروائی کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔

گورنمنٹ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا مذہب یہ تعلیم نہیں دیتا کہ ہم عدم تشدد

کے عقیدہ پر یقین رکھیں۔

مرزا (محمود احمد) صاحب نے دوسرے اندرونی اور بیرونی خطرات کا بھی ذکر کیا جو احمدیہ فرقہ کی طاقت کو زائل کرنے کے درپئے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے اپنے پیروؤں کو یقین دلاتے ہوئے کہا کہ جب تک میں خدائی احکام پر عمل کرتا ہوا آپ کا جہاز کا کپتان ہوں، میں ایسے تمام خطرات سے بچاتا رہوں گا۔

مرزا (محمود) صاحب نے یہ بھی کہا کہ مجھے الہام ہوتا ہے اور بین الاقوامی صورت حالات میں خطرناک تبدیلیوں کا مجھے پہلے ہی علم ہو گیا ہے۔

سر ظفر اللہ نے جو اس جلسہ میں موجود تھے اس بات کی تصدیق کی اور کہا کہ مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ فرانس کی شکست ہو گی اور بلجیئم کا بادشاہ تخت سے دست بردار ہو جائے گا۔ اب انہوں نے یہ پیش گوئی کی ہے کہ دنیا میں جلد امن ہو گا اور برطانیہ کی فتح ہو گی، مرزا صاحب کے چار گھنٹے تقریر کرنے کے دوران میں اللہ اکبر کے نعرے لگائے جاتے رہے۔

(اخبار پرتاپ ۳۰ دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۱۷)

مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں: دیکھئے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی اس تقریر کا حکومت پنجاب پر کیا اثر ہوتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۴ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ۱ ص ۱۶)

قادیان کا سالانہ جلسہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہر ایک جماعت کا سالانہ جلسہ اس کے مقصود اور مخصوص کاروائی کا آئینہ ہوتا ہے۔ اس میں جس قسم کی تقریریں ہوتی ہیں وہ اس کے خاص مقصد سے متعلق ہوتی ہیں جس عنوان پر تقریر نہیں ہوتی وہ اس کے مقصد میں شامل نہیں ہوتا۔ اس دفعہ قادیان

کے سالانہ جلسہ کی مجمل رپورٹ جو اخبار الفضل میں شائع ہوئی ہے اس کو دیکھ کر ایک ہم درد مسلمان کو سخت صدمہ ہوتا ہے کیونکہ ان تقریروں میں کوئی ایک تقریر بھی شرک و بدعت یا کفر و دہریت کی تردید میں نہیں دیکھی گئی۔ نہ بت پرستی یا عیسی پرستی کی تردید اور نہ قبر پرستی یا پیر پرستی کے ابطال میں نظر سے گذری، نہ بیاہ شادی کی رسومات قبیحہ کی اصلاح پر کوئی توجہ کی گئی۔ جن میں آج کل مسلمان عموماً مبتلا ہیں۔ ہاں ساری تقریروں کا مرجع مرزا صاحب متوفی کی شخصیت تھی۔ کہیں ان کی پیش گوئیاں بتائی گئیں۔ کہیں ان کے حق میں پیش گوئیاں سنائی گئیں۔ یہ بات کوئی اس سال کے جلسہ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ قادیان کے سالانہ جلسوں میں عموماً یہی ہوتا ہے۔

قبر پرستی کا ردّ تو اس لئے نہیں کرتے کہ قادیان میں خود انہوں نے بھی اسی قسم کی کئی ایک قبریں بنا رکھی ہیں۔ پنجاب میں پاک پٹن کا شہر بہت مشہور ہے جہاں حضرت فرید الدینؒ گنج شکر کا مزار ہے وہاں ایک بہشتی دروازہ ہے جو سال بعد کھلتا ہے جس سے گزرنے والے سمجھتے ہیں کہ ہم بہشت کے وارث ہو گئے ہیں قادیان میں اس کے مقابلہ میں بہشتی مقبرہ بنایا گیا ہے۔ اس کی نسبت بھی ان لوگوں کا یہی خیال ہے کہ وہاں دفن ہونے والے بہشت کے حق دار ہیں۔ اس مقبرہ میں صرف اسی شخص کو جگہ ملتی ہے جو اپنی جائیداد کا دسواں حصہ قادیان کے لئے وقف کر دے۔

نہ صرف ہماری بلکہ ہر ایک اہل بصیرت کی نظر میں یہ صداقت لاریب ہے کہ جو شخص اسلام کی اصلاح کا مدعی ہو کر مصلحانہ شکل میں آئے وہ اگر قبر پرستی اور پیر پرستی کی تردید کو اپنا اولین مقصد ٹھہرائے تو اس کے دعوی کی تکذیب کے لئے یہی کافی ہے ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ امت مرزائیہ (بہر دو صنف) اس امتیازی وصف سے خالی ہے۔ ان کی ساری تقریروں کا مرجع صرف مرزا صاحب کی ذات ہوتی ہے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے:

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

ہم اس روش کو انبیاء کے طریق عمل کے خلاف سمجھتے ہیں۔ انبیاء کرام کی پہلی آواز یہی ہوتی تھی کہ ان اعبدوا الله و اجتنبوا الطا غوت۔ خدا کی عبادت کرو اور جھوٹے معبودوں سے بچو۔ انصاف یہی ہے کہ قادیانی اس سے خالی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۱۱ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ۲ ص ۵)

قادیانیت کی ترقی کے معراج

صرف ۲۵ سال باقی رہ گئے ہیں؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے امسال خطبہ عید الفطر میں ایک تقریر کی تھی جو اخبار فاروق ۲۱ نومبر (۱۹۴۰ء) میں شائع ہوئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اگر ہم صحابہ کی (مانند؟) ہوتے تو ہماری ترقی بھی اسی عرصہ (۲۳) میں ہو جاتی مگر چونکہ ہم میں وہ کیفیت نہیں ہے اس لئے ہماری ترقی زیادہ سے زیادہ ۷۵ سال میں ہو جائے گی جس میں سے ۵۰ سال گذر چکے ہیں اب صرف ۲۵ سال باقی ہیں۔

ہمارے خیال میں خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کا یہ دعوی مرزا صاحب متوفی کے بلکہ خود ان کے اپنے بیان کے بھی خلاف ہے حیرت ہے کہ یہ لوگ باوجود اتباع مرزا کہلانے کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اقوال سے کیوں اتنے بے خبر ہیں کہ اہل حدیث کو انہیں تنبیہہ کرنی پڑتی ہے۔ سنیئے!

بڑے مرزا صاحب قادیانی اپنی کتاب خطبہ الہامیہ میں لکھتے ہیں:

جو شخص میری جماعت میں داخل ہوا، وہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں داخل ہو گیا۔

پس ثابت ہوا کہ بقول مرزا صاحب قادیانی ان کے اتباع اصحاب رسول اللہ کی مانند ہیں۔ پھر ان پر وہ برکات کیوں نازل نہ ہوئیں جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر ہوئی تھیں۔ یہ خطبہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کے ایک سابقہ بیان کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ:

تبلیغ کا جتنا کام آج تک جماعت احمدیہ نے کیا ہے وہ اس کام کے اربویں

حصے سے بھی کم ہے جس کے لئے مرزا صاحب آئے تھے۔

(الفضل قادیان ۱۶۔اکتوبر ۱۹۳۷ء)

جماعت مرزائیہ جانتی ہوگی کہ سو ہزار کا ایک لاکھ ہوتا ہے اور سو لاکھ کا ایک کروڑ اور سو کروڑ کا ایک ارب۔ ناظرین غور کریں کہ پچاس سال کی مدت میں جس کام کا اربواں حصہ بھی پورا نہ ہوا، وہ باقی کتنا رہتا ہوگا۔ وہ پچاس کے مقابلہ میں ۲۵ برس کے اندر کیسے انجام تک پہنچ سکتا ہے۔

ناظرین ۲۵ سال کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں، انشاء اللہ جلد ختم ہو جائے گا۔ اس وقت احمدیت کی کمزور حالت دیکھ کر لوگ پوچھیں گے کہ خلیفہ صاحب کا دعوی کیوں پورا نہیں ہوا، تو جواب ملے گا کہ پیش گوئیوں میں عدد مقصود نہیں ہوتا، بلکہ بقول مرزا صاحب کام مقصود ہوتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی)۔

پس یہ کام (غلبہ کاملہ) اگر تین سو سال میں بھی پورا ہو جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر تین سو سال کے عرصہ میں بھی پورا نہ ہوا تو یہ عذر کیا جائے گا کہ

خداوند تعالی قادر و قیوم اور فاعل مختار ہے، وعدے کا پابند نہیں ارادہ بدل سکتا ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی)

اور اپنے دعوی پر بطور سند یہ آیت پیش کریں گے یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت۔ (الرعد:۳۹) کیا ہی سچ ہے:

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفاء ہی کریں گے
کیا وعدہ تمہیں کرکے مکرنا نہیں آتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۱۱ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ۲ ص ۶)

طاعونِ قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی احتجاجی پیش گوئی کبھی سچی نہیں نکلی۔ اس

دعوی کے ثبوت میں ہمارے کئی ایک رسالے الہامات مرزا وغیرہ شائع ہو چکے ہیں جن میں ایسی پیش گوئیوں کی تفصیل درج ہے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۳ دسمبر ۱۹۴۰ء میں طاعون قادیان کے متعلق ایک نوٹ لکھا گیا تھا جس کا جواب الفضل ۱۹ دسمبر ۱۹۴۰ء میں نکلا ہے۔

ہمارے جواب میں اڈیٹر الفضل قادیان نے باتباع سنت مرزا پورے اخفا سے کام لیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جس طرح ہر ایک امتی کا فرض ہے کہ اپنے نبی کی پیروی کرے اسی طرح ہر ایک مرزائی کا فرض ہے کہ وہ ادائے مطلب میں خاص مرزا صاحب قادیانی کا تتبع کرے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے لکھا تھا کہ مسیح کے آسمان سے اترنے کے متعلق حدیث میں کوئی لفظ نہیں ہے۔ جب ہم نے آسمان کا لفظ دکھا دیا، تو ساری امت مرزائیہ کانوں میں روئی ڈال کر خاموش ہو بیٹھی۔

ہمارے جواب میں الفضل نے تسلیم کیا ہے کہ قادیان میں طاعون زور سے آیا مگر مرزا غلام احمد صاحب کی پیش گوئی جھوٹی نہیں ہوئی۔ آپ کے اصل الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

> مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے گھر کے چار دیوار (اسی طرح مرقوم ہے۔ اہل حدیث) کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہیں گے ...
>
> یہ پیش گوئی اس شان سے پوری نہ ہوتی جس سے کہ اب ہوئی کہ قادیان میں طاعون آئی، کئی لوگ اس سے فوت ہوئے۔ آپ کے گھر کے چار دیوار کے قریب موتیں ہوئیں لیکن آپ کے گھر میں کوئی وبا بھی نہ مرا۔
>
> (الفضل قادیان ص ۳ کالم ۴)

ہم نے جو دعوی کیا تھا کہ اتباع مرزا بہر سہ اصناف مرزا صاحب کی طرح اخفائے واقعات کے بڑے مشاق ہیں، اس کا ثبوت آج بھی ہم دیتے ہیں۔ مرزا صاحب متوفی نے اپنے گھر کے لفظ کی تشریح کی ہوئی ہے کہ اس سے مراد میرا اینٹوں کا مکان نہیں بلکہ ارادت و اخلاص کا حلقہ مراد ہے۔ آپ کے الفاظ اس کے متعلق یہ ہیں:

> اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے

اس خاک وخشت کے گھر میں بودو باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔ (کشتی نوح ص ۱۰)

گھر کا لفظ ناظرین اس تشریح کے ساتھ ملحوظ رکھیں اور مندرجہ ذیل اشخاص کی بابت سوال کریں کہ وہ کون تھے اور کس موت سے مرے؟

۱۔ محمد افضل کشمیری امرتسری جو قادیان کے حلقہ ارادت میں رہتا تھا وہ کس بیماری سے اور کہاں مرا تھا؟ (اسی قادیان میں طاعون سے) اور مرنے کے بعد اس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تھا؟

۲۔ محمد یاسین سہارنپوری کہاں مرا تھا اور کس بیماری سے مرا تھا؟ (قادیان میں طاعون سے)

غرض اس زمانہ میں قادیان میں بہت سے مرزائی طاعون سے فوت ہوئے اور بیرون قادیان طاعون سے مرنے والوں کا کوئی شمار ہی نہیں۔ اس کے باوجود یہ عجیب لطیفہ ہے جو اڈیٹر صاحب الفضل نے لکھا ہے:

یہ پیش گوئی اس شان سے پوری ہوئی کہ قادیان میں پریشان کن طاعون نہیں آیا۔

حالانکہ مرزا غلام احمد صاحب کو اعتراف ہے کہ قادیان میں طاعون زور سے نمودار ہوا، مگر مرید کہتے ہیں کہ طاعون پریشان کن نہیں ہوا۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ طاعون پورے زور پر بھی ہو، مگر پریشان کن نہ ہو۔ شائد قادیان کا خاصہ ہوگا: جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۱۸ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ۳ ص ۴-۵)

انعامی جواب کا مطالبہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کے سالانہ جلسے میں اعلان کیا گیا ہے کہ ہماری جماعت کی تبلیغی کوشش کا ثبوت یہ ہے کہ:

رسالوں وغیرہ کے ذریعہ جو اشاعت ہوئی ہے ان کے صفحات کی تعداد تیرہ

لاکھ سے زیادہ ہے۔

ایسی جماعت سے (جن کی تحریر اس قدر شائع ہوتی ہو) ایک سطر بلکہ نصف سطر سے بھی کم کا جواب نہ بن پڑنا اپنے اندر کچھ معنی رکھتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ قادیان اور لاہور کے سالانہ جلسوں میں ہم نے جو اشتہار تقسیم کرایا ہے اس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عبارت صرف اتنی ہے کہ:

اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں

(تحفہ ندوہ۔ص ۵)۔

یہ فقرہ دیکھنے اور سننے میں تو بہت مختصر ہے مگر ان دونوں گروہوں (محمدی اور احمدی) میں فیصلہ کن ہے اس لئے ہم نے اشتہار میں بہت ہی اختصار کے ساتھ لکھا تھا کہ مرزا صاحب کے مرید ہمیں اس آیت کا پتہ دیں جس میں مرزا صاحب کا نام ابن مریم لکھا ہے۔ مگر آج تک قادیانی اور لاہوری اخبارات نے اس سوال کا جواب نہیں دیا اس لئے ہم یاد دہانی کے طور پر مکرر درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے مطالبہ کو پورا کرنے والا شخص یک صد روپیہ نقد انعام کا مستحق ہوگا۔ اگر مجیب متعدد ہوں تو آپس میں بانٹ لیں

کیا کوئی باغیرت احمدی اس سوال کو حل کرے گا جو بالکل آسان ہے:

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۱۸ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ۳ ص ۵)

قادیان کی زمین حرم شریف ہے

اور خود قادیان ایک روحانی قلعہ ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ایک عربی مثل ہے ابن الفقیه نصف الفقیه ۔یعنی فقیہ کا بیٹا بھی آدھا

فقیہ ہوتا ہے۔اس مثل کے ماتحت ہم دیکھتے ہیں کہ خلیفہ صاحب قادیان اپنے باپ کی روش پر برابر چل رہے ہیں بلکہ بعض باتوں میں نصف سے زیادہ ترقی کر چکے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی ایک نظم میں ایک شعر یوں لکھا تھا:

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اس پر تضمین کرتے ہوئے قادیان کو مکہ شریف کے لئے ایک حفاظتی قلعہ قرار دیا اور کہا:

خدا نے بیت اللہ سے دور ایک روحانی قلعہ قادیان میں تیار کردیا تا دشمن وہیں حملہ کرتا رہے اور بیت اللہ تک نہ پہنچ سکے۔اور چونکہ یہ قلعہ بھی دین کی اسی طرح حفاظت کررہا ہے جس طرح ارض حرم نے کی۔اس لئے خدا کے مسیح (مرزا قادیانی) نے فرمایا

خدا کا ہم پہ بس لطف و کرم ہے
وہ نعمت کون سی باقی جو کم ہے
زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(الفضل قادیان یکم جنوری ۱۹۴۱ء ص ۴)۔

حضرت مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں کہ اس تشبیہ سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس پر خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے غور نہیں فرمایا۔شائد اسے اہل حدیث کے لئے چھوڑ دیا۔ قادیان اگر حفاظتی قلعہ ہے تو ہمیں قادیان کا تبلیغی کام ختم ہوتا معلوم ہوتا ہے۔کیونکہ اس قلعہ میں ہندو،سکھ،آریہ اور عیسائی وغیرہ تو پہلے ہی سے داخل تھے۔ان کے بعد مجلس احرار نے اس کی دیواریں توڑ کر اس میں اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔جس سے اس قلعہ کو یقیناً بہت نقصان پہنچا ہے۔اس کا ادنی ثبوت اس سال قادیان کے سالانہ جلسہ میں نظر آتا ہے۔شرکاء جلسہ میں سے ہزارہا اشخاص (قریباً پانچ ہزار) نے مولوی عنائت اللہ احراری کے پیچھے جمعہ پڑھا۔دوسری طرف لاہوری جماعت نے قادیان میں اپنا جلسہ کیا جس میں خلیفہ قادیان اور اس کی جماعت کے خلاف دھواں دھار تقریریں کیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی قلعہ دشمن کے ہاتھوں سے شکست ہو گیا ہے یا ہونے والہ ہے۔ خدا خیر کرے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۲۵ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ۴ص ۴-۵)

(مرزا محمود احمد نے قادیان کو مثل حرم اور سالانہ جلسہ قادیان کو حج کا مثل قرار دیا تو جہاں اسلامی حلقوں میں احتجاج ہوا وہاں احمدیوں کی لاہوری پارٹی نے بھی مخالفانہ تحریں شائع کیں۔ مثال کے طور پر ذیل کی تحریر ملاحظہ فرمائیں:

قادیان کا ظلی حج

ایک عظیم الشان فتنہ کا پیش خیمہ

ایک مدت ہوئی جناب میاں محمود احمد صاحب نے قادیان کے جلسہ سالانہ کو ظلی حج قرار دیا تھا اور یہاں تک کہہ دیا تھا کہ مکہ معظّمہ کی چھاتیوں کا دودھ اب خشک ہو چکا ہے۔

ہماری (یعنی لاہوری احمدیوں کی) طرف سے اسی وقت اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی اور یہ لکھا گیا کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کو بدلنے اور آپ کی غلامی سے نکلنے کا ایک اور قدم ہے۔

پہلے ظلی نبی کو اصلی نبی بنایا گیا اور لفظ ظل کا مفہوم محض ذریعہ حصول نبوت (متابعت رسول) تک محدود قرار دے کر نفس نبوت میں مسیح موعود اور دوسرے انبیاء کی نبوتوں کو ایک قرار دیا گیا بلکہ یہاں تک کہہ دیا گیا کہ ظل اور بروز وغیرہ الفاظ حضرت مسیح موعود نے محض کسر نفسی سے استعمال کئے ہیں خدا کے الہام میں ایسے الفاظ موجود نہیں وہاں آپ کو صرف نبی کہہ کر پکارا گیا ہے تو جب نفس نبوت کے لحاظ سے ظل اور اصل میں کوئی فرق نہیں رہا تو قادیان کے سالانہ جلسہ کو ظلی کہنے والے کل کو کیوں اسے اصلی حج قرار نہ دیں گے بالخصوص جب ان کے نزدیک مکہ معظّمہ کی چھاتیوں کا دودھ بھی خشک ہو چکا ہے تو اس کی طرف جانے کی ضرورت ہی انہیں کیا ہو گی۔

ہمارے اس احتجاج پر ایک مدت تک قادیان سے کوئی آواز نہ اٹھی اب پھر میاں محمود احمد صاحب نے سال ہا سال کے بعد اسی پرانی لے کو دوہرایا ہے اور قادیان کے جلسہ سالانہ کو حج کا ایک ظل قرار دیا ہے چنانچہ آپ کے فرماتے ہیں:

غیر معمولی طور پر یہ جلسہ جمعہ سے شروع ہوا مجھے اس میں ایک بڑی فال نیک نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ اس دفعہ حج بھی جمعہ کے دن ہوا اور حضرت مسیح موعود کے قادیان کو بھی اس حج کا ایک ظل قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بھی اس کا خدا نے ایک رنگ میں ظہور بتایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں

ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

نادانوں نے اس کی حکمت کو نہ سمجھتے ہوئے کہہ دیا کہ قادیانی لوگ اپنے جلسہ کو حج کہتے ہیں حالانکہ یہ پاگل پن کی بات ہے نہ ہم اسے حج کہتے ہیں اور نہ جسے خدا نے حج قرار دیا ہے اسے کوئی اور شخص منسوخ کر سکتا ہے ... جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارا جلسہ حج کا ایک ظل ہے اور کسی چیز کو ظل قرار دینے سے اصل کی شان بڑھا کرتی ہے کم نہیں ہوا کرتی۔

بجا ارشاد فرمایا لیکن یہ بھی فرمادیجئے کہ آیا یہاں بھی ظل کا وہی مفہوم ہے جو حضرت مسیح موعود کی ظلی نبوت کا مفہوم ہے یا کچھ اور۔؟

اگر وہی مفہوم ہے تو آپ لاکھ دفعہ کہیں کہ ہم حج کو منسوخ نہیں کرتے اور ظل سے اصل کی شان بڑھتی ہے عملاً اور مفہوم کے لحاظ سے آپ قادیان کے جلسہ اور مکہ معظّمہ کے حج کو ایک ہی چیز قرار دے رہے ہیں یوں کہہ لیجئے کہ قادیان کا جلسہ مکہ معظّمہ کی متابعت کا نتیجہ ہے لیکن حج وہ بھی ہے اور حج یہ بھی مکہ معظّمہ کا حج منسوخ نہ سہی لیکن قادیان کے جلسہ کو حج ماننے والے مکہ معظّمہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک سمجھنے والے اس کی طرف جانے اور مکہ کے حج کا عزم کیوں کرنے لگے قادیان نزدیک ہے آسانی سے وہاں تین دن جلسہ سالانہ میں شریک ہو کر حج کا ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(پیغام صلح لاہور ۲۸ جنوری ۱۹۴۳ء مطابق ۲۱ محرم ۱۳۶۱ھ جلد ۳۱ نمبر ۴ ص ۱)

قادیان کے سالانہ جلسہ میں حاضرین کی تعداد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کسی نے اونٹ سے کہا تھا کہ بھیا! تمہاری گردن بڑی ٹیڑھی ہے۔
اس نے جواب دیا: یاروں کی کون سی کل سیدھی ہے۔

یہی حال قادیانی پریس کا ہے۔ جو بات کہیں گے اس میں مبالغہ اور رنگ آمیزی سے ضرور کام لیں گے۔ شرکاء جلسہ کی تعداد ہمیشہ بڑھا چڑھا کر بتائی جاتی ہے قادیانی وزراء کے تدبر اور دور اندیشی کے تو ہم بھی قائل ہیں۔

جلسہ سے پہلے مریدوں کو بڑے زور سے ہدایت کی جاتی ہے کہ ہر ایک احمدی ایک غیر احمدی کو اپنے ہمراہ لائے۔ ظاہر میں تو اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایسے لوگ قادیان میں آکر ہدایت ورشد حاصل کریں گے مگر حقیقت یہ ہوتی ہے کہ ان غیر از جماعت افراد کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی تعداد زیادہ دکھائی جائے تاکہ مخالفین مرعوب ہو جائیں۔ چنانچہ خواجہ حسن نظامی دہلوی جیسے دانا شخص بھی اس رعب میں آکر جلسہ قادیان میں حاضرین کی تعداد ۳۵ ہزار (۲۵ ہزار مرد، ۱۰ ہزار عورتیں) بتاتے ہیں (منادی دہلی یکم جنوری ۱۹۴۱ء) حالانکہ خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے پندرہ سولہ ہزار بتائی ہے (الفضل قادیان ۳۱ دسمبر ۱۹۴۰ء)

خواجہ صاحب عموماً قادیانی رعب میں آجاتے ہیں جن دنوں لارڈ ہیڈلے (انگریز نومسلم) دہلی میں آئے تھے، تو وہاں لوگوں نے ایک عظیم الشان جلسہ کیا تھا جس میں مرزائی بھی بکثرت شریک ہوئے تھے۔ اس جلسہ میں خواجہ صاحب دہلوی نے کھڑے ہو کر بلا تکلف اعلان کیا تھا کہ:

لارڈ صاحب، خواجہ کمال الدین کی کوشش سے مسلمان ہوئے ہیں۔

جب آپ بیٹھ گئے تو میں نے کہا کہ لارڈ ہیڈلے کا اپنا بیان ہے کہ میں خواجہ کمال الدین (احمدی مبلغ) کے لندن پہنچنے سے پہلے ہی مسلمان ہو گیا تھا۔ خواجہ صاحب نے جواب میں کہا کہ میں نے تو ایسا ہی سنا تھا۔

خیر! خواجہ صاحب میرے مخلص دوست ہیں آپ واقعات کی تحقیق نہیں کیا کرتے بلکہ سنی سنائی بات کہنے کے عادی ہیں۔

جلسہ قادیان میں جتنے لوگ شریک ہوئے تھے وہ سارے مرزائی نہ تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مولوی عنایت اللہ احراری نے جمعہ کی نماز الگ پڑھائی جس میں قریباً پانچ ہزار مسلمان شریک ہوئے۔ یہ حضرات وہی تھے جن کو خلیفہ صاحب کے تاکیدی حکم کے ماتحت مرزائی لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔ ان کے علاوہ بکثرت

مسلمان ایسے بھی تھے جن کو جمعے کی جماعت علیحدہ ہونے کی خبر نہیں ہوئی، اس لئے انہوں نے مرزائیوں کے ساتھ ہی جمعہ پڑھ لیا۔

اس کے علاوہ قادیان کے اردگرد کے دیہاتی مسلمان بھی اس جلسہ میں شریک ہو جاتے ہیں کیونکہ ان ایام میں کھانا سب کو مفت ملتا ہے۔

قادیان کے جلسہ سالانہ کی تعداد کا گورکھ دھندا ایک اور طرح سے بھی حل ہو جاتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی قادیانی نے اخبار الفضل قادیان میں ایک مراسلہ شائع کرایا تھا جس میں اس نے قادیانی جلسہ کے شرکاء کے اخلاق فاضلہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا تھا کہ:

جس کمرے میں چار آدمی ہوتے ہیں وہ اپنی تعداد سولہ لکھواتے ہیں تاکہ کھانا خصوصاً سالن زیادہ مل سکے۔ مگر ٹکٹ تقسیم کرنے والے ٹکٹوں کے حساب سے آدمیوں کا شمار کرتے ہیں۔

یہ ہے اصل حقیقت۔ اس کے علاوہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے شرکاء جلسہ کی یک دلی و یک جہتی کی تعریف بھی کی ہے۔ شاید ان کو معلوم نہ ہوگا کہ اسی قادیان میں لاہوری مرزائیوں نے اپنا الگ جلسہ کیا جس میں قادیانی خلافت پر ان لوگوں نے بڑا سخت حملہ کیا۔

مزید براں یہ شرکاء جلسہ وہی لوگ ہیں جن کی بابت خلیفہ قادیان کا اپنا بیان یوں شائع ہوا تھا کہ:

ہماری جماعت میں صداقت اور دیانت نہیں ہے (الفضل ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء)۔

پس جو لوگ صداقت اور دیانت سے خالی ہوں ان میں یک دلی اور یک جہتی کیسے ہو سکتی ہے۔ سچ ہے:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۲۵ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ۴ ص ۵)

مرزا صاحب مریم اور ابن مریم، دونوں؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر کی روش بفضلہٖ تعالی شروع ہی سے یہ رہی ہے کہ عام طور پر ہر ایک مذہب کے متعلق اور خاص طور پر قادیانی مشن کے حق میں کبھی کوئی غلط حوالہ نہیں دیا، کیونکہ ایسا کرنا اہل انصاف کے نزدیک صداقت اور دیانت سے بعید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اہل حدیث کے مواخذات سے تنگ آ کر اس کے ساتھ آخری فیصلے کا اعلان کیا تھا جس میں تمہیدی طور پر اہل حدیث کے سخت حملات اور اپنی بے بسی کا ذکر ہوا ہے۔

چونکہ اہل حدیث کا مواخذہ ہمیشہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصریحات پر ہوتا ہے، اس لئے اس کا جواب دینا کارے دارد۔ چنانچہ اس دفعہ ہماری طرف سے قادیان اور لاہور کے سالانہ جلسوں میں اور پھر اہل حدیث ۳ جنوری ۱۹۴۱ء میں ایک اشتہار شائع ہوا ہے جس میں مرزا صاحب قادیانی کا یہ اعتراف نقل کیا گیا ہے کہ:

اگر قرآن میں میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں۔ (تحفہ ندوہ۔ص ۵)

ہم نے یہ حوالہ نقل کر کے مرزائیوں سے پوچھا تھا کہ:

احمدی دوستو! از راہ مہربانی اس سورۃ اور رکوع کا حوالہ دے کر آیت کے الفاظ نقل کر دیجئے جہاں مرزا صاحب کا نام ابن مریم آیا ہو۔

ناظرین! اس حوالے اور مطالبے کے الفاظ کو غور سے پڑھیں کہ کیسے صاف اور سیدھے لفظوں میں اپنے معانی بتا رہے ہیں۔

اب قادیانی جواب بھی سن لیجئے۔ ان لوگوں سے جو کچھ ہو سکا وہ یہ ہے کہ اخبار الفضل قادیان ۱۵ جنوری میں اس کا جواب شائع ہوا ہے جو قابل دید وشنید ہے:

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا جو دعوی ہے وہ حضور (مرزا) کے اپنے الفاظ میں نقل کر دینا ہی مولوی صاحب کی اس دھوکہ دہی کے

اظہار کے لئے کافی ہوگا۔حضور (مرزا قادیانی)فرماتے ہیں :
کتاب براہین احمدیہ میں اول خدا نے میرا نام مریم رکھا۔اور پھر فرمایا کہ میں نے اس مریم میں صدق کی روح پھونکنے کے بعد اس کا نام عیسی رکھ دیا ۔گویا مریمی حالت سے عیسی پیدا ہوگیا اور اس طرح میں خدا کے کلام میں ابن مریم کہلایا۔اس بارہ میں قرآن شریف میں بھی ایک اشارہ ہے ،اور وہ میرے لئے بطور پیش گوئی کے ہے یعنی اللہ تعالی قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ مریم عیسی سے حامل ہوگئی ۔اور اب ظاہر ہے کہ اس امت میں بجز میرے کسی نے اس بات کا دعوی نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا۔اور پھر اس مریم میں عیسی کی روح پھونک دی ہے اور خدا کا کلام باطل نہیں ۔ضرور ہے کہ اس امت میں کوئی اس کا مصداق ہو اور خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصدق نہیں ۔پس یہ پیش گوئی سورہ تحریم میں خاص میرے لئے ہے ۔اور وہ آیت یہ ہے کہ
و مر یم بنت عمرا ن التی ا حصنت فر جها فنفخنا فيه من روحنا ۔(التحریم:۱۲)
ترجمہ۔ اور دوسری مثال اس امت کے افراد کی مریم عمران کی بیٹی ہے جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا تب ہم نے اس کے پیٹ میں اپنی قدرت سے روح پھونکی یعنی عیسی کی روح ۔
اب ظاہر ہے کہ بموجب اس آیت کے اس امت کی مریم کی پہلی مریم کے ساتھ مشابہت تب پیدا ہوتی ہے کہ اس میں بھی عیسی کی روح پھونک دی جائے جیسا کہ خدا نے خود روح پھونکنے کا ذکر بھی اس آیت میں فرمادیا ہے ۔اور ضرور ہے کہ خدا کا کلام پورا ہو۔پس اس تمام امت میں وہ میں ہی ہوں ۔میرا نام ہی خدا نے براہین احمدیہ میں پہلے مریم رکھا اور بعد اس کے میری ہی نسبت یہ کہا کہ ہم نے اس مریم میں اپنی طرف سے روح پھونک دی اور پھر روح پھونکنے کے بعد مجھے ہی عیسی قرار دیا۔پس اس آیت کا

مصداق میں ہی ہوں ۔ میرے سوا تیرہ سو برس میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا اور مریم میں اپنی طرف سے روح پھونک دی جس سے میں عیسیٰ ہو گیا ۔ (براہین احمدیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۷۔۳۳۸)۔

(الفضل قادیان ۱۵ جنوری ۱۹۴۱ء ص ۳)

اس عبارت کا جواب دینے سے پہلے ہم آیات موصوفہ کے سارے الفاظ نقل کر دیتے ہیں جو یہ ہیں:

و ضر ب الله مثلاً للذين آ منوا امرأت فرعو ن ۔ اذ قا لت رب ابن لی عند ك بيتاً فی الجنة و نجّنی من فرعو ن و عمله و نجّنی من القوم الظالمين ۔ و مر يم ابنت عمرا ن التی احصنت فر جها فنفخنا فيه من رو حنا و صدّقت بكلما ت ر بها و كتبه و كا نت من القا نتين ۔ (التحریم:۱۱۔۱۲)

ان آیات کے پچھلے حصے کو مرزا صاحب قادیانی نے اپنے حق میں لیا ہے اور ماشاء اللہ کیا ہی اچھی تفسیر کی ہے کہ پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام مریم تھا پھر مجھ میں صدق کی روح پھونکی گئی جس سے میں عیسیٰ بن گیا ،اسی وجہ سے میں ابن مریم کہلایا ۔ چونکہ مجھ سے پہلے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا اس لئے میرا دعویٰ سچا ہوا۔

احمدی دوستو! (ان کنتم مو منين) خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ سچ بتاؤ کہ براہین احمدیہ تمہارا قرآن ہے؟ کیا تم سچ مچ رمضان کی تراویح میں اسی کو پڑھا کرتے ہو؟ اور سنو! اور کان لگا کر سنو کہ تم متکلمین کی جماعت کہلاتے ہو اور مناظرے کیا کرتے ہو۔ بتاؤ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ فقرہ کہ:

اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ۔

کن لوگوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے؟

کیا اس میں شک ہے، اس میں خطاب ان لوگوں کو ہے جو مرزا صاحب قادیانی کے الہاموں کو نہیں مانتے بلکہ ان کی کتاب براہین احمدیہ کو رامائن کی کتھا سے زیادہ وقیع سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے سامنے قرآن کا نام لینا اور جواب دیتے ہوئے براہین احمدیہ کا حوالہ پیش کرنا کہاں کی ایمان داری ہے؟

اب سنیئے ساری آیت کا مطلب یہ ہے کہ :

ہم (خدا) نے فرعون کی عورت (آسیہ) اور مریم (بنت عمران) کو مسلمانوں کیلئے نیک نمونہ بنایا ہے تا کہ ایمان دار لوگ ان کی تکلیفوں کے واقعات کو یاد کر کے صبر کریں۔

بس اصل مضمون اس آیت کا اتنا ہی ہے۔

سوال: قادیانی ممبروں سے ہم ایک تفسیری سوال پوچھتے ہیں کہ مریم کا عطف امرأة فرعون پر ہے اور یہ دونوں اسم فعل ضرب کے مفعول بہ ہیں اور مثلاً مفعول ثانی ہے۔ اور چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ ایک ہی حکم میں ہوتے ہیں، اس لئے مریم اور آسیہ ایک ہی حکم میں ہیں۔ پھر آسیہ کو چھوڑ کر مرزا صاحب قادیانی کو خاص مریم کے ساتھ کیا خصوصیت ہے؟ حالانکہ معطوف علیہ ہونے کی وجہ سے آسیہ مقدم ہے۔ مندرجہ ذیل مثال کو غور سے پڑھئے

اعطیت زیداً و عمرواً درهماً (میں نے زید اور عمرو دونوں کو ایک درہم دیا)

جس طرح زید اور عمرو درہم لینے میں دونوں شریک ہیں، اسی طرح مومنوں کے لئے مثال بننے میں آسیہ اور مریم دونوں برابر ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی مثالیں بہت ملتی ہیں منجملہ ان کے ایک آیت یہ ہے ضرب الله مثلاً رجلین۔ (النحل:۷۶)۔ اس آیت میں خدا تعالی نے دو آدمیوں کی مثال دی ہے اسی لئے اس تمثیل میں ان دونوں کو یکساں دخل حاصل ہے۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی، شیخ بہاء اللہ ایرانی کا تتبع کرتے تھے۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ بہاء اللہ اور مرزا میں کی ہوئی ہے۔ الفضل کے اس جواب سے ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے کیونکہ جس طرح بہائیوں نے قرآن مجید کے علاوہ بہاء اللہ کی کتاب اقدس کو الہامی کتاب مان لیا ہے، اسی طرح جماعت قادیانیہ بھی براہین احمدیہ کو قرآن کہنے لگ گئی ہے۔ اسی لئے تو قرآن کا حوالہ بتاتے ہوئے براہین احمدیہ کو پیش کرتے ہیں جو مخالفین کی نظر میں تقویم پارینہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

اللہ اللہ! یہ ہیں آج کل کے مجدد زمان اور یہ ہیں مفسر قرآن جو اپنے مقابلہ

میں کسی کو قرآن دان ہی نہیں سمجھتے۔ سچ ہے:

آ گیا داغ اس کے دل میں یہ غرور
شکل ہے دنیا میں لاثانی مری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۲ محرم ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۵ ص ۴-۵)

قادیانی مثلث

جماعت قادیانیہ، جماعت لاہوریہ، جماعت شیخیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امت مرزائیہ آج کل پنجاب میں تین حصوں میں منقسم ہے۔ ایک جماعت قادیانیہ، دوسری جماعت لاہوریہ، تیسری جماعت مصلحیہ یعنی وہ جماعت جو حال ہی میں پیدا ہوئی ہے اور ترقی کر رہی ہے جن کے لیڈر شیخ غلام محمد لاہوری بزبان خود ملہم اور مامور من اللہ اور بزبان مرزا صاحب قادیانی مصلح موعود ہیں۔

ہمارے خیال میں جو مرزا غلام احمد صاحب کے اصول پر مبنی ہے شیخ غلام محمد اپنے دعوے کے لحاظ سے اس مرتبہ پر ہیں کہ قادیانی اور لاہوری ان سے اختلاف نہیں کر سکتے، کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام میں بتصریح لکھا ہوا ہے کہ: مدعی الہام کے سامنے چوں چرا نہیں کرنی چاہیے

خیر یہ تو شیخ غلام محمد صاحب جانیں یا ان کے مخاطب جانیں:

محتسب را درون خانہ چہ کار

یوں تو ان کے درمیان مباحث بہت پیدا ہو چکے ہیں مگر آج کل ایک عجیب مبحث روشی میں آیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ:

شیخ غلام محمد، مصلح جماعت مرزائیہ نے اپنے ایک الہام کی بنا پر کہا تھا کہ:

خلیفہ قادیان باون سال کی عمر میں فوت ہو جائے گا۔

یہ الہام سنتے ہی اس کے اثر سے یا اتفاقیہ طور پر قادیانی جماعت کے بعض

افراد کو کچھ ڈراؤنے خواب آئے جن میں ان کو خلیفہ قادیان کی موت قریب دکھائی گئی۔ انہوں نے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کو اس کی اطلاع کر دی جس کا اثر خلیفہ صاحب پر یہ ہوا کہ انہوں نے خوف زدہ ہو کر اپنی آخری وصیت شائع کر دی جیسے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کی تھی اور اپنے اتباع کو حکم دیا کہ میری صحت و سلامتی کے لئے دعائیں مانگو، اور صدقہ خیرات کرو، تا کہ میری موت کی بلا ٹل جائے۔

چنانچہ آپ کے مریدوں نے اس حکم پر خوب عمل کیا۔ یعنی ہمہ تن متوجہ ہو کر دعاؤں اور صدقہ خیرات میں مشغول ہو گئے۔

اس پر لاہوری جماعت کے اخبار پیغام صلح نے مذاق اڑایا کہ خلیفہ قادیان موت سے اتنا کیوں ڈرتا ہے۔

آخر دن شمار کرتے کرتے خلیفہ صاحب کی عمر ۱۱ جنوری ۱۹۴۱ء کو باون سال پوری ہوگئی جس پر قادیانی جماعت نے شادیانے بجانے شروع کر دیئے کہ خلیفہ زندہ باد۔ دشمن مردہ باد۔

پہلے تو لاہوری جماعت پر زلزلہ گرا، اس کے بعد اصل ملہم شیخ غلام محمد پر بجلی گری۔ شیخ غلام محمد کچی گولیاں تو نہ کھیلے تھے کہ خاموش ہو جاتے چونکہ وہ مرزا صاحب قادیانی متوفی کے راسخ الاعتقاد مرید، روحانی اور مصلح موعود ہیں، اس لئے انہوں نے وہی روش اختیار کی جو خود مرزا غلام احمد صاحب نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کے متعلق اپنی پیش گوئی کی میعاد ختم ہونے پر کی تھی جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

مرزا غلام احمد صاحب نے عبداللہ آتھم عیسائی مناظر کی بابت پیش گوئی کی تھی کہ وہ آج سے پندرہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ (جہنم) میں گرایا جائے گا۔ اس پیش گوئی کی میعاد ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو پوری ہوگئی مگر آتھم نہیں مرا۔ اس پر چاروں طرف سے شور اٹھا کہ پیش گوئی غلط ہوگئی۔

اس کے جواب میں مرزا صاحب قادیانی نے کہا کہ عبداللہ آتھم اس پیش گوئی کی ہیبت سے خوف زدہ ہو گیا اور دل میں ڈر گیا۔ اور اس کے ڈرنے کا ثبوت یہ ہے کہ وہ امرتسر سے نکل کر اپنی لڑکی کے پاس فیروز پور چلا گیا جہاں اس کا داماد جج تھا۔ پس اس دہشت زدگی سے اس کی موت میں تاخیر ہوگئی کیونکہ انذاری پیش گوئیوں میں

ایسا ہو جایا کرتا ہے۔

شیخ غلام محمد مصلح امت مرزا ئیہ نے اپنی پیش گوئی کے متعلق اعتراض کو رفع کرنے کے لئے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام فتح مبین ہے۔ اس کی تاریخ اشاعت جنوری ۱۹۴۱ء لکھی ہے جس میں شیخ غلام محمد صاحب نے اپنے استدلال کی بنا مرزا غلام احمد صاحب کے قول پر رکھی ہے چنانچہ آپ نے کہا ہے کہ:

جس طرح مرزا صاحب قادیانی نے ڈپٹی آتھم کی موت ٹل جانے کی وجہ اس کا خوف زدہ ہونا لکھا ہے، وہی میری وجہ ہے۔ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) چونکہ میری پیش گوئی سے ایسا خائف ہوا کہ صدقہ خیرات کرنے، دعائیں مانگنے اور روزے رکھنے کا حکم دیتا رہا، حتی کہ وصیت بھی کر دی۔ پس جس طرح آتھم کے ڈرنے سے اس کی موت میں تاخیر ہو گئی اسی طرح خلیفہ کے ڈرنے سے اس کی موت میں تاخیر ہو گئی اور بقول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی انذاری پیش گوئیوں میں ایسا ہو جایا کرتا ہے۔

اس بیان کو بڑی تفصیل اور بسط سے لکھا ہے پھر اسی رسالہ کے صفحہ ۱۹ پر مجھے مخاطب کر کے فیصلہ چاہا ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو خطاب

سب سے آخر میں اس پیش گوئی کے سلسلہ میں جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو مخاطب کرتا ہوں کیونکہ سلسلہ احمدیہ کے کے مقابل وہ ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور اپنی انتہائی مخالفت کی وجہ سے ان کو سلسلہ کے معاملات پر کافی عبور ہے۔

وہ مہربانی کر کے اپنی ذاتی مخالفت کو بالائے طاق رکھ کر میرے اس رسالہ کو بتمام پڑھنے کے بعد اپنے اخبار میں اپنی اس انصاف کی رائے سے مطلع کریں کہ کیا جو پوزیشن ہمارے حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی ڈپٹی عبداللہ آتھم اور سلطان محمد پٹی والے کے معاملہ میں اپنی میعادی پیش گوئیوں کے سلسلہ میں واقع ہوئی تھی، بعینہ وہی پوزیشن آج مجھے اپنی پیش گوئی کے سلسلہ میں قادیانی و لاہوری احمدی جماعتوں کے اندر دوبارہ حاصل ہو گئی ہے یا نہیں؟ (رسالہ فتح مبین صفحہ ۱۹)۔

انصاف یہ ہے کہ اس بارہ میں میرا بیان فیصلہ نہیں ہوگا کیونکہ فریقین نے مجھ کو حکم نہیں مانا، بلکہ شہادت کا درجہ ہوگا اس لئے میں بحکم خداوندی

کو نوا قوا مین لله شهداء بالقسط

سچائی سے کہتا ہوں کہ شیخ غلام محمد کا بیان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے استدلال پر پورا منطبق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کلاں نے علم کلام ایسا ہی ایجاد کیا ہے کہ ہر مدعی کے کام آسکتا ہے۔کوئی کیسا ہی غلط دعوی کرے، کیسی ہی پیشین گوئی کرے، ناممکن ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے علم کلام کی رو سے جھوٹی ثابت ہو سکے۔عرب کا مشہور شاعر متنبّی اپنی محبوبہ کو وعدہ خلافی کے الزام سے بچانے کو کہتا ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها ان لا يدوم لها عهد

یعنی میری محبوبہ جب وعدہ خلافی کرے تو مت سمجھو کہ اس نے خلاف کیا، بلکہ سمجھو کہ وعدہ پورا کیا، کیونکہ پورا نہ ہونا اس کے وعدے کا ایک جز ہے۔

ٹھیک اسی طرح مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیوں کا انجام ہوتا ہے۔

مگر میں مرزا غلام احمد صاحب کی اس زد سے بچا رہا۔مرزا صاحب نے اپنے اعلان مورخہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء میں میری بابت دعا بلکہ پیش گوئی کی تھی کہ مولوی ثناء اللہ میرے سامنے مرے گا، اگر میرے سامنے نہ مرے تو میں جھوٹا۔

یقیناً مرزا صاحب قادیانی کے اتباع بلکہ خود مرزا صاحب اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے دعائیں مانگتے رہے ہونگے۔مگر ہوا کیا؟

یہی نا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو انتقال کئے ہوئے آج ۳۲ سال نو ماہ ہوگئے اور مولوی ثناء اللہ امرتسری آپ کے سامنے یہ سطور لکھ رہا ہے۔ پھر نہ تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش گوئی کا اثر ہوا، اور نہ ان کے اتباع کی دعاؤں کا کچھ افسوں چلا۔کیوں؟

نہ کچھ پیری چلی باد صبا کی
بگڑنے پر بھی زلف اس کی بنا کی

مگر اس میں میرا کچھ کمال نہیں، بلکہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے دنیا کے جملہ انسانوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً بتا دیا کہ میں کون ہوں۔ سچ ہے:

ہو گا کیا دشمن اگر سارا جہان ہو جائے گا
جب کہ وہ با مہر ہم پر مہربان ہو جائے گا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ فروری ۱۹۴۱ء مطابق ۱۰ محرم ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۶ ص ۶۔۸)

شیخ مصری کی شیریں کلامی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

شیخ مصری سے ہماری مراد شیخ عبدالرحمان صاحب قادیانی ہیں جو زمانہ طالب علمی میں ایک دفعہ مصر گئے تھے اس لئے آپ کو مصری کہا جاتا ہے۔ خیر یہ تو وجہ تسمیہ ہوئی، موصوف نے ایک طویل مضمون مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی تائید میں لکھا تھا جس کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ء میں ہو چکا ہے۔

شیخ مصری صاحب چونکہ مرزا غلام احمد صاحب کے مرید ہیں اس لئے آپ نے اس مضمون میں مرزا صاحب قادیانی کی طرح بہت سے ہوائی قلعے بنائے تھے جن پر اہل حدیث نے کافی بمباری کی تھی۔

شیخ مصری صاحب پھر جواب دینے کو اٹھے، اور خوب پانی بلویا جس کے جواب کی ہمیں ضرورت نہیں کیونکہ ہم اس کا جواب دینا پسے کو پیسنا سمجھتے ہیں۔ ہاں آپ نے مضمون کے اخیر میں خاکسار کو ایک ناصحانہ نصیحت فرمائی ہے جس کی قبولیت ظاہر کرنے کو میں یہ نوٹ لکھتا ہوں۔ شیخ مصری صاحب فرماتے ہیں:

ایک ناصحانہ گذارش

میں اس مضمون کو ختم کرنے سے قبل جناب مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں ایک ناصحانہ گذارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ امید ہے جناب مولوی صاحب دل سے نکلی ہوئی اور ہمدردی سے بھری ہوئی گذارش کو توجہ

سے پڑھیں گے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔
مکرم مولوی صاحب! کسی مامور من اللہ کے دعوی پر غور کرنے کے لئے اصل چیز دیکھنے کے قابل یہ نہیں ہوتی کہ اس پر کیا کیا اعتراضات کئے جا سکتے ہیں۔ اعتراض کا سلسلہ تو نہ پہلے کبھی ختم ہوا، اور نہ قیامت تک ختم ہوسکتا ہے... آپ کو دیکھنا یہ چاہیے کہ زمانہ کسی مصلح کی ضرورت کا تقاضا کر رہا ہے یا نہیں۔ پھر یہ کہ اس مدعی کو تائید الٰہی حاصل ہے یا نہیں۔
سو اس سوال کو حل کرنے کے لئے کہ زمانہ کو فی الحقیقت کسی مصلح کی ضرورت ہے یا نہیں، رسول کریم ﷺ نے ہمیں اپنی عقلوں کا مرہون منت بنانا نہیں چاہا، بلکہ یہ فرما کر کہ ہر صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کسی مجدد کو مبعوث کرتا رہے گا، ہمیشہ کے لئے اس سوال کو حل کر دیا ہے۔ اب ایک طالب حق کے لئے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے دعاوی کو مان لینا کس قدر آسان ہو جاتا ہے جب کہ وہ دیکھتا ہے کہ صدی کا نصف سے بھی زائد حصہ گذر گیا لیکن بجز حضرت مرزا صاحب کے اور کسی نے بھی اس صدی کے لئے مجدد ہونے کا دعوی نہیں کیا۔ (پیغام صلح لاہور ۳۰ جنوری ۱۹۴۱ء ص ۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: یہ غلط خیال بہت پرانا ہے جو مرزا صاحب قادیانی نے اپنے اتباع کے دل میں ڈالا ہوا ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں میرے سوا کسی اور نے مجددیت کا دعوی نہیں کیا اس لئے میں ہی مجدد ہوں۔

میں باور نہیں کرتا تھا کہ شیخ مصری صاحب جیسے ذی علم آدمی بھی ایسی فاش غلطی میں مبتلاء ہو جائیں گے۔ حدیث مجدد میں من یجدد لھا دینھا کے الفاظ ہیں جس کے معنی یہ ہیں مجددین اسلام کی خدمت کریں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے مجدد ہونے کا دعوی بھی کریں گے۔ اگر محض دعوی کرنے سے کسی مدعی کی صداقت ثابت ہوسکتی ہے تو شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب گذشتہ زمانے کے مجددین کے حالات غور سے پڑھیں۔ سب سے پہلا مجدد خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کو کہا جاتا ہے۔ انہوں نے کب دعوی کیا؟ پھر ان کے بعد کس نے دعوی کیا؟ لیجئے میں آپ کی تسلی کئے دیتا ہوں اگر محض دعوی کی بنا پر مرزا صاحب قادیانی کو مانتے ہیں تو غور سے سنیئے!

مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے مجدد مائۃ حاضرہ ہونے کا دعوی کیا ہے۔ ان کے بعد پنجاب میں پیر جماعت علی شاہ علی پوری مجدد مائۃ حاضرہ بنتے ہیں۔ دکن میں صدیق دیندار (چنن بشویشر) بھی مجددیت کے مدعی ہیں۔ سردست آپ ان تینوں اصحاب کو تو مان لیجیئے۔ مگر ہمارا جواب ان سب کو ایک ہی ہے

ہنر بنما اگر داری نہ جوہر
گل از خار است ابراہیم از آذر

خیر یہ تو ایک تمہیدی بات تھی اصل مطلب پر آپ یوں رقم طراز ہیں:

دوسری بات جو دیکھنے کے قابل ہے وہ تائید الٰہی ہے۔ سو آپ کے لئے اس کو محسوس کر لینا بھی کوئی مشکل نہیں۔ اگر آپ تھوڑی سی توجہ اس طرف مبذول فرماویں، دیکھیں ایک شخص کھڑا ہوتا ہے ...اس لئے کہ وہ مرد خدا ان کے نزدیک علوم دین سے جاہل ہے لیکن جب وہ علمی میدان میں اس کے مقابلہ میں آتے ہیں تو اس کی قلم سے حقائق و معارف قرآنی کے دریا بہنے لگتے ہیں لیکن علوم عربیہ کے حصول میں عمریں صرف کر دینے والے علماء سے وہی حقائق اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح ایک نفیس و نازک مزاج کا آدمی ایک نہایت ہی بدبودار چیز سے بھاگتا ہے۔ مباہلہ کے میدان میں آتے ہیں تو ہلاکت و مصائب کا نشانہ بنتے ہیں۔ بدعائیں کرتے ہیں تو الٹ کر انہی پر پڑتی ہیں۔ مقدمات میں پھنسانا چاہتے ہیں تو ناکامی کا منہ دیکھتے ہیں۔ غرضیکہ ہر میدان میں شکست پر شکست کھاتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں وہ جری اللہ اپنی پیش گوئیوں کے مطابق خدائی تائیدوں و نصرتوں کے سایہ میں پھیلتا پھولتا اپنے دشمنوں کو زک پر زک دیتا ترقی پر ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ (پیغام صلح مذکور)۔

ہم خوش ہیں کہ آپ نے اپنے بیان میں تنقیح خوب قائم کر دی ہے۔ آپ کے بیان کے تین حصے ہیں۔

۱۔ علمی میدان میں مرزا صاحب قادیانی کا غالب آنا (کب غالب آئے؟)۔

آپ کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا سفر دہلی معلوم ہوتا تو ایسا نہ کہتے۔

سنئیے ! آپ کے مرزا صاحب قادیانی جب علمائے دہلی کے ساتھ مباحثہ کرنے دہلی گئے تو باوجودیکہ کہ مباحثے کا انتظام معقول تھا، تاہم آپ مباحثہ ادھورا چھوڑ کر واپس چلے آئے اور اپنے جواہر علمیہ نہ دکھائے حالانکہ اس کے لئے یہ موقع بہت اچھا تھا۔

دوسرا میدان مقابلہ لدھیانہ تھا۔ جب مولانا محمد حسین بٹالویؒ سے مرزا صاحب قادیانی کا مباحثہ ٹھہر گیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی مباحثہ کے مبادی ہی میں وقت ضائع کر کے خاموش ہو گئے۔

تیسرا میدان تفسیر نویسی میں مقابلہ کے لئے لاہور مقرر ہوا۔ جس میں آپ کا روئے سخن پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی طرف تھا۔ پیر مہر علی صاحب تو مع خدام کے لاہور پہنچ گئے مگر مرزا غلام احمد نے قادیان نہ چھوڑا اور یہ عذر کیا کہ پیر صاحب کے ساتھ بہت سے سرحدی پٹھان آئے ہوئے ہیں۔ (تبلیغ رسالت۔ ج ۱۰)

اس مضمون میں آپ نے مباہلے کا ذکر بھی کیا ہے، اس میں تو آپ نے بہت بڑی ناواقفیت کا ثبوت دیا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کے واقعات زندگی جاننے والوں پر مخفی نہیں کہ صحیح معنی میں مرزا صاحب قادیانی کا مباہلہ صرف ایک دفعہ ہوا دیگر ہیچ۔ یہ مباہلہ کب ہوا، کس جگہ ہوا اور کس سے ہوا؟ صوفی عبدالحق شاگرد مولوی عبداللہ صاحب غزنویؒ کے ساتھ امرتسر میں ۱۸۹۳ء میں (جب مرزا صاحب قادیانی ، ڈپٹی آتھم عیسائی کے ساتھ مباحثہ کرنے آئے تھے) بمقام عیدگاہ بیرون دروازہ رام باغ ہوا تھا۔ جس کی بابت فریقین نے بالمقابل دعا کی تھی۔

بس اس کے سوا اصلی معنی میں کوئی مباہلہ نہیں ہوا۔ اس مباہلے کا نتیجہ کیا ہوا؟ اور کیا ہونا چاہیے تھا؟ اس کے متعلق مرزا صاحب قادیانی اعلان کرتے رہے کہ:

مباہلے کا اثر فریق مخالف پر ایک سال تک ہونا ضروری ہے۔ (راز حقیقت)

مگر ایک سال کیا کئی سال گذر گئے یہاں تک کہ مرزا صاحب قادیانی فوت بھی ہو گئے مگر صوفی عبدالحق صاحب غزنوی زندہ رہے۔ کیا مرزا صاحب قادیانی کو مباہلے میں یہی کامیابی ہوئی تھی جس پر شیخ مصری صاحب فخر کا اظہار کرتے ہیں۔

اس کے سوا جتنے واقعات میں مرزا صاحب قادیانی اور ان کے اتباع مباہلے کا دعوی کرتے ہیں محض غلط ادعاء ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب اگر کچھ ثبوت

رکھتے ہیں تو پیش کریں۔

۲۔شیخ مصری صاحب نے اس اقتباس میں مرزا صاحب قادیانی کی نشان نمائی کا بھی ذکر کیا ہے۔اسے دیکھ کر ہم حیران و ششدر رہ گئے کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب جو لڑکپن سے قادیانی جماعت میں شریک ہو کر سفید ریش ہو چکے ہیں انہوں نے مرزا صاحب قادیانی کی نشان نمائی کا دعوی کیوں کیا جب کہ واقعہ یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے متحدیانہ نشانات میں سے کوئی ایک بھی صحیح ثابت نہیں ہوا۔

مصری صاحب! ذرا کان لگا کر سنئیے اور گوش دل سے سنئیے ! مرزا غلام احمد صاحب نے شہادۃ القرآن میں اپنی تین اہم پیش گوئیوں کا ذکر کر کے ان کو تین بڑی قوموں سے متعلق قرار دیا ہے۔

ہندوؤں کے لئے آپ نے پنڈت لیکھ رام والی پیش گوئی بتائی ہے۔ عیسائیوں کے حصے میں ڈپٹی آتھم والی پیش گوئی آئی۔مسلمانوں کے حصے میں آپ نے منکوحہ آسمانی پیش گوئی کا نشان دیا۔

ہمارے خیال میں یہ تینوں پیشگوئیاں صراحۃً غلط نکلی ہیں جنکے غلط ہونے کی تفصیل ہمارے رسالہ الہامات مرزا میں کی گئی ہے۔ یہاں ہم اس پیش گوئی کا ذکر کرتے ہیں جو خاص مسلمانوں کے حصہ میں آئی یعنی نکاح آسمانی والی پیش گوئی۔اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ:

مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے اپنی برادری کے ایک شخص مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کو پیغام دیا کہ اپنی لڑکی (محمدی بیگم) کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔

اس نے کسی معقول وجہ سے انکار کر دیا۔نہ صرف انکار کیا، بلکہ وہ لڑکی کسی دوسری جگہ بیاہ دی۔اس پر مرزا صاحب قادیانی نے ایک الہامی اعلان شائع کیا کہ:

یہ لڑکی میرے نکاح میں ضرور آئے گی خدا نے مجھے الہام کیا ہے

لا تبدیل لکلمات اللہ ۔(خدا کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں)

اگر یہ نکاح نہ ہوا، تو خدا کا الہام غلط ہو جائے گا۔(تبلیغ رسالت۔ج۳ص۱۱۵)۔

جب دوسری جگہ اس کا نکاح ہو جانے کے بعد مرزا صاحب قادیانی کو سخت مایوسی ہونے لگی تو ۱۹۰۷ء میں آپ نے دو پہلو بات ایجاد کی کہ میرا آسمانی نکاح تاخیر

میں پڑ گیا، یا منسوخ ہو گیا۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۱۳۲)۔

آخر مئی ۱۹۰۸ء میں جب قضا الٰہی نے آپ کی زندگی پر خط تنسیخ کھینچ دیا تو آپ کی جماعت میں بڑی کھلبلی پڑ گئی کہ یہ کیا بات ہے کہ مرزا صاحب قادیانی تو فوت ہو گئے مگر آسمانی منکوحہ اپنے خاوند کے گھر میں آباد بلکہ صاحب اولاد ہے۔

اس عقدہ کو حل کرنے کو سب سے پہلے خلیفہ اول حکیم نور الدین جو جماعت احمدیہ میں اور اعظم، اعلی، اتقی، اخشی، وغیرہ مانے جاتے ہیں میدان بلاغت میں آکر یوں گویا ہوئے کہ

اس پیش گوئی میں خاتون محترمہ محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی شخصیت مراد نہیں تھی اور نہ ہی مرزا صاحب کی ذات مشخصہ مراد تھی۔ بلکہ مراد یہ تھی کہ مرزا صاحب کا لڑکا درلڑکا درلڑکا آخر تک اور خاتون محترمہ کی لڑکی درلڑکی درلڑکی آخر تک ان دونوں خاندانوں میں سے کسی لڑکے لڑکی کا باہم نکاح ہو جائے گا۔ بس یہی اس پیش گوئی کا اصل منشاء تھا۔

(ریویو آف ریلی جنز قادیان جون جولائی ۱۹۰۸ء)۔

ماشاء اللہ کیا اچھی توجیہ ہے اور کیا اچھی تشریح ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب ! آپ کو بھی یہ توجیہ منظور ہے؟

آپ کے نئے رفیقوں، لاہوری جماعت میں ڈاکٹر بشارت احمد ایک خاص مذاق کے بزرگ ہیں چونکہ آپ ڈاکٹر ہیں اس لئے ہم آپ کی دماغی قابلیت کے قائل ہیں۔ آپ نے اس پیش گوئی کی جو توجیہ کی ہے وہ اس قابل ہے کہ آپ جیسے زیرک آدمی اس کی داد دیں۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے پیغام صلح لاہور مورخہ ۲ جولائی ۱۹۲۴ء میں لکھا تھا کہ اس پیش گوئی سے مراد جسمانی نکاح نہیں ہے بلکہ ہم لوگ جو کوشش کر کے عیسائیوں کو محمدی بنا رہے ہیں بس مرزا صاحب قادیانی کے الہام میں محمدی بیگم سے مراد یہی لوگ ہیں اور مرزا صاحب قادیانی اسی محمدی بیگم کے ناکح ہیں۔

لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی صاحب تو بہت سستے چھوٹ گئے جنہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ:

ہاں پیش گوئی ضرور تھی مگر پوری نہیں ہوئی۔ (پیغام صلح ۱۶ جنوری ۱۹۲۱ء)

اگر کوئی پوچھے کہ باوجود پیش گوئی غلط نکلنے کے آپ اب تک کیوں مرزا صاحب قادیانی کے حلقہ بگوش بنے ہوئے ہیں، تو اس سوال کا جواب ان کی طرف سے غالباً اس شعر میں دیا جائے گا

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

شیخ مصری صاحب! ان تینوں توجیہوں میں سے کون سی توجیہ آپ کو پسند ہے۔ اگر ہم سے پوچھیں تو ہم ان تینوں کے قائلین کو مخاطب کر کے یہی کہیں گے

انکم لفی قول مختلف۔ يؤفك عنه من افِك (الذاریات:۸۔۹)

(تم لوگ مختلف کلام کرتے ہو۔ اس سے وہی بہکتا ہے جسے بہکنا ہوتا ہے)

کیا آپ انہی پیش گوئیوں کی بنا پر کہتے ہیں کہ:

مرزا قادیانی خدائی تائیدوں اور نصرتوں کے سائے میں دشمنوں کو زک دیتے رہے (پیغام صلح مذکور۔ص ۸)

میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اسی کا نام زک ہے تو خدا تعالی ایسی زکیں ہمیں نصیب کرے اور تم لوگوں کو ایسی فتح مندیوں سے بہرہ ور کرے۔

۳۔ آخر میں شیخ مصری صاحب نے مجھے نصیحت فرمائی ہے کہ

مولوی صاحب! آپ نے تمام عمر مخالفت میں صرف کی اور اب آپ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں۔ موت کا کوئی اعتبار نہیں کہ کب آ پکڑے۔ اس بات کا خیال نہ کریں کہ دنیا کے لوگ آپ کو کیا کہیں گے۔

خدا تعالی کا خوف دل میں لے کر اپنی عاقبت کو سامنے رکھ کر سوچیں کہ کیا مفتری کو ایسی ہی تائید الہی حاصل ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالی آپ کی آنکھیں کھولے اور مرنے سے قبل آپ کو اس آب حیات کی طرف رہنمائی کردے جو اس زمانہ میں اس نے اپنے خاص فضل و کرم سے مردہ روحوں کو زندہ کرنے کے لئے اپنے مامور کے ذریعہ آسمان سے نازل کیا۔

(پیغام صلح لاہور ۳۰ جنوری ۱۹۴۱ء ص ۸)

بے شک میں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ قادیان کی اصلاح کرنے میں خرچ کیا ہے جس کی بابت میں کہہ سکتا ہوں

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہء
من نیز حاضر مے شوم تردید مرزا در بغل

اس میدان میں خدا تعالی نے ہر طرح میری مدد کی ہے جس کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں ہے۔آپ کے لئے قابل غور یہی بات ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی زندگی میں میری موت واقع ہونے کی پیش گوئی کی تھی مگر یہ امر واقع ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے انتقال پر آج ۳۳ سال ہونے کو ہے اور آپ سنتے ہوں گے کہ ابوالوفاء ثناء اللہ ابھی تک زندہ ہے بلکہ یہ سطور لکھوا رہا ہے۔

افسوس زندگی کا رہا کچھ مزا نہیں
جیتے تھے جس کے واسطے وہ دلربا نہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۴ فروری ۱۹۴۱ء مطابق ۱۷ محرم ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۷۔ص ۵۔۷)

اسلام میں مدعیان نبوت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں آیا ہے آنحضرت ﷺ نے ایک لمبا خط کھینچا اور اس کے دائیں بائیں کئی ایک خطوط کھینچے ۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بڑا خط جو سیدھا ہے وہ میرا راستہ ہے۔اور آیت کریمہ کے الفاظ تلاوت فرمائے

انّ هذا صرا طی مستقیماً فا تبعو ہ ۔(الانعام:۱۵۳)۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹے راستوں میں سے ہر ایک گمراہ کنندہ بیٹھا ہے جو لوگوں کو اپنی طرف بلائے گا اس کی بات ماننے والے سیدھے راستے سے بھٹک جائیں گے

و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله ۔ (الانعام:۱۵۳)

اس آیت اور حدیث کا جلوہ تاریخ اسلام میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے خلافت راشدہ کے ختم ہوتے ہی نئے نئے راستے پیدا ہو گئے جن کی طرف گمراہ کن لوگ بلاتے رہے، اور جو اپنے مقصد میں کسی قدر کامیاب بھی ہوئے۔ اس قسم کے گمراہ کن داعیان کی مکمل فہرست آج شائع ملتی ہے۔ ہمارے زمانے اور ہم سے قریب زمانے میں جو داعیان پیدا ہوئے ہیں ان میں سے ایک شخص صدیق نامی حیدرآباد دکن میں نمودار ہوا ہے جو حقیقت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا معتقد ہے مگر دعوی میں ان سے بڑھ کر ہے آپ کی ایک کتاب دعوة الی الله ہمارے پاس پہنچی ہے اس میں آپ نے اپنے حق میں لکھا ہے کہ:

میرے اعزازی نام حسب ذیل ہیں:

اے پیران پیر۔ محمد۔ امام الغیب۔ صدیق کلیم اللہ۔ سپہ سالار۔ محبوب۔ تو محمد جلال ہے۔ مہدی آخر الزمان۔ دھن پتی۔ دیندار۔ محی الدین۔ صادق جنگ۔ سری پتی۔ اے تاج اولیاء۔ فاتح ہندوستان۔ نور محمد۔ محمود صدیق۔ جری اللہ۔ اے نبی کے فرزند۔ سکندر اعظم۔ عبد القادر۔ عبد اللہ۔ موسی۔ سلیمان۔ مولانا۔ نگہبان۔ اے عیسی۔ اے پہلوان۔ عادل۔ میراں صاحب۔ اے میرے آسمان کے تارے۔ بی بی فاطمہ کے لعل۔ اندر جوتی۔ میرے صابر۔ چراغ دہر۔ سلطان نصر الدولہ۔ گرو ناتھ۔ یا منصور۔ اے مسیحا۔ صدیق کلیم اللہ ہے۔ تم صدیق ہو۔

ان ناموں کے علاوہ بار بار مجھے یوسف پکارا گیا۔ اور کھلے الفاظ میں اللہ تعالی نے کہا، یوسف ہے بابا صدیق۔، اور کئی دفعہ اے صدیق سے اللہ تعالی نے مجھے مخاطب کیا، اور فرمایا تم صدیق ہو۔ اور یہ کہا کہ، چلے گا دور زماں یوسف کے سامنے سامنے،، اللہ نے مجھے مخاطب کر کے کہا مولانا صدیق دیندار چن بسویشور۔ اور کہا، تو ہی چن بسویشور، ہے۔

یہ اصولی بات ہے کہ کسی فرد مسلم کو اللہ تعالی کسی نبی کا مثیل ٹھہرائے اور وہ منتظر موعود ہو، تو لازمی ہوا کہ مماثل الیہ کی زندگی کے واقعات بھی اس کی تصدیق میں پورے پورے اس مثیل میں نمودار ہوں۔ تا کہ اللہ کے قول

اور فعل میں مطابقت ہو اگر ایسا نہیں ہے تو وہ نام اللہ تعالی کی طرف سے کسی کو دیا گیا ہے تو وہ اعزازی ہوگا۔ اس اصول کے مطابق اللہ تعالی نے جس طرح مجھ کو اپنے کلام سے یوسف پکارا مماثلت میں اپنے فعل سے بھی اس کا ثبوت دیا ہے وہ حسب ذیل ہے

لقد کان لکم فی یوسف و اخوته آیات للسائلین۔

(دعوت الی اللہ۔ص ۳۴ تا ۳۵)

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے نام اور القاب ان اشعار میں لکھے ہیں

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد
میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

مگر صدیق صاحب اپنے القاب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے بڑھ گئے ہیں۔ موصوف نے ان القاب پر قناعت نہیں کی بلکہ مرزا صاحب قادیانی کے آگے قدم رکھا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

میں نے دیکھا حشر برپا ہے اللہ تعالی قاضی کی حیثیت سے آیا ہے ایک بلند تخت پر بیٹھا ہے جزا سزا کے فیصلے دے رہا ہے۔ میں نے دیکھا وہ میری صورت میں ہے۔ تھوڑی دیر بعد میرا وجود غائب ہوگیا وہ وجود برسر سریر تھا، وہ میرا ہی وجود تھا۔ (دعوت الی اللہ۔ص ۲۰)

خیر یہ تو آپ کے دعاوی ہوئے مگر مقصد آپ کا کیا ہے۔ اسکا جواب آپ ہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

ہماری تحریک کو یوں تو تمام مسلمانان عالم کو لبیک اور خوش آمدید کہنا چاہیے کیونکہ یہ تحریک اپنے اندر ایک ہزار کے جھگڑوں کا فیصلہ رکھتی ہے مگر سب سے اول لبیک خوش آمدید مرحبا کہنے والی وہ جماعت ہونی چاہیے جن کے بانی تبلیغ اسلام کی آرزو میں دنیا سے رخصت ہوئے ہوں (مرزا قادیانی کی طرف اشارہ ہے۔ ثناء اللہ) ان میں کام کی تازہ روح ہو۔ بے ہنگام بے

موقع اختلاف کی وبا پھوٹ پڑی ہو وہ جماعت ۲۵ سال کے مسلسل ملاپ کی کوشش کے بعد ناامید ہو چکی ہو جن کا جان و مال بانی کی وصیت کے مطابق تبلیغ میں لگایا جانے کے لئے تھا۔ اس کا مصرف بے جا ہو رہا ہو۔ دریں حال وہ جماعت تبلیغ اسلام کے لئے کافی سامان کی متلاشی ہو۔ اقرب للمؤدۃ کی حد تک یہ ٹھیک بات ہے اس جماعت آخرین کے وہی اصول ہیں جو اولین کے تھے۔ اولین نے تبلیغ اسلام کے جذبہ میں ہی مسلمانوں کو متحد کر لیا تھا۔ اور یہ آخرین بھی مسلمانان عالم کو تبلیغ اسلام کے جزبہ میں ہی متحد کرنا چاہتے ہیں۔ (دعوت الی اللہ۔ص ۷)

یہ اقتباس آپ کے مقصد کا اظہار واضح لفظوں میں کر رہا ہے کہ آپ ان دو کاموں کیلئے آئے ہیں۔

۱۔ اسلامی فرقوں میں اتحاد قائم کرنا۔

۲۔ مرزائی جماعت سے تفرقہ مٹانا۔

بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ دوسرے کام کی طرف آپ کی توجہ زیادہ ہوگی۔ چنانچہ اسی کتاب میں آپ لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ دکن نے آج سے تقریباً آٹھ سو سال پیشتر فیصلہ کیا ہے کہ خلیفہ قادیان کے عقاید غلط رہیں گے۔ وہ اس طرح کہ میاں محمود احمد صاحب کو، ویر بسنت، کہا گیا ہے اور ویر بسنت، کے متعلق لکھا ہے کہ وہ چن بسویشور کے ظہور کے دس سال پیشتر گادی نشین ہوگا دنیا میں غلط عقائد پھیلاتا رہے گا اس کے عقائد کی اصلاح کے لئے چن بسویشور (صدیق دیندار) آئے گا۔

(دعوت الی اللہ ص ۵۴)

اس مضمون کی مزید تشریح اس خط میں ملتی ہے جو آپ نے خلیفہ قادیان کے نام لکھا تھا اور جسے اپنے رسالہ، آواز، میں بھی شائع کیا ہے۔ ناظرین کی آگاہی کے لئے پورا خط درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

آسف نگر حیدرآباد دکن ۔ ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۵۹ھ

محب الفقراء و رفیق الاتقیاء زاد علمہ و فضلہ ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔

میں نے ایک کاپی دعوۃ الی اللہ بھیجی تھی غالباً پہنچی ہوگی میری کتاب میری حقیقت کا آئینہ ہے غور سے پڑھیئے کہ اس کتاب میں کئی دعاوی ہیں ۔ ہر دعوی من جانب اللہ اور اسی وجہ سے ان میں نور ہے ۔ کام مسیح موعود یا زمانہ مسیح موعود ختم ہو گیا ہے اب سوائے جہاد کے کچھ نہ بنے گا کانگریس والوں کا عدم تشدد کو چھوڑ دینا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام پر بہت ظلم ہوگا

اذن للذین یقاتلون بانّھم ظلموا، و انّ اللہ علی نصرھم لقدیر۔ (الحج : ۳۹)

میں عمل ہوگا اس کام کو خلیفۃ المسیح نہیں کر سکے گا بلکہ دوسرے جلالی قہری مسیح کی ضرورت ہے جس کو دوسرے الفاظ میں جلال محمد کہا گیا ہے ان دنوں کے واقع ہونے کے آگے جہاد کے اسباب فراہم کرنا ضروری ہے جہاد پکارنے والے امام کی مدت دعوی بھی سنت رسول کے مطابق کم از کم سولہ سال ہو چکی ہے مجھ کو اللہ تعالی نے بتایا ہے کہ ۱۹۴۴ء سے یہ کام شروع ہوگا ۔ ہماری ہجرت نے اور ہماری قید نے یہ سامان کما حقہ پیدا کر رکھا ہے اور میرے دعوی ماموریت کے ابتدائی زمانہ میں اللہ تعالی نے میری زندگی میں تین اہم زمانے بتائے ہیں ۔ ایک انقلاب دس برس بعد ہوگا دوسرا انقلاب بیس برس کے بعد اور تیسرا تیس برس کے بعد ۔ زمین و آسمان ٹل جائیں گے یہ خدا کا کلام ہرگز نہیں ٹلے گا ۔ ان تینوں میں ایک انقلاب جو دنیا کے لئے عجیب واقعہ ہوا ہے وہ ہماری ہجرت کی تکالیف اور بضع سنین کو پورا کرنے کے لئے یہ میری قید ہے ۔ میں آپ کو ہمدردانہ اور مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ ظاہر کامیابی کا زمانہ آنے کے پیشتر آپ اپنی پوری طاقت سے تبلیغ اقوام دکن کی طرف قدم بڑھائیں ۔ دکن میں آپ کا انتظار کرنے والی اقوام ایک سو ایک ہیں ۔ تعداد میں کئی کروڑ انسان ہیں ۔ اس تحریک سے

دین پھیلے گا اور ضمنی طور پر آپ کی غرض تبلیغ احمدیت کما درجہ پر ہوگی ۔عقاید کی بات خدا کے ہاتھ ہے ۔آپ کے وجود سے یہ برکات ظاہر ہونے والے ہیں اور اس سے غفلت کرنا لئن کفر تم انّ عذا بی لشدید کا سبب ہورہا ہے ۔اس کمزوری کی وجہ سے ۱۹۳۵ء گورنمنٹ کے مورد عذاب بنے رہے حالانکہ میں نے اس وقت بھی دکن کے بشارات پیش کئے تھے اور قادیان پہنچ کر علانیہ اور تخلیہ میں آپ کو بڑی امیدوں سے سنائے تھے ۔ اب یہ دوسرا موقع ہے ہندوستان کی دنیا منتشر اور متفرق طاقتوں میں بٹ جائے گی اور اپنی حیات کے لئے ہٹلر سے بڑھ کر جرأت اور ہمت سے لڑے گی ۔ دنیاداروں کی نگاہ نے اس قیامت کے برپا ہونے کو بھانپ لیا اور تیاریاں کررہی ہے ۔اور باقی ماندہ سست الوجود کی دنیائی طاقتیں بھی ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں چونکہ اللہ سب سے ہوشیار ہے اس نے بڑی زبردست طاقت پیدا کرلی ہے۔ وہ ذات رب العالمین انسانوں کو کشت و خون سے بچانے کے لئے دین کے لئے خون ریزی کی شدت کو کم کرنے کے لئے دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو ایک دوسرے کے مقابل میں کھڑا کر کے تباہ و برباد کررہا ہے ۔ وہ وجود ظہور میں آکر دیندار وجودوں کو ایک جگہ جمع کررہا ہے ۔ ہر دنیائی تحریک کی بلا سے بچارہا ہے ۔ دنیا کو اپنی طرف بلا رہا ہے خصوص اپنے فرستادوں کے ذریعہ جو جو جماعتیں قائم ہوئی ہیں ان سب کو ہر ممکن رغبت سے بلا رہا ہے ۔ یہ کون کرسکتا تھا ۔آٹھ سو سال پیشتر بشارت سے لے کر سرو دھاری نام سونچر یعنی ۱۸۸۹ء میں ویر بسنت (اولوالعزم محمود) پیدا ہوا اور اس کے بال الٹے ہوں اور پیشانی پر ہری رگیں اٹھی ہوئی ہوں اور اس کی گادی نشینی ۱۹۱۴ء میں جمعہ کے دن اٹھارہ گھڑی پر ہو ۔ یہ قدرت کے کرشمے ہیں ۔ اللہ تعالی آپ کو آپ کے نشانات بتا رہا ہے جو انسان کی طاقت سے دور ہیں اور اپنی طرف دعوت دے رہا ہے تاکہ اس کے ساتھ ہو کر کفار دکن پر اپنے نشانوں اور طاقت کا اظہار کرکے ان کو مسلمان کریں تاکہ دشمنان اسلام کا ہر بات کا اشتباہ دور ہو جاوے اور بین طور

پر حقائق اسلام ظاہر ہوں اور ثابت ہو کہ اسلام کا خدا قادر خدا ہے۔ اس کے رسول خاتم النبیین سردار انبیاء ہیں۔ اظہار علی الادیان والی طاقت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اے خلیفۃ المسیح یہ مکتوب ہے، ضرور ہو کر رہے گا۔ آپ کے یہ نشانات پھل لائیں گے۔ چونکہ آپ غیر مامور ہیں، ان نشانوں کو بطور حجت اقوام کے سامنے پیش نہیں کر سکتے وہ ہمارا کام ہے، اور مجھ سے ہی سوال ہو رہا ہے۔ آپ نے حسب پیشین گوئیاں جمالی مسیح کی خدمت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا چونکہ مسیح اور رودر گوپال بھی ہے اس وجہ سے وہ قہری صورت سے ظاہر ہوا ہے۔ اپنے زمانہ کا کام بھی آپ سے ہی لیا جا ہتا ہے اسی وجہ سے اولوالعزم پکار اور سیاست کا دھنی بتایا ہے۔ آپ کے بعض مریدوں نے آپ کو مردہ دیکھا ہے۔ اس کی تعبیر یہی ہے کہ دوسرا جنم دیا جائے گا۔ مجھے آج سے بارہ سال پیشتر الہام ہوا تھا کہ وشنو (مسیح) کی جمالی طاقت بھاگ جائے گی۔ اب وہ پوری ہو رہی ہے۔ ادھر دنیا اپنا ہر روز ایک نقشہ بدل رہی ہے اور خود کو اسلام کے قریب لا رہی ہے ایسے زمانے میں آپ کی نسبت کثرت سے بشارات ہونے چاہییں تھے، خلاف اس کے موت دکھائی دیتی ہے اس کا راز یہ ہے کہ اللہ تعالی آپ کی جمالی مسیح کی خدمت پر موت وارد کر کے آپ کو جلالی مسیح کی خدمت میں لگانا چاہتا ہے

(مرزا قادیانی کی اصطلاح میں جلالی مسیح سے مراد ہے باسیاست مسیح۔ یعنی ایسا مسیح جس کو دنیا میں سیاسی غلبہ حاصل ہو۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح موعود باسیاست ہوگا۔ مرزا صاحب متوفی پر اعتراض ہوا کہ آپ کیسے مسیح موعود ہیں جب کہ آپ کو سیاسی اقتدار حاصل نہیں؟۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب قادیانی ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں:

ممکن ہے کسی زمانہ میں کوئی جلالی مسیح بھی ظاہری نشانوں کے ساتھ آ جائے جس کو دنیا میں سیاسی غلبہ حاصل ہو۔ ثناء اللہ) وہاں بعد الوفات جمالی مسیح ان کا کام انجام دیا تھا اب قہری مسیح کی موجودگی میں خدمت دین کرنا ہے ورنہ یہ ترقیوں کی دھوم دھام اور امیدوں کی بھرمار اور اس میں آپ کی موت کیا معنی؟ حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ اپنی سنت کے مطابق کمزور حیثیت سے ظاہر ہو اور طاقتور

وجود پر اپنے جاہ و حشم کو خیر باد کہہ کر اللہ کو مان لینا موت کے مترادف ہے۔ اے خلیفۃ المسیح! آپ ابھی مرتے نہیں جب تک دکن تشریف لا کر میرے زیر ہدایت اقوام دکن پر اسلام کو غالب نہ کریں۔ بشارات والا انسان اونتری نہیں مرا کرتا۔ آپ دکن میں قرآن کریم کے فرمان سے بہت کام کرنا ہے۔ جلالی زندگی آپ کی آخری زندگی ہوگی۔ آپ میرے ساتھ ہو کر دکن کے مدفون اور ظاہر اخزانوں کے قابض ہوں گے اور اشرفیوں میں نہلائے جائیں گے۔ میرے زیر ہدایت ہندوستان کا کل کاروبار مملکت آپ کے ہاتھ ہوگا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جب تک عقاید کا مقابلہ طے نہیں پائے گا اور حقیقت دنیا میں چمک نہ اٹھے گی آپ دنیا سے رخصت نہیں ہوں گے۔

دکن کے اولیاء اللہ نے میری عمر ۷۲ سال بتلائی ہے اور آپ کی عمر ۸۴ سال بتائی ہے۔ آپ نے جمالی مسیح کی خدمت ۲۶ سال کی ہے اور اب جلالی مسیح کی خدمت ۳۴ سال کرنی ہے۔ یہ آپ کا پنر جنم یا نئی زندگی ہے۔ آپ خوش ہو جائیے مبارک وقت آیا ہے صدقات کی طرف جو اشارہ ہے وہ جان کی زکوۃ مال ہوا کرتا ہے جس قدر مال ہے وہ تبلیغ دکن میں میرے زیر ہدایت لگائیے۔ یہ سچی بات ہے اور مکاشفات کے انکشاف کا ذریعہ بھی یہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس معاملہ میں مجھ سے خط و کتابت کریں گے۔ فقط۔

شرح دستخط۔ حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ

(رسالہ آواز۔ ص ۹۔ ۱۱۔ دسمبر ۱۹۴۰ء)

قادیانی حضرات ہر ایک بات کو جو قادیانیت کے ساتھ دور کا بھی تعلق رکھتی ہو، اخبارات میں لکھ دیا کرتے ہیں مگر دو شخصوں کا ذکر انہوں نے کبھی نہیں کیا۔ ایک شخص نور احمد کابلی ہے جو خاص قادیان میں مقیم ہے اور مرزا غلام احمد صاحب متوفی کے اتباع میں مدعی نبوت بنا ہے اور اپنے الہامات رؤیا اور کشوف بصورت رسائل شائع کرتا ہے۔ چند مرزائی اس کے بھی پیرو اور معتقد ہو گئے ہیں مگر قادیانیوں نے اس کو ایسا

نظر انداز کیا ہوا ہے گویا وہ دنیا میں موجود ہی نہیں ہے۔ دوسرے صاحب صدیق دیندار ہیں جن کو انہوں نے ایسا نسیاً منسیا کر رکھا ہے گویا یہ صاحب پیدا ہی نہیں ہوئے۔ حالانکہ یہ دونوں مدعیان اپنی تحریرات کے مطابق مرزا غلام احمد صاحب کے معتقدین میں سے ہیں۔

واقعہ عجیبہ: ثانی الذکر حضرت (دیندار صاحب) کے ایلچی اور مبلغ کبھی کبھی دفتر اہل حدیث امرتسر میں بھی آتے رہے ہیں۔ اثنائے گفتگو میں ان کی زبان پر قادیان کا ذکر بھی آتا رہا ہے۔ لیکن جب کبھی ہم نے ان سے پوچھا کہ صدیق صاحب، مرزا صاحب قادیانی سے عقیدت رکھتے ہیں؟ تو اس کا جواب ان کی طرف سے ہمیشہ نفی میں ملتا رہا۔ مگر اب ان کی مطبوعہ کتاب سے عیاں ہو گیا کہ دیندار تحریک بھی قادیانی تحریک کی ایک شاخ ہے چنانچہ ان کے رسالہ موسومہ آواز کے اڈیٹر صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

> حضرت مولانا صدیق کی حیثیتیں اب دو طرح کی ہو جاتی ہیں، ایک بمقابل ہندؤوں کے چن بسویشور... دوسری حیثیت جماعت قادیانی کے حق میں بموجب الہامات مرزا صاحب یوسف موعود کی ہے (آواز دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ صدیق صاحب کو جس منصب کا ادعاء ہے وہ مرزا صاحب قادیانی ہی کے اتباع میں ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں جماعت مرزائیہ آج کل ۵ شاخوں میں منقسم ہوگئی ہے۔ ان میں سے تین شاخیں تو پنجاب میں ہیں اور دو دکن میں۔ پنجاب کی تین شاخیں یہ ہیں۔ جماعت قادیانیہ۔ جماعت لاہوریہ۔ جماعت شیخیہ (ان تینوں کا ذکر اہل حدیث مورخہ ۷ فروری ۱۹۴۱ء میں ہو چکا ہے)

دکن میں ایک شاخ صدیقیہ ہے جس کا لیڈر صدیق دین دار ہے۔ دوسری شاخ تیماپوری ہے، جو مولوی عبداللہ تیماپوری کے ماتحت ہے۔

ان میں سے جماعت قادیانیہ اکثریت میں ہے۔ جس کے لیڈر مرزا محمود احمد ہیں۔ آپ بزبان مرزا صاحب قادیانی، پسر موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ دوسری جماعت شیخیہ ہے اس کے لیڈر شیخ غلام محمد مصلح موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ دکن کی

جماعت تیماپوری کے لیڈر مولوی عبداللہ صاحب تیماپوری ہیں جو بزبان مرزا صاحب قادیانی، قدرت ثانیہ کے مصداق ہونے کے مدعی ہیں۔ دکن کی دوسری جماعت صدیقیہ کے پیشوا صدیق دیندار بزبان مرزا صاحب قادیانی، یوسف موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ جماعت لاہور یہ بزبان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، انجمن موعودہ ہونے کی مدعی ہے۔

بہرحال یہ پانچوں شاخیں حدیث میں مذکورہ نقشہ کے ٹیڑھے خطوط پر بیٹھ کر مسلمانوں کو اپنی طرف بلا رہی ہیں اور اس نقشے کے سیدھے خط کے سرے پر ایک داعی بیٹھا ہوا ان لوگوں کو کہہ رہا ہے

مجھ سا محبوب زمانے میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے جہاں میں دل مضطر لے کر

اس لئے ہم ان سب شاخوں کو دور ہی سے سلام کرتے ہوئے کہتے ہیں

حسینوں سے نہ مل اے دل ہمارے دیکھے بھالے ہیں
نہیں ڈسنے سے رکنے کے ستمگر ناگ کالے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۴۱ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۸ ص ۳۔۶)

قادیان سے حوالوں کا مطالبہ اور ان کا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اہل حدیث مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۴۱ء میں صفحہ ۴ پر ایک فقرہ یوں لکھا گیا تھا:

خلیفہ قادیان کو غیروں کی بابت نہیں بلکہ خاص اپنی جماعت کے حق میں یہ اعتراف کرنا پڑا کہ: ہماری جماعت میں صداقت اور دیانت نہیں۔

(الفضل قادیان ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۷)

اس فقرہ پر اخبار الفضل کے اڈیٹر صاحب نے ہم پر بڑی سختی سے الزام لگایا ہے کہ ہم نے یہ حوالہ بے بنیاد دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود ساختہ الفاظ حضرت امیر (خلیفہ قادیان) کی

طرف منسوب کئے ہیں۔ ہم مولوی صاحب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ یہ لفظ الفضل ۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء میں سے دکھائیں جن میں آپ نے یہ دکھانا چاہا ہے کہ حضرت امیر نے اپنی جماعت سے صداقت اور دیانت کی کلیۃً نفی کی ہے۔ (الفضل قادیان ۲۲ جنوری ۱۹۴۱ء ص ٦)

پہلے تو ہم قابل اڈیٹر کا خبط العشواء دکھاتے ہیں کہ حوالہ تو ہم نے ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء کا دیا ہے جیسا کہ خود اس نے شروع میں الفضل کی یہی تاریخ لکھی ہے مگر مطالبہ کرتے ہوئے ہم سے الفضل ۱۹ جنوری سے حوالہ طلب کیا ہے۔ کیا ہم اس سے یہ مطلب سمجھیں کہ آپ نے ہمارا حوالہ الفضل ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں پا لیا ہے۔ اب آپ الفضل ۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء سے پوچھتے ہیں۔ اگر یہی مطلب ہے تو ہم اعتراف کرتے ہیں کہ الفضل ۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء میں یہ حوالہ نہیں ہے بس ما بخیر شما بسلامت

اب سنیئے! خلیفہ صاحب کے اصل الفاظ۔ آپ فرماتے ہیں:

جب تک ہماری جماعت جھوٹ سے اتنی شدید نفرت نہیں کرتی کہ وہ موت کو قبول کرنا آسان سمجھے مگر جھوٹ بولنے کے لئے طیار نہ ہو۔ جب تک ہماری جماعت دیانت پر ایسی مضبوطی سے قائم نہیں ہو جاتی کہ وہ موت کو قبول کرنا آسان سمجھے مگر خیانت کیلئے تیار نہ ہو، جب تک ہماری جماعت اللہ تعالی احکام کی نافرمانی اور عصیان سے اتنی شدید نفرت نہ کرے کہ وہ موت کو آسانی سے قبول کرنے کیلئے تیار ہو جائے مگر نہ کرے، اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا کہ ہماری زندگیاں روحانی زندگیاں ہیں اور ہمارے لئے ابتلاؤں اور آزمائشوں کی ضرورت نہیں (الفضل ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۷)

کسی ادیب اور زبان دان کو ہماری پیش کردہ عبارت اور الفضل قادیان کا اقتباس دکھا کر پوچھئے کہ دونوں کا مضمون ایک ہی ہے یا کچھ فرق ہے؟ ہمارے نزدیک تو کچھ فرق نہیں کیونکہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کی مذکورہ عبارت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی جماعت کی صداقت اور دیانت کا یقین نہیں ہے۔

اب قرآن مجید کا اسلوب بیان سنیئے مگر پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ اردو میں لفظ، جب تک، اور عربی میں لفظ، ما دام، دونوں ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔ چنانچہ بنی

اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا

انا لن ند خلھا ابداً ما دا موا فیھا۔ (المائدۃ:۲۴)۔

(جب تک جبابرہ اس بستی میں موجود ہیں ہم اس میں داخل نہ ہوں گے)۔

معلوم ہوا کہ جس طرح ان لوگوں نے اپنے اس کلام سے اپنے دخول کی نفی کی تھی اسی طرح خلیفہ اس عبارت میں اپنی جماعت سے صداقت، دیانت، اطاعت وغیرہ کی نفی کر رہے ہیں۔ پس ہماری اور خلیفہ کی عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

خواجہ حسن نظامی دہلی کے ادیب ہیں اور اردو زبان کے ماہر ہیں، قادیانی جماعت سے ان کو انس ہے۔ کبھی کبھار آپ دہلی میں خلیفہ قادیان کی دعوت بھی کر دیا کرتے ہیں۔ ہم ان کو اس امر میں ثالث منظور کرتے ہیں کہ وہ بتلائیں کہ ان دونوں عبارتوں میں کچھ فرق ہے یا دونوں کا مطلب ایک ہی ہے؟

ہاں قادیانی اڈیٹر کی دیانت اور لیاقت کا اظہار کرنا بھی ضروری ہے کہ اس نے لفظ کلیۃً اپنی طرف سے بڑھا کر ہم سے مطالبہ کیا ہے، حالانکہ یہ لفظ ہماری عبارت میں نہیں ہے۔ ہماری اور خلیفہ صاحب کی (ہر دو) عبارتیں منطقی اصطلاح میں قضایا مہملہ ہیں جس طرح عموماً ایسی عبارات ہوا کرتی ہیں کہ ان میں کلیۃً نفی نہیں ہوتی بلکہ بالا جمال ہوتی ہے اس کی شہادت مولانا الطاف حسین حالی مرحوم کا ایک بند ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اگر سمجھ میں نہ آئے تو دہلی کے اردو بازار میں چندروز ٹھیر کر اردو سیکھ لیجئے۔ مولانا الطاف حسین حالی فرماتے ہیں:

کرے غیر بت کی جو پوجا تو کافر
جو ٹھیرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

اڈیٹر صاحب بتایئے کہ اس بند میں کل مومنوں کی شکایت ہے یا بالا جمال ہے۔ اگر کل کی شکایت ہے تو آپ کے مرکب اضافی (امیر المومنین) میں لفظ مومنین

سے مراد جو مرزائی لوگ ہیں کیا وہ بھی ایسے ہی مومن ہیں جن کی شکایت مذکورہ بند میں کی گئی ہے ۔ غالبًا آپ ایسا ہرگز نہیں کہیں گے بس یاد رکھئے کہ اردو زبان بلکہ سب زبانوں کا محاورہ یہی ہے کہ مضمون کو قضایا مہملہ کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے ۔

اگر اب بھی وہ نہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے ۔

اڈیٹر صاحب ! ہم نے تو آپ کا مطالبہ پورا کر دیا، اب ہمارا مطالبہ بھی پورا کیجئے ۔ اگر آپ اکیلے نہ کر سکیں تو ساری جماعت سے امداد لے کر پورا کیجئے ۔ سنیئے ! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی لکھتے ہیں :

مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلے کے لئے بدل خواہش مند ہوں کہ فریقین (یعنی میں اور وہ) دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے ۔ (اعجاز احمدی۔ص۱۴)

بس آپ یہ رقعہ جس پر ہمارے دستخط ثبت ہیں ہم کو دکھا دیں، ورنہ اعتراف کر لیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایسا کہنا بھی ایک معشوقانہ انداز ہے جس کی بابت استاد غالب مرحوم کو گلہ ہے:

تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں

قادیان کا دوسرا مطالبہ:

اخبار فاروق ۷ جنوری ۱۹۴۱ء میں کسی شوخ نگار نے بڑی شوخی سے ہم سے مطالبہ کیا ہے کہ ہم نے جو اپنے رسالہ عقاید مرزا میں مرزا غلام احمد صاحب کا الہام اسمع ولدی لکھا ہے، مرزا صاحب قادیانی کی طرف اس الہام کی نسبت غلط بلکہ جھوٹ ہے، مرزا صاحب نے ایسا کہیں نہیں لکھا۔

اس شوخ نگار کو چاہیے کہ وہ کتاب البشری مرتبہ منظور الٰہی احمدی جلد اول صفحہ ۴۹ دیکھے جس میں مرزا صاحب قادیانی کا ایک الہام یوں لکھا ہے:

انی معك اِسمع ولدی (میرے بیٹے سن! میں تیرے ساتھ ہوں)

اس کتاب سے ہم نے الہام نقل کیا تھا۔ باقی رہا یہ کہ یہ لفظ کاتب کی غلطی

ہے، ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ معترض کو چاہیے تھا کہ وہ کتاب کے مصنف پر اعتراض کرتا ۔ جب تک یہ عبارت صحیح نہ ہو جاتی کتاب کی اشاعت روک دیتا۔ اگر آج تک اصلاح نہیں کی، تو آئندہ کر لے۔ مگر ایسی اصلاح نہ کرے جو مرزا صاحب کے اصل مقصود کو ضائع کر دے جس کی ایک مثال بھی ہم پیش کرتے ہیں۔ غور سے سنیئے !

مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے حضرت مسیح کی شان میں غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیئو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، خدائی کا دعویٰ کرنے والا ۔ (مکتوبات احمدیہ۔ ج ۳۔ ص ۲۳۔۲۴)

جب اس شیریں کلامی پر اعتراضات کی بھرمار ہوئی تو طبع ثانی میں اس عبارت کے شروع میں جملہ، بقول عیسائیاں، بڑھا دیا گیا (یعنی عیسائی ایسا کہتے ہیں) حالانکہ عیسائی لوگ بھی ایسا کہنے والے کو ملحد بلکہ دجال سمجھتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو مسیحی رسالہ المائدہ لاہور کے دفتر سے اس کی بابت دریافت کر لیں ۔ پھر آپ کو یقین ہو جائے گا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کیسے شیریں مقال تھے اس وقت آپ ان کے حق میں یہ شعر پڑھیں گے

کیسے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیوں سے بھی بے مزہ نہ ہوا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۴۱ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۹ ص ۶۔۷)

سیال کا سیلان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے اتباع کا دعویٰ تھا اور ہے کہ ہم متکلمین کی جماعت ہیں، بلکہ نئے علم کلام کے موجد ہیں۔ لیکن اہل حدیث کے مقابلہ میں جب کبھی کوئی بات لکھتے ہیں تو ایسی کچی اور بھونڈی لکھتے ہیں جس کا نہ سر ہوتا ہے، نہ پیر۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو ان کو علم کلام سے کوئی حصہ نہیں ملا، یا اہل حدیث کے مواخذات پنجۂ شیر ہوتے ہیں کہ جن سے چھوٹنا ان کی طاقت سے باہر ہوتا ہے۔

آج ہم ایک مواخذہ کا ذکر کر کے اس کا جواب ایک چوٹی کے قادیانی کی قلم سے پیش کرتے ہیں ۔ ہم ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کا دعوی تھا کہ میں عیسائیت کی بیخ کنی اور کسر صلیب کے لئے آیا ہوں مگر واقعہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعوی کی ابتداء کے وقت ہندوستان میں عیسائیوں کی تعداد پانچ لاکھ تھی جس کا ذکر خود مرزا صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ میں کیا ہوا ہے مگر آج (مردم شماری ۱۹۳۱ء) کی رو سے مسیحیوں کا شمار سوا اٹھاسٹھ لاکھ ہے۔ آگے چل کر ۱۹۴۱ء کی مردم شماری میں خدا جانے کتنی ہو جائے ۔

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ اپریل ۱۹۴۰ء میں ہم نے اس حقیقت کا اظہار کیا تھا۔ اس سیدھے سادھے سوال کا جواب واقعات سے یہ ہونا چاہیے تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی صداقت کا ثبوت یہ ہے کہ اس زمانے میں ہندوستان کے اندر جتنے گرجے تھے آج سب گر چکے ہیں۔ مگر جواب ملا، تو ایسا انوکھا جو دیکھنے اور سننے کے قابل ہے۔

قادیان میں چودھری فتح محمد سیال ایک معزز عہدے پر فائز ہیں۔ آپ انگریزی تعلیم کے ایم اے ہونے کے علاوہ ایک ذی شعور آدمی ہیں ۔ مگر خدا جانے اہل حدیث کے سوالات میں کیا جادو کا اثر ہے کہ جو شخص بھی جواب دینے کو اٹھتا ہے وہ گویا متوالا ہو کر بولتا ہے جسے کچھ خبر نہیں رہتی کہ مجھے کیا کہنا چاہیے اور میں کیا کہتا ہوں ۔ جس پر مرزا غالب مرحوم کا یہ شعر ہمارے منہ سے بے ساختہ نکل جاتا ہے:

ہم کو ان سے ہے وفا کی امید۔ جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

چودھری فتح محمد سیال صاحب اس سوال کو یوں حل کرتے ہیں:

مولوی (ثناءاللہ) صاحب! جب حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے دعوی کیا تھا اس وقت ہمارا کوئی مشن عیسائی ممالک میں نہ تھا۔ لیکن اب خدا کے فضل سے عیسائی ممالک میں ہمارے کئی مشن کام کر رہے ہیں۔ اور سینکڑوں نہیں ہزاروں لوگ عیسائیت چھوڑ کر اسلام کو قبول کر رہے ہیں۔ پھر قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا دعوی دنیا کو تلوار سے فتح کرنے کا نہ تھا بلکہ دلائل اور روحانیت کے ذریعہ مذہب عالم پر غلبہ حاصل کرنے کا تھا۔ جو آج ہر شخص کو نظر آ رہا ہے چنانچہ اس وقت روس اور جرمنی دونوں

عیسائیت سے بیزار ہیں۔ روسی عیسائیوں میں سے بیس کروڑ لوگ عیسائیت چھوڑ کر دہریت اختیار کر چکے ہیں اور جرمنوں نے عیسائیت کی بجائے ایک نیا مذہب نکالا ہے۔ (الفضل قادیان ۱۸ جنوری ۱۹۴۱ء ص ۳)۔

کیا خوب: سوال از آسماں جواب از ریسماں

ہندوستان میں مسیحیت کی ترقی کا جواب نہ دینا یقیناً ہمارے اعتراض کو تسلیم کرنا ہے۔ باقی رہا یہ کہ یورپ کے لوگ عیسائی مذہب چھوڑ کر دہریہ ہو گئے ہیں، ایسا کہنا بھی گویا اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ وہ قومیں جو خدا کو اور سلسلہ انبیاء کو مانتی تھیں مرزا غلام احمد صاحب کے دم قدم کی برکت سے دونوں سے منکر ہو گئیں۔

چودھری صاحب! غالباً آپ نے مرزا صاحب قادیانی کے دعوی پر غور نہیں کیا۔ سنیئے! مرزا صاحب کے دعوی کے اصل الفاظ یہ ہیں:

میرا کام یہ ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں۔ (قول مرزا قادیانی در بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۲ء)

بتائیے! کیا یورپ کے دہریہ ہو جانے سے توحید پھیل گئی۔ ابھی رسالت محمدیہ کا سبق اس سے آگے ہے۔

چودھری صاحب آپ کن بھول بھلیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اتنا تو سوچئے کہ مرزا غلام احمد صاحب اصلاح کے لئے آئے تھے اور ان کا دعوی تھا کہ میں دنیا بھر کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ پھر یہ کیسی اصلاح ہے کہ وہی لوگ جن کی اصلاح مقصود تھی، سلسلہ انبیاء کو ترک کرنے کے علاوہ خدا کو بھی چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اس کی مثال تو یہ ہوئی، کوئی نامی ڈاکٹر کسی بیمار کے علاج کے لئے آئے اور دعوی کرے کہ میں اس کی بیماری رفع کر دونگا۔ لیکن اسی کے علاج سے جب مر جائے تو ڈاکٹر کہے کہ اس کی موت سے سب بیماریاں رفع ہو گئیں۔ بس یہی میری کامیابی ہے۔

چنانچہ چودھری فتح محمد صاحب نے اسی مثال کی تائید کی ہے۔ آپ یورپ کی دہریت کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی دعاؤں اور انفاس طیبہ کی تاثیرات سے عیسائیت آہستہ آہستہ کمزور ہو رہی ہے۔ چنانچہ روس میں عیسائیت کا تختہ

الٹ دیا گیا اور جرمنی میں بھی اس کی روح بالکل مفقود ہو چکی ہے (ص ایضاً)

چودھری فتح محمد صاحب اس عبارت کے ساتھ اگر آپ یہ الفاظ بھی بڑھا دیتے کہ:

یورپ کے دوسرے ممالک سے عموماً اور جرمنی اور روس سے خصوصاً مرزا صاحب کی دعاؤں سے خدا کی حکومت بھی اٹھ گئی ہے،

تو ہم بھی قائل ہو جاتے۔ اور مرزا صاحب کے حق میں یہ شعر پڑھتے۔

مردوں کو جو جلاتے تھے وہ تو چلے گئے
زندوں کے مارنے کو مسیح الزماں ہوئے

چودھری فتح محمد صاحب نے ایک اور چکر کھایا ہے اور اپنے ناظرین کو بھی اسی چکر میں ڈالا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:

جنگ عظیم نے مسیحی اقوام کی مالی اور سیاسی طاقت کو کمزور کر دیا ہے یہاں تک کہ جو فارن مشن عیسائیوں کے تھے وہ کثرت سے ٹوٹ گئے ہیں اور اب عیسائیت کا وہ زور ہندوستان میں نہیں رہا جو پہلے تھا، مگر مولوی ثناء اللہ صاحب پر صلیب کی سطوت کا بھوت ایسا سوار ہے کہ اترنے میں نہیں آتا۔ اور وہ یہی کہے چلے جاتے ہیں کہ صلیب اور صلیب پرستوں کی طاقت میں کوئی ضعف نہیں آیا۔ (حوالہ مذکور)

اس کے جواب میں ہم کیوں بولیں جب کہ شھد شاھد من اھلھا، آپ کے گھر کی شہادت موجود ہے چنانچہ آپ کا احمدی بھائی پیغام صلح لاہور شہادت دیتا ہے کہ:

بپٹسٹ مشنری سوسائٹی اس وقت ۲۰ لاکھ روپیہ خرچ کر رہی ہے جس میں سے آٹھ لاکھ ہند پر خرچ ہو رہا ہے۔ جنگ کے دنوں میں لندن سے روپیہ کی کمی کو امریکہ کے خدا پرست لوگ پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں...

یہ ہے ایک عیسائی مشنری سوسائٹی کا حال، اس کے علاوہ عیسائی سوسائٹیاں جو کچھ تبلیغی مقاصد پر خرچ کر رہی ہیں اس کی میزان مسلمانوں کو شرمندہ اور منفعل کرنے کو کافی ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۸ فروری ۱۹۴۱ء ص ۴)

چودھری صاحب! بتایئے کہ آپ بھی اپنے بھائی کے اس غم میں شریک ہیں یا نہیں جو اس کو عیسائی مشن کی کوششوں سے ہو رہا ہے۔ مرزائی دوستو! مرزا غلام

احمد صاحب کی مورتی پوجا کب تک کرتے رہو گے اور کب تک کہتے جاؤ گے

میں وہ نہیں ہوں کہ تجھ بت سے دل میرا پھر جا
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے میرا خدا پھر جا

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۸ فروری ۱۹۴۱ء مطابق یکم صفر ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۹ ص ۶۔۷)

اتحاد مذاہب اور مرزائی

جناب پنڈت آتمانند مقیم لاہور لکھتے ہیں:

عرصہ تقریباً دو سال سے جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام پیشوایان مذاہب کی سیرت پر ہر سال لیکچر دیئے جاتے ہیں جن میں مختلف مذاہب کے نمائندے اپنے اپنے مذہب کے پیشوا کی سیرت پیش کر کے اتحاد مذاہب پر تقریریں کرتے ہیں۔ امسال بھی گول باغ امرتسر میں جماعت احمدیہ کی طرف یکم دسمبر ۱۹۴۰ء بروز اتوار بوقت تین بجے سے پانچ بجے شام تک جلسہ منعقد ہوا جس میں تین سو کے قریب حاضری تھی۔

سب سے پہلے ایک یورپین یہودی مہاجر نے تقریر کی۔ بعد ازاں گیانی شیر سنگھ جی نے، میری رائے میں گیانی جی تقریر سب سے اعلیٰ تھی۔

جلسہ کی غرض و غایت اگرچہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا ڈھنڈورا پیٹنے اور مرزا کو پیشوایان مذاہب کی صف میں کھڑا کر کے ان کے خلاف پبلک نفرین کو دور کرنے کے ماسوا اور کچھ نہیں معلوم ہوتی، تاہم ظاہری طور پر جماعت احمدیہ کا یہ اقدام قابل تعریف ہے جو بانیان مذاہب کی پاک زندگیوں کا مطالعہ کرنے کی عوام کو توفیق دی جاتی ہے۔ مگر شبہ گذرتا ہے کہ جماعت احمدیہ اور اتحاد مذاہب یہ دو متضاد باتیں کیونکر جمع ہوسکتی ہیں۔ وہ احمدی جن کا پیشوا بلکہ نبی اپنے تئیں نبی نہ ماننے والے مسلمانوں کو کافر اور قابل مواخذہ قرار دے اور مسلمانوں کے ساتھ رشتہ مناکحت و نماز، و نماز جنازہ حرام قرار دے کیونکہ دیگر مذاہب کے ساتھ اتحاد کر سکتے ہیں؟ یہ ایک حیرانگی کی بات ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان جلسوں کی غرض و غایت کچھ دوسری ہی ہے...

مرزائی لوگ جو اپنی لڑکیاں مسلمانوں کے نکاح میں نہیں دیتے، کسی مسلمان کے پیچھے نماز تک نہیں پڑھتے، اور کسی مسلمان کے جنازہ میں شامل نہیں ہوتے، حتی کہ

غیر احمدی مسلمانوں کو مسلمان ہی نہیں مانتے، وہ احمدی اتحاد مذاہب میں پیش پیش ہوں تو دو میں سے ایک بات لازمی ہے:

یا یہ کہ وہ غلام احمدیت سے باز آ گئے ہیں

اور یا یہ کہ ایسے جلسوں سے ان کی غایت وغرض کچھ اور ہی ہے، یعنی یہ کہ مرزا صاحب قادیانی کو نبیوں کی صف میں کھڑا کرنا......(مختصراً)..

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ فروری ۱۹۴۱ء مطابق یکم صفر ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۹۔ص ۸۔۱۰)

مرزا قادیانی ذوالقرنین تھے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کسی شاعر نے اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہا تھا:

حسین ہو مہہ جبیں ہو دلنشین ہو
لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بھی اپنے لئے کئی ایک اسماء مبارکہ اختیار کئے ہیں، چنانچہ آپ فرماتے ہیں

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

مگر ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ مرزا قادیانی نے ایک ایسا نام بھی اختیار کیا ہے جو ایک با اختیار صاحب سیاست کے لئے مشہور ہے۔یعنی ذوالقرنین، جس کا سورۃ کہف میں ذکر ملتا ہے۔

آپ نے براہین احمدیہ ج ۵ کے صفحہ ۹۶ پر ذوالقرنین سے متعلق آیات اپنے اوپر چسپاں کی ہیں۔قادیان کے خلیفہ اول حکیم نورالدین اپنے رسالہ نورالدین بجواب ترک اسلام کے صفحہ ۱۷۰۔۱۷۱ پر مرزا کے ذوالقرنین ہونے کی تشریح یوں کرتے ہیں:

آپ نے ہر قومی سنہ کی دو صدیاں پائی۔مثلاً اسلامی سن ہجری کی تیرھویں اور چودھویں دو صدیاں، اسی طرح انگریزی سنہ عیسوی کی انیسویں اور

بیسویں دوصدیاں۔

اخبار الفضل قادیان ۱۳ دسمبر ۱۹۴۰ء میں یہ مضمون مفصل شائع ہوا ہے ہم ناظرین کی تفریح طبع کے لئے اس کا ایک صفحہ نقل کرتے ہیں:

خدا تعالی نے میرا نام ذوالقرنین بھی رکھا کیونکہ خدا تعالی کی میری نسبت یہ وحی مقدس کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء

جس کے یہ معنی ہیں کہ خدا کا رسول تمام نبیوں کے پیرائیوں میں،

یہ چاہتی ہے کہ مجھ میں ذوالقرنین کے بھی صفات ہوں کیونکہ سورۃ کہف سے یہ ثابت ہے کہ ذوالقرنین بھی صاحب وحی تھا۔ خدا تعالی نے اس کی نسبت فرمایا قلنا یا ذا القرنین۔ پس اس وحی الہی کی رو سے کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء اس امت کے لئے ذوالقرنین میں ہوں اور قرآن شریف میں مثالی طور پر میری نسبت پیش گوئی موجود ہے مگر ان کے لئے جو فراست رکھتے ہیں۔ (براہین احمدیہ۔ ج ۵ ص ۱۰۱)۔

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) اس امت کے لئے ذوالقرنین ہیں اور ذوالقرنین کے متعلق قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ان کے مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالی نے (اس کے) ساز و سامان عطا کئے تھے۔ ایسا ہی ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کے وقت بھی ... اشاعت حق کیلئے اللہ تعالی نے پریس ڈاک اور ذرائع آمدو رفت وغیرہ کو عام کر کے آپکے مقصد کے حصول کیلئے سہولت فرما دی ہے۔

ایسا ہی قرآن مجید کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو اپنے فرائض کو ادا کرنے کے لئے تین قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑے گا۔ اول مغربی ممالک کے لوگ، جو آفتاب صداقت اور ہدایت سے منہ موڑ کر تاریکی اور کیچڑ کے چشمہ میں پھنسے ہوں گے۔

دوم مشرقی ممالک کے لوگ روحانی سورج کے سامنے محض برہنہ ہونے کی حالت میں کھڑے ہوں گے اور بجائے اس کے کہ وہ آفتاب ہدایت سے کوئی فائدہ حاصل کریں تمازت آفتاب سے ان کا چمڑہ جل جائے گا رنگ

سیاہ ہو جائے گا اور آنکھیں چندھیا جائیں گی

اور تیسری قسم کے لوگوں کا ذکر حضور (مرزا قادیانی) نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

پھر ذوالقرنین یعنی مسیح موعود ایک اور سامان کے پیچھے پڑے گا اور جب وہ ایک ایسے موقع پر پہنچے گا یعنی جب وہ ایک ایسا نازک زمانہ پائے گا جس کو بین السدین کہنا چاہیے یعنی دو پہاڑوں کے بیچ۔

مطلب یہ کہ ایسا وقت پائے گا جب کہ دو طرفہ خوف میں لوگ پڑیں گے اور ضلالت کی طاقت حکومت کی طاقت کے ساتھ مل کر خوف ناک نظارہ دکھائے گی تو ان دونوں طاقتوں کے ماتحت ایک قوم کو پائے گا جو اس کی بات کو مشکل سے سمجھیں گے .....

اور یہ تیسری قوم ہے جو مسیح موعود کی ہدایت سے فیض یاب ہوں گے تب وہ اس کو کہیں گے کہ اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج نے زمین پر فساد مچا رکھا ہے پس اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم آپ کے لئے چندہ جمع کریں تا کہ آپ ہم میں اور ان میں کوئی روک بنا دیں۔

وہ جواب میں کہے گا کہ جس بات پر خدا نے مجھے قدرت بخشی ہے وہ تمہارے چندوں سے بہتر ہے۔ ہاں اگر تم نے کچھ مدد کرنی ہے تو اپنی طاقت کے موافق کرو تا میں تم میں اور ان میں ایک دیوار کھینچ دوں....

لوہے کی سلیں مجھے لا دو۔ تا آمدورفت کی راہوں کو بند کیا جائے۔ یعنی اپنے تئیں میری تعلیم اور دلائل پر مضبوطی سے قائم کرو اور پوری استقامت اختیار کرو اور اس طرح پر خود لوہے کی سل بن کر مخالفانہ حملوں کو روکو۔ اور سلوں میں آگ پھونکو جب تک کہ وہ خود آگ بن جائیں۔ یعنی محبت الٰہی اس قدر اپنے اندر بھڑکاؤ کہ خود الٰہی رنگ اختیار کرو۔

پھر آیات متذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذوالقرنین یعنی مسیح موعود اس قوم کو جو یاجوج ماجوج سے ڈرتی ہے کہے گا کہ مجھے تانبا لا دو کہ میں اس کو پگھلا کر اس دیوار پر انڈیل دوں گا۔

پھر بعد اس کے یاجوج ماجوج طاقت نہیں رکھیں گے کہ ایسی دیوار پر چڑھ

سکیں یا اس میں سوراخ کر سکیں۔ یاد رہے کہ لوہا اگر چہ بہت دیر تک آگ میں رہ کر آگ کی صورت اختیار کر لیتا ہے مگر مشکل سے پگھلتا ہے، مگر تانبا جلد پگھل جاتا ہے اور سالک کے لئے خدا تعالیٰ کی راہ میں پگھلنا بھی ضروری ہے۔ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایسے مستعد دل اور نرم طبیعتیں لاؤ کہ جو خدا تعالیٰ کے نشانوں کو دیکھ کر پگھل جائیں انسانی منصوبوں کا اس میں دخل نہیں ہوگا۔ (براہین احمدیہ۔ ج ۵ ص ۱۰۴)

حضور (مرزا قادیانی) کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ احمدی جماعت کی ترقی دو باتوں سے وابستہ ہے۔ اول محبت الٰہی میں اس قدر ترقی کرنا کہ جس طرح لوہا آگ میں پڑ کر بالکل آگ کی سی شکل اختیار کر لیتا ہے، اس طرح جماعت خدا کے رنگ میں رنگین ہو کر ظلی طور پر اس کی صفات کو اپنے اندر جمع کر لے۔ اور خدا کے نشانوں کے نشانوں کو دیکھ کر تانبے کی طرح پگھل جائے۔ دوم حتی المقدور چندہ دے کر آپکی مدد کرے کہ اس چندہ اور اپنی خداداد طاقت سے کام لے کر آپ جماعت احمدیہ اور یاجوج ماجوج کے درمیان ایک ایسی مضبوط دیوار کھڑی کر دیں کہ جو سد سکندری کا کام دے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ سد سکندری کیا ہے جسے حضرت مسیح موعود (مرزا) نے جماعت کو یاجوج ماجوج کے حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے تجویز کیا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ سد سکندری وہ دلائل ہیں جنہیں حضور نے عیسائیت کے مقابلہ میں پیش کر کے عیسائیت کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا۔ سد سکندری وہ تازہ نشانات ہیں جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے زمانہ سے لے کر اب تک ہم ہر روز اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں اور منجملہ ان نشانوں کے ایک نشان حضرت امیر المومنین (خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد قادیانی) کی ذات ہے۔ جن کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات باطل کے لشکروں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتے ہیں اور مومنون کو یقین اور ایمان کی ایک مضبوط چٹان پر کھڑا کر دیتے ہیں۔ پھر سد سکندری وہ پاکیزہ جماعت ہے جو نیکی تقوی طہارت عزم اور استقلال میں اس قدر مضبوط بنیادوں پر

قائم ہے کہ دشمن کی کوئی طاقت اسے اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی ۔ پھر سد سکندری وہ مبلغین ہیں جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے عطا کردہ دلائل کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اکناف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں ۔

ہاں آج کل سد سکندری کی تعمیر میں بہت سا حصہ ان چندوں کا ہے جو تحریک جدید میں مخلصین دے رہے ہیں ۔ یقیناً اب وہ وقت آ گیا ہے کہ غریب مگر مخلص لوگوں کی اس قربانی سے سد سکندری کی بنیادوں کو ایسا مضبوط کر دیا جائے کہ پھر دشمن کی کوئی طاقت اس میں نقب نہ لگا سکے مخالفت کی آندھیاں آئیں مگر اسے ہلا نہ سکیں ۔

پس اے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی پاکیزہ جماعت ! یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا ۔ خدا تعالی چاہتا ہے کہ بادشاہوں کے احمدیت میں داخل ہونے سے پہلے پہلے غرباء کے چندوں اور دعاؤں سے سد سکندری کی بنیادوں کو مستحکم کر دے ۔ یقیناً اسے یہ پسند نہیں ہے کہ سلسلہ عالیہ کے عظیم الشان قصر کے لئے بادشاہوں سے امداد لے ۔ اور السابقون الاولون غرباء کی جماعت اس سے محروم رہ جائے ۔ پس یہ وقت ہے، اسے غنیمت سمجھو اور اپنی طاقت کے مطابق اس چندہ کی ادائیگی کے لئے قربانیاں کرو ۔ (الفضل ۱۳ دسمبر ۱۹۴۰ء)

ناظرین ! آپ نے اس مضمون سے جو فائدہ حاصل کیا ہے اسے تو آپ ہی جانیں، مگر ہم نے اس سے یہ سمجھا ہے کہ شیخ چلی کی جماعت ابھی ختم نہیں ہوئی

مضمون نگار نے اپنے اس مضمون میں قرآن مجید کی آیات میں مذکورہ اسماء پر بہت کچھ تصرف کیا ہے مگر یاجوج ماجوج کی تشریح نہیں کی کہ اس سے مراد کون لوگ ہیں اور ان کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے کون سی دیوار بنائی ؟

ہم اپنے ناظرین کی واقفیت کے لئے منقولہ مضمون کی اس کمی کو پورا کر دیتے ہیں سنیئے مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ:

یاجوج ماجوج انگریز اور روسی وغیرہ یورپین قومیں ہیں (حمامۃ البشری)

راقم مضمون نے حسب قول مرزا صاحب قادیانی، جماعت احمدیہ کو سد سکندری قرار دیا ہے ۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں :

پوری استقامت اختیار کرو اور اس طرح خود لوہے کی سل بن کر مخالفانہ حملے کو روکو اور سلوں میں آگ پھونکو..الخ

کیسا عجب استعارہ ہے، سچ ہے

کشتی درون دریا و دریا درون کشتی

لطف یہ ہے کہ آگے چل کر اسی سد سکندری کی بابت یوں گویا ہوئے ہیں:

سد سکندری وہ دلائل ہیں جنہیں حضور (مرزا قادیانی) نے عیسائیت کے مقابلہ میں پیش کیا ہے۔

پھر اس پر بھی کفایت نہیں کی بلکہ مزید تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

سد سکندری (ہمارے) وہ مبلغین ہیں جو اکناف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں،

آخر جب سد سکندری کے گر جانے کا خطرہ محسوس ہوا تو پیش بندی کرنیکو فوراً کہہ دیا:

چندوں اور دعاؤں سے سد سکندری کی بنیادوں کو مضبوط کرو۔

بس یہ ہے مقطع کلام جس کی بابت کہا گیا ہے

ایں ہمہ از پئے آنست کہ زر می خواہد

احمدی ممبرو! خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر سچ بتاؤ کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنے والے قرآن مجید سے ایسا برتاؤ کر سکتے ہیں جیسا کہ تم کر رہے ہو۔ تمہاری اس قسم کی تقریروں اور تفسیروں سے مخالفوں کے دلوں میں یہ خیال راسخ ہو جاتا ہے کہ تم لوگ نہ صرف قرآن کو بلکہ خدا کو بھی نہیں مانتے۔ اسلام کی تائید میں تمہاری جتنی تحریکیں نظر آتی ہیں سب ڈھونگ ہیں۔ تمہارے جیسے لوگوں کے حق میں حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے

حافظا! مے خور و رندی کن و خوش باش ولے

دام تزویر مکن چوں دگراں قران را

(ہفت روزہ اہل حدیث ۷ مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۸ صفر ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۰ ص ۵۔۷)

<u>تحریک بہائیت پر تبصرہ:</u>

مولوی ابو العطاء اللہ دتا صاحب قادیانی مبلغ۔ ضخامت ۲۶۰ صفحات۔

مصنف نے بڑی محنت سے بابیوں اور بہائیوں کے حالات ابتداء سے انتہاء تک لکھے ہیں۔ کتاب اس

موضوع پر مفید ہے لیکن مناظرانہ طرز کی بجائے محض مورخانہ طریق پر ہوتی تو مفید تر ہوتی ۔
(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ فروری ۱۹۴۱ء ص ۱۴)

احمدیت اور بہائیت

مولوی اللہ دتا قادیانی کی کتاب، تحریک بہائیت پر تبصرہ۔ کاریویو اہل حدیث مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۴۱ء میں شائع ہو چکا ہے جو ناظرین کی نظر سے گزرا ہوگا اس کے جواب میں مولوی عبداللہ وکیل، سابق اہل حدیث، سابق مرزائی، حال بہائی نے، بہائیت اور احمدیت کے نام سے ایک مختصر رسالہ شائع کیا ہے ۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ بہاء اللہ کا دعوی مرزا صاحب کے دعوی سے مقدم ہونے کی وجہ سے صحت سے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے ہم سفارش کرتے ہیں کہ جن بھائیوں نے مولوی اللہ دتا قادیانی کی کتاب پڑھی ہو یا پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہوں، وہ بہائیوں کے رسالہ مذکورہ کا مطالعہ بھی ضرور کریں۔
ملنے کا پتہ: مولوی عبداللہ وکیل سری نگر۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ مارچ ۱۹۴۱ء ص ۷)

مرزائی اور بہائی

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے اپنے رسالہ : بہاء اللہ اور مرزا، میں یہ دعوی کیا تھا کہ تحریک قادیانی دراصل تحریک بہائی ایرانی سے ماخوذ ہے۔ اس کی وجوہات اسی رسالہ میں مذکور ہیں ۔ان کے علاوہ آج ہم اپنے دعوی پر ایک نئی دلیل پیش کرتے ہیں ۔

بہائی رسالہ پیامبر دہلی نے شیخ بہاء اللہ ایرانی کی رسالت کا ثبوت دینے کو قرآنی جملہ با لآ خرة هم یو قنو ن پیش کیا ہے۔ تمہید کے طور پر آپ نے لکھا ہے کہ ا لآ خرہ صفت کا صیغہ ہے اور موصوف اس کا نز لةً ہے یعنی النز لة ا لا خرة ۔اصل الفاظ یہ ہیں:

> مومن آپ (ﷺ) پر اور آپ سے پہلے انبیاء پر جو نزول وحی وشریعت ہوا اس پر ایمان رکھتے ہیں اور آئندہ نزول وحی وشریعت پر بھی یقین رکھتے ہیں النز لة و النز و ل ۔ دونوں مصدر ہیں سورہ نجم میں ہے

و لقد رأه نز لة ا خری اسے دوسرے نزول میں دیکھا۔
خلاصہ یہ کہ آیت مذکورہ میں تینوں زمانوں کے نزول وحی شریعت کا ذکر ہے
ا۔حضرت رسول ﷺ کے وقت نزول وحی شریعت۔
۲۔حضرت رسول ﷺ سے پہلے نزول وحی شریعت۔
۳۔ حضرت رسول کے مابعد زمانے میں نزول وحی شریعت
آیت با لآ خر ۃ هم یو قنو ن کا مفہوم جو اس وقت ہم نے بیان کیا ہے اہل بہا اسے نصف صدی قبل بیان کر چکے ہیں مشہور بہائی کتاب بحر العر فا ن میں اس آیت کے متعلق لکھا ہوا ہے موجود

(پیامبر دہلی مارچ ۱۹۴۱ء ص ۹۔۱۰)

ناظرین کچھ عرصہ ہوا قادیان سے قرآن مجید کا پہلا پارہ مع ترجمہ شائع ہوا تھا اس میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

با لآ خر ۃ هم یو قنو ن کے لفظی معنی یہ ہیں کہ پیچھے آنے والی پر یقین رکھتے ہیں چونکہ ا لآ خرۃ صفت ہے جس کا موصوف اس جگہ مذکور نہیں اس لئے قرآن مجید کی دوسری آیات کو جن میں الدار ا لآ خر ۃ آیا ہے مدنظر رکھ کر یہاں عام طور پر ا لآ خرۃ سے مراد الدار ا لآ خرۃ مراد لی جاتی ہے لیکن اگر ماقبل دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ ما انز ل الیك میں اس وحی کا ذکر کیا گیا ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی اور ما انز ل من قبلك میں اس وحی کا ذکر ہے جو دیگر گذشتہ انبیاء پر نازل ہوئی اور الآخرۃ میں اس وحی کا ذکر ہے جو پیچھے نازل ہونے والی ہے گویا یہاں تین وحیوں کا ذکر ہے جن پر متقی ایمان لاتا ہے ایک وہ وحی جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوگی اور ایک وہ وحی جو آپ سے پہلے نازل ہوئی اور وہ وحی جو پیچھے اترنے والی ہے اور یہ وہ وحی ہے جو سورۃ جمعہ آیت ۲۔۳

هو الذی بعث فی الا مّیین رسو لًا منهم یتلوا علیهم آ یا ته و یز کّیهم و یعلّمهم الکتا ب و الحکمةو ان کا نوا من قبل لفی ضلا ل مبین ۔ و آ خر ین منهم لمّا یلحقوا بهم و هو العزیز

الحکیم
میں موعود ہے اس آیت میں رسول کریم ﷺ کے دو بعث بیان فرمائے گئے ہیں۔ایک تو وہ بعث ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا اور ایک دوسرا بعث جو آخری زمانہ میں ہونا مقدر تھا لیکن اس دوسرے بعث سے یہ مراد نہیں ہے کہ خود محمد رسول اللہ ﷺ ہی دوبارہ تشریف لائیں گے یا یہ کہ آپ کی روح کسی اور جسم میں حلول کر کے اس دنیا میں آوے گی بلکہ آپ کے دوبارہ بعث سے آپ کے اتباع میں سے کسی شخص کا کھڑا ہونا مراد ہے جو آپ کی فرمانبرداری اور محبت میں فنا ہو کر صاحب وحی ہوگا چنانچہ احادیث اور قرآن شریف کی دیگر آیات سے ثابت ہے کہ وہ صاحب وحی شخص مسیح موعود اور مہدی معہود ہے جس کی وحی پر یقین لانا ویسا ہی ضروری ہے جیسا دوسری وحیوں پر۔ بالآخرۃ ھم یوقنون میں مسلمانوں کو یہ تعلیم ہے کہ جب وہ موعود آئے تو اس کو قبول کریں۔مگر جیسی کہ سنت اللہ ہے کہ لوگ فوراً کسی صداقت کو قبول نہیں کرتے جب وہ شخص آیا تو بہتوں نے اس کی مخالفت کی مگر رفتہ رفتہ اس کا سلسلہ بالکل اسی طرح جس طرح مسیح ناصری کا سلسلہ پھیلا تھا تمام دنیا میں پھیل رہا ہے اس کا نام جیسے کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ (قادیانی پارہ اول مترجم حاشیہ برآیت بالآخرۃ ھم یوقنون)

ان دونوں مترجموں (بہائی اور قادیانی) نے اپنی مخصوص اغراض کے ماتحت الآخرۃ سے مراد آخری وحی لی ہے مگر فرق اتنا ہے کہ مرزائی مترجم نے یہ خیال نہیں کیا کہ الآخرۃ کو میں وحی کی صفت بتاتا ہوں حالانکہ عربی میں الآخرۃ صفت مونث کا صیغہ ہے اور موصوف اس کا وحی ہے جو صیغہ مذکر ہے۔ ہاں بہائی مضمون نگار نے اس اعتراض کے رفع کرنے کو اس کا موصوف النزلۃ نکالا ہے۔

درحقیقت یہ دونوں صاحب قرآنی اصطلاح سے دور جا پڑے ہیں۔قرآن مجید میں الآخرۃ کا لفظ اصطلاحی طور پر دوسری دنیا یعنی یوم حشر کے لئے آتا ہے اس جگہ ہم بطور شہادت قرآن مجید سے دو تین آیات پیش کرتے ہیں سنیئے ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ ر بنا آ تنا فی الد نیا حسنة و فی ا لآ خرة حسنة و قنا عذاب النار ۔(پ۲ع۹)

۲۔انّ الذ ین یؤذو ن الله و رسو له لعنهم الله فی الد نیا و الآخر ة و اعدّ لهم عذا باً عذا باً مهیناً ۔(پ۲۲۔ع۴)۔

وغیرہ ذلک من الآیات الکثیر ة

ناظرین !ان آیات میں آ خرة سے مراد یقیناً دارالجزاء ہے کیونکہ دوسری آیت میں اس کا موصوف السا عة آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے ان السا عة آ تیة ۔(پ۱۶۔ع۱۰)۔ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے

بہائی نامہ نگار کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی مترجم نے جوترجمہ کیا ہے اس کے اصل موجد بہائی لوگ ہیں اور قادیانی اصحاب ان کے متبع ہیں ۔

میرے پہلو سے گیا پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۱۵صفر۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر۱۱ص ۵۔۶)

☆☆☆☆☆

نکات مرزا

بسم الله الر حمن الر حیم

نحمده و نصلی علی رسو له الکر یم و علی آ له و ا صحا به ا جمعین

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ناظرین کومعلوم ہوگا کہ پنجابی نبی مرزاغلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے ذمہ بے حساب عہدے لے رکھے تھے مجدد مہدی مسیح کرشن وغیرہ ان سب کے ثبوت میں ان کے پاس دوقسم کے دلائل تھے۔

ایک لفظی دوسرے روحانی۔

لفظی دلائل آیات واحادیث سے تھے جن کی حقیقت معلوم ہے۔

روحانی دلائل دو قسموں پر تھے۔

اول: الہامات ربانی متضمن پیش گوئیاں۔ دوم: قرآنی معارف اور نکات

جس طرح کہ مرزا صاحب پر بحیثیت مدعی ان تینوں قسم کے دلائل بیان کرنا فرض تھا اسی طرح ان کے منکروں کا بھی فرض تھا کہ وہ تینوں قسم کے دلائل سنیں اور غور کر کے صحیح ہونے کی صورت میں قبول کریں یا غلط ہونے کی صورت میں رد کریں۔ چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا۔ مرزا قادیانی کے دلائل قرآنیہ اور حدیثیہ کے جواب میں بھی ہماری تحریرات شائع ہوئی ہیں اور الہامات کے متعلق بھی کئی ایک رسائل مطبوع ہیں آج ہم تیسری قسم، نکات قرآنیہ مرزائیہ، ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہوئی؟ مارچ ۱۹۲۵ء میں حسب معمول قادیان میں اسلامیہ جلسہ ہوا جس میں علماء دیوبند مولوی سید مرتضی حسن وغیرہ شریک تھے۔ مولوی صاحب نے اثناء تقریر میں مرزا قادیانی کے معارف قرآنیہ پر بھی چھینٹا ڈالا۔ بالفاظ دیگر مرزا قادیانی کے معارف قرآنیہ سے انکار کیا۔ اس پر اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء میں خلیفہ صاحب قادیانی کی ایک تقریر شائع ہوئی جس کے دو حصے تھے:

ایک مرزا غلام احمد (پنجابی نبی) کے بیان کردہ معارف کا،

دوسرا خود خلیفہ قادیان (میاں محمود احمد) کا چیلنج۔

پہلے حصے کے متعلق ان کے الفاظ یہ ہیں؛

دیوبندیوں کا چیلنج منظور: اگر وہ (دیوبندی) لوگ اپنی اس بات پر مضبوط اور قائم ہیں اور اس کی صداقت کا معیار قرار دینے کے لئے تیار ہیں تو اس بات کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کی کتابوں میں سے وہ حقائق اور معارف پیش کروں جو ان مولوی صاحبان نے کبھی بیان نہیں کئے اور نہ پہلی کتابوں میں قرآن کریم سے اخذ کر کے بیان کئے ہیں۔ کہہ دینے کو تو انہوں نے کہہ دیا کہ مرزا صاحب نے کوئی معارف بیان نہیں کئے، اور جو کئے ہیں وہ سرقہ ہیں، پچھلی کتابوں میں موجود ہیں لیکن اگر اس بات پر قائم رہیں اور اس کو سچائی کا معیار سمجھیں تو اس کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ حضرت مسیح

موعود کی کتب سے ایسے قرآنی حقائق اور معارف پیش کروں جو ان مولوی صاحبان نے کبھی بیان نہیں کئے اور نہ حضرت مسیح موعود (مرزا) سے پہلے کسی نے لکھے ہیں۔

مگر دیوبندی مولوی صاحبان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن کریم میں وہ معارف ہیں جو پہلی کتب میں نہیں ہیں۔

پس حضرت مرزا صاحب کے دعوی کے پرکھنے سے پہلے ہمیں جدت و کثرت کا معیار قائم کر لینا چاہیے اور اس کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ غیر احمدی علماء مل کر قرآن کے وہ معارف بیان کریں جو پہلی کسی کتاب میں نہیں ملتے اور جن کے بغیر روحانی تکمیل ناممکن تھی۔

پھر میں ان کے مقابلہ پر کم سے کم دوگنے معارف قرآنیہ بیان کروں گا جو حضرت مسیح موعود (مرزا) نے لکھے ہیں اور ان مولویوں کو تو کیا سوجھنے تھے پہلے مفسرین و مصنفین نے بھی نہیں لکھے۔

اگر میں کم سے کم دوگنے ایسے معارف نہ لکھ سکوں، تو بیشک مولوی صاحبان معارف قرآنیہ کی ایک کتاب ایک سال تک لکھ کر شائع کریں اور اس کے بعد میں اس پر جرح کروں گا جس کے لئے مجھے چھ ماہ کی مدت ملے گی۔ اس مدت میں جس قدر باتیں ان کی میرے نزدیک پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں ان کو پیش کروں گا۔ اگر ثالث فیصلہ دیں کہ وہ باتیں پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں تو اس حصہ کو کاٹ کر صرف وہ حصہ ان کی کتاب کا تسلیم کیا جائے گا جس میں ایسے معارف قرآنیہ ہوں جو پہلی کتب میں نہیں پائے جاتے۔ اس کے بعد چھ ماہ کے عرصہ میں ایسے معارف قرآنیہ مسیح موعود کی کتب سے یا آپ کے مقرر کردہ اصول کی بنا پر لکھوں گا جو پہلے کسی اسلامی مصنف نے نہیں لکھے اور مولوی صاحبان کو چھ ماہ کی مدت دی جائے گی کہ وہ اس پر جرح کر لیں اور جس قدر حصہ ان کی جرح کا منصف تسلیم کر لیں اس کو کاٹ کر باقی کتاب کا مقابلہ ان کی کتاب سے کیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ آیا میرے بیان کردہ معارف قرآنیہ جو حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے

لئے گئے ہوں گے اور جو پہلی کسی کتاب میں موجود نہ ہوں ، ان علماء کے ان معارف قرآنیہ سے کم از کم دو گنے ہیں یا نہیں؟ جوانہوں نے قرآن کریم سے ماخوذ کئے ہوں ، اور وہ پہلی کسی کتاب میں موجود نہ ہوں ۔ اگر میں ایسے دگنے معارف دکھانے سے قاصر رہوں تو مولوی صاحبان جو چاہیں کہیں لیکن اگر مولوی صاحبان اس مقابلہ سے گریز کریں یا شکست کھائیں تو دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ من جانب اللہ تھا ۔ (الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے معارف کا فیصلہ کم از کم تین سال کے بعد ہو سکے گا۔ چونکہ یہ ایک طویل عمل تھا اسلئے کسی نے اس طرف توجہ نہ کی۔ البتہ خلیفہ قادیان کی تقریر کا دوسرا حصہ قابل التفات ہوسکتا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

اگر مولوی صاحبان (دیوبندی) اس طریق فیصلہ کو ناپسند کریں اور اس سے گریز کریں تو دوسرا طریق یہ ہے کہ میں حضرت مسیح موعود کا ادنیٰ خادم ہوں، میرے مقابلہ پر مولوی صاحبان آئیں اور قرآن کریم کے تین رکوع کسی جگہ سے قرعہ ڈال کر انتخاب کرلیں اور وہ تین دن تک اس ٹکڑے کی ایسی تفسیر لکھیں جس میں چند ایسے نکات ضرور ہوں جو پہلی کتب میں موجود نہ ہوں اور میں بھی اسی ٹکڑے کی اس عرصہ میں تفسیر لکھوں گا اور حضرت مسیح موعود کی تعلیم کی روشنی میں اس کی تشریح بیان کروں گا اور کم سے کم چند ایسے معارف بیان کروں گا جو اس سے پہلے کسی مفسر یا مصنف نے نہ لکھے ہوں گے اور پھر دنیا خود دیکھ لے گی کہ حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم کی کیا خدمت کی ہے ۔ اور مولوی صاحبان کو قرآن کریم اور اس کے نازل کرنے والے سے کیا تعلق اور کیا رشتہ ہے ۔ (الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء)

اس چیلنج کے جواب میں میں نے صاف لفظوں میں قبولیت لکھی (یعنی اس چیلنج کو قبول کیا) جو یہ ہے

ہم اس چیلنج کی منظوری دیتے ہیں:

بلا تکلف ہم کو یہ صورت منظور ہے۔ پس آپ اسی میدان میں تشریف لے

آئیں جس میں مرزا قادیانی نے امرتسر میں مباہلہ کیا تھا۔ میں آپ کی طرف سے تقرر تاریخ اور جواب باصواب کا منتظر ہوں۔ پس سنئے

ہم وہ نہیں کہ دور سے دعوی کیا کریں۔ہم وہ نہیں کہ دون کی بیٹھے لیا کریں

اپنا تو یہ ہے قول آئے ہیں آیئے۔دعوی اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

میں ہوں مرزا صاحب قادیانی نبی کا پرانا باوفا۔ثناء اللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔اگست ۱۹۲۵ء)

اس صاف منظوری کے جواب میں الفضل ۲۷۔اکتوبر ۱۹۲۵ء میں لکھا گیا:

ہمارا چیلنج علماء دیو بند کو ہے۔تم (ثناء اللہ) ان سے وکالت نامہ حاصل کرو۔ پھر مقابلہ پر آؤ۔

اس کے جواب میں، میں نے اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء میں لکھا کہ مجھے دیو بندیوں سے وکالت نامہ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔آپ (خلیفہ قادیان) امرتسر میں نہیں آتے، تو سنئے:

آپ بتراضی فریقین کوئی تاریخ مقرر کر کے بٹالہ کی جامع مسجد میں آجائیں جہاں آٹھ بجے صبح سے بارہ بجے تک مجلس ہوگی۔جس میں، میں (ثناء اللہ) اور آپ (خلیفہ قادیان) تفسیر القرآن لکھیں گے، اس طرح کہ مجھ سے اور آپ سے قریب دس دس گز تک کوئی آدمی نہ بیٹھے گا۔ ہمارے ہاتھ میں صرف سادہ بے ترجمہ قرآن اور سادہ کاغذ اور آزاد قلم (انڈی پنڈنٹ) ہوگا۔

(اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۳۔نومبر ۱۹۲۵ء)

اتنی واضح اور صاف قبولیت (چیلنج) پر بھی خلیفہ صاحب معارف نمائی کو نہ نکلے بلکہ اخبار الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء میں حیلے بہانے بناتے رہے۔لہذا ضرورت ہوئی مرزا غلام احمد قادیانی کے نکات اور معارف قرآنیہ کا نمونہ پبلک کو دکھایا جائے تا کہ اپنے پرائے کو پورا یقین حاصل ہو جائے کہ واقعی مرزا قادیانی قرآن اور شریعت کے نکات جدیدہ کیسے بیان کرتے تھے۔

تعرف الاشیاء باضدادھا ۔یہ ایک عربی کا مقبول مقولہ ہے۔اس کا مطلب بہت صحیح ہے کہ چیزوں کی پرکھ ان کے مقابلہ سے ہوا کرتی ہے، اس لئے مرزا صاحب

قادیانی کے مدمقابل مولوی عبداللہ چکڑالوی بانی فرقہ چکڑالویہ (اہل قرآن) کے چند معارف جدیدہ بھی ہم بتا دیں گے، جو واقعی اس قابل ہوں گے کہ پہلی کسی کتاب میں نہ ملیں گے، تاکہ مرزا صاحب کو مخاطب کر کے ہمیں یہ کہنے کا موقع حاصل ہو

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرہ دیکھ بھال کے

یوں تو مرزا غلام احمد قادیانی کی کل تصنیفات نکات سے پر ہیں مگر ہم بطور نمونہ دس نکات نذر ناظرین کریں گے تاکہ ناظرین کو نکات مرزا کا نمونہ مل جائے اور وقت بھی کم خرچ ہو

مختصر بات ہو مضمون مطول ہوئے۔ دہن و زلف کا مذکور مسلسل ہوئے

نکتہ نمبر ۱

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک کتاب تفسیر سورہ فاتحہ کی لکھی ہے جس کا نام ہے اعجاز مسیح، یعنی (بزعم خود) مسیح موعود (مرزا صاحب) نے وہ تفسیر معجزے سے لکھی ہے۔ اس لئے اسی میں بہت سے نکات عجیبہ قابل دید وشنید ہوں گے لہذا ہم سب سے پہلے اسی سے شروع کرتے ہیں۔

موصوف نے اعوذ باللہ سے نکتہ سنجی شروع کی ہے فرماتے ہیں۔ شیطان رجیم، سے مراد دجال ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

فحاصل الکلام ان الذی یقال لہ الشیطان الرجیم ھو الدجال اللئیم۔ (اعجاز المسیح ص ۸۳۔ قادیانی خزائن جلد ۱۸ ص ۸۵)

یعنی جس کو شیطان رجیم کہتے ہیں وہ دجال لعین ہے۔

ناظرین! اس دجال سے مراد قادیانی مرزا جی کی اصطلاح میں عیسائیوں کے پادری لوگ ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں اس دجال کی بابت مفصل فرماتے ہیں

اب اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ جیسے مثیل مسیح کو مسیح ابن مریم کہا گیا اس امر کو نظر میں رکھ کر کہ اس نے مسیح ابن مریم کی روحانیت کو لیا اور مسیح کے وجود کو باطنی طور پر قائم کیا، ایسا ہی وہ دجال جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں فوت ہو

چکا ہے اس کی ظل اور مثال نے اسی آخری زمانہ میں اس کی جگہ لی اور گرجا سے نکل کر مشارق و مغارب میں پھیل گیا۔

(ازالہ اوہام۔ص ۴۸۵۔قادیانی خزائن ج ۳ ص ۳۶۰۔۳۶۱)

پادریوں کی دجالیت کی نظیر ہرگز ہم کو نہیں ملے گی انہوں نے ایک موہومی اور فرضی مسیح اپنی نظر کے سامنے رکھا ہوا ہے جو بقول ان کے زندہ ہے اور خدائی کا دعوی کر رہا ہے۔سو حضرت مسیح ابن مریم نے خدائی کا دعوی ہرگز نہیں کیا۔ یہ لوگ اس کی طرف سے وکیل بن کر خدائی کا دعوی کر رہے ہیں اور اس دعوی کے سرسبز کرنے کے لئے کیا کچھ انہوں نے تحریفیں نہیں کیں اور کیا کچھ تلبیس کے کام استعمال میں نہیں لائے۔اور مکہ مدینہ چھوڑ کر اور کون سی جگہ ہے جہاں یہ لوگ نہیں پہنچے کیا کوئی دھوکہ دینے کا کام یا گمراہ کرنے کا منصوبہ یا بہکانے کا کوئی طریقہ ایسا بھی ہے جو ان سے ظہور میں نہیں آیا؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ یہ لوگ اپنے دجالانہ منصوبوں کی وجہ سے ایک عالم پر دائرہ کی طرح محیط ہو گئے۔

(ازالہ اوہام۔ص ۴۸۹۔قادیانی خزائن ج ۳ ص ۳۶۲۔۳۶۳)

دیکھو کہ اکیس سال میں ان لوگوں نے اپنے پر تلبیس خیالات کے پھیلانے کے لئے سات کروڑ سے کچھ زیادہ کتابیں مفت تقسیم کی ہیں تا کہ کسی طرح لوگ اسلام سے دست بردار ہو جائیں اور حضرت مسیح کو خدا مان لیا جائے اللہ اکبر! اگر اب بھی ہماری قوم کی نظر میں یہ لوگ اول درجہ کے دجال نہیں اور ان کے الزام کے لئے ایک سچے مسیح کی ضرورت نہیں تو پھر اس قوم کا کیا حال ہوگا۔(ازالہ اوہام ص ۴۹۳۔قادیانی خزائن ج ۳ ص ۳۶۵)۔

لہذا اس بات پر قطع اور یقین کرنا چاہیے کہ وہ مسیح دجال جو گرجا سے نکلنے والا ہے یہی لوگ ہیں جن کے سحر کے مقابل پر معجزہ کی ضرورت تھی اور اگر انکار ہے تو پھر زمانہ گزشتہ کے دجالین میں سے ان کی نظیر پیش کرو۔

(ازالہ اوہام۔ ص ۴۹۵۔قادیانی خزائن ج ۳ ص ۳۶۶)

اسی دجال کے قتل کرنے کو مسیح موعود (مرزا قادیانی خود بدولت) تشریف لائے۔

چنانچہ فرماتے ہیں (عربی اور فارسی دونوں مرزا قادیانی کی ہیں)

و لا یقتل الد جال ا لا بالحر بة السماو یة، ای بفضل من الله لا بالطا قة البشریة فلا حر ب و لا ضر ب و لکن امر نازل من الحضرة ا لا حد یة ، و کا ن هذا الد جال یبعث بعض ذرا ریه فی کل مأة من مئتین لیضل المو منین و المو حد ین و الصالحین و القا ئمین علی الحق و الطا لبین و یهدّ مبا نی الدین و یجعل صحف الله عضین۔ و کا ن وعد من الله یقتل فی آ خر الز ما ن و یغلب الصلاح علی الطلا ح و الطغیا ن و تد ل ا لار ض و یتو ب اکثر الناس الی الر حمن و تشرق الارض بنور ر بها و تخر ج القلو ب من ظلما ت الشیطان فهذا هو مو ت البا طل و موت الد جال و قتل هذا الشعبا ن ۔ ام یقولو ن انه ر جل یقتل فی وقت من ا لاوقا ت کلا بل هو شیطا ن ر جیم ابو السئیا ت یر جم فی آ خر الز ما ن با زا لة الجهلا ت و استیصال الخز عبیلات وعد حق من الله الر حیم ۔ کما اشیر فی قو له الشیطا ن الر جیم فقد تمت کلمة ر بنا صدقا و عد لا فی هذه ا لا یا م و نظر الله الی ا لا سلا م بعد ما عنت به البلا یا و ا آ لا م فا نز ل مسیحه لقتل الخناس و قطع هذا الخصا م و ما سمّی الشیطا ن ر جیما ا لا علی طر یق انباء الغیب فا ن الر جم هو القتل من غیر الر یب و لما کا ن القدر قد جری فی قتل هذا الد جال عند نزو ل المسیح الله ذی الجلا ل ا خبر الله من قبل هذه الواقعة تسلیة و تبشیر القو م یخا فو ن ایام الضلا ل

دو دجال کسے نتوا ند کشت مگر بحر بہ سماوی اے بفضل الٰہی غلبہ بروخواہد شد نہ بطاقت بشری پس نہ جنگ خواہد شد نہ زد و کوب ۔ مگر امرے است از خدا تعالی و بود ایں دجال کہ بعض ذریات خود را در ہر صدی مامور مے کرد ۔ تا

مومنان وموحداں وصالحاں واہل حق وطالبان حق را گمراہ کند۔ وتا کہ بنیاد ہائے دین رابشکند۔ وکتاب اللہ را پارہ پارہ کند۔ وعدہء خدا تعالیٰ ایں بود کہ دجال درآخر زمانہ قتل کردہ خواہد شد۔ ونیکی برفساد وگمراہی غالب خواہد گردید۔ وزمین دیگر خواہد شد۔ ومردم سوئے خدا رجوع خواہند کرد۔ وزمین بنور پروردگار خود روشن کردہ خواہد شد۔ ودل ہا از تاریکی با بروں خواہند آمد۔ پس ہمیں است موت باطل۔ وموت دجال وقتل ایں اژدہائے بزرگ۔ آیا مردم ایں مے گویند کہ دجال است کہ در وقتے از اوقات قتل کردہ خواہد شد۔ ہرگز نیست بل او شیطان کشتنی است پدر بد یہا کہ درآخر زمان بدور کردن امور باطلہ گشتہ خواہد شد وعدحق است از خدا تعالیٰ چنانچہ درکلمہ شیطان رجیم سوئے او اشارہ شد۔ پس کلمہ رب ما از روئے راستی وعدل دریں رفوز بظہور رسید۔ ونظر کرد سوئے اسلام۔ بعدزانکہ نازل شد برو بلایا ودردہا۔ پس مسیح خود را برائے قتل ابلیس نازل کرد۔ تا قطع خصومت کند۔ ونام شیطان از بہر ہمیں رجیم داشتہ شد کہ وعدہ قتل او بود چرا کہ معنی رجم قتل است بے شک وشبہ وچونکہ تقدیر چنیں رفتہ بود کہ دجال درت زمانہ مسیح قتل خواہد شد (بیاض) خبر داد خدا تعالیٰ ازیں واقعہ برائے بشارت قومے کہ از روز ہائے ضلالت مے ترسند۔ (اعجاز المسیح ص۸۴۔۸۷ قادیانی خزائن ج۱۸ص ۸۶۔۸۹)

اس عبارت کا اردو میں خلاصہ یہ ہے کہ دجال موعود جس کا نام شیطان رجیم ہے اس سے مراد پادریوں کا گروہ ہے۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) آسمانی حربہ اور دلائل قویہ سے اس کو قتل کرڈالے گا خدا کی تقدیر میں یوں ہی لکھا تھا کہ اس دجال کا قتل مسیح موعود کے نازل ہونے سے ہوگا۔ وغیرہ۔

مگر افسوس کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) تشریف لائے اور چلے بھی گئے مگر دجال ہنوز اپنے کام میں مشغول بلکہ پہلے سے زیادہ مستعد ہے۔

نکتہ نمبر ۲

و الیہ اشار فی قولہ تعالیٰ و لہ الحمد فی الا ولی و الآ خرة

فا و می فیه الی ا حمد ین۔ و جعلهما من نعما ئه الکا ثرۃ۔
فا لا ول منهما ا حمد ن المصطفی و رسو لنا المجتبی ۔
و ا لثا نی ا حمد آ خر الز ما ن الذی سمی مسیحا و مهد یا من الله المنا ن
و قد استنبت هذه النکتة من قو له الحمد لله رب العا لمین فلیتد بر من کا ن من المتد بر ین ۔
وسوئے این اشارہ کردہ است درقول او تعالی کہ او احمد است در اول و آخر پس اشارت کردسوئے دو احمد ۔ وگردانید آں ہر دو را از جملہ نعمت ہائے ۔ پس اول از وشان احمد مصطفیٰ و نبی ما برگزیدہ است و دوم احمد آخر الزمان است آنکہ نام او مسیح و مہدی است از خدائے منان ومستنبط مے شود ایں نکتہ از قول او الحمد لله رب العا لمین پس باید کہ تدبر کند ہر چہ تدبر کنندہ باشد۔ (اعجاز المسیح ص ۱۳۴، ۱۳۵۔ قادیانی خزائن۔ ج ۱۸ ص ۱۳۸، ۱۳۹)

مطلب اس عبارت کا بھی یہ ہے کہ الحمد لله کے علاوہ له الحمد فی الاو لی و ا لآ خرة بھی قرآن مجید میں آیا ہے اس میں پہلی حمد سے مراد حضرت احمد مصطفیٰ ﷺ ہیں دوسری حمد سے مراد غلام احمد (جو بعد میں صرف احمد رہ گیا تھا) کی طرف اشارہ ہے اور یہ نکتہ مرزا قادیانی نے الحمد لله سے استنباط کیا ہے۔ سچ ہے

غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو۔رسول حق باستحکام مرزا

علمائے کرام کی کیا مجال ہے جو یہ نکتہ کسی سابق تفسیر میں دکھا سکیں۔

نکتہ نمبر ۳

مرزا غلام احمد اسی کتاب اعجاز المسیح میں ما لك یو م الدین کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

و سمّی زما ن المسیح المو عود یو م الدین لا نه زما ن یحی فیه الدین و یحشر الناس لیقبلوا بالیقین ۔
و نام زمانہ مسیح یوم الدین نہادہ شد چرا کہ او زمانے است کہ در و دین زندہ خواہد شد۔ (اعجاز المسیح ص ۱۴۳۔ قادیانی خزائن ج ۱۸ ص ۱۴۷)

مطلب اس کا بھی صرف اپنی مسیحیت کا استنباط ہے یعنی مسیح موعود (قادیانی) کے زمانے کا نام یوم الدین ہے کیونکہ اس زمانہ میں دین اسلام زندہ ہو جائے گا۔

ناظرین! مسیح موعود (مرزا قادیانی) آئے اور تشریف لے گئے مگر دین اسلام کی حالت جو ہے وہ کسی سے مخفی نہیں کہ نہ اس کی ظاہری شان وشوکت رہی نہ عمل رہا۔ ظاہری شوکت کا اندازہ تو خود اسی سے ہوسکتا ہے کہ (مرزا قادیانی) سے پہلے جتنے ممالک پر اسلامی حکومت تھی وہ آج نہیں۔ بصرہ سے لے کر خدا کی مقدس سرزمین بیت المقدس تک ہزاروں میل، طرابلس، عرب کا بہت سا حصہ، افریقہ کا سارا اسلامی حصہ اسلامی جھنڈے سے باہر ہوگیا۔ عملی حالت کسی سے مخفی نہیں ہندوستان کی مجموعی اسلامی آبادی میں فی ہزار بھی ایک نہ ہوگا جو دین کی باتیں جانتا اور پابندی کرتا ہو۔ ہمارا بیان تو مخالفانہ کہا جائے گا، اس لئے ہم قادیانی اخبار فاروق... ۱۹۲۵ء صفحہ اول کا بیان درج کرتے ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی کے اس دعوی کی کافی تردید ہے۔

یا الٰہی رحم کر اب حال پر اسلام کے
رہ گئے مومن زمانہ میں فقط اک نام کے
تارکِ صوم و صلوۃ و پردہ و قرآن ہیں
ناخلف کیسے ہوئے اس دور میں اسلام کے
حامیان دین نے مسلم کو کافر کر دیا
کافرستان بن گئے جو ملک تھے اسلام کے
ہیں مسلمان نام کے لیکن یہودی کام کے
آشنائے کفر ہیں نا آشنا اسلام کے
مصطفیٰ کامل سا لیڈر جب ملے احرار کو
مل کے باہم کیوں نہ ناچیں مرد وزن اسلام کے
تو ہوا ہم سے خفا جب ہم ہوئے تجھ سے جدا
ہے یہی اس کی جزا دن آ گئے آلام کے
یا الٰہی! پھر وہی باد بہاری چل پڑے
جس سے ہوں پھر سے ہرے سوکھے شجر اسلام کے

نکتہ نمبر ۴

مرزا قادیانی ایاك نعبد و ایاك نستعین سے نکتہ سنجی فرماتے ہیں:

ثم حث الناس علی العبادة بقوله ایاك نعبد و ایاك نستعین ففی هذه اشارة الی ان العابد فی الحقیقة هوالذی یحمده حق الحمد ۔ فحاصل هذا الدعاء و المسئلة ان یجعل الله احمد کل من تصدی للعبادة ۔ و علی هذا کان من الواجبات ان یکون احمد فی آخر هذه الامة علی قدم احمد الاول الذی هو سید الکائنات لیفهم ان الدعا استجب من حضرة مستجیب الدعوات

باز ترغیب داد مردم را بر عبادت بقول او ایاك نعبد و ایاك نستعین پس دریں اشارہ است کہ عابد در حقیقت ہماں شخص است کہ تعریف خدا تعالی کند چنانکہ حق است ۔ پس حاصل ایں دعا و درخواست ایں است کہ خدا عبادت کنندہ را احمد بگرداند ۔ و بناء علیہ واجب بود کہ در آخر امت احمدے پیدا شود بر قدم آں احمد کہ او سید کائنات است تا فہمیدہ شود کہ ایں دعا کہ در سورۃ فاتحہ کردہ شد در حضرت احدیت قبول شدہ است

(اعجاز المسیح ص ۱۶۳۔۱۶۴۔قادیانی خزائن ج ۱۸ص ۱۶۷۔۱۶۸)

خلاصہ اس کا بھی اتنا ہے کہ جو کوئی عبادت دل لگا کر کرتا ہے خدا اس کو احمد بنا دیتا ہے، اس لئے ضروری تھا کہ پہلے احمد (ﷺ) کے طریق پر آخری زمانہ میں بھی احمد یعنی غلام احمد پیدا ہوتا، تا کہ معلوم ہو کہ دعا قبول ہوگئی۔

لطیفہ: دعا تو مانگیں حضرت صدیق اکبرؓ سے لے کر علماء دیو بند تک ساری امت، اور احمد بنیں اکیلے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۔ باقی دعا گو کیوں محروم رہیں؟ آہ! کیا سچ ہے

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

نکتہ نمبر ۵

قرآن مجید میں ارشاد ہے: لقد نصر کم الله ببدر و انتم ا ذلة
خدا نے تم مسلمانوں کی بدر میں مدد کی جب تم بہت کمزور تھے
یہ آیت مبارکہ صاف بتا رہی ہے کہ جنگ بدر کے متعلق ہے۔ مسلمان اس جنگ میں کل ۳۱۳ نفر تھے جن کے پاس اسلحہ جنگ بھی نا کافی تھا۔ کفار کی بکثرت مسلح فوج تھی۔ اس وقت خدا تعالی نے مسلمانوں کو فتح دی۔
مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اس آیت سے نکتہ لطیفہ نکالتے ہیں

وقد اشار اليه القر آ ن فی قو له لقد نصر کم الله ببدر و انتم ا ذله۔ و ان القر آن ذو الو جو ہ کما لا یخفی علی العلماء الاجلة فا لمعنی الثا نی لهذه ا لآ یة فی هذا المقا م ان الله ینصر المو منین بظهور المسیح اللی مئین تشا به عد تها ایا م البدر التام و المو منو ن ا ذلة فی تلك الایام فا نظر الی هذه الآیة کیف تشیر الی ضعف ا لاسلا م ثم تشیر الی کو ن هلا له بدرا فی ا جل مسمی من الله العلام کما هو مفهو م من لفظ البدر فا لحمد لله علی هذا ا لافضال و ا لا نعا م

واشارت کرد قرآن سوئے ایں معنی در قول او کہ خدا مدد شمار کرد در بدر و شما ذلیل بودید۔ وقرآن ذوالوجوہ است چنانچہ بر علماء بزرگ پوشیدہ نیست پس معنی ثانی ایں آیت دریں مقام کہ خدا مدد مومناں بظہور مسیح تا آں صدی ہا خواہد کرکہ شمار آں بدر تام را مشابہت دارد و مومناں دراں زمانہ ذلیل خواہند بود پس بنگر سوئے ایں آیت چگونہ اشارت مے کند سوئے ضعف اسلام باز اشارت مے کند سوئے اینکہ آں ہلال درآخر بدر خواہد شد و باز اشارت میکند سوئے وقت ظہور مہدی۔ چنانچہ از لفظ بدر مفہوم مے شود پس حمد خدارا بریں فضل ونعمت دادن۔

(اعجاز المسیح ص ۱۸۳-۱۸۴۔ قادیانی خزائن ج ۱۸ ص ۱۸۷-۱۸۸)

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ بدر کے چودہ سو عدد ہیں چودھویں صدی میں خدا مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد کرے گا چنانچہ میرے (مرزا کے) آنے سے اسلام کا ہلال بدر ہو گیا۔

اگر کسی کو اسلام کی ترقی معلوم نہ ہو تو وہ قادیان جا کر دیکھ لے۔ کیوں؟

بیا در بزم رنداں تا بہ بینی عالم دیگر
بہشت دیگر و ابلیس دیگر آدم دیگر

نکتہ نمبر ۶

سورہ فاتحہ کی تفسیر کے خاتمہ پر مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں؛

و حا صل ما قلنا فی ھذا البا ب ان الفاتحۃ تبشر بکو ن المسیح من ھذہِ الا مۃ فضلا من ر ب ا لا ر با ب

ودریں باب ہر چہ گفتیم حاصل آں ایں است کہ سورہ فاتحہ بشارت مے دہد بہ مسیح از ہمیں است (اعجاز المسیح ص۱۸۴۔ قادیانی خزائن ۱۸ ص ۱۸۸)

حضرات ناظرین! گزشتہ مفسرین کرام میں امام مسلم اور امام رازی بڑے نکتہ سنج ہوئے ہیں امام ممدوح نے سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھی ہے جو مطبوعہ مصر (صفحات ۱۵۸) پر ختم ہے۔ امام مسلم وہ نکتہ سنج ہیں کہ امام رازی مرحوم جیسے حکیم امت ان کے حق میں فرماتے ہیں:

ھو حسن الکلا م فی التفسیر کثیر الغوص علی ا للطا ئف و الد قا ئق (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۶۶ زیر آیت الا تکلم الناس)

مگر ہمارے پنجابی نبی اور مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی نکتہ سنجی کو وہ نہیں پہنچ سکے کیا علماء دیوبند ایسے نکتے کسی سابقہ تفسیر میں دکھا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے منہ سے بھی مجبوراً یہ نکل جاتا ہے:

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری دل فریبی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے دل ربا پہلے

لطیفہ: عرصہ ہوا مولوی ڈپٹی نذیر احمد مترجم قرآن دہلوی انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ میں اثناء تقریر میں یہ فرمایا کہ ہر فرقہ قرآن ہی سے دلیل لیتا ہے۔ ذرہ مرزا

صاحب قادیانی کوتو پوچھئے، وہ کہیں گے کہ آدھا قرآن میرے ہی حق میں اترا ہے۔
اس وقت تو ہم سامعین نے ڈپٹی صاحب موصوف کے اس مقولہ کو بذلہ سنجی پر محمول کیا، مگر بعد کے واقعات اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات نے اس کو صحیح ثابت کر دیا بلکہ مرزا صاحب قادیانی نے آدھے قرآن ہی پر قبضہ نہیں رکھا، وہ تو یہاں تک ترقی کر گئے، فرماتے ہیں؛ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔(حقیقۃ الوحی ص ۸۴۔قادیانی خزائن ج ۲۲ص ۸۷)

نکتہ نمبر ۷

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اذا الشمس کو ر ت ۔ واذاالنجو م انکد رت ۔واذاالجبال سیرت۔ و اذا العشار عطلت ۔ و اذا الو حوش حشرت۔ واذا البحار سجر ت ۔ و اذا النفوس زو جت۔ و اذا المو ء و دة سئلت ، بای ذنب قتلت ۔ و اذا الصحف نشر ت۔ واذا السماء کشطت ۔ و اذا الجحیم سعرت ۔ و اذا الجنة ازلفت۔ علمت نفس ما قدمت و ا حضرت (التکویر ۱۔۱٤)

اس سورہ میں خدا تعالی نے قیامت سے پہلے کے چندواقعات بتا کر ارشاد فرمایا کہ جب یہ واقعات ہو جائیں گے تو اس وقت ہر نفس کو اپنے کئے اعمال معلوم ہو جائیں گے۔ چنانچہ ان آیتوں کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

جب کہ سورج کی روشنی لپیٹ دی جائے گی اور جب کہ تاروں کی روشنی جاتی رہے گی اور جب کہ پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب کہ گابھن اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی اور جب کہ جانور جمع کئے جائیں گے اور جبکہ دریاؤں میں آگ لگائی جائے گی اور جب کہ (نیک و بد) نفسوں کے جوڑے ملائے جائیں گے اور جب کی زندہ دفن کی ہوئی (لڑکی) سے سوال کیا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں ماری گئی اور جب کہ نامہ اعمال پھیلائے جائیں گے اور جب کہ آسمان (اپنے مقام سے) کھینچ لیا جائے گا اور جب کی دوزخ کی آگ

بھڑ کائی جائے گی اور جب کہ جنت قریب کر دی جائے گی تو ہر نفس جان لے گا کہ وہ (کیا) کیا لے کر آیا ہے۔

ان آیات کا ترجمہ ہی صاف بتا رہا ہے کہ مقصود ان سے یہ بتانا ہے کہ جب یہ واقعات ظاہر ہوں گے اس روز یوم الجزاء (روز قیامت) ہو گا ان آیات میں لفظ اذا العشار عطلت ہے اس کی تفسیر میں مرزا غلام احمد قادیانی نکتہ سنجی فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

اور یاد رہے کہ اسی زمانہ کی نسبت مسیح موعود کے ضمن بیان میں آنحضرت ﷺ نے یہ بھی خبر دی جو صحیح مسلم میں درج ہے اور فرمایا

و لیترکن القلاص فلا یسعی علیها

یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹنی کی سواری موقوف ہو جائے گی۔ پس کوئی ان پر سوار ہو کر ان کو نہیں دوڑائے گا اور یہ ریل کی طرف اشارہ تھا کہ اس کے نکلنے سے اونٹوں کے دوڑانے کی حاجت نہیں رہے گی اور اونٹ کو اس لئے ذکر کیا کہ عرب کی سواریوں میں سے بڑی سواری اونٹ ہی ہے جس پر وہ اپنے مختصر گھر کا تمام اسباب رکھ کر پھر سوار بھی ہو سکتے ہیں اور بڑے کے ذکر میں چھوٹا خود ضمناً آ جاتا ہے۔ پس حاصل مطلب یہ تھا کہ اس زمانہ میں ایسی سواری نکلے گی کہ اونٹ پر بھی غالب آ جائے گی جیسا کہ دیکھتے ہو کہ ریل کے نکلنے سے قریباً وہ تمام کام جو اونٹ کرتے تھے اب ریلیں کر رہ ہیں پس اس سے زیادہ تر صاف اور منکشف اور کیا پیش گوئی ہو گی چنانچہ اس زمانہ کی قرآن شریف نے بھی خبر دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے

و اذا العشار عطلت

یعنی آخری زمانہ وہ ہے کہ جب اونٹنی بے کار ہو جائے گی۔

یہ بھی صریح ریل کی طرف اشارہ ہے اور وہ حدیث اور یہ آیت ایک ہی خبر دے رہی ہیں اور چونکہ حدیث میں صریح مسیح موعود کے بارے میں یہ بیان ہے اس سے یقیناً یہ استدلال کرنا چاہیے کہ یہ آیت بھی مسیح موعود کے زمانہ کا حال بتلا رہی ہے اور اجمالاً مسیح موعود کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

پھر لوگ باوجود ان آیات بینات کے جو آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں ان پیش گوئیوں کی نسبت شک کرتے ہیں ۔ اب منصفین سوچ لیں کہ ایسی پیش گوئیوں کی نسبت جن کی غیبی باتیں پوری ہوتی آنکھ سے دیکھی گئیں شک کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے ۔

(شہادۃ القرآن ۔ ص۱۲۔۱۳۔ قادیانی خزائن ج ۶ ص ۳۰۸ ۔ ۳۰۹)

ناظرین ! یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ اونٹوں کی جگہ ریل کا بن جانا خاص عرب میں مراد ہے اسی لئے جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے ملک عرب کا نام بھی لیا ہیے ۔ اس کی مزید توضیح دوسری کتاب میں موصوف نے فرما دی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

آسمان نے بھی میرے لئے گواہی دی اور زمین نے بھی مگر دنیا کے اکثر لوگوں نے مجھے قبول نہ کیا ۔ میں وہی ہوں جس کے وقت میں اونٹ بے کار ہو گئے اور پیش گوئی آیت کریمہ و اذا العشار عطلت پوری ہوئی اور پیش گوئی حدیث و لیترکن القلاص فلا یسعی علیھا نے اپنی پوری چمک دکھا دی ۔ یہاں تک کہ عرب اور عجم کے اڈیٹران اخبار اور جرائد والے بھی اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان جو ریل تیار ہو رہی ہے یہی اس پیش گوئی کا ظہور ہے جو قرآن وحدیث میں ان لفظوں میں کی گئی تھی جو مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے ۔ (اعجاز احمدی ۔ ص۲)

قادیانی دوستو ! مرزا قادیانی کی اس نکتہ سنجی کو اور کوئی مانے یا نہ مانے ہم تو اس کے قائل ہیں کہ یہ نکتہ خدا نے ان سے لکھوایا ہے ۔ کیوں ؟ تا کہ آپ لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کی مسیحیت موعودہ کو اس نکتہ سے جانچیں کہ مسیح موعود کی علامت یہ ہے کہ ملک عرب میں خاص کر حجاز میں ریل جاری ہو کر اونٹ بے کار ہو جائیں پس جب تک عرب اور حجاز میں اونٹ چلتے ہیں آپ لوگوں کا حق نہیں کہ مرزا قادیانی کو مسیح موعود سمجھیں ورنہ خود مرزا قادیانی کے ارشاد کے خلاف ہو گا ۔ کیا خوب

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

نکتہ نمبر ۸

قرآن شریف میں ایک بدترین قوم کا ذکر آیا ہے جن کا نام یاجوج ماجوج ہے۔ جن کے حق میں فرمایا

ان یأجو ن مأجو ج مفسدو ن فی الا ر ض (کہف:۹۴)

یعنی یاجوج ماجوج ملک میں فساد کرنے والے ہیں

مرزا غلام احمد قادیانی کی نکتہ سنج نگاہ میں یہ دونوں قومیں روس اور انگریز ہیں چنانچہ مرزا قادیانی کے الفاظ یہ ہیں:

فا ن یا جو ج وما جو ج هم النصاری من الروس و ا لاقوام البر یطا نیه ۔(یعنی یاجوج ماجوج عیسائی قومیں روس اور انگریز ہیں۔

(حمامۃ البشری حاشیہ ص ۲۸۔ قادیانی خزائن ج ۷ حاشیہ ص ۲۰۹۔۲۱۰)

چونکہ یہ نکتہ انگریزوں اور انگریزی حکومت کو بدترین قوم بناتا ہے اس لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی معمولی دوراندیش نگاہ سے اس کا انتظام یہ کیا کہ فوراً سے پیشتر انگریزی حکومت کی وفاداری کا اعلان فرمادیا۔ ملاحظہ ہو:

ایسا ہی یاجوج ماجوج کا حال بھی سمجھ لیں۔ یہ دونوں پرانی قومیں ہیں جو پہلے زمانوں میں دوسروں پر کھلے طور پر غالب نہیں ہوسکیں اور ان کی حالت میں ضعف رہا۔ لیکن خدا تعالی فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں قومیں خروج کریں گی۔ یعنی اپنی جلالی قوت کے ساتھ ظاہر ہوں گی جیسا کہ سورہ کہف میں فرماتا ہے و تر کنا بعضهم یو مئذ یموج فی بعض یعنی یہ دونوں قومیں دوسروں کو مغلوب کر کے پھر ایک دوسرے پر حملہ کریں گی اور جس کو خدا چاہے گا فتح دے گا۔

چونکہ ان دونوں قوموں سے مراد انگریز اور روس ہیں، اس لئے ہر ایک سعادت مند مسلمان کو دعا کرنی چاہیے کہ اس وقت (یعنی روسی انگریزی جنگ میں) انگریزوں کی فتح ہو کیونکہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۰۸۔۵۰۹)

یہی معنی ہیں:

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

نکتہ نمبر ۹

گذشتہ نکات تو قرآنی معارف اور نکات کا نمونہ ہیں، مناسب ہے کہ ایک نکتہ نکات حدیثیہ کا نمونہ بھی بتائیں تا کہ ناظرین مرزا غلام احمد قادیانی کو منکر حدیث نہ قرار دیں، بلکہ وہ قائل حدیث تھے اس لئے ان کی عارفانہ نگاہ نے حدیثی نکتہ آفرینی میں بھی کمی نہیں کی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث میں بے مثل نکتہ آفرینی کا ثبوت دیا۔

ترمذی میں مسیح موعود علیہ السلام کے نزول کی بابت حدیث یوں آئی ہے

فبینما ھو کذلك اذ ھبط عیسی بن مریم بشرقی دمشق عند المنارۃ البیضاء بین مھرودتین واضعاً یدہ علی اجنحہ ملکین۔(ترمذی باب ما جاء فی فتنۃ الدجال۔ص۷ج۲)

اس حدیث میں مسیح موعود کا شہر دمشق کے سفید منارہ کے قریب اترنے کا ذکر ہے۔اور مرزا قادیانی خود مسیح موعود بننے کئے مدعی تھی حالانکہ آپ قادیان میں اترے اور دمشق کو خواب میں بھی نہ دیکھا تھا،اس لئے اپنی معمولی نکتہ سنجی سے دمشق کے لفظ سے نکتہ استنباط کرتے ہیں۔چنانچہ فرماتے ہیں:

خدا تعالی نے مسیح کے اترنے کی جگہ جو دمشق کو بیان کیا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح سے مراد وہ اصلی مسیح نہیں ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی بلکہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اپنی روحانی حالت کی رو سے مسیح ہے۔اور نیز امام حسین سے بھی مشابہت رکھتا ہے۔کیونکہ دمشق پایہ تخت یزید ہو چکا ہے اور یزیدیوں کا منصوبہ گاہ۔جس سے ہزارہا طرح کے ظالمانہ احکام نافذ ہوئے وہ دمشق ہی ہے۔اور یزیدیوں کو ان یہودیوں سے بہت مشابہت ہے جو حضرت مسیح کے وقت میں تھی۔ایسا ہی حضرت امام حسین کو بھی اپنی مظلومانہ زندگی کی رو سے حضرت مسیح سے غایت

درجہ کی مماثلت ہے۔ پس مسیح کا دمشق میں اترنا صاف دلالت کرتا ہے کہ کوئی مثیل مسیح جو حسین سے بھی بوجہ مشابہت ان دونوں بزرگوں کی مماثلت رکھتا ہے (یہ مرزا قادیانی کی ابتدائی حالت ہے کہ ان دونوں بزرگوں سے مماثلت پر کفایت کی ہے چند روز بعد جو ترقی کی تھی تو فضیلت کے مدعی ہو گئے تھے چنانچہ فرماتے ہیں

اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے

اس امت کا مسیح موعود (مرزا) پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔

دافع البلاء ص۱۳۔ قادیانی خزائن جلد ۱۸ ص۲۳۳۔ ثناء اللہ امرتسری)

یزیدیوں کی تنبیہ اور ملزم کرنے کے لئے جو مثیل یہود میں اترے گا اور ظاہر ہے کہ یزیدی الطبع لوگ یہودیوں سے مشابہت رکھتے ہیں یہ نہیں کہ در اصل یہودی ہیں۔ اس لئے دمشق کا لفظ صاف طور پر بیان کر رہا ہے کہ مسیح جو اترنے والا ہے وہ بھی مثیل مسیح ہے اور حسینی الفطرت ہے یہ نکتہ ایک نہایت لطیف نکتہ ہے جس پر غور کرنے سے صاف طور پر کھل جاتا ہے کہ دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے چونکہ امام حسین کا مظلومانہ واقعہ خدا تعالیٰ کی نظر میں بہت عظمت اور وقعت رکھتا ہے اور یہ واقعہ حضرت مسیح کے واقعہ سے ایسا ہم رنگ ہے کہ عیسائیوں کو بھی اس میں کلام نہیں ہوگی اسلئے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ آنیوالے زمانہ کو بھی اسکی عظمت سے مسیحی مشابہت سے متنبہ کرے اس وجہ سے دمشق کا لفظ بطور استعارہ لیا گیا تاکہ پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے وہ زمانہ آجائے جس میں لخت جگر رسول اللہ ﷺ حضرت مسیح کی طرح کمال درجہ کے ظلم اور جور و جفا کی راہ سے دمشقی اشقیاء کے محاصرہ میں آکر قتل کئے گئے سو خدا تعالیٰ نے اس دمشق کو جس سے ایسے پر ظلم احکام نکلے تھے اور جس میں ایسے سنگ دل اور سیاہ درون لوگ پیدا ہو گئے تھے اس غرض سے نشانہ بنا کر لکھا کہ اب مثیل مسیح دمشق عدل اور ایمان پھیلانیکا ہیڈ کوارٹر ہوگا کیونکہ اکثر نبی ظالموں کی بستی میں ہی آتے رہے ہیں اور خدا تعالیٰ لعنت کی جگہوں کو برکت کے

مکانات بنا تا رہا ہے اس استعارہ کو خدائے تعالی نے اس لئے اختیار کیا کہ تا پڑھنے والے دو فائدے اس سے حاصل کریں ایک یہ کہ امام مظلوم حسین رضی اللہ عنہ کا دردناک واقعہ شہادت جس کی دمشق کے لفظ میں بطور پیش گوئی اشارہ ہی کی طرز پر حدیث نبوی میں خبر دی گئی ہے اسکی عظمت اور وقعت دلوں پر کھل جائے دوسرے یہ کہ تا یقینی طور پر معلوم کر جاویں کہ جسے دمشق میں رہنے والے دراصل یہودی نہیں تھے مگر یہودیوں کے کام انہوں نے کئے ایسا ہی جو مسیح اترنے والا ہے دراصل مسیح نہیں ہے مگر مسیح کی روحانی حالت کا مثیل ہے اور اس جگہ بغیر اس شخص کے کہ جس کے دل میں واقعہ حسین کی وہ عظمت نہ ہو جو ہونی چاہیے ہر ایک شخص اس دمشقی خصوصیت کو جو ہم نے بیان کی ہے بکمال انشراح ضرور قبول کر لے گا اور نہ صرف قبول بلکہ اس مضمون پر نظر امعان کرنے سے گویا حق الیقین تک پہنچ جائے گا اور حضرت مسیح کو جو امام حسین سے تشبیہ دی گئی ہے یہ بھی استعارہ دراستعارہ ہے جس کو ہم آگے چل کر بیان کریں گے اب پہلے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالی نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تشبیہات میں پوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسااوقات ایک ادنی مماثلت کی وجہ سے بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے باعث سے ایک چیز کا نام دوسری چیز پر اطلاق کر دیتے ہیں مثلا ایک بہادر انسان کو کہہ دیتے ہیں کہ یہ شیر ہے اور شیر نام رکھتے ہیں یہ ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ شیر کی طرح اس کے پنجے ہوں اور ایسی ہی بدن پر پشم ہو اور ایک دم بھی ہو بلکہ صرف صفت شجاعت کے لحاظ سے ایسا اطلاق ہو جاتا ہے اور عام طور پر جمیع انواع استعارات میں یہی قاعدہ ہے ۔سو خدا تعالی نے اسی عام قاعدہ کے موافق اس قصبہ قادیان کو دمشق سے مشابہت دی اور اس بارے میں قادیان کی نسبت مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ اخرج منه الیزیدیون یعنی اس میں یزیدی لوگ

پیدا کیے گئے ہیں (مرزائی فاضلو! ترجمہ صحیح ہے۔ ثناء اللہ)

اب اگرچہ میرا یہ دعوی تو نہیں اور نہ ایسی کام؟؟ تصریح سے خدا تعالی نے میرے پر کھول دیا ہے کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا مگر میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے مگر خدا تعالی خوب جانتا ہے اور وہ اس بات کا شاہد حال ہے کہ اس نے قادیان کو دمشق سے مشابہت دی ہے اور ان لوگوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ یزیدی الطبع ہیں یعنی اکثر وہ لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے: اناانزلنا ہ قر یبا من القا دیا ن و بالحق انزلناہ و با لحق نزل و کان وعد اللہ مفعو لا ۔ یعنی ہم نے اس کو قادیان کے قریب اتارا ہے (قریب اترا تو قادیانی کیوں ہوا۔ ثناء اللہ) اور سچائی کے ساتھ اتارا ہے اور سچائی کے ساتھ اترا اور ایک دن وعدہ اللہ کا پورا ہونا تھا

اس الہام پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادیان میں خدا تعالی کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیش گوئی کے پہلے لکھا گیا تھا۔ (ازالہ اوہام حاشیہ از ص ۷۶ تا ۷۷۔ قادیانی خزائن ج ۳ حاشیہ ص ۱۳۶ تا ۱۳۹)

ناظرین کرام! کیا اچھا نکتہ ہے۔ ہے کوئی جو اس نکتہ کا حوالہ کسی سابقہ تفسیر یا شرح حدیث میں دکھا سکے؟ کہاں دمشق، کہاں قادیان۔ کہاں یہودی، کہاں یزیدی، اور کہاں بے چارے ساکنان قادیان۔ کیا ٹھیک ہے:

چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا
الا یا ایھا الساقی ادر کأسا و ناولھا

نکتہ نمبر ۱۰

(الحاد کی بنیاد) حافظ شیرازی مرحوم کا شعر ہے

بمئے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوئد
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

اس شعر کے غلط معنی کی سند پر ملحد فقیر اپنے مریدوں کو خلاف شرع باتیں بتا کر گمراہ کیا کرتے تھے مرزا غلام احمد قادیانی نے باوجود مسیح موعود، مہدی مسعود اور مصلح اعظم اسلام ہونے کے ان گمراہ کنندوں کی تائید کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

شرعی والہامی امور الگ الگ رہتے ہیں۔ اس لئے کشفی یا الہامی امور کو شریعت کے تابع نہیں رکھنا چاہیے۔ وحی الٰہی کا معاملہ اور ہی رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کی ایک دو نظیریں نہیں بلکہ ہزاروں نظاہر موجود ہیں۔ بعض وقت ملہم کو الہام کی رو سے ایسے احکام بتلائے جاتے ہیں کہ شریعت کی رو سے ان کی بجا آوری درست نہیں ہوتی۔ مگر ملہم کا یہ فرض ہوتا ہے کہ ان کی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف رہے۔ ورنہ گناہ گار ہوگا۔ حالانکہ شریعت اسے گنہ گار نہیں ٹھہراتی۔ یہ تمام باتیں من لدنا علما کے ماتحت ہوتی ہیں۔ ایک جاہل بے بصیرت بے شک اسے خلاف شریعت قرار دے گا مگر یہ اس کی اپنی جہالت وکور باطنی ہے کہ ان باتوں کو خلاف شریعت سمجھے دراصل اہل باطن کے لئے وہ بھی ایک شریعت ہوتی ہے جس کی بجا آوری ان پر فرض ہوتی ہے ابتداء دنیا سے یہ باتیں دوش بدوش چلی آتی ہیں

(مفہوم ملفوظات ج ۶ ص ۱۱-۱۲۔ اخبار الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۳ء مندرجہ خزینۃ العرفان ص ۵۸۲)

ناظرین! کیا اچھا عارفانہ نکتہ ہے جس کو ہر ایک ملحد زندیق سامنے رکھ کر خلاف شرع امور کو رواج دے سکتا ہے

نکتہ نمبر ۱۱

(ایجاد مرید) پنجابی میں ایک کہاوت ہے

گروجہناں دے ٹپڑیں چیلے جانشڑپ

یعنی جن کے پیر تیز رو ہوں ان کے مریدان سے بھی تیز چلنے والے ہوتے ہیں

مرزا غلام احمد قادیانی نے نکتہ آفرینی میں اپنے مریدوں کو بھی نکتہ آفرین بنا دیا۔ یہ نکتہ نمبر ۱۱ ان کے مریدوں کی نکتہ آفرینی کی مثال ہے۔ ناظرین بغور پڑھیں

مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک مرید مولوی عبداللہ تیما پوری دکنی ہیں۔ آپ

نے بھی سورہ فاتحہ کی الہامی تفسیر لکھی ہے۔ ہم نے ساری تفسیر کو پڑھا۔ اس کے دیکھنے سے ہمیں تو کچھ سمجھ نہیں آیا کہ صاحب لاہوت کی کہتے ہیں یا ناسوت کی۔ مگر ایک مقام سے ان کا نکتہ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے ملا جو نقل کرتے ہیں۔ لیکن پہلے اس نکتہ کے مصنف کی عقیدت بحق مرزا قادیانی اور مصنف کا اعلیٰ درجہ انہی کے الفاظ میں بتاتے ہیں مصنف صاحب شروع ہی میں لکھتے ہیں:

ناظرین! یہ وہی تفسیر کبیر ہے (یعنی تیماپوری کی تصنیف) جس کو حضرت اقدس مسیح موعود مرزا غلام احمد نے اپنے ایک رؤیا (خواب) میں دیکھا ہے۔ آپ کے ملفوظات کے سنہری چوغہ کو شیطان نے لوگوں کی نظروں سے غائب کرنے کے لئے لے بھاگا یہ خاکسار شیطان سے چھین کر واپس لایا ہے اس کی تعبیر خود حضرت صاحب نے یہ کی ہے کہ وہ تفسیر ہمارے لئے موجب عزت وزینت ہوگی الحمد للہ اس تفسیر مبارک سے حضور کی رؤیائے صادقہ روحانی وجسمانی طریق میں مجسم بن کر پوری ہوئی یہ خاکپائے غلامان رسول اللہ آپ ہی کے اتباع کی برکت سے مردگی سے زندہ ہوکر ایک قاش عرفان الٰہی وعشق نبوت محمدی کی آپ ہی کے ہاتھوں سے کھایا ہے جس کی خوش خبری براہین کے حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۲۴۸ میں دی گئی ہے اور اس عاجز کی زندگی کے ساتھ دین اسلام کی تروتازگی وترقی منظور الٰہی ہے میرے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی صداقت زور آور حملوں کے ساتھ دوبارہ ظاہر ہوگی۔ (تفسیر آسمانی سبعا من المثانی مولفہ عبداللہ تیماپوری ص۔الف)

اس کے بعد مصنف موصوف تفسیر سورہ فاتحہ کے الفاظ الرحمن الرحیم سے نکتہ نکالتے ہیں جو مرزا قادیانی کے نکتہ سے کم نہیں بلکہ بڑا نکتہ ہے فرماتے ہیں:

رحمان ورحیم۔ یا باسم محمد واحمد۔ یہ ایک تخم کی دو پھانک ہیں۔ یہ دونوں شقوں کے درمیان سے نور اللہ کا موڑ بذریعہ عشق نکلا۔ اس کی ایک شاخ و ڈالی میں توحید کے خوش نما پھول لگے۔ یوں وحدت کثرت میں آکر اپنا جلوہ دکھائی اور امتداد زمانہ کی وجہ سے وحدت الوہیت کا تاج کثرت کے سر پر رکھا جاتا ہے تو خدا کا جلال ظاہر ہوتا ہے چونکہ وہ ذات اپنی الوہیت

میں شرکت کو پسند نہیں کرتی لہذا اس کی اصلاح کے لئے مامور من اللہ آیا کرتے ہیں چنانچہ فی زمانہ حضرت مسیح ناصری کو خدا کے نادان بندوں نے اس کی خدائی میں شریک گردانا ہمیشہ کے لئے مسیح کو زندہ ماننا حقیقی پرندوں کے پیدا کرنے والا۔ مردوں کو جلانے والے یقین کرلیا اسی مشرکانہ عقیدہ کو مٹانے کے لئے اللہ اک نے اپنے ایک برگزیدہ غلام احمد کو مسیح احمد بنا کے بھیجا پھر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا پھر وہی بادشاہ زمین وآسمان نے اس عاجز کو چن لیا تاکہ زور آور حملوں سے غلام احمد کی سچائی کو ظاہر کرے اور اس کے ذریعہ سے بذریعہ الہام ایک نور حق کے آنے کی پیش گوئی بھی سنائی جو اس عاجز کے وجود سے پوری ہوئی۔ وہ یہ ہے

وجاء ك النور و هوافضل منك۔

اور اس نور کی بزرگی میں بطور استعارہ یہ الہام نازل ہوا

كأن الله نز ل من السماء

یہ مرتبہ خاتم ولایت محمدی کی طرف اشارہ ہے اور الہام

پائے محمدیاں برمنار بلندتر محکم افتاد

میں ظاہر ہونیوالے راز کو کھولا ہے۔ غرض ایک وجہ سے مرتبہ احمدیت مرتبہ محمدیت کا ظل ہے اور ایک وجہ سے مرتبہ محمدیت مرتبہ احمدیت کا ظل ہے۔، لہذا آپ (مرزا قادیانی) خاتم ولایت احمدی ہوئے اور اس عاجز کے وجود سے یہ کشف مرتبہ ناز روحانی میں ظل رحمانی کے درجہ پر یوں پورا ہوا کہ حضرت اقدس مسیح احمد از روئے تولد روحانی مظہر جمال تھے۔ آپ کے وجود میں جمال کا غلبہ زیادہ تھا اور جلال ان میں پوشیدہ تھا اس معنی کو جمالی رنگ میں آپ کا تولد ہوا اور یہ عاجز آپ کے پیچھے اور ساتھ میں مرتبہ جلال و جمال پر تولد پا کے خاتم ولایت محمدی ہوا ہے۔ اول بآخر نسبت کا دورہ پورا ہو کر قدرت ثانی کا دوسرا دور، دور محمدی کا آغاز ہوا یہ مرتبہ ظل رحمانی ہے۔ مرتبہ راز اللہ ہی اللہ ہے خدا ہی جانے کیا سے کیا ہونے والا ہے۔،

(تفسیر آسمانی سبعا من المثانی۔ حصہ اول ص ۶۷۔۶۹)

ناظرین! یہ ہیں وہ نکات جدیدہ جن کی بنا پر مرزا قادیانی مجدد اور مسیح موعود بنتے تھے جن کی جدت سے کسی مسلمان کو انکار نہ ہونا چاہیے بلکہ صاف لفظوں میں کہہ دینا چاہیے کہ:

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کیشی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

حضرات کرام! ان سارے نکات کا خلاصہ اور نتیجہ یہ ہے کہ قرآن کی سورہ فاتحہ بلکہ دیگر مقامات قرآن سے بھی مرزا قادیانی کی بابت پیش گوئی اور نبوۃ (بروز محمد) کی طرف اشارہ ہے۔ کیا خوب

خیال زاغ کو بلبل کی ہم سری کا ہے
غلام زادے کو دعوی پیمبری کا ہے

تصویر کا دوسرا رخ

مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزائیوں کو مرزا قادیانی کی نکتہ آفرینی پر بہت فخر ہے کہ وہ قرآن مجید سے ایسے نکات نکالتے تھے کہ پہلی کتابوں میں ان کا نشان نہیں ملتا۔ ہم اصولاً ایسے نکات جدیدہ کے ماننے کے لئے تیار ہیں جو قرآن شریف سے استنباط ہوں خواہ پہلے کسی نے نہ لکھے ہوں، مگر ایسے نکات ہوں کہ عربی عبارت قرآنی بقاعدہ زبان عربی ان کی متحمل ہو۔ نہ کہ بالکل اجنبی محض بلکہ متضاد ہوں۔ مگر مرزا قادیانی اپنی جدت طرازی میں کسی اصول کے پابند نہ تھے۔ بلکہ ان کو محض یہ منظور تھا کہ جس طرح ہو کوئی نئی بات بنائی جائے۔ جس کی مثالیں گذشتہ صفحات پر ہم دکھا آئے ہیں۔ چونکہ ایسی ہی بے قاعدہ تجدید کرنے والا مرزائی اصطلاح میں مجدد ہوتا ہے اس لئے اس عنوان کے تحت ہم ایک ایسے شخص کو پیش کرتے ہیں جس کو مرزا قادیانی ملحد اور کیا کیا نہیں کہا کرتے تھے، یعنی مولوی عبداللہ چکڑالوی بانی فرقہ اہل قرآن لاہور جو حدیث نبوی کے منکر تھے اور صرف قرآن مجید کو وحی الٰہی مانتے تھے۔ حالانکہ ان کے نکات اور معارف اپنی جدت میں مرزا غلام احمد قادیانی کے نکات سے کم نہیں۔ چنانچہ وہ بھی عشرہ کاملہ کی صورت میں درج ذیل ہیں۔

چکڑالویہ نکتہ نمبر ا

قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہوتا ہے:

قل ان کنتم تحبو ن الله فاتبعو نی یحببکم الله

اے نبی تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے پیار کرتے ہو تو میری تابعداری کرو ۔خدا تم سے پیار کرے گا۔

اس آیت میں خاص صیغہ قل امر مخاطب کا ہے جس کے مخاطب خاص آنحضرت ﷺ ہیں ۔مگر مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نے اس میں عجیب جدت پیدا کی ہے ۔لکھتے ہیں:

قل ان کنتم تحبو ن الله فاتبعو نی

کہہ دے تو (اے صاحب قرآن) اگر تم رضا مندی چاہتے ہو اللہ تعالی تو میرے موافق صرف قرآن مجید ہی پر عمل درآمد رکھو

حاشیہ۔ پاس اس آیت میں ہر ایک مسلمان (قیامت تک) قل کا مخاطب و مکلّف ہے ۔ اور ہر ایک مومن مسلمان کو بقدر اپنی قدرت و طاقت کے قیامت تک یہ کہنا فرض ہے کہ اے عباد الرحمٰن میری موافقت کرو۔

یہاں کوئی قرینہ حالی ومقالی ماقبل یا مابعد اشارۃ یا کنایۃ وہم وخیال تک میں بھی نہیں آ سکتا کہ اس آیت کے مخاطب ومکلّف خاص محمد رسول اللہ سلام علیہ ہی ہوں ۔ (پ۳۔قرآن معہ تفسیر چکڑالوی۔ص۱۳۶)

ناظرین! کیا یہ نکتہ جدیدہ نہیں؟

چکڑالویہ نکتہ نمبر۲:

حضرت عیسیٰؑ کے ذکر میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

و اذ تخلق من الطّین کھیئة الطّیر با ذ نی فتنفخ فیھا فتکو ن طیرا باذ نی۔اے عیسی تو مٹی سے جانور بنا تا تھا پھر ان میں پھونکتا تھا پھر وہ اڑنے والے جانور بن جاتے تھے ۔

اس آیت کا ترجمہ مولوی عبداللہ چکڑالوی صاحب کرتے ہیں:

و اذ تخلق من الطّين كهيئة الطير با ذ نى فتنفخ فيها فتكو ن طيرا باذ نى ، اور تحقیق اصلاح و درست کرتا تھا تو اچھی طرح عبادالرحمٰن کی فطرت وخلقت کومثل درست کرنے چار مخصوص شکاری پرندوں (باز۔ باشہ۔شاہین۔ چرخ) کے مطابق ارشاد میری کتاب کے یعنی تو ایمانی روح (کتاب اللہ) کا علم پہنچا تا تھا رجوع کرنے والی فطرت میں ۔ پس وہ فرمان بردار ہو جاتی تھی کتاب اللہ کی مثل فرمان بردار ہونے ان چاروں مخصوص شکاری پرندوں کے اور تو یہ سب کچھ کرتا تھا مطابق ارشاد کتاب میری کے ۔ (ترجمہ قرآن چکڑالوی۔پ ۷ص ۱۶)۔مرزائی دوستو! داد دو۔

چکڑالویہ نکتہ نمبر ۳

قرآن مجید میں ارشاد ہے: و او حينا الى موسى ان الق عصاك۔ فا ذا هى تلقف ما يأفكون (ہم نے موسیٰ کوحکم دیا کہ تو اپنا عصا دے مار۔ پس وہ فوراً ہی ان (جادوگروں) کے بنائے ہوئے سانپ نگل رہا تھا)۔

اس آیت کا ترجمہ مع تفسیر چکڑالوی صاحب درج ذیل ہے:

و او حينا الى موسى ان الق عصا ك فا ذا هى تلقف ما يأفكو ن ۔ پھر ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی طرف یہ کہ اب تو بیان کر اپنی نذارت کا ہر ایک مسئلہ پس نا گا ہ وہ ہر ایک مسئلہ ملیا میٹ کر گیا اس کے سارے باطل بیان کو (سورہ اعراف پ ۹۔ترجمہ چکڑالوی۔ص ۹)

مرزائی دوستو! کیا یہ نکتہ جدیدہ نہیں؟

چکڑالویہ نکتہ نمبر ۴

قرآن شریف میں مذکور ہے:

جس وقت موسیٰ پہاڑ پر آئے انکے ہاتھ میں عصا تھا خدا نے پوچھا اے موسیٰ یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔ جواب میں عرض کیا یہ میرا عصا ہے، حکم ہوا اسے پھینک دے۔ وغیرہ

اس آیت کا ترجمہ اورنکتہ مولوی عبداللہ چکڑالوی مجدد لکھتے ہیں؛

و ماتلك بيمينك يا موسى۔ قا ل هى عصاى اتو كوا عليها و

اهش بها علی غنمی و لی فیها مآ ر ب ا خری۔ قال القها یا موسی۔ فا لقا ها فاذا هی حیة تسعی ۔ قال خذ ها و لا تخف سنعید ها سیرتها ا لاو لی۔ و ا ضمم ید ك الی جنا حك تخر ج بیضاء من غیر سو ء آیة ا خری ۔لنر یك من آ یاتنا الكبری ۔

جب کہ یہ ضروری اصول دین کے بیان ہو چکے تو پھر فرمایا اللہ تعالی نے کہ کیسے نظر آئے ہیں یہ عالی شان احکام میرے تیری مبارک سمجھ میں اے موسی ۔اس نے عرض کیا کہ یہ ہر ایک مسئلہ میری نذارت کا ہے ۔میں خود بھی پورا پورا عمل درآمد اور مدار رسالت رکھوں گا ان پر۔ اورضرور ہی شائع و جاری کروں گا میں یہ کل مسائل اپنے تابعداروں میں بھی۔ کیونکہ ضرور ہی مجھ کو ان کے سبب سے طرح طرح کے فوائد و درجات جنت الفردوس مرزوق و موہوب ہوں گے ۔ارشاد ہوا کہ ہاں اب جا کر تو سنا پڑھا اے موسی ۔

پس موسی نے ان مسئلوں کے سنانے پڑھانے کی نسبت اپنے دل میں سوچا سمجھا کہ میں کس طرح جا کر بیان کروں گا۔

پس ناگاہ اس کو اپنے دل میں موہوم ہوئے وہ مسائل بڑے سانپ کی مانند جو کہ دوڑتا ہوا آرہا تھا۔فرمایا علیم بذات الصدور نے کہ جا عمل درآمد کر ان کی اشاعت اجرا میں اور ہرگز مت ڈر کسی سے۔ضرور ہی پھر دیویں گے ہم ان کو تیری پہلی اطمینان والی حالت میں ۔

پھر جب بشارت کے احکام صادر ہوئے تو ارشاد ہوا کہ پہلے مسائل نذارت کے بعد ان مسائل بشارت کو بھی کاکر سنانا پڑھانا کیونکہ تمام حاضرین مجلس کو یہ مسائل بشارت ظاہر و باہر طور پر بہت ہی خوش اور روشن نظر آئیں گے ہرگز ان سے ان کو ذرہ بھر بھی غصہ و جوش نہیں آئے گا کیونکہ یہ بشارت کے مسائل اور ہی ڈھنگ کے ہیں آئندہ بھی ہمیشہ ہم پڑھاتے سکھاتے رہیں گے تجھ کو احکام اپنے جو کہ بہت ہی عظیم الشان و جلیل القدر ہوں گے ۔

(سورہ طہ ۔پ ۱۶، ترجمہ چکڑالوی ۔ص ۱۹)

قادیانی ممبرو! انصاف سے دیکھو تو یہی ایک نکتہ صدی کا مجدد بننے کو کافی ہے

مگر تم ایسے بخیل ہو کہ سوائے اپنے مجدد کے کسی دوسرے کو کب ماننے لگے۔ لیکن دنیا تو دیکھ رہی ہے کہ جن نکات کی وجہ سے تم مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد اور مسیح موعود وغیرہ وغیرہ مان رہے ہو، اسی قسم کے نکات جب دوسرا کوئی شخص بھی بتا سکتا ہے تو پھر وہ کیوں مجدد نہ ہو کیا یہ سچ ہے

یختلف الرزقان و الشیء واحد
الی ان یری احسان هذا لذا ذنبا

چکڑالویہ نکتہ نمبر ۵

مولوی عبد اللہ چکڑالوی اہل قرآن چونکہ حدیث نبوی کے حجت شرعی ہونے سے منکر تھے لہذا ان پر اعتراض ہوا کہ نمازوں کی رکعتیں دو تین چار قرآن مجید سے دکھاؤ، تو آپ نے مندرجہ ذیل آیات سے یہ سوال حل کیا:

الحمد لله فاطر السماوات و الارض جاعل الملائکة رسلا اولی اجنحة مثنی و ثلاث و رباع یزید فی الخلق ما یشاء ان الله علی کل شیء قدیر

تمام نمازیں قرآنی خالص واسطے رضامندی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کیونکہ وہ ہمیشہ پاک فطرت پیدا کرتا رہتا ہے تمام آسمانوں والے فرشتوں اور کل روئے زمین والے جن وانس کی اور بھیجتا رہتا ہے اپنے فرشتوں جبرائیلوں کو تمہاری طرف اپنی رسالت کتاب اللہ دے کر خصوصاً وہی لاتے تمہاری صلواتوں یعنی رکعاتوں کو ہمیشہ دو دو بار پڑھا کرو ہر صبح جمعہ اور عیدین کو اور تین تین پڑھا کرو ہر شام کے وقت اور چار چار پڑھا کرو ہر ظہر عصر عشاء کو اس لئے کہ جبر نقصان کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے سے تمہاری تبدیل شدہ فطرت کا جس قدر کہ ہر ایک نمازی خود ہی چاہے خشوع خضوع کے ساتھ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر ایک ارادے پر ہمیشہ ہر طرح قادر رہتا ہے۔

(پ ۲۲ سورہ فاطر۔ ترجمہ چکڑالوی۔ ص ۲۷)

مرزائی دوستو! واللہ غور سے دیکھو تو پھڑک جاؤ تمہارا دل مان جائے کہ نکتہ تو

یہ ہے، مجدد تو یہ ہے۔ اور تم بے ساختہ عبداللہ چکڑالوی کے حق میں یہ شعر پڑھو

حسین ہو مہ جبیں ہو دل نشین ہو
لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

چکڑالویہ نکتہ نمبر ۶

قرآن مجید میں حضرت یونسؑ کا ذکر ہے کہ وہ اپنی بستی سے بھاگ کر بھری بیڑی میں جا بیٹھے۔ وہاں قرعہ اندازی ہوئی آخران کو دریا میں کودنا پڑا۔ دریا میں ان کو مچھلی نے نگل لیا۔ ان آیات کا مشرح ترجمہ چکڑالوی صاحب فرماتے ہیں ؛

اذ ابق الی الفلك المشحو ن فساهم فکا ن المد حضین فالتقمه الحو ت و هو ملیم فلو لا انه کان من المسبحین للبث في بطنه الی یو م یبعثو ن

تحقیق وہ اپنی قوم سے ناراض ہو کر جا سوار ہوا ایک بہت ہی بھری ہوئی کشتی پر۔ پس ملاحظہ و معائنہ طبی کیا کسی سرکاری حکیم نے کشتی والوں کا، تو بہت سے لوگ بسبب کسی مرض وقواعد حفظان صحت وغیرہ کے اس کشتی سے اتار دیئے گئے۔ پس انہیں میں آپ کو بھی اتار دیا گیا۔ پھر چڑھا لیا اس کو ایک ماہی گیر نے اپنے چھوٹے سے مچھوے میں، درآنحالیکہ وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے والا تھا اپنی قوم سے ناراض ہو کر چلے آنے پر۔ پس اگر وہ اس وقت نہ ہوتا خالص قرآنی توبہ کرنیوالوں میں سے، تو ضرورہ وہ رہ جاتا دریا ہی میں جہاں سے وہ روز قیامت تک نہ نکلتا (صافات پارہ ۲۳، ترجمہ چکڑالوی۔ ص ۱۹)

کیا اچھا نکتہ ہے اور کیا اچھا ترجمہ ہے جو کسی عربی یا فارسی قاعدہ کا محتاج نہیں۔ مرزائیو! کیا کہتے ہو۔

چکڑالویہ نکتہ نمبر ۷

قرآن مجید میں ایمان داروں کو ارشاد ہے کہ اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھنا۔ یعنی اللہ و رسول جب تک دین میں کوئی کام نہ بتاویں تم اسے دین کا کام نہ سمجھنا۔ مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی چونکہ اتباع کے موقع پر رسول کے معنی قرآن

کرتے ہیں اس لئے ان آیات کا ترجمہ بہت ہی عجیب کیا ہے۔ ملاحظہ ہو

یا ایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ و اتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم

اے قرآنی مومنو! ہرگز کبھی بھی پیش نہ کرو کسی غیر اللہ کی تقریر و تحریر کو اللہ کے سامنے یعنی اس کے بھیجے ہوئے قرآن مجید کے آگے۔ ضرور ہی ہمیشہ بچتے رہو اس مخالفت کتاب اللہ سے، کیونکہ تحقیق اللہ تمہاری تمام ظاہری و مخفی باتیں یکساں سننے والا اور تمہارے دلی خیالات کو بھی بہت ہی اچھی طرح جاننے والا ہے۔ (پارہ ۲۶ سورہ حجرات۔ چکڑالوی ترجمہ۔ ص ۲۶)

چکڑالویہ نکتہ نمبر ۸

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ قیامت کی فنا کے وقت ملائکہ آسمان کے کناروں پر ہوں گے اور عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائینگے۔ اس آیت کا ترجمہ مولوی چکڑالوی فرماتے ہیں

و الملک علی ارجائھا و یحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیۃ

اور آسمان کے پھٹ جانے کے وقت تمام فرشتے دوڑ جائیں گے اس کے کناروں کی طرف۔ پھر وہ سب کے سب فوراً فنا ہو جائیں گے اور کتاب اللہ پر پورا پورا عمل درآمد کرنے والے سب کے سب عباد الرحمٰن اس روز بلحاظ درجہ و مرتبہ آٹھ گروہ ہوں گے (پ ۲۹ سورہ الحاقہ۔ چکڑالوی ترجمہ۔ ص ۱۰)

چکڑالوی نکتہ نمبر ۹

مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ نبوۃ محمدیہ سے پہلے فارس کی فوج ہاتھیوں پر سوار ہو کر کعبہ شریف کو گرانے آئی تھی۔ خدا تعالیٰ نے ان پر ابابیل بھیج کر ان کو تباہ کر دیا۔ ان کو اصحاب الفیل کہا جاتا ہے ان آیات کا چکڑالوی ترجمہ ملاحظہ ہو

الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل الم یجعل کیدھم فی تضلیل و ارسل علیھم طیرا ابابیل ترمیھم بحجارۃ من سجیل فجعلھم کعصف مأکول

اے ہر ایک صاحب قرآن کیا نہیں دیکھتا رہتا تو ہمیشہ یہ کہ کس طرح ذلیل و

حقیر کرتا رہتا ہے پرورد گا رتیرا کتاب اللہ کے بے خبرو نادان لوگوں کو جو کہ خود ہی اپنے تعصب مذہبی وہٹ دھرمی کے باعث بالکل سست عقل و ضعیف الرائے خود ہی ہو جاتے ہیں۔ اور کیا نہیں کر ڈالتا اللہ ان کی بداندیشی و بدخواہی کو جو کہ قرآنی مومنوں کے حق میں کرتے رہتے ہیں سراسر خسارہ دارین کا باعث۔ یعنی غلبہ دیتا ہے ان پر ضعیف و عاجز قرآنی مومنوں کو باوجودیکہ وہ ان کی نسبت مچھروں و مکھیوں کی طرح اور بالکل پریشان حال پراگندہ روزی پراگندہ دل بھی ہوتے رہتے ہیں، آخر کار وہی عاجز مومن بھگا دیتے ہیں ان بڑے جاہ وجلال اور شان وشوکت والے کفارو مشرکین کو محض چھوٹے چھوٹے ذریعوں وسامانوں ہی سے جو کہ معمولی بیکار کنکروں کی طرح ہی ہوا کرتے ہیں۔ پس کر ڈالتا ہے ان بے فرمانوں کو اللہ تعالی مویشیوں کے اس چارہ کی طرح جو کہ بسبب گندہ ہونے کے ان کے کھانے سے پیچھے بالکل بیکار ہی رہ جائے۔

مرزائی دوستو! اب تو مان جاؤ کہ مولوی عبداللہ چکڑالوی واقعی نکتہ آفرینی کی وجہ سے مجدد تھا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مرزا غلام احمد صاحب کو نہ مانو، مگر جس وصف سے تم مرزا صاحب کو مجدد اور مسیح موعود مانتے ہو، اسی وصف میں اگر کوئی اور بھی شریک ہو تو اس کو بھی اس لقب میں شریک کرنے سے تمہیں کون امر مانع ہے؟ پس اگر مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مجدد ہیں تو مولوی عبداللہ چکڑالوی کیوں نہیں؟

چکڑالویہ نکتہ نمبر ۱۰

قرآن مجید کی سورہ کوثر مشہور ہے جس کا ترجمہ بھی مشہور ہے کہ خدانے آنحضرت ﷺ کو کوثر دیا اور حکم فرمایا کہ نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ مجدد چکڑالوی جو اس کا مطلب بتاتے ہیں وہ قابل شنید نہیں بلکہ لائق دید ہے۔ چنانچہ وہ یہ ہے:

انااعطیناك الكو ثر فصل لر بك و انحر

ان شا نئك هو ا لا بتر

اے ہر ایک صاحب قرآن! تحقیق عطا فرمایا ہے ہم نے تجھ کو یہ کامل

صفات جامع کمالات قرآن مجید۔ جس میں سعادت دارین ہے پس تو ہمیشہ ہر ایک خالص قرآنی نماز ہی پڑھا کر خاص اپنے پروردگار کی رضامندی کے لئے خصوصاً اپنے وجود کے اونٹ (کان) ذبح (ذلیل وحقیر یعنی پکڑا) کر ہر تکبیر کے وقت کیونکہ تحقیق ہر ایک مخالف تیرا اس قرآنی نماز سے خودبخود بالکل محروم و بے نصیب ہی رہتا ہے۔ (کوثر۔پ۳۰۔ چکڑالوی ترجمہ صفحہ ۴۵)

ناظرین کرام! ہم نے آپ کا بہت سا وقت بے فائدہ کام میں لیا، کیونکہ بلحاظ عقیدہ نہ تو آپ نکات مرزا کے قائل ہوں گے نہ معارف چکڑالویہ کے معتقد۔ بلکہ درحقیقت اصل مطلب ہمارے لکھنے اور آپ کے پڑھنے کا صرف اتنا ہے کہ ایسے جدید مدعیوں کی وہ دلیل دیکھیں جن پر ان کے دعوی کی بنیاد ہے یعنی قرآن مجید سے معارف نمائی۔ سو ہم نے دکھا دیا اور آپ نے دیکھا الحمدللہ ان سب کو کھوٹا پایا۔

مرزا کے مریدو! نکات مرزائیہ کے ساتھ ساتھ نکات چکڑالویہ بھی پڑھو اور ہمارے مندرجہ ذیل شعر کی تصدیق بھی کرو،

آج دعوی ان کی یکتائی کا باطل ہو گیا
رو برو ان کے جو آئینہ مقابل ہو گیا

خادم دین اللہ ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری مصنف تفسیر ثنائی وغیرہ
ماہ رجب ۱۳۴۵ھ۔

(منقول از احتساب قادیانیت جلد ۹)

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔ و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بهاء الدین